ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے پر، جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا، نہ کہ ان کے جن پر غصّے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے رستے - سورۃ الفاتحۃ

شجرِ طیبہ شجرِ خبیثہ

THE TREE OF GOOD & THE TREE OF EVIL

Guide us on the straight path, on the path of those on whom You bestow Your grace, not on those on whom You are angry, and not on the path of those who go astray - Surah Al-Fatiha

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

شجرِ طیبہ

اور

شجرِ خبیثہ

تحریر **حیدر رضا** ولد **ابو جعفر** (مرحوم)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

ترجمہ، اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو
اور مومنوں کی مغفرت کیجیو۔ (سورۃ ابراہیم۔۴۱)

برائے مہربانی ایک سورۃ فاتحہ پڑھ کر تمام مرحوم مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات، شہدا، لاوارث مرحومین، میرے تمام آباؤ واجداد اور بالخصوص نیچے دیئے ہوئے ناموں کی روح کو ایصال فرمائیں، شکریہ

ابو جعفر ولد علی محمد

کنیز سیدہ بنت علی سجاد

حسن جعفر ولد ابو جعفر

اشرف علی ولد محمد علی

محمد شبیر ولد غلام اکبر

بلقیس بانو بنت علی محمد

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾

ترجمہ، اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی ان (کے حال) پر رحمت فرما۔ (بنی اسرائیل ۲۴)

"شجرِ طیبہ اور شجرِ خبیثہ"

سالِ تحریر اور تاریخِ مکمل : ۲۰۲۲۔ فروری، ۲۰۲۴

"صراطِ مُستقیم"

سالِ تحریر اور تاریخِ مکمل : ۲۰۱۹۔ اپریل، ۲۰۲۴

"تاریخ انبیاءؑ"

سالِ تحریر اور تاریخِ مکمل : ۲۰۱۴۔ جولائی، ۲۰۲۰

"حق و باطل کے راستے"

ایڈیشن : اوّل

سالِ تحریر اور تاریخِ مکمل : ستمبر۔ ۲۰۰۷

"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"

سالِ تحریر اور تاریخِ مکمل : ستمبر۔ ۲۰۰۹

ایڈیشن : اوّل

سالِ طبع : مارچ۔ ۲۰۱۰

مطبع : سندھیکا پرنٹرز

انگلش ترجمہ اور ویب ڈیزائن

ترجمہ اور ڈیزائن : عارف رضا۔ ہانی رضا۔ محمد رضا

ویب سائٹ : https://yk-shia.com/books
https://play.google.com/store/books/author?id=Hyder+Raza

تقریظ

الحمدللہ، پچھلی کتابیں **"اللہ کا شعور حاصل کیجیے"**، **"حق و باطل کے راستے"**، **"تاریخ انبیاؑء (۴۲ جلدیں)"** اور **"صراطِ مستقیم"** جیسی مشہور و معروف کتابیں تحریر کرنے سے اور عوام کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مزید توفیق دی کہ میں نے یہ ایک اور کاوش **"شجرِ طیبہ اور شجرِ خبیثہ"** کی شکل میں کیا ہے، جو کہ حاضر خدمت ہے۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ تاریخ کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن واقعات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے قربانیاں دیں، بالخصوص ائمہ المعصومین علیہ السّلام پر جو ظلم ہوئے اور جن لوگوں نے ظلم کرکے اپنے شجرہِ خبیثہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کتاب میں ائمہ المعصومین علیہ السّلام کی زندگی کے احوال کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک عام شخص تمام آئمہ المعصومین علیہ السّلام کے بارے میں باخوبی جان سکے اور ساتھ ہی یہ بھی جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب نمائندوں نے اعلیٰ مقام اور فضیلت رکھنے کہ باوجود کس کس طرح کے امتحانات کا سامنا کیا، اور کم و بیش تمام ائمہ المعصومین علیہ السّلام کی زندگی مشکلات سے گزری ہے اور سب نے سخت ترین امتحان دیتے ہوئے بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور تمام اماموں نے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ اس کتاب سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے نیک بندوں کو ہی امتحانات میں مبتلا کرتا ہے، جب کوئی ان امتحانات پر صبر سے کام لیتا ہے تو کامیابی اس کا مقدر بنتی ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کامیابی سے نواز کر اعلیٰ مقام پر فائز کرتا ہے۔ انشاء اللہ، یہ کتاب بھی میری پچھلی کتابوں کی طرح آپ کے لیے مفید ثابت ہوگی اور آپ کے علم و یقین میں بھی اضافے کا باعث بنے گی۔ اس کتاب میں ان واقعات کو انتہائی مختصر اور آسان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اس کتاب سے بچے بھی مستفید ہو سکیں۔ اس کوشش میں اگر میری طرف سے کسی قسم کی کوئی غلطی ہوئی ہو تو میں اپنے اللہ سے معافی کا طلبگار ہوتے ہوئے آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے ضرور اطلاع کریں، میں آپ کا شکر گزار ہونگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر قائم رکھے اور دین کی صحیح معرفت عطا فرما کر عمل کی توفیق فرمائے، آمین

تحریر و دعا کا طالب: حیدر رضا ولد ابو جعفر (مرحوم)

رابطہ ای میل: hyderraza@yahoo.com

حوالے: قرآن کے اردو ترجمہ یہاں سے لیے گئے ہیں: http://cityislam.com/quran.htm

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاندان اور قبیلہ

آنحضرت کا مشہور شجرہ نسب یہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ وہ عبدالمطلب کے بیٹے، وہ ہاشم کے، وہ عبد مناف کے، وہ قصی کے، وہ کلاب کے، وہ مرہ کے، وہ لوی کے، وہ غالب کے، وہ فہر کے، وہ مالک کے، وہ نفیر کے، وہ کنانہ کے، وہ خزیمہ کے، وہ مدرکہ کے، وہ الیاس کے، وہ مضر کے، وہ نزار کے، وہ معد کے، وہ عدنان کے، وہ اوکے، وہ ادر کے، وہ الیسع کے، وہ الہمیسع کے، وہ سلامان کے، وہ البنت کے، وہ حمل کے، وہ قیدار کے، وہ اسمعیل کے، وہ ابراہیمؑ خلیل کے، وہ تارخ کے، وہ ناخور کے، وہ شروغ کے، وہ ارغو کے، وہ فالغ کے، وہ عابر کے، وہ شالخ کے، وہ قینان کے، وہ انوش کے، وہ شیثؑ کے اور وہ حضرت آدمؑ کے فرزند ہیں۔ حضرت اُم سلمٰہ فرماتی ہیں کہ زید ہی ہمیسع ہیں اور ثری بنت۔ اور اعراق الثریٰ اسماعیلؑ ہیں اور ابن بابویہ کی روایت کے مطابق عدنان اوکے، وہ اود کے، وہ زید کے وہ یقدد کے وہ ہمیسع کے وہ بنت کے وہ قیدار بن اسمعیلؑ کے بیٹے ہیں۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق کہ عدنان بن اوبن اور بن الیّسع بن الہمیسع بن یحشم بن منجز بن سابوغ بن الہمیسع بن بنت بن قیدار بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ بن تارخ بن شروغ بن ارغو بن غابر بن ارفحشد بن متوشلخ بن سام بن نوحؑ بن ملک بن اخنوع بن مہلائیل بن زبازر۔ ایک روایت کے مطابق تارو اور دوسری روایت کے مطابق ایاد بن قینان بن ارد بن ایاد بن قینان بن ارد بن انوش بن شیث بن آدمؑ ہیں۔

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں ﴿۲۴﴾ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو۔ اور خدا لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۲۵﴾ اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں ﴿۲۶﴾ سورۃ ابراھیم

خاتمُ النّبیین حضرت محمدؐ کا تعلق قریش سے تھا اور قریش کے معنی قدیم عربی میں "سوداگر" کے ہیں۔ غرض ان اولادوں کے زمانے کے کچھ خاص واقعات تاریخ میں درج ہے مگر سب سے زیادہ اہم واقعہ جو کہ قرآن نے سورۃ فیل میں ذکر کیا ہے اور یہ واقعہ سنہ ایک فیل کا ہے یعنی ہمارے رسولؐ کی پیدائش کے ایک سال پہلے جب آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ کا زمانہ تھا تو یمن کے ایک عیسائی بادشاہ ابرہتہ الاشرم نے مذہبی تعصّب میں کعبہ مُعظمہّ پر لشکر کشی کی اور خانہ کعبہ کی عظمت و حرمت دیکھ کر آتشِ حسد سے بھڑک اٹھا اور اس کے وقار کو گھٹانے کے لیے مقامِ "صنعا" (یمن کا درالحکومت ہے) میں ایک عظیم الشّان گرجا بنوایا، مگر اس گرجے کی لوگوں کی نظر میں خانہ کعبہ والی عظمت پیدا نہ ہوسکی تو انہوں نے کعبہ کو ڈھانے کا فیصلہ کیا اور اسود بن مقصود حبشی کی زیر سرکردگی میں ایک عظیم الشّان لشکر کو مکہّ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس وقت کے قبیلے قریش، کنانہ، خزاعہ اور ہذیل پہلے تو لڑنے کے لیے تیار ہوئے لیکن لشکر کی کثرت دیکھ کر ہمتّ ہار بیٹھے اور مکّہ کی پہاڑیوں میں اہل و عیال سمیت جا چُھپے۔ البتّہ عبدالمطلبؑ اپنے چند ساتھیوں سمیت خانہ کعبہ کے دروازے میں جا کھڑے ہوئے اور کہا "مالک یہ تیرا گھر ہے اور صرف تُو ہی بچانے والا ہے"۔ اسی دوران میں لشکر نے مکہّ والوں کے کھیت سے مویشی پکڑے جن میں عبدالمطلبؑ کے دو سو اُونٹ بھی تھے اور ابرہہ نے حناط حمیری کو مکہّ والوں کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہیں، ہمارا ارادہ صرف کعبہ ڈھانے کا ہے۔ عبدالمطلبؑ نے پیغام کا یہ جواب دیا کہ ہمیں بھی لڑنے سے کوئی غرض نہیں اور اس کے بعد عبدالمطلبؑ نے ابرہہ سے ملنے کی درخواست کی۔ جب عبدالمطلبؑ اُس کے دربار میں گئے تو ابرہہ نے پُر تپاک

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا (۱) کیا ان کا داؤں غلط نہیں کیا؟ (گیا) (۲) اور ان پر جھلڑ کے جھلڑ جانور بھیجے (۳) جو ان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے (٤) تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھس (۵) سورۃ الفیل

خیر مقدم کیا اور ان کے ہمراہ تخت سے اُتر کر فرش پر بیٹھا۔ دوران گفتگو عبد المطلبؑ نے اپنے اُونٹ کی واپسی کا سوال کیا تو اس نے کہا تم نے اپنے آبائی مکان کعبہ کے لیے کچھ نہیں کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ "انا ربّ الابل و البیت رب سیمنعہ" (میں اُونٹوں کا مالک ہوں اپنے اُونٹ مانگتا ہوں جو کعبہ کا مالک ہے اپنے گھر کو خود بچپائے گا)۔ عبد المطلبؑ کے اُونٹ ان کو مل گئے اور واپس آ گئے۔ غرضیکہ ابرہہ ایک بڑا لشکر لے کر خانہ کعبہ کی طرف بڑھا اور جب اسکی دیواریں نظر آنے لگی توڑھانے کا حکم دیا۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ جیسے ہی گُستاخ و بیباک لشکر نے قدم بڑھایا مکّہ کے غربی سمت سے خداوندِ عالم نے کا ہوائی لشکر "ابابیل" کی صُورت میں نمُودار ہوا، ان پرندوں کی جونچ اور پنجوں میں ایک ایک کنکری تھی۔ انھوں نے یہ کنکریاں ابرہہ کے لشکر پر برسانا شروع کیں۔ ان چھوٹی چھوٹی کنکریاں نے بڑی بڑی گولیوں کا کام کر کے سارے لشکر کا کام تمام کر دیا۔ ابرہہ جو محمود نامی سرُخ ہاتھی پر سوار تھا، زخمی ہو کر یمن کی طرف بھاگا اور راستہ ہی میں واصلِ جہنّم ہوا۔ یہ واقعہ ۵۷۰ء کا ہے۔ کیونکہ ابرہہ ہاتھی پر سوار تھا اور عربوں نے اس سے قبل ہاتھی نہ دیکھا تھا نیز اس لیے کہ بڑے بڑے ہاتھیوں کو چھوٹے چھوٹے پرندوں کی ننھی ننھی کنکریوں سے بحکمِ خدا تباہ کر کے خدا کے گھر کو بچا لیا اس لیے اس واقعہ کو ہاتھی کی طرف منسُوب کیا گیا اور اسی سے سند عام الفیل کہا گیا۔ عبد المطلب نے ہی مہندی کا خضاب کیا۔ منقول ہے آپ کا لکھا ہوا ایک خط مامون الرشید کے کتب خانہ میں بھی تھا۔ آپ نے ۸۲ سال میں وفات پائی اور مقامِ حجون میں دفن ہوئے۔ روایت میں آپ کا سنِ وفات ۵۷۸ عیسوی ہے۔ عبد المطلبؑ کے کئی فضائل اور واقعات تاریخ میں موجود ہیں جو کہ تفصیل کے ساتھ

ترجمہ، قریش کے مانوس کرنے کے سبب ﴿۱﴾ (یعنی) ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب ﴿۲﴾ لوگوں کو چاہیئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں ﴿۳﴾ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا ﴿۴﴾ سورۃ قریش

کتاب "تاریخ انبیاء" میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات میں بیاں ہو چکے ہیں۔ جناب عبدالمطلبؑ کے کئی بیٹے تھے مگر تاریخ میں چار بیٹوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے جن میں ایک جناب عبداللہؑ ہیں اور یہ ہی وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جن کو ہمارے پیارے نبیؐ کریم کے والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی کنیت ابو احمد تھی آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو عمر بن عائذ بن عمر بن مخذدم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نہایت متین، سنجیدہ اور شریف طبیعت انسان تھے اور نہ صرف جلالتِ نسب بلکہ مکارمِ اخلاق کی وجہ سے تمام جوانانِ قریش میں امتیاز کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ محاسنِ اعمال اور شمائلِ مطبوع میں فرد تھے۔ حرکات موزوں اور لطف و گفتار میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کو جنابِ عبدالمطبؑ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ تاریخ میں آپ کی ذات سے ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ کے والد جناب عبدالمطلبؑ نے ایک نذر مانی کہ اگر خدا نے مجھے دس بیٹے دیئے تو میں ان میں سے ایک کو راہِ خدا میں قربان کردوں گا اور اس کی تکمیل میں جنابِ عبداللہؑ کو ذبح کرنے چلے تو لوگوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ آپ قربانی کے لیے قُرعہ ڈالیں اور کوئی جانور کو اِن کے بدلے نذر میں قُربانی دیں۔ چنانچہ بار بار جنابِ عبداللہؑ پر ہی قُرعہ نکلتا رہا اور ہر دفعہ قُربانی کے لیے اُونٹوں کی تعداد کو بڑھایا گیا۔ جنابِ عبدالمطلبؑ نے سخت اصرار کے ساتھ اُنھیں ذبح کرنا چاہا۔ بالآخر تین بار جنابِ عبداللہؑ کے مقابلہ میں ۱۰۰ اُونٹوں پر قُرعہ نکلا اور اس طرح جنابِ عبداللہؑ ذبح سے بچ گئے۔ اس کے بعد آپ کی شادی قبیلہ زہرا میں وہب ابنِ عبد مناف کی صاحبزادی بی بی آمنہ سے ہوئی۔ شادی کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۸ سال کی تھی۔ آپ کا ۲۸ سال کی عمُر میں انتقال ہوا۔ روایت کے مطابق آپ مکّہ سے بسلسلہ تجارت مدینہ تشریف لے گئے تھے اور وہیں آپ

ترجمہ، (وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما تو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿۳۵﴾ سورۃ آل عمران

کا انتقال ہو گیا اور آپ مقام ابوا میں دفن کئے گئے۔

دوسری اہمیت آپ کے بھائی، حضرت ہاشم کے پوتے، اور حضرت عبدالمطلبؑ کے دوسرے بیٹے جناب ابو طالبؑ جن کا اصل نام عمران تھا ان کو حاصل ہے۔ جناب عمران کو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ باوقار اور عقلمند سمجھا جاتا تھا۔ جناب عبدالمطلبؑ کے بعد ہمارے پیارے نبی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش بھی آپ نے کی اور تاحیات ان کی نصّرت و حمایت کرتے رہے۔ مولوی شبلی کا کہنا ہے کہ ابو طالبؑ کا یہ طریقہ تازیست رہا ہے کہ آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے اور جہاں جاتے تھے ساتھ لے جاتے تھے۔ کفار قریش اور اشرار یہود سے آپ نے آنحضرتؐ کی حفاظت کی اور اُنھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنے دیا۔ مورّخ ابنِ اثیر کا کہنا ہے کہ سفر شام کے موقع پر ایک راہب کی نظر آنحضرتؐ پر پڑی تو اس نے ان میں بزرگی کے آثار دیکھے اور ابو طالبؑ سے کہا کہ اِنھیں جلد واپس وطن لے جاؤ کیونکہ مبادا انھیں یہود قتل کر ڈالیں۔ ابو طالب نے اپنا سارا سامان تجارت فروخت کر کے وطن کی راہ لی۔ اور جب آپؐ ابو طالبؑ کی مرضی سے جنابِ خدیجہؑ کا مال برائے فروخت شام کی طرف لے جایا کرتے تھے تو چند دِنوں میں خدیجہؑ نے شادی کی خواہش کی اور نسبت ٹھہر گئی اور نکاح کا وقت آیا تو چار سُو دِینار سرخ پر عقد ہونا طے پایا تو جنابِ ابو طالبؑ نے خطبۂ نکاح پڑھنا شروع تو ابتداء ان لفظوں سے کیا، الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم۔ تمام تعریفین اُس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں ذریت ابراہیم میں قرار دیا۔ علاّمہ سیوطی کا بحوالہِ تخلق کہنا ہے کہ ابو طالبؑ ایمان کے تحفّظ ہیں

ترجمہ، خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۲۷﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا ﴿۲۸﴾ سورۃ ابراھیم

بالکل اصحاب کہف کے مانند تھے اور آنحضرتؐ کے آباؤِ اجداد میں ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ "اے نبیؐ ہم نے تم کو سجدہ کرنے والوں کی پُشت میں رکھا"۔ اسیطرح شمس العلماء نذیر احمد کا کہنا ہے کہ عبد المطلبؑ اور ابو طالبؑ دین فطرت کو مضبوطی سے پکڑے ہُوئے تھے اور وہ دِل سے پیغمبرؐ کو سچّا پیغمبر اور اسلام کو خدائی دین سمجھتے تھے۔ ان کا مزید کہنا ہے ابو طالبؑ مرتے وقت بھی کلمہ پڑھ رہے تھے لیکن بخاری کی ایک ایسی مرسل روایت کی بناء پر جس میں مسیّب شامل ہے انھیں غیر مسلم کہا جاتا ہے جو قابل صحت لائق تسلیم نہیں ہے۔ غرضکہ آپ کے مومن اور مسلمان ہونے پر منصف مورّخین کا اتفاق ہے۔ اسیطرح تاریخ میں ابو طالبؑ کے دو اشعار موجود ہیں جس کے معنٰی یہ ہیں۔ اے محمدؐ! تمُ نے مجھے اسلام کی طرف دعوت دی اور میں خوُب جانتا ہوں کہ تم یقیناً سچے ہو کیونکہ تمُ اس عہد نبوت کے اظہار سے قبل بھی لوگوں کی نظر میں سچّے رہے ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اے محمدؐ! تمہارا دین دُنیا کے تمام ادیان سے بہتر ہے۔ الغرض آپ کا انتقال ۸۵ سال کی عمر میں شوال سنہ ۱۰ بعثت میں ہوا۔ آپ کے انتقال کے سال کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "عام الحزن" سے موسوم کیا تھا۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت اسد تھیں جو سنہ ۱ بعثت میں ایمان لائیں اور سنہ ۴ ہجری میں بمقام مدینہ

ترجمہ، دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا (اور سزا دینے والا) ہے ﴿۱۹﴾ اے پیغمبر اگر یہ لوگ تم سے جھگڑنے لگیں تو کہنا کہ میں اور میرے پیرو تو خدا کے فرمانبردار ہو چکے اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی (خدا کے فرمانبردار بنتے ہو) اور اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بے شک ہدایت پالیں اور اگر (تمہارا کہا) نہ مانیں تو تمہارا کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور خدا (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے ﴿۲۰﴾ سورۃ آل عمران

منوّرہ میں انتقال فرماگئیں۔ روایت کے مطابق جنابِ عمرانؑ کے چار بیٹے تھے (۱) طالبؓ (۲) عقیلؓ (۳) جعفرؓ (۴) حضرت علیؑ اور دو بیٹیاں تھیں، ام ہانیؓ اور جمانہؓ۔ آپ کے بیٹے جعفرؓ صُورت و سیرت میں رسُول اللہؐ سے بہت مشابہ تھے اور آپ نے شروع ہی میں ایمان کو ظاہر کیا اور ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں میں شرکت کی تھی آپ کو جمادی الاوّل سنہ ۸ھ میں جنگ موتہ کے لیے بھیجا گیا تو آپ نے عَلَم لے کر زبردست جنگ کی۔ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ عَلَم دانتوں سے سنبھالا، آپ کے جسم پر نوّے زخم آئے تھے اور بالآخر ۴۱ سال کی عمر میں آپ نے شہادت پائی۔ آپ کے لیے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ انھیں ان کے ہاتھوں کے عوض خدا نے جنّت میں دو زمردین پَر عطا فرمائے ہیں اور آپ فرشتوں کے ساتھ اُڑا کرتے ہیں۔

جناب عبدالمطلبؑ کے تیسرے بیٹے جناب عباس جنہوں نے اسلام لانے کے بعد دو اسلامی جنگوں فتحِ مکّہ اور غزوہ حنین میں بھی شرکت کی۔ جناب عباسؓ کے دس بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے۔ آپ نے ۸۸ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۲ رجب سنہ ۳۲ ھج بمقام مدینہ منورّہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ آپ کا مقبرہ کھود ڈالا گیا لیکن نشان مبراب بھی باقی ہے۔

جنابِ عبدالمطلبؑ کے چوتھے بیٹے اور رسُول اللہؐ کے چچا جنابِ حمزہؓ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ہالہ بنتِ وہب تھا جو کہ جناب آمنہؑ کی چچازاد بہن تھیں۔ آپ نے بعثت کے چھٹے

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں ﴿۷﴾ سورۃ آل عمران

سال اسلام قبول کیا تھا۔ آپ نے جنگِ بدر میں شرکت کی تھی اور بڑے کارہائے نمایاں کئے تھے۔ آپ جنگِ اُحد میں بھی شریک ہُوئے اور زبردست نبرد آزمائی کی۔ ۳۱ کافروں کو قتل کرنے کے بعد آپ کا پاؤں پھسلا اور زمین پر گرپڑے جس کی وجہ سے پُشت سے زِرہ ہٹ گئی اور موقع پا کر ایک وحشی نامی حبشی نے تیر مار دیا اور آپ اسی دن بلکہ اسی وقت بتاریخ ۵ شوال سنہ ۳ ھجری شہید ہو گئے۔ کافروں نے آپ کو مثلہ کر ڈالا تو ہند نے آپ کا جگر نکل کر چبا ڈالا۔ ہند یزید کی دادی، معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی تھی اسی لیے معاویہ کو اس کی ماں کی وجہ سے "ابن اکلتہ الاکباد" کہتے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ خود رسُول اللہ ﷺ نے پڑھائی اور آپ کی عمر شہادت کے وقت ۵۷ سال کی تھی۔ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ سنہ ۴۰ھ میں جب معاویہ نے نہر کھدوائی تو شہداءِ اُحد کی قبریں کھُد گئیں اور اسی سلسلہ میں ایک میشہ جنابِ حمزہؑ کے پیر پر لگا جس سے تازہ خون جاری ہو گیا تھا۔ جیسا کہ سورۃ ابراھیم کی آیت ﴿۲۴﴾ سے ﴿۲۶﴾ میں دو درختوں (شجرہِ نسبت) کا ذکر کیا گیا ہے ایک شجرہِ پاکیزہ (طیبہ) جو کہ معصومین، انبیاء، صدیقین، شُھدا، نیک لوگوں اور ان لوگوں کی رفاقت کا شجرہ ہے اور دوسرے شجرہِ ناپاک (خبیسہ) یعنی ظالموں، فاسقوں، اور بُرے لوگوں اور ان لوگوں کی رفاقت کا شجرہ جو کہ حضرت آدمؑ کے بیٹوں حضرت ہابیلؑ اور قابیل سے لے کر آج تک اور شائید قیامت تک اس طرح کے نسبت والے لوگ ملتے رہیں گے اور شجرہِ طیبہ کے لوگ کا خون شجرہِ ناپاک کے لوگ بہاتے آرہیں ہیں۔ جہاں ایک طرف مظلوم ہوتے ہیں تو دوسری طرف ظالم لوگ اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس ہند کے پوتے یزید نے بھی اپنے بزرگوں کی طرح اہلبیت کا خون بہا کر اپنے شجرہِ ناپاک ہونے کا ثبوت دیا۔

ترجمہ، اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے ﴿۶۹﴾ سورة النساء

اہلسنت کی کتابوں سے حوالے:

/https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنو ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور اہل عرب سے بغض رکھنا منافقت ہے۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 42: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 11 / 145، الرقم: 11312، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 172، و المناوی فی فیض القدیر، 3 / 205)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا تو اس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے: یا تو وہ منافق ہے یا وہ حرامی ہے یا وہ ایسا آدمی ہے جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی ہو۔“ اس حدیث کو امام دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 45: أخرجه البیهقی فی شعب الإیمان، 2 / 232، الرقم؛ 1614، الدیلمی فی مسند الفردوس، 3 / 626، الرقم؛ 5955، و الذهبی فی میزان الإعتدال فی نقد الرجال، 3 / 148)

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ اس دنیا میں نہ چکا سکا تو اس کا بدلہ چکانا کل (قیامت کے روز) میرے ذمہ ہے جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا۔

(الحدیث رقم 29: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 2 / 120، الرقم: 1446، والمقدسی فی الأحادیث المختارة، 1 / 439، الرقم: 315، والهیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 173)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چھ بندوں پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے وہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے: جو کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی قدر کو جھٹلانے والا ہو اور ظلم و جبر کے ساتھ تسلط حاصل کرنے والا ہو تاکہ اس کے ذریعے اسے عزت دے سکے جسے اللہ نے ذلیل کیا ہے اور اسے ذلیل کر سکے جسے اللہ نے عزت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا اور میری عترت یعنی اہل بیت کی حرمت کو حلال کرنے والا اور میری سنت کا تارک۔“ اس حدیث کو امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 39: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: القدر، باب: منه، (17)، 4 / 457، الرقم: 2154، و ابن حبان في الصحيح، 13 / 60، الرقم: 5749، و الحاكم في المستدرك، 2 / 572، الرقم: 3941، و الطبراني في المعجم الكبير، 17 / 43، الرقم: 89، و البيهقي في شعب الإيمان، 3 / 443، الرقم: 4010)

”حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اھلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔“ اسے امام طبرانی اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 13: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 7 / 75، الرقم: 6416، و في المعجم الأوسط، 6 / 59، الرقم: 5790، و البيهقي في شعب الإيمان، 2 / 189، الرقم: 1505، و الديلمي في مسند الفردوس، 5 / 154، الرقم: 7795، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 1 / 88)

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی امت میں سے سب سے پہلے جس کے لئے میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں، پھر جو قریش میں سے میرے قریبی رشتہ دار ہیں، پھر انصار کی پھر ان کی جو یمن میں سے مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی، پھر تمام عرب کی، پھر عجم کی اور سب سے پہلے میں جن کی شفاعت کروں گا وہ اہل فضل ہوں گے۔“اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 60 : أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12 / 421، و الديلمي في مسند الفردوس، 1 / 23، الرقم : 29، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 380)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آل رسول ﷺ کی ایک خادمہ تھی جو ان کی خدمت بجالاتی اسے ”بریرہ“ کہا جاتا تھا پس اسے ایک آدمی ملا اور کہا: اے بریرہ اپنی چوٹی کو ڈھانپ کر رکھا کرو بے شک محمد ﷺ تمہیں اللہ کی طرف سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ راوی بیان کرتے ہیں پس اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس واقع کی خبر دی پس آپ ﷺ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے درآنحالیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دونوں رخسار مبارک سرخ تھے اور ہم (انصار کا گروہ) حضور ﷺ کے غصے کو آپ ﷺ کے چادر کے گھسیٹنے اور رخساروں کے سرخ ہونے سے پہچان لیتے تھے پس ہم نے اسلحہ اٹھایا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آگئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جو چاہتے ہیں ہمیں حکم دیں پس اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں ہماری ماؤں۔ آباء اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم ان میں بھی آپ ﷺ کے قول کو نافذ کر دیں گے پس آپ ﷺ منبر

پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں، میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے قبر پھٹے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس کے سر سے مٹی جھاڑی جائے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رحم (نسب و تعلق) فائدہ نہیں دے گا ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان کرتے ہیں۔ بے شک میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول بھی ہو گی یہاں تک کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ یقیناً دوسروں کی شفاعت کرے گا اور اس کی بھی شفاعت قبول ہو گی یہاں تک کہ ابلیس بھی اپنی گردن کو بلند کرے گا شفاعت میں طمع کی خاطر (یا کسی طور اس کی شفاعت بھی کوئی کر دے)۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

الحدیث رقم 15: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 5 / 203، الرقم: 5082، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 10 / 376

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(الحدیث رقم 8: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، باب: مناقب أهل البیت النبی ﷺ، 5 / 664، الرقم: 3789، و الحاکم فی المستدرک 3 / 162، الرقم: 4716، و البیهقی فی شعب الإیمان، 1 / 366، الرقم: 408)

خاتمُ النّبیین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی کے مختصر حالات

تمام انبیاؤں کا تعلق اسی شجرہِ طیبہ سے ہے اور ان انبیاؤں میں سے ہمارے آخری نبیؐ ہیں جن کا نُور وجود کی خلقت بروائیتے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے نو (۹) لاکھ برس پہلے اور برداتیے ۴-۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی آپ کا نُور اقدس، اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب صلب جناب عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ تک پہنچا تو آپؐ کا ظہور و شہود و بشکل اِنسانی بطن جناب آمنہؑ بنت وھب سے مکّہ معظّمہ میں ہوا۔ آپ کی ولادت سے متعلق بہت سے ایسے امور رُونما ہوئے جو حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً آپؐ کی والدہ ماجدہ کو بار کل محسوس نہیں ہوا اور وہ تولید کے وقت کثافتوں سے پاک تھیں۔ آپؐ مختوں اور ناف بریدہ تھے۔ آپؐ کے ظہور فرماتے ہی آپؐ کے جسم سے ایک ایسا نُور ساطع ہوا جس سے ساری دُنیا روشن ہوگئی۔ آپؐ کے پیدا ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ خالق ادا کیا پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے تکبر کہی اور لاالہ الااللہ انا رسول اللہ زبان پر جاری کیا۔ شیطان کو رجم کیا گیا اور اس کا آسمان پر جانا بند ہو گیا، ستارے مسطسّل ٹوٹنے لگے۔ تمام دُنیا میں ایسا زلزلہ آیا کہ تمام دُنیا کے کنیسے اور دیگر غیر اللہ کی عبادت کرنے کے مقامات منہدم ہوگئے، جادُو اور کہانت کے ماہر اپنی عقلیں کھو بیٹھے۔ اور ان کے موکل محبوس ہوگئے۔ ایسے ستارے آسمان پر نِکل آئے جنھیں کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔ ساوہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جو کاشان میں ہے وہ خشک ہوگئی۔ وادِیٔ سماوہ جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑی تھی اِس میں پانی جاری ہوگیا، دجلہ میں اِس قدر طغیانی ہوئی کہ اس کا پانی تمام علاقوں میں پھیل گیا۔ محِل کسریٰ میں پانی بھر گیا اور ایسا زلزلہ آیا کہ ایوانِ کسریٰ کے ۱۴

ترجمہ، اور جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا۔ اور ان (کے ایمان) کی روشنی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں ﴿۱۹﴾ سورۃ الحدید

کنگرے زمین پر گر پڑے اور طاق کسریٰ شگافتہ ہو گیا، اور فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسّل روشن تھی، فوراً بُجھ گئی مختصر یہ کہ آپؐ کی پیدائش پر بے شمار معجزات ہوئے اور آسمان وزمین پر مختلف نشانیاں نمایاں ہوئیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کا مشہور لقب مُصطفٰےؐ، کنیت ابوالقاسم، والدہ حضرت آمنہ بنت وہب، اولاد کی تعداد اور نام فاطمہ الزہر وطیبہ وطاہر و قاسم وابراہیم، تاریخ ولادت ۱۷ ربیع الاوّل سنہ ۱عام الفیل، جائے ولادت شعب ابی طالب (مکہ ّمعظمہ) تاریخ وفات ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری، مدُتِ حیات ۶۳ سال، بادشاہِ وقت نوشیروان عادل، ہر قل بادشاہ قیصر روم، سبب وفات دَوا میں زہر کی آمیزش، جائے دفن مدینہ طیبہ۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰےﷺ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے اور اسلام آنے سے پہلے رسولؐ اللہ کا پورا خاندان شریعت ابراہیمی کا پیروکار تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند امتحانات کی کامیابی حاصل کی تو ان کو امامت پر فائز کیا گیا تو آپ نے یہ خواہش کی کہ یہ عہدہ میری نسل میں بھی مستقر کر دیا جائے تو ارشادہ ہوا بہتر ہے لیکن تمھاری نسل میں جو ظالم ہوں گے وہ اس سے محروم رہیں گے۔ جب حضرت ابراہیم نے بی بی حاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہّ کی سرزمین میں مقیم کیا تو حضرت اسماعیلؑ کو اپنا جانشین قرار دیا۔ حضرت اسماعیلؑ کو یہ خصُوصی امتیازات حاصل ہیں کہ انھیں کی وجہ سے مکہ آباد ہوا، آبِ زمزم برآمدہ ہوا، ۱۰ ذِی الحجہ کو عید قربان کی سنّت جاری ہوئی، حج کعبہ کی عبادت کا آغاز ہوا اور آپ کی وفات کے بعد خانہ کعبہ کی نگرانی ودیگر خدمات آپ کے فرزند ہی کرتے رہے مگر ان کے فرزندوں میں قیدار کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ غرضکہ اولاد حضرت اسماعیلؑ مکہ ّمعظّمہ میں بڑھتی اور نشوونما پاتی رہی، یہاں تک کہ تیسری صدی عیسوی میں ایک شخص فہر نامی پیدا ہوا اس کے دادا نضر بن کنانہ کو قریش کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بحرالہند سے اس

ترجمہ، ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور پیغمبر (آخرالزمان) اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور خدا مومنوں کا کارساز ہے ﴿۶۸﴾ آل عمران

نے ایک بہت بڑی مچھلی شکار کی تھی جس کو قریش کہا جاتا تھا اور اُسے لا کر مکہّ میں رکھ دیا تھا جسے لوگ دیکھنے کے لئے دُور دُور سے آتے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے بعض مسلمان ۲ ربیع الاوّل، بعض ۶، بعض ۹، بعض ۱۲ اور بعض ۱۷ کی تاریخ بتاتے ہیں مگر جمہور علماء اہلِ تشیع اور بعض علما اہل تسنن ۱۷ ربیعِ الاوّل سن ۱ عامِ الفیل مطابق سن ۵۷۰ یومِ جمعہ بوقتِ صبح صادق "شعب ابی طالب" میں پیدائش کو صحیح سمجھتے ہیں یہ نوشیرواں کسریٰ کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔

روایت کے مطابق آپؐ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپؐ کے والد "حضرت عبداللہؓ" کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپؐ کی والدہ "حضرت آمنہؓ" کو اس بات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دُودھ خشک ہو گیا۔ چونکہ مکہّ کی آب و ہوا بچوں کے واسطے چنداں موافق نہ تھی اس واسطے نواح کی بدو عورتوں میں سے دُودھ پلانے کے واسطے انّا دستیاب کی گئی تو پہلے تین چار مہینے تک ابو لہب کی کنیز ؟ثوبیہ نے دُودھ پلایا پھر آپؐ کو حلیمہ سعدیہ کے پاس پرورش کے لیے لے جایا گیا۔ (دُودھ پلانے کی روایت سے کئی علماء کا اختلاف ہے اور وہ یہ دُرست نہیں مناتے کیونکہ دُنیا کی کسی تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کو اُس کی ماں کے علاوہ کسی اور نے دُودھ پلایا ہو۔ حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کے حالات دیکھا جائے تو کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی۔ اگر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا واقعہ دیکھا جائے کہ کن ناسازگار حالات میں بھی اُن کی ماؤں نے دُودھ پلایا اور کہیں تو ہمیں روایت ملتی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی ماں کو دُودھ پلانے کے لیے دیر ہوئی تو قدرت نے بچّے کے انگوٹھے سے دُودھ پیدا کر دیا، واللہ تعالیٰ اعلم) غرض کہ مورّخین کا بیان ہے کہ آپؐ میں نمو کی قوّت اپنے سن کے اعتبار سے زیادہ تھی اور تین ماہ میں آپؐ کھڑے

ترجمہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے ﴿۴۰﴾

سورۃ الأحزاب

ہونے لگے اور آٹھویں مہینے میں بولنا شروع کر دیا اور ایک ہی ماہ بعد اس فصاحت سے کلام کرنے لگے کہ سُننے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ جب آپؐ کی عمر چھ (۶) سال کی ہوئی تو ماں کا سائے سے محروم ہو گئے جب آپؐ کی والدہ جنابِ آمنہؑ بنت وھب آپؐ کے والد کی قبر کی زیارت کو گئیں اور وہاں ایک ماہ کے قیام کے بعد جب واپس مکہ کی طرف آ رہیں تھیں تو مقام ابواء جو کہ مدینہ سے ۲۲ میل مکہ کے جانب ہے وہاں انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں تو ان کی خادمہ اُم ایمن آپؐ کو واپس مدینہ لے کر آئیں۔ اور جب آپؐ کی عمر آٹھ (۸) سال کی ہوئی تو آپؐ کے دادا "عبد المطلبؑ" کا ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تو آپؐ کی پرورش کا ذمہ آپؐ کے چچا ابو طالبؑ اور چچی بی بی فاطمہؑ بنت اسد نے انجام دیا اور آپؐ کی تربیت اس شان کی کہ دُنیا نے آپ دونوں کی محبت، خلوص اور ہمدردی کا لوہا مان لیا۔ ابو طالبؑ خانہ کعبہ کے محافظ، متولی اور سردار قریش بھی تھے اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اِس شان کا سردار نہیں ہوا جس شان و شوکت کی سرداری میرے پدر محترم کو خدا نے دی تھی۔ مورّخین نے لکھا ہے کہ جب عبد المطلبؑ کا وقت وفات قریب تھا تو انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور سخت گریہ کیا اور اپنے فرزند ابو طالب کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا "اے ابو طالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے اس دُریگانہ کی حفاظت کرنا، اسے اپنا نورِ نظر اور لختِ جگر سمجھنا، اس کے تفقد و خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا"۔

جب آپؐ جوانی کو پہنچے تو اس وقت تک ان کے حُسن سیرت، آپؐ کی راستبازی، صدق اور دیانت کی عام شہرت ہو گئی تھی اور آپؐ کو صادق و امین کا خطاب دیا جا چکا تھا۔ آپؐ کی اس شُہرت کی وجہ سے جناب خدیجہؑ بنت خویلد جو کہ انتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اور خاندانِ قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں آپؐ سے شادی کا پیغام دیا اس وقت روایت کے

ترجمہ، یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے ﴿۳۲﴾ سورۃ التوبۃ

مطابق بی بی خدیجہؑ کی عمر چالیس سال بتائی جاتی ہے۔ خیر آپ کا پیغام عقد آپؐ نے منظور کیا اور حضرت ابو طالبؑ نے آپؐ کا نکاح عقد پڑھا۔ آپؐ کا مہر بارہ اونس سونا اور ۲۵ اُونٹ مقرّر ہوا جسے ابو طالبؑ نے اُسی وقت ادا کر دیا۔ یہ نکاح آپؐ کا اور جناب خدیجہؑ کا پہلا عقد تھا اور بی بی خدیجہ باکرہ تھیں اور جب تک آپ زندہ رہیں رسُول کریم نے کوئی اور عقد نہیں۔ شروع کے کئی سالوں تک آپؐ نے اپنی رسالت کا کوئی اعلانیاں حکم نہیں دیا اور خاموشی سے لوگوں کو اپنے عمل کے ذریعے ایک صادق اور امین ہونے کا یقین کرواتے رہیں اور کوہ حرا جسے جبل ثور بھی کہتے ہیں کو اپنی عبادت گذری کی منزل قرار دی اور اسی غار میں بیٹھ کر عبادت کرتے جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ تھی۔ آپؐ کئی کئی دن اسی غار میں تنہائی میں عبادت کرتے تھے اور جب آپؐ کی عمر چالیس سال کی تھی تو ایک روز اسی غار میں آپؐ کو ایک آواز سنائی دی کہ "یا محمدؐ" آپؐ نے دیکھا تو کوئی دیکھائی نہیں دیا تو پھر آواز آئی تو ناگاہ آپؐ کی نظر نورانی مخلوق پر پڑی اور وہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ انہوں نے کہا کہ پڑھو "اقراء" تو حضورؐ نے کہا کیا پڑھوں؟ "اقراء باسمہ ربک الذّی خلق" تو آپؐ نے سب پڑھ دیا کیونکہ آپؐ کو علم میں قرآن پہلے ہی سے حاصل تھا۔ جناب جبرئیلؑ کا اس تحریک اقراء کا مقصد یہ تھا کہ نزول قرآن کی ابتداء ہو جائے کیونکہ آپؐ درجہِ نبوّت پر بدو فطرت ہی سے فائز تھے، ۲۷ رجب کو مبعوث بر سالت ہوئے اور اسی تاریخ کو نزول قرآن کی ابتداہ ہوئی۔ اس کے بعد جنابِ جبرئیلؑ نے وضو اور نماز کی طرف اشارہ کیا اور نماز کی تعداد بتائی تو آپؐ نے پہلی نماز ظہر کی پڑھی پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لائے اور جنابِ خدیجہ اور حضرت علیؑ سے یہ واقعہ بیان کیا تو یہ دونوں نے اظہار ایمان کیا اور نماز عصر باجماعت ادا کی اور یہ اسلام کی پہلی نمازِ جماعت تھی جس کی امامت رسُول خدا نے کی۔ بعث کے بعد آپؐ نے تین سال

ترجمہ، تو جس شخص کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے ﴿۱۲۵﴾ سورۃ الأنعام

تک نہایت راوداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی اور اس کے بعد کھُلے بندوں میں تبلیغ کا حکم آگیا تو آپؐ اظہار دعوت شروع کیا اور پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو اور بعد میں قبیلہِ قریش کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینا شروع کیا اور جب آپؐ نے اسلام کی پہلی دَعوت دی تو سب کے لیے کھانے کا انتظام بھی کروایا اور اس دعوت میں چالیس کے قریب لوگ شامل ہوئے اور جب سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا تو حضرت علیؑ نے اس معجزہ کے بارے میں بتایا کہ جو کھانا اتنے لوگوں نے سیر ہو کر کھایا ہے یہ ایک آدمی کی بھوک کے موافق تھا اس کے بعد حضورؐ نے کچھ ارشاد کرنا چاہا تو ابو لہب نے کہا کہ یہ تو جادُو ہے اور سب وہاں سے واپس چلے گئے اور آپؐ کی بات نہ سُنی۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے دوسرے دن پھر دعوت کا انتظام کروایا تو اس دن پھر سب نے سیر ہو کر کھایا تو آپؐ نے ان کو اپنا پیغام دیا اور ان کو بتایا کہ "تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کہ اللہ تعالیٰنے مجھے تمھاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے تو کوئی شخص تم میں سے ہے جو اس امر کا اقتدا کر کے میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے؟ اس وقت سب موجود تھے اور حضورؐ کے سامنے ایک ہجوم تھا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ میں آپؐ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا اور آنکھیں اُن کی پھوڑوں گا اور آپؐ کا وزیر ہوں گا۔ تو حضرتؐ نے اس وقت علی مرتضٰی کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر اشارہ کیا کہ یہ میرا بھائیہے اور میرا وصی ہے اور میرا

ترجمہ، آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳﴾ سورۃ المائدۃ

خلیفہ ہے تمھارے درمیان اس کی سُنو اور اطاعت قبول کرو"۔ یہ سُن کر سب قوم کے لوگ از روئے مسخر کے ہنس کر کھڑے ہو گئے اور ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سُنو اور اطاعت کرو، یہ حکم ہوا ہے۔

الغرض اعلان نبوّت کے بعد کفار کی دشمنی اور زیادہ ہو گئی اور وہ آپؐ کی اور اصحاب کی جان کے دشمن ہو گے، ان دشمنوں میں ابو سفیان، ابو جہل اور ابو لہب نمایاں تھے اور ان لوگوں نے آپؐ پر گندگی ڈالنا شروع کر دیا اور آپؐ کو ساحر و مجنوں کہہ کر ستانا اپنا وطیرہ بنالیا تھا اور ایک روز ابن ہشام و ابن اثیر و طبری ابو جہل بن ہشام، شیبہ، عتبہ بن ربیعہ، نصر بن حارث، عاص بن وائل، اور عقبہ بن ابی معیط کا ایک گروہ آپؐ کے قتل کے ارادے سے حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اُنھیں قتل کر دیں اور تم ہماری قوم سے کوئی بھی خوبصورت نوجوان لے لو، ورنہ پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابو طالبؑ نے کہا کہ بعید از عقل باتیں کرتے ہو، یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمھارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم ہمارے بیٹے کو قتل کر دو اور یہ کہہ کر اُس وقت اُنھیں ٹال دیا مگر رسول کریمؐ اپنا کام برابر کرتے رہے تو دُشمن ایک بار پھر آئے اور اُن کے قتل پر اصرار کیا تو حضرت ابو طالبؑ نے آنحضرتؐ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا تو آپؐ نے کہا کہ اگر یہ کفار میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں تو بھی میں تعمیل حکمِ خداوندی سے باز نہیں آؤں گا اور اللہ میرا محافظ ہے۔ حضرت ابو طالبؑ نے کفّار کے مستقل

ترجمہ، کہا میرے پروردگار (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے ﴿۲۵﴾ اور میرا کام آسان کردے ﴿۲۶﴾ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ﴿۲۷﴾ تاکہ وہ بات سمجھ لیں ﴿۲۸﴾ اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما ﴿۲۹﴾ (یعنی) میرے بھائی ہارون کو ﴿۳۰﴾ اس سے میری قوت کو مضبوط فرما ﴿۳۱﴾ اور اسے میرے کام میں شریک کر ﴿۳۲﴾ تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں ﴿۳۳﴾ اور تجھے کثرت سے یاد کریں ﴿۳۴﴾ تو ہم کو (ہر حال میں) دیکھ رہا ہے ﴿۳۵﴾ سورۃ طٰہٰ

اصرار اور رد عمل پر بنی ہاشم اور بنی مطلب سے امداد چاہی اور دُشمنوں کو کہلا بھیجا کہ کعبہ و حرم کی قسم اگر محمدؐ کے پاؤں میں تمھاری طرف سے کانٹا بھی چھبا تو میں سب کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت ابو طالبؑ کے اس رو عمل پر دشمن کے دلوں میں آگ لگ گئی اور وہ آنحضرتؐ کے قتل پر پوری طاقت سے تیار ہو گئے۔ حضرت ابو طالبؑ نے جب آپؐ کی جان کو غیر محفوظ دیکھا تو فوراً چالیس لوگوں کو لے کر جو کہ آپؐ کے ساتھ تھے اور جنھوں نے حمایت کا وعدہ کیا تھا سب کو لے کر شعبِ ابی طالب میں چلے گئے اور اس کے اطراف کو محفوظ کر دیا۔ کفّار قریش نے شعبِ ابی طالب کا مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور ایک عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہاشم سے لکھوایا جس کے بعد ہی اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس بائیکاٹ کی وجہ سے اہلِ شعب پر بڑی مصیبت پڑی اور کھانے پینے کی تنگی کی وجہ سے تباہی کے کنارے پر پہنچ گئے اور اسی حالت میں تین سال رہے اور جب بچّے بھوک سے بے چین ہو کر چیختے اور چلاتے تو پڑوسیوں کی نیند حرام ہو جاتی۔ آخر کار تین سالوں کے بعد ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں کچھ خیال آیا تو چند آدمیوں کو ہم خیال بنا کر قریش کے اجتماع سے بائیکاٹ کے خلاف سوال اٹھایا تو سوائے ابو جہل اور اس کی بیوی ام جمیل (قرآن نے "حمالۃ الحطب" کہا ہے) نے مخالفت علاوہ بقیہ عوام کے دل پسیج گئے تو اسی دوران حضرت ابو طالبؑ آئے اور اُنہوں نے بتایا کہ میرے بھتیجے (محمدؐ) کہے رہیں ہیں کہ جو عہد تم نے لکھا تھا اس کو دیمک نے کھا لیا ہے اور سوائے اللہ اور محمدؐ کے نام کے علاوہ اس میں کچھ باقی نہیں رہا۔ جب کفّار نے اُس عہد کو دیکھا تو سب نے محمدؐ کو سچا پایا اور وہ شرمندہ ہوئے تو پھر شعب کا حصار ختم کر دیا۔

شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے ۸ مہینے اور ۱۱ دن کے بعد وسط ماہ شوال میں حضرت ابو طالبؑ کا انتقال ہو گیا اس وقت اُن کی عمر ۸۶ سال تھی اور ان کے وفات کے تین دن بعد ہی

ترجمہ، اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں ﴿۳۳﴾
سورۃ الزمر

جناب خدیجہؓ الکبریٰ کا بھی انتقال ہو گیا اُس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ ان دو عظیم ہمدردوں اور مددگاروں کے انتقال پُر ملال پر حضرتؐ کو سخت رنج ہوا اور آپؐ نے اِسی شدید رنج اور صدمہ والم کے تاثر میں اس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا اور ان دونوں محسن اسلام کی قبریں مکّہ کے قبرستان "حجون" میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کی وفات کے بعد آپؐ نے حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر سے عقد کیا۔ الغرض ابو طالبؑ کے انتقال کے بعد جب کفّار نے یہ دیکھا کہ اب آپؐ کا کوئی مضبوط حامی اور مددگار نہیں ہے تو کفّار کا ظلم آپؐ پر اور آپؐ کے اصحاب پر شدید ہو گیا تو اس مصائب و آلام میں آپؐ نے اپنے چند اصحاب کو ساتھ لے کر ارقم بن ابی ارقم بن عبد منافؓ بن اسد کے مکان میں پناہ لی جو کہ کوہ صفا کے اوپر واقع تھا اور ایک ماہ وہاں قیام کیا اور پھر زیدؓ بن حارثہ کو ہمراہ لے کر اپنے چچا عباسؓ کی زمین پر جو کہ طائف میں تھی وہاں چلے گئے مگر وہاں پر توقع کے خلاف سخت دُشمنی کا مظاہرہ ہوا تو ۱۰ روز یا ایک ماہ بمشکل گذارے اور پھر مکّہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بقیہ اصحابوں کو ہجرت کا حکم دیا چنانچہ سو مرد و زن نے سنہ ۵ بعثت میں حضرت جعفر طیارؓ کی سربراہی میں حبش کی طرف ہجرت کی جہاں کا بادشاہ نجاشی تھا جو نسطوری فرقہ کا عیسائی تھا اس نے اُن تمام لوگوں کا خیر مقدم کیا۔ جب کفّار کو یہ علم ہوا کہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور وہاں آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں تو کفّار نے ان کی دشمنی میں ابن اثیر عبداللہ بن امیہ کو عمرو عاص کے ساتھ ایک گروہ کو ہدایا اور تحائف لے کر حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا تاکہ وہاں مسلمانوں کو پناہ نہ مل سکے مگر ان کو وہاں پر کامیابی نہ ہوئی اور مسلمان وہاں پر دو سال رہے۔

ترجمہ، کہ (اے محمد ﷺ) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (تم سے) ناراض ہوا ﴿۳﴾ اور آخرت تمہارے لیے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے ﴿۴﴾ اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے ﴿۵﴾ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ (بے شک دی) ﴿۶﴾ اور رستے سے ناواقف دیکھا تو رستہ دکھایا ﴿۷﴾ اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا ﴿۸﴾ تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا ﴿۹﴾ سورۃ الضحیٰ

دوسری طرف آپؐ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور آپؐ جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے تو اُس کا اثر لوگوں پر ہوتا اور لوگ مسلمان ہو جاتے جن میں اہلِ یثرب کا قبیلہ خزرج مسلمان ہوئے اس کے علاوہ نصیبن سے یمن جاتے ہوئے جنوں کے ایک گروہ نے جب کلامِ خدا سُنا تو مسلمان ہوئے اور یوں مسلمانوں کی تعدار بڑھتی گئی تو آپؐ نے ان مسلمانوں سے اپنی حمایت کا عہد لیا اور اس عہد پر بیعت ہوئی کہ خدا کا کوئی شریک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو شامل تھا۔

۲۷ رجب سن ۱۲ بعثت کی رات کو خداوندِ عالم نے جبرئیلؑ کو بھیج کر براق کے ذریعے آپؐ کو قاب قوسین کی منزل پر بُلایا اور اسی مبارک سفر اور عروج کو معراج کہا جاتا ہے۔ یہ سفر ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا اور پہلے آپؐ بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے آسمان پر روانہ ہوئے اور آپؐ کی یہ معراج جسم اور رُوح دونوں کے ساتھ تھی کیونکہ قرآن نے "عبد" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا اطلاق جسم اور رُوح دونوں پر ہوتا ہے اور جو لوگ صاف رُوحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں اگر کوئی معراج کا قائل نہیں ہے تو قرآن کی اس آیت کا منکر ہے۔

سنہ ۱۴ بعثت مطابق سنہ ۶۲۲ء میں حکمِ رسولؐ کے مطابق مسلمان چوری چھُپے مدینہ کی طرف جانے لگے اور ان کا وہاں اچھا استقبال ہوا تو کفّارِ قریش کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے آپؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ابو جہل کی رائے کے مطابق یہ طے پایا کہ قریش کے تمام قبائل کے لوگ اس قتل میں شامل ہونگے تاکہ ان کے قتل کا بدل یا خُون بہا نہ لیا جا سکے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر حضورؐ کو یہ خبر دی تو آپؐ نے مدینے ہجرت کا فیصلہ کیا اور رات کو اپنے بستر پر علیؑ کو سونے کا حکم دیا اور خود رات کے اندھیرے میں گھر سے مدینہ کی

ترجمہ، تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں ﴿۵۵﴾ سورۃ المائدۃ

طرف روانہ ہوئے۔ کفّار قریش نے ان کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو آپؐ نے ایک مٹھی خاک اُن کی آنکھوں کی طرف جھونک دی جس کے معجزے سے اُن کو کچھ نظر نہ آیا۔ آپؐ کچھ ہی آگے گئے تھے تو آپؐ کو محسوس ہوا کہ کوئی دشمن اُن کے پیچھے آرہا ہے جس کی وجہ سے آپؐ نے اپنی رفتار تیز کی تو کسی پتھر کی ٹھوکر سے زخمی ہو گئے اور خون بہا اس وقت آپؐ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ ان کے پیچھے تھے۔ آپؐ نے اُن سے اِنکی اونٹنی خریدی اور مدارج النبوت میں ہے دو سو درھم کی اُونٹنی آپؐ کو نو سو درھم میں فروخت کی گئی۔ الغرض دونوں وہاں سے روانہ ہوئے اور غارِ ثور تک پہنچے تو یہ دونوں حضرات غار میں داخل ہوئے تو خدا نے اس غار کے منہ پر ایک ببُول کا درخت اُگا دیا اور مکڑی نے جالا بنا دیا اور کبوتر نے وہاں انڈے دے دیے جس کی وجہ سے غار میں داخل ہونے کا شُبہ ختم ہو گیا اور جب دُشمن اُس غار کے پاس پہنچے تو یہ سب دیکھ کر واپس چلے گئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے کفّار کو غار کے قریب آتے دیکھا تو رُونا شروع کر دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ رُو نہیں کیونکہ خدا ہماری حفاظت کرے گا۔ ۱۲ ربیع اوّل یوم دوشنبہ بوقت دوپہر آپؐ مقام قبا پہنچے اور وہاں قیام کیا تو وہاں کے لوگوں نے خوشی بنائی اور آپؐ نے ایک مسجد کی بُنیاد رکھی۔ دوسری طرف علیؑ آپؐ کے بستر پر سوئے جبکہ علیؑ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کفّار رات میں کبھی بھی قتل کے ارادے سے آسکتے ہیں مگر علیؑ فرماتے ہیں کہ شبِ ہجرت اُنہیں جیسی نیند آئی ایسی نیند ساری عمر میں نہ آئی۔ جب کفّار آپؐ کے قتل کی نیّت سے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے بستر پر علیؑ کو سُوتے دیکھا تو دریافت کیا کہ "محمدؐ" کہاں ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ خدا کی امان میں ہیں تو کفّار وہاں سے رسولؐ کی تلاش میں واپس چلے گئے اور ان کی تلاش کے لیے سو (۱۰۰) اُونٹ کا انعام بھی رکھا اس پر سراقہ ابنِ مالک آپؐ کی کھوج

ترجمہ، وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے ﴿۱﴾ سورۃ الإسراء

لگاتا ہوا غار تک جا پہنچا مگر اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تو وہ واپس آ گیا۔ حضرت علیؑ مکہ میں اس وقت تک رہے جب تک وہ تمام امانتوں کی ادائیگی سے سبکدوش نہ ہو گئے جو رسولؐ نے اُن کو جاتے آپؐ کو امین سمجھ کر ان کے پاس رکھی تھیں۔ حضرت علیؑ نے یہ کام انجام دینے کے بعد تمام مسلمان عورتوں اور بچوں کو اُونٹوں پر سوار کر کے اپنے ہمراہ لیا جن کے مرد پہلے ہی ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام قبا پر حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔ جب حضرت علیؑ مقام قبا پہنچے تو پیدل تھے اور پیروں پر ورم تھا اور خون جاری تھا۔ حضورؐ کی جب نظر آپ کے پیروں پر پڑی تو آپؐ رُونے لگے اور اپنا لعاب دہن لگایا تو زخم ٹھیک ہو گیا اور تمام لوگوں نے چار دن قبا میں قیام کیا پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور جب ۱۶ ربیع الاوّل جمعہ کے دن مدینہ کے محلہ بنی سالم میں نماز جمعہ کے وقت پہنچے تو آپؐ نے نماز جمعہ پڑھائی اور یہ اسلام کی پہلی نماز جمعہ تھی۔

مدینہ میں آپؐ نے پہلا کام مسجد کی تعمیر کا کیا اور اس کے لیے زمین جناب ابوایّوبؓ انصاری نے خریدی اور اس کی تعمیر میں تمام اصحاب کے ساتھ آپؐ خود بھی مزدروں میں شامل ہوئے اور اسلام کی یہ پہلی مسجد کی تعمیر ہوئی جس کا نام مسجدِ نبوّی رکھا گیا۔ اس مسجد کے ساتھ ساتھ حُجرے اور ایک چبوترہ جس کو صُفّہ کہتے تھے وہ بھی تعمیر کیا گیا۔ یہ وہی حُجرے تھے جہاں پر بعد میں نو مُسلم ٹھہرائے جاتے تھے اور اُنہیں اصحابِ صفّہ کہا جاتا تھا اور اُن کی پرورِش کا انتظام صدقے سے ہوتا تھا۔ جناب بلال کو آپؐ کے حکم سے حضرت علیؑ نے اذان کی تعلیم دی تو جناب بلالؓ نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دی اور اُن کو اسلام کے پہلے موزن کا

ترجمہ، اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو ﴿۱۵۵﴾ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ﴿۱۵۶﴾ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے۔ اور یہی سیدھے رستے پر ہیں ﴿۱۵۷﴾ سورۃ البقرۃ

شرف حاصل ہوا اور آپ ہی مستقل موذن رہے اور اس طرح پانچوں وقت کی پہلی دفعہ نمازیں مسجد میں اپنی تعداد کے مطابق ہونے لگیں اس سے پہلے مغرب کی نماز کے علاوہ تمام نمازیں دو رکعت ادا ہوتیں تھیں۔ ہجرت کے ۵ یا ۸ ماہ بعد مہاجرینِ مکّہ کی دلبستگی کے لیے آنحضرتؐ نے پچاس مہاجر و انصار میں باہمی مواخات یعنی بھائی چارگی قائم کردی جس میں جناب ابو بکرؓ کو جناب عمرؓ کا، جناب عثمانؓ کو جناب عبدالرحمٰنؓ کا، جناب حمزہؓ کو جناب ابن حارثؓ اور جناب علیؑ کو آپؐ نے خود اپنا بھائی قرار دیا۔ علامہ شبلی کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ اتّحاد طبیعت اور فطرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا اور نبوّت کے مذاج نبوّت کا اتّحاد فطرتِ امامت ہی سے ہو سکتا تھا اِسی لیے آنحضرتؐ نے ہر دفعہ اپنے بھائی علیؑ کو ہی منتخب کیا چاہے وہ اس مقام مدینہ ہو یا پھر اسلام کی پہلی دعوت کے موقعہ ہو یا پھر حضرت کا وہ آخری خطبہ حج ہو تمام موقعوں پر آپؐ نے اپنی اُمّت پر واضح کیا اور فرمایا اے علیؑ "اَنتَ اَخّی فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃ" (تم دُنیا اور آخرت دُونوں میں میرے بھائی ہو)۔

۱۵ رجب سنہ ۲ ہجری میں حضورؐ نے اپنی اکلوتی بیٹی جنابِ سیّدہ کا عقد حضرت علیؑ سے کیا اور ۱۹ ذی الحجہ کو آپؐ نے رخصتی کی۔ کنزالعمال صف ۱۱۳ میں ہے کہ جنابِ فاطمہؑ سے عقد کے لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے خواہش کی تو ان کے پیغامات سے آپؐ غضب ناک ہوئے اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور ریاض النضرہ جلد ۲ صف ۱۸۴ ہے کہ آپؐ نے اپنی بیٹی کا عقد حضرت علیؑ کو بلا کر خود کیا اور اس طرح شہنشاہ کائنات نے سیّدہ عالمیان کو ایک بان کی چارپائی، ایک چمڑے کا گدا، ایک مشک، دو چکّیاں، دو مٹّی کے گھڑے وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ اس وقت علیؑ کی عمر ۲۴ سال اور بی بی فاطمہؑ کی عمر دس سال تھی۔

ترجمہ، مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۵۱﴾ اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں ﴿۵۲﴾ سورۃ النور

اسی سنہ ۲ ہجری میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ چونکہ عالمِ نماز میں بدلا گیا اور صرف حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے حضورؐ کا ساتھ نہیں دیا اور باقی تمام جماعت نے اُسی رُخ پر نماز کو مکمل کیا اور قبلہ نہ بدلا۔ اِسی لیے علیؑ مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے کہ میں ہی وہ ہوں جس نے (حضورؐ کے ساتھ) ایک نماز بیک وقت دو قبلوں کی طرف پڑھی۔

الغرض حضورؐ نے مدینہ کو ہی اپنا مقام بنایا اور اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا تو کفّار کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اُنہوں نے تمام اسلام دُشمنوں کو یکجا کیا جس میں یہودی بھی شامل تھے سب نے مل کر مسلمانوں سے کئی جنگیں کیں جس میں سے بڑی جنگوں میں جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق، جنگِ خیبر، جنگِ موتہ، جنگِ حنین، جنگِ وادی الرّمل، جنگِ مکّہ یا فتحِ مکّہ، جنگِ تبوک یا غزوۂ تبوک کے ناموں سے مشہور ہیں اور حضورؐ خود فوجِ اسلام کے ساتھ تشریف لے جاتے اور غزوات کی مجموعی تعداد چھتیس (۳۶) ہے اور جن موقعوں پر آپؐ اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار بنا کر بھیجا کرتے تھے ایسے مہموں کو سریہ کہتے ہیں اور ان کی تعداد چھبیس (۲۶) ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے کفّارِ مشرکین سے کچھ صُلح یا تبلیغی اور دعوتی خطوط وغیرہ سے بھی کفّار سے رابطہ کیا اور کئی واقعات بھی وجود میں آئے جس میں واقعہ مُباہلہ، واقعہ قرطاس، واقعہ بیر معونہ، غزوۂ ذات الرّقاع، غزوہ بنی مصطلق اور واقعہ افک، صُلح حدیبیہ، واقعہ رجعتِ شمس، حصول فدک، ذات السّلاسل، دعوت بنی خزیمہ، واقعہ عقبہ، فلس کی تباہی، تبلیغ سُورۂ برات وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں پر تمام جنگوں کا ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہوگا مگر

ترجمہ، جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی۔ اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۰۰﴾ سورۃ التوبۃ

اُن خاص موقعوں کا مختصر ذکر ضرور ہو گا جن کی اہمیت تاریخ میں زیادہ ہے۔

مدینہ منوّرہ سے اسّی (۸۰) میل پر بدر ایک گاؤں کا ہے جہاں جنگِ بدر ماہِ رمضان میں سنہ ۲ ہجری میں ہوئی اسی سال روزے بھی فرض کئے گئے اور عیدالفطر کے احکام بھی نازل ہوئے۔ جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ مشرکینِ قریش نو سو پچاس (۹۵۰) آدمیوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور ابو سفیان کی سربراہی میں تیس سواروں اور ہزاروں آدمیوں کا ایک قافلہ شام سے اسباب تجارت لے کر مکّہ کی طرف جارہا ہے اور نواح مدینہ سے گزرے گا تو آپؐ نے تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمیوں کو حضرت علیؑ کی سربراہی میں مقامِ بدر پر روانہ کیا اور وہاں پر جنگ ہوئی اور ۷۰ کافر قتل ہوئے اور ۷۰ ہی گرفتار ہوئے۔ چھتیس (۳۶) کافروں کو حضرت علیؑ نے قتل کیا جن میں ابو جہل اور اس کا بھائی عاص، عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ نیز اسلام کے بہت سے دُشمن مارے گئے اور قیدی ہوئے جن میں نصر بن حارث، عتبہ بن ابی معیط قتل کر دیئے گئے اور باقی کو زرِ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ یہ خدا کی طرف سے ایک بڑی کامیابی تھی جس کی وجہ سے کفّار کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا اور انتقام کا جذبہ کفّار کے پیر و جوان میں پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں کفّار نے اُحد کی جنگ کی اور اُبو سفیان نے تین ہزار کی فوج سے مقامِ اُحد میں مسلمانوں پر چڑھائی کی جو کہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ جنگ ۱۵ شوال سنہ ۳ ہجری یومِ سہ شنبہ کو ہوئی اور اِسی سال حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے اور رُسولؐ خدا کا نکاح بی بی حفصہؓ بنت عمرؓ سے ہوا اور غزوۂ حمرالاسد بھی ہوا۔ جنگ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار بھی نہ تھی مگر آنحضرتؐ کی حکمتِ علمی کی وجہ سے مسلمانوں نے کفّارِ قریش کا خواب مقابلہ کیا جس کی وجہ سے اُنھیں میدان

ترجمہ، ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ یہ (پاک لوگ) ان (بدگویوں) کی باتوں سے بری ہیں (اور) ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے ﴿۲۶﴾

سورۃ النور

جنگ چھوڑنا پڑا مگر مسلمانوں کو آنحضرتؐ کی تاکید تھی کہ کامیابی کے بعد بھی پُشت کے تیر اندازوں کا دستہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے مگر فتح کے بعد اس دستہ نے مالِ غنیمت کی لالچ میں حضرتؐ کے حکم کی خلاف اپنی جگہ سے ہٹ گئے جس کے نتیجہ میں فتح وکامرانی شکست ونامرادی میں بدل گئی اور کفاّر نے اس کا فائدہ اُٹھایا اور پشت کی طرف سے مسلمانوں پر پھر سے حملہ کردیا اور میدان میں بھگدڑ پڑ گئی اور بڑے بڑے شجاعت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور کسی نے رُسولؐ کی طرف نظر بھی نہ کی اور سوائے تین صحابی کے علاوہ تمام اصحاب رُسولؐ خدا کو میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے اور بھاگنے والوں میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا نام بھی شامل ہے اور در منشور جلد ۲ صف ۸۸ کنز العمال ج صف ۲۳۸ میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ چوٹی پر اس طرح اُچک رہا تھا جیسے پہاڑی بکری اُچکتی ہے۔ ایک شخص نے آپؐ پر پتھر مارا جس کی وجہ سے آپؐ کے دو دانت شہید ہوگئے اور پیشانی مُبارک مجروح ہوگئی اور تلواروں کے کئی زخم بھی آئے اور یہ بھی خبر اُڑائی کہ آنحضرتؐ شہید ہوگئے اور یہ خبر سُنکر بی بی فاطمہؑ میدانِ اُحد آ پہنچی۔ صرف حضرت علیؑ آپؐ کا تحفظّ کر رہے تھے اور بارہ کفاّر کو قتل کیا اور رات تک یہ جنگ جاری رہی اور دوسرے دن صبح مدینہ کو روانگی ہُوئی۔ حضرت علیؑ بھی کافی زخمی ہوئے اور بارہ ضربیں لگیں اور ایک ہاتھ بھی ٹوٹ گیا تھا ور جب آنحضرتؐ نے جناب علیؑ سے پُوچھا کہ تم کیوں نہ بھاگے تو آپؑ نے فرمایا کہ "کیا ایمان کے بعد کُفر اِختیار کرلوُں؟ مجھے تو آپؐ پر قربان ہونا ہے"۔ اس جنگ میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ بھی شامل تھے اور اتنے ہی زخمی ہوئے جبکہ کفاّر کے صرف تیس قتل ہوئے۔ مسلمانوں کی اموات کے ساتھ دُشمنانِ اِسلام کی عورتوں نے بہت بُرا

ترجمہ، کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد محترم یعنی (خانۂ کعبہ) کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ یہ لوگ خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ﴿۱۹﴾ سورۃ التوبۃ

سُلوک کیااور امیر معاویہ کی ماں نے مُسلمان لاشوں کے ناک کان کاٹ لیے اور ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا اور امیر حمزہ کا جگر نکال کر چپایا اسی لیے مادر معاویہ "ہند" کو جگر خوارہ کہتے ہیں۔ الغرض مسلمانوں کا بہت جانی نقصان ہوا اور تقریباً مدینہ کے اکثر گھروں کے لوگ مارے گئے اور جب آپؐ واپس مدینہ پہنچے تو مدینہ ماتم کدہ تھا اور آپؐ جس گھر سے گزرے تو ماتم کی آوازیں آتی تھیں تو آپؐ نے کہا کہ سب کے لوگ ماتم داری اپنے عزیز و اقارب کے لیے کر رہیں ہیں مگر افسوس حمزہ کو رونے والا کوئی نہیں، انصار نے جب یہ سُنا تو اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؑ کے گھر بھیجا اور انہوں نے حمزہؑ کے لیے ماتم کیا تو حضورؐ نے ان لوگوں کے لیے دُعا خیر کی اور فرمایا کہ میں تمھاری ہمدردی کا شُکر گزار ہُوں۔

اسلام کے ابتدائی وقتوں میں کئی چھوٹے اور بڑے واقعات ہوئے جن کو ایک ہی جگہ میں مختصر بیان کر رہا ہوں تا کہ وہ تاریخ کا حصّہ بھی جہاں کسی اصحاب کی شہادت ہوئی ہو یا کسی پر اسلام کی وجہ سے کچھ ظلم ہوا ہو تو اس کتاب کا بھی حصّہ بن جائے۔ ان واقعات کی کوئی زیادہ تفصیل تو بیان نہیں کی جارہی مگر صرف معلومات کے لیے یہاں پر پیش کیا جارہا ہے۔

محرم سنہ ۴ ہجری میں بنی اسد نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا، جیسے روکنے کے لیے آپؐ نے ابوُسلمہٰ کو بھیجا اُنھوں نے دُشمنوں کو مار بھگایا پھر سفیان بن خالد نے حملہ کا ارادہ کیا جس کے مقابلہ کے لیے عبداللہ ابنِ انیس بھیجئے گئے۔ صفر سنہ ۴ ہجری میں ابو براء عامر بن مالک کلابی کی درخواست پر آنحضرتؐ نے ستر انصار کو تبلیغ کے لیے ان ہی کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ لوگ مقام بیر معونہ پر ٹھہرے جو مدینہ سے ۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے تو ایک اور شخص عامر بن طفیل کے

ترجمہ، تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہو گا اور) خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے ﴿۵٦﴾

سورة المائدة

پاس بھیجا تو اُس نے قاصد کو قتل کر دیا پھر ایک بڑا لشکر بھیج کر تمام اصحابہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ عمر بن امیہ نے قبیلہ عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے اور ان کا خُون بہا اب تک باقی تھا۔ بروایت طبری آنحضرتؐ اس کے مطالبہ کے لیے چند اصحاب کے ہمراہ بنی نضیر کے پاس گئے۔ اُنھوں نے مطالبہ تو قبول کر لیا لیکن آپؐ کو قتل کر دینے کا یہ خُفیہ پروگرام بنایا کہ ایک شخص کوٹھے پر جا کر ایک بھاری پتھر آپؐ پر گرا دے۔ چنانچہ عمر بن جحّاش یہودی بالاخانے پر گیا۔ حضرت کو اس کی اطلاع مل گئی اور آپؐ وہاں سے مدینہ تشریف لے آئے۔ بنی نضیر ایک قلعہ میں رہتے تھے جس کا نام زہرہ تھا۔ یہ قلعہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ حضرت نے اس کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ آپؐ نے کہلا بھیجا کہ دس یوم کے اندر یہ مقام خالی کر دو۔ اُنھوں نے عبداللہ بن ابی خزرجی منافق کے ورغلانے سے سرتابی کی۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا، بالآخر وہ لوگ چھ یوم میں مفرور ہو گئے۔ اِسی سنہ ۴ ہجری ماہ جمادی الاوّل میں قبیلہ انمار و ثعلبتہ اور غطفان نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا تو آنحضرتؐ اصحاب کو لے کر ان کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے آگے بڑھے لیکن وہ سامنے نہ آئے اور بھاگ نکلے۔ اِسی موقع پر ایک شخص نے ارادہِ قتل سے آنحضرتؐ سے تلوار مانگی تھی اور آپؐ نے دے دی تھی مگر وہ قتل کی

ترجمہ، (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (اُحد کے دن کافر کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوچند مصیبت تمہارے ہاتھ سے ان پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آپڑی کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے (کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا) بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱٦۵﴾ اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو خدا کے حکم سے (واقع ہوئی) اور (اس سے) یہ مقصود تھا کہ خدا مومنوں کو اچھی طرح معلوم ﴿۱٦٦﴾ اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ خدا کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں خدا ان سے خوب واقف ہے ﴿۱٦٧﴾

سورۃ آل عمران

جرات نہ کرسکا۔اِسی سنہ ۴ ہجری میں حضرت علیؑ کی سربراہی میں غزوہ بدرِ ثانی بھی پیش آیا لیکن جنگ نہیں ہوئی۔اِسی سال ماہ شعبان میں حضرت امام حسینؑ کی پیدائش ہوئی اور بی بی ام سلمہؑ کا رسولؐ کریم کے ساتھ عقد ہوا اور فاطمہؓ بنت اسد نے وفات پائی۔

سنہ ۵ ہجری ماہِ ذیقعد میں جنگِ خندق واقع ہوئی۔ روایت ہے کہ مدینہ سے نکالے ہوئے بنی نضیر کے یہودی جو خیبر میں سکونت پذیر تھے وہ شب و روز اور صبح و شام مسلمانوں سے بدلا لینے کے لیے منصوبے بناتے تھے اور اُنھوں نے ابوسفیان سے ایک معاہدہ کیا کہ ہر قبیلے سے لوگ اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ کریں تاکہ اسلام کی بڑھتی ہُوئی طاقت کا قلع قمع ہو جائے تو اس معاہدے کے مطابق ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لے کر مدینہ آیا اور یہودیوں کی تعداد چھ ہزار تھی تو دس ہزار کے لشکر نے مدینہ پر حملہ کیا مگر آنحضرتؐ کو اس بات کی اطلاع پہلے سے تھی تو آپؐ نے جنابِ سلمان فارسیؓ کی رائے پر ایک پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھدوائی اور خود بھی کمال جانفشانی کے ساتھ لگے رہے اور یہ خندق چھ روز میں مکمل ہوئی تھی کہ کفّار کا ایک بڑا لشکر آ پہنچا تو مسلمانوں کے لشکر کی کثرت دیکھ کر اُن کے اوسان خطا ہونے لگے۔ مگر کفّار خندق کے اندر تو داخل نہ ہو سکے مگر اکاّ دُکاّ کافر خندق پار کر کے حملہ کرنے کی کوشش کرتا رہا اور یہ سلسلہ بیس (۲۰) دنوں تک جاری رہا۔ایک دن عمرو بن عبدود جو کے لوی بن غالب کی نسل سے تھا اور عرب میں ایک ہزار بہادروں کے برابر جانا جاتا تھا خندق پھاند کر لشکرِ اسلام کی طرف آ پہنچا اور مقابلے کے لیے مسلمانوں کو صدا دی تو حضرت عمرؓ نے اس کی آواز سُنتے ہی کہا کہ یہ تو اکیلا ہزار لوگوں پر ہی کافی ہے یہ سُن کر مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے تو پیغمبرِ اسلام نے مسلمانوں کی ہمت دلائی اور کہا کون ہے جو اس کے مقابلے پر جائے مگر سوائے ایک

ترجمہ، جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں۔اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۱۷۰﴾ سورۃ آلعمران

نوجوان کے سب خاموش رہے۔ روایتوں میں ہے کہ آپؐ نے تین دفعہ آواز دی مگر کوئی نہ اُٹھا سوائے حضرت علیؑ کے جو ہر بار آپؐ سے اجازت طلب کرتے رہے تو آخر کار آپؐ نے اجازت دی اور خود اُن کو تیار کیا اور اپنی زرہ، تلوار اور عمامہ باندھا اور دُعا کی خدایا عبیدہؓ اور حمزہؓ کے بعد اب علیؑ میرے پاس رہ گئے ہیں اور ساتھ ہی کہا کہ "آج کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے"۔ الغرض آپ مقابلہ کے لیے نکلے اور آپ نے عمرو سے پُوچھا کیا واقعاً تیرا یہ قول ہے کہ میدانِ جنگ میں اپنے مقابل کی تین باتوں میں سے ایک ضرور قبول کرتا ہے تو اس نے کہا "ہاں" تو آپ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرلو تو اس نے کہا "ناممکن ہے" پھر فرمایا اچھا جنگ سے واپس چلے جاؤ، تو اس نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا" تو پھر اُتر آ جنگ کے لیے تو وہ اُتر پڑا اور جنگ شروع ہو گئی اور ایک مواقع پر وہ زمین پر آ گرا تو علیؑ سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرہ اقدس پر لعاب دہن سے بے ادبی کی تو آپ کو غصّہ آ گیا اور آپ اس کے سینے سے اُتر آئے کیونکہ کارِ خدا میں جذبہ نفس شامل ہو رہا تھا، جب غصّہ ختم ہوا تو اس کا سر کاٹا مگر اُس کی لاش کی کوئی بے حرمتی نہ کی اور نہ ہی اُس کے جسم سے کوئی جنگی سامان یعنی تلوار یا زرہ وغیرہ لیا اور جب عمرو بن عبدود کی بہن اُس کی لاش پر آئی تو کہا کہ میرے بھائی کو کسی بہت ہی معزّز بہادر نے قتل کیا ہے اس لیے میں گریہ نہیں کرتی۔ فتح کے بعد جب حضرت علیؑ واپس آئے تو تمام مسلمانوں نے خوشی منائی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضورؐ نے مسرت سے فرمایا "آج کی ایک ضربتِ علیؑ میری ساری اُمّت وہ چاہے زمین میں بستی ہو یا آسمان میں رہتی ہو سب کی عبادتوں سے افضل ہے"۔ اس جنگ کے بعد غزوہ بنی مصطلق اور واقعہِ افک ہوا اور

ترجمہ، جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جبکہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا مگر خدا نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک خدا بخشنے والا اور بردبار ہے ﴿۱۵۵﴾ سورۃ آل عمران

آنحضرتؐ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی مصطلق مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو آپؐ نے حضرت علیؑ کی علمبرداری میں ایک لشکر ۲ شعبان سنہ ۵ ہجری ان کی طرف بھیجا وہاں پر گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ واپسی کے موقع پر حضرت عائشہؓ اسی جنگل میں رہ گئیں۔ اِسی سنہ ۵ ہجری میں غزوہ بنی قریظہ، سریہ سیف البحر، غزوہ بنی عیان بھی واقع ہوئے ہیں اور تمیّم کا حکم بھی نازل ہوا اور بقول محی الدّین ابنِ عربی اِسی سنہ ۵ ہجری میں بموقع حفّر خندق آنحضرتؐ نے خود اذان میں "وحی علی خیر العمل" کا حکم دیا ہے اور واضح ہو کہ رسُول کریمؐ کی تشکیل اذان کا جزو ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اُسے اپنے عہد میں اذان سے خارج کر دیا (نیل الاو طار امام شوکانی ج اوّل صفحہ ۳۳۹ و صحیح مسلم مترجم ج ۲ صفحہ ۱۰)۔

ذیقعد سنہ ۵ ہجری مطابق سنہ ۶۲۸ عیسوئی میں قریش نے آنحضرتؐ کو حج کرنے سے روکا اور قریش کے ایلچی "عروہ" نے کہا کہ اس سال آپؐ حج نہیں کر سکتے تو آنحضرتؐ نے حدیبیہ کے ایک کنوئیں کے پاس صحابہ سے جان نثاری کی بیعت لی جس کو "بیعت الرضوان" اور بیعت کرنے والوں کو اصحابِ سمُرہ کہتے ہیں ۔ آنحضرتؐ نے اپنے پیغام کے ساتھ ابن اثیر اور حضرت عمرؓ کے صلح کے لیے قریش کے پاس بھیجنا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا تو پھر حضرت عثمانؓ جو کہ ابوسفیان کے بھتیجے تھے اُن کے پاس گئے اور اُن کی وہاں کافی آؤ بھگت ہوئی لیکن کچھ دنوں کے لیے کفّار نے اُنھیں روک لیا اور پھر جانے دیا اور عمرو قریش کی طرف سے پیغامِ صلح لایا تو آپؐ نے صلح کر لی اور ایک عہد نامہ تیار ہوا جس کو حضرت علیؑ نے لکھا۔ طرفین سے شہادتیں لے لی گیئں۔ اس صلح کے بعد امن قائم ہو گیا اور قریش بے کھٹکے مسلمان ہونے لگے اور مکّہ میں بِلا مزاحمت قرآن پڑھا جانے لگا اور اسلام کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ صُلح حدیبیہ

ترجمہ، اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے (۶۱) سورۃ الأنفال

کے وقت حضرت عمرؓ کافی ناراض ہوئے اور اُنھوں نے رسُولؐ اللہ کی شان میں گستاخی بھی کی۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵اور در منشور جلد ٦ صفحہ ۷۷ میں ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ "محمدؐ کی نبوّت پر جیسا مجھے آج شک ہوا ہے کبھی نہیں ہوا تھا" اور وہ رسُولِ خدا کی اس صُلح سے راضی نہ تھے اور آپؐ اِن کے اس طرزِ عمل سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ روایت میں ہے کہ اِسی صُلح کے بعد اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ کا نازل ہوا اور اِسی سال غزوہ ذی قرو، سریہ دومتہ الجندل، سریہ فدک، سریہ وادی القریٰ اور سریہ عرنیہ بھی واقع ہوئے اور اِسی سال زید بن حارثہ کی سرکردگی میں چالیس آدمی قبیلہ مزینہ گئے اور واپسی میں ایک عورت حلیمہ اور اس کے شوہر کو گرفتار کرکے لائے تو آپؐ نے دُونوں کو آزاد کردیا۔

ترجمہ، مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جاملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ ان کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے رک گئے ہوں تمہارے پاس آجائیں (تو احتراز ضروری نہیں) اور اگر خدا چاہتا تو ان کو تم پر غالب کردیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو خدا نے تمہارے لئے ان پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی ۝۹۰ تم کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اس میں اوندھے منہ گرپڑیں تو ایسے لوگ اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑلو اور جہاں پاؤ قتل کردو ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لئے سند صریح مقرر کردی ہے ۝۹۱ اور کسی مومن کو شایان نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کردے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے ہاں اگر وہ معاف کردیں (تو ان کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثان مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ (کفارہ) خدا کی طرف سے (قبول) توبہ (کے لئے) ہے اور خدا (سب کچھ) جانتا اور بڑی حکمت والا ہے

صُلحِ حدیبیہ کے بعد جب کچھ سُکون نصیب ہوا تو آنحضرتؐ نے ســنہ ۷ ہجری میں ایک مہر بنوائی جس پر "محمّد رسُولُ اللہ" کندہ کرایا۔ اِس کے بعد شاہانِ عالم کو خطُوط لکھے۔ اُن دِنوں عرب کے اِرد گرد چار بڑی سلطنتیں قائم تھیں۔ حکومت ایران جس کا اثر وسط ایشیا سے عراق تک پھیلا ہوا تھا۔ حکومت رُوم جس میں ایشیائے کوچک، فلسطین، شام اور یورپ کے بعض حصّے شامل تھے۔ حکومت مصر اور حکومتِ حبش جو مصری حکومت کے جنوب سے لے کر بحیرۂ قلزم کے مغربی ساحل پر حجاز و یمن کے متوازی قائم تھی اور اس کا اثر صحرائے اعظم افریقہ کے تمام علاقوں پر تھا۔ حضرت نے بادشاہ حبش نجاشی، شاہِ روم قیصر ہرقل، گورنر مصر جریح ابن مینا قبطی عرف مقوقش۔ باشادہِ ایران خسرو پرویز اور گورنر یمن باذان، والی دمشق حارث وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے۔ آپؐ کے خطوط کا مختلف بادشاہوں پر مختلف اثر ہوا۔ نجاشی نے اِسلام قبول کر لیا۔ شاہِ ایران نے آپؐ کا خط پڑھ کر غیظ و غضب کے تحت خط کے ٹکڑے اُڑا دے قاصد کو نکال دیا، اور گورنر یمن کو لکھا کہ مدینہ کے دیوانہ کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ اُس نے دو سپاہی مدینہ بھیجے تاکہ حضورؐ کو گرفتار کریں تو جب وہ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے اُن کے بادشاہ کی موت کی اطلاع دی کہ تمھارا بادشاہ تو مر چکا ہے اور جب سپاہی واپس آئے تو واقعی بادشاہ مر چکا تھا تو آپؐ کی اس پیشگی خبر سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے۔ قیصرِ روم نے آپؐ کے خط کی تعظیم کی۔ گورنر مصر نے آپؐ کے قاصد کی بڑی مدارت کی اور بہت سے تحفوں سمیت اُسے واپس کر دیا اور ان تحفوں میں ماریہ قبطیہ بھی شامل تھیں جو کہ بعد میں آپؐ کی زوجہ ہوئیں اور ان کی ہمشیرہ شیریں (زوجہ حسان بن ثابت) ایک دلدل نامی جانور برائے حضرت علیؑ اور یعفور نامی دراز گوش اور مابور نامی خواجہ سرا بھی شامل تھے۔

ترجمہ، مومنو! خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول خدا تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ خدا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے ﴿۲۴﴾ سورة الأنفال

صُلح حدیبیہ کی رُو کے دس سال تک باہمی جنگ وجدال ممنُوغ ہونے کے باوجود قریش کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے آنحضرتؐ کے حلیف بنو خزاء پر چڑھائی کر دی اور قریش کی مدد سے اُنھیں تباہ و برباد کر ڈالا تو بالآخر حالات سے مجبور ہو کر بنی خزاعہ نے آنحضرتؐ سے مدد مانگی تو آنحضرتؐ نے دس ہزار کا لشکر مکّہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو ابوسفیان نے جب یہ تیاری دیکھی تو صُلح نامہ حدیبیہ کی تجدید کی درخواست لے کر مدینہ آیا اور اپنی بیٹی امِ حبیبہؓ جو کہ زوجہ رسُول تھی اُن کے گھر گیا اور اُس بستر پر بیٹھنے لگا جس پر رسُولؐ تشریف رکھتے تھے تو جناب امِ حبیبہؓ نے وہ بستر ہٹا دیا کہ تو کافر و مشرک ہے۔ آخر کار وہ آنحضرتؐ کے پاس گیا تو آپؐ نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا تو پھر وہ حضرت علیؑ کے پاس گیا تو اُنھوں نے بھی کوئی اہمیت نہ دی تو اس کے بعد مسجد میں تجدید صُلح کا اِعلان کر کے واپس چلا گیا۔ حضورؐ نے اپنی تیاری بڑی خفیہ رکھی تھی تاکہ کفّارِ مکّہ کو علم نہ ہو سکے مگر ایک چغلخور حاطب ابنِ بلتعہ نے جس کے بچے مکّہ میں تھے اس نے کوشش کی کہ اطلاع ہو جائے مگر اس کی کوشش ناکام ہوئی۔ الغرض ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۸ ہجری کو آپ غیر معروف راستوں سے اچانک مکّہ پہنچے اور مکّہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر "سر الظہران" پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس کی دعوت پر اسلام قبول کیا ۔مکّہ میں یہ اعلان کروا دیا گیا کہ جو مکّہ میں ہتھیار کے بغیر سامنے آئے گا تو اُس پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے گا کیونکہ شائید اس کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ مکّہ کی حرمت اور احترام کو برقرار رکھنا چاہتے تھے اور مکّہ کو امن کا شہر بتانا مقصد تھا اور کسی قسم کی جنگ یا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔ اسی لیے یہ اعلان بھی ہوا کہ اگر کوئی ابوسفیان کے گھر میں بھی پناہ لے گا جو کہ اب اسلام قبول کر چکا ہے تو وہ بھی امان میں ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ اگر ابوسفیان جیسے بدترین اِسلام دشمن کو بھی معافی مل سکتی ہے تو پھر ہر کوئی اس معافی سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اس طرح صرف

ترجمہ، اور کہو کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیو اور (مکے سے) اچھی طرح نکالیو۔ اور اپنے ہاں سے زور و قوت کو میرا مددگار بنائیو ﴿۸۰﴾ سورۃ الاسراء

تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مکّہ فتح ہو گیااور اس لشکر اور فتح کے سپہ سالار حضرت علیؑ تھے۔
حضورؐ ناقہ قصوریٰ پر سوار مکّہ میں داخل ہوئےاور زبیر کے لگائے ہوئے اِسلامی جھنڈے کے قریب جاکر اُترے اور آپؐ نے سب کے لیے معافی کا اعلان کیا پھر آپؐ نے طواف کعبہ کیا اور کعبہ سے تمام بُتوں کو حضرت علیؑ کی مدد سے خود توڑا اور جو بڑے بُت تھے جس کو توڑنے کے لیے آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے کندھے پر چڑھایا تو حضرت علیؑ نے تمام بُتوں کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا۔

مکّہ معظمہ فتح ہو جانے کے بعد آنحضرتؐ نے چند افراد کو تبلیغِ اسلام کے لیے بعض اطراف میں بھیجا جن میں خالد بن ولید بھی تھے۔ یہ لوگ جب بنی خربیہ کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلایا مگر خالد بن ولید نے پرواہ نہ کی اور اُن کے ساتھ غیر اخلاقی سُلوک اور ظلم کیا۔ جب آنحضرتؐ نے یہ خبر سُنی تو آپؐ نے ان کے اس سُلوک سے اپنے کو بری الذّمہ ہونے کا اعلان کیا اور حضرت علیؑ کو بھیج کر ہر قسم کا تاوان اور خون بہا ادا کیا۔

سنہ ۷ ہجری میں جنگِ خیبر ہوئی، خیبر مدینہ سے تقریباً پچاسی میل کے فاصلہ پر یہودیوں کی ایک بستی تھی جہاں یہودی رہا کرتے تھے اور جو یہودی مدینہ سے جلاوطن ہوئے تھے اُن کے ساتھ مل کر ان کے حوصلے بلند ہو گئے تھے اور اُنھوں نے بنی اسد اور بنی غطفان کے بھروسہ پر مدینہ کو تباہ اور برباد کر ڈالنے کے منصُوبہ سے ایک فوج تیار کی تو آنحضرتؐ کو اس بات کی اطلاع ہو گئی تو آپؐ ۱۴ صفر سنہ ۷ ہجری کو چودہ سو پیدل اور دو سو سوار لے کر خیبر پہنچ کر قلعہ بندی کر کے محاصرہ کیا اور مستقل لڑتے رہے لیکن فتح حاصل نہ ہو سکی اور تمام اصحاب ناکام ہوتے رہے تو دُشمنوں نے مسلمانوں کو بُزدل کہنا شروع کر دیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آپؐ

ترجمہ، انجیر کی قسم اور زیتون کی ﴿۱﴾ اور طور سینین کی ﴿۲﴾ اور اس امن والے شہر کی ﴿۳﴾
سورۃ التین

نے فرمایا کہ "کل میں علمِ اسلام ایسے بہادُر کو دُوں گا جو مرد ہو گا اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو گا اور کسی صورت میں بھی میدانِ جنگ سے نہ بھاگے گا، وہ خدا اور رسُول کو دوست رکھتا ہو گا اور خدا اور رسُول اُس کو دوست رکھتے ہوں گے اور وہ میدان سے اس وقت تک نہ پلٹے گا جب تک خداوندِ عالم اس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ دے دے گا"۔ پیغمبرِ اسلام کے اس یقین دِلانے کے بعد ہر ایک کی یہ خواہش ہوئی کہ کل عَلمِ اسلام اُس کو ملے۔ طبری میں ہے کہ حضرت عمر کہتے ہیں کہ سرداری کا حوصلہ آج کے روز سے زیادہ کبھی نہ ہوا تھا اور انتہائی بے چینی سے رات گذاری اور صبح کو ناگاہ زبانِ رسالتؐ سے "علی ابن ابوطالب" کی آواز بلند ہوئی تو لوگوں نے کہا حضورؐ وہ تو آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں تو حکم ہوا کہ اُنھیں لایا جائے تو حضرت علیؑ تشریف لائے۔ آپؐ نے علیؑ کو اپنا لعابِ دہن لگایا تو آپ ٹھیک ہو گئے تو کہا کہ علیؑ اب تم میدان میں جاؤ اور فتح لے کر آؤ۔ حضرت علیؑ علم لے کر میدان میں پہنچے اور پتھر پر علم نصب کیا۔ جنگ شروع ہوئی اور آپ دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارتے رہے جس میں حارث بھی تھا جو کہ مرحب کا بھائی تھا۔ مرحب نے جوش میں آکر آپ پر حملہ کر دیا تو آپ نے اس کے حملے کو روکا اور پھر ذوالفقار سے ایسا وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے

ترجمہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔ اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ﴿۲۹﴾ سورۃ الفتح

ہو گئے۔ مرحب کے مرنے کے بعد دُشمنوں کی ہمت ختم ہو گئی تو میدان میں بھگدڑ مچ گئی اور آپ نے قلعہِ خیبر کے دروازے کو جھکادیا تو وہ آپ کے ہاتھ میں آ گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ دروازہ کافی وزنی تھا اور اِسے چالیس آدمی مل کر حرکت دیتے تھے چونکہ یہ عمل انسانی طاقت سے باہر تھا اس لیے آپ نے فرمایا "میں نے درِ قلعہ خیبر کو قوتِ ربّانی سے اُکھاڑا ہے"۔ جب مکمل فتح کے بعد آپ واپس تشریف لائے تو پیغمبرِ اسلام آپ کے استقبال کے لیے نکلے اور علیؑ کو سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ علاّمہ شیخ قندوزی کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "اے علیؑ! تمھیں خدا نے وہ فضیلت دی ہے کہ اگر میں اسے بیان کرتا تو لوگ تمھاری خاکِ قدم بطورِ تبرک اُٹھا کر رکھتے "تاریخ میں ہے کہ فتحِ خیبر کے دن حضورؐ کو دوہری خوشی ہوئی تھی ایک فتحِ خیبر کی اور دوسری حبش سے مراجعت جعفر طیار کی۔ اِسی موقع پر ایک عورت نے جو زنیب بنت حارث نامی تھی اُس نے آنحضرتؐ کو بُھنے ہوئے گوشت میں زہر دیا تھا اور اِسی جنگ سے واپسی میں بمقامِ صہبا رجعت شمس ہوئی تھی۔

خیبر سے واپسی پر مقامِ صہبا میں آنحضرتؐ نے قیام کیا تو وہاں پر آپؐ پر وحی کا نزول ایسے وقت میں ہونا شروع ہوا کہ غروب آفتاب ہو گیا اور آپؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کے آغوش میں تھا اور جب وحی کا سلسلہ منقطع ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے نمازِ عصر ادا کی تو آپ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ آپؐ کا سر زانو پر تھا اور وحی کا سلسلہ جاری تھا یہ سُن کر حضورؐ نے دُعا کی اور سوُرج کو پلٹایا تاکہ آپ نماز ادا کر سکیں۔ علاّمہ عبدالحق محدث دہلوی سے روایت ہے کہ آپؐ نے علیؑ سے کہا کہ سُورج کو حکم دو وہ پلٹے گا جس پر علیؑ نے سُورج کو پلٹایا۔

ترجمہ، اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان پر فتحیاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے ﴿۲۴﴾ سورۃ الفتح

فتحِ خیبر کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کو فدک والوں کی طرف بھیجا جو کہ نواحِ خیبر میں ایک قریہ تھے۔ حضرت علیؑ نے اُن لوگوں کو اِسلام کی دُعوت دی تو اُن لوگوں نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ نصف زمین آنحضرتؐ کو دے دیں اور نصف پر خود قابض رہیں تو حضرت علیؑ نے اس پر صلح کرلی۔ یہ زمین بہت سے چشموں سے سیراب ہوتی تھی، اس میں کافی نخلستان بھی تھے اور ابوداؤد کی کتاب خراج کے مطابق اس کی آمدنی چار ہزار دینار (اشرفی) سالانہ تھی۔ چونکہ یہ فدک بِلاجنگ وجدال حضورؐ کو ملا تھا نہ کہ کسی جنگ کی وجہ سے مالِ غنیمت کا حصہ تھا تو اس لیے اس پر کسی اور کا حق نہیں تھا اور یہ آنحضرتؐ کا خالصہ قرار پایا اور کئی روایتوں کے مطابق حصولِ فدک کے بعد حکمِ خدا نازل ہوا کہ "اپنے قرابت دار کو حق دے دو" تو آنحضرتؐ نے اپنی اکلوتی بیٹی بی بی فاطمہؑ زہرا کو بطور عطیہ فدک دے دیا۔ اِسی سال مقامِ صہبا سے واپسی پر غزوہ وادی القریٰ واقع ہوا اور یہودیوں سے لڑائی ہوئی تو بہت سامالِ غنیمت ہاتھ آیا اور اِسی سال ابُو ہریرہ بھی مسلمان ہوئے جو کہ پہلے یہودی تھے۔ اُنھوں نے صرف تین سال عہدِ رسالت میں گزارے مگر ان سے تاریخِ اسلام میں ۵۳۰۴ حدیثیں نقل کی گئیں ہیں۔ اتنے کم عرصے (تین سال) میں اتنی زیادہ تعداد میں حدیثیں بیان کرنا خلافِ عقل ہے۔ شرح مسلم نووی صفحہ ۳۷۷، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۵۰۹، الفاروق جلد ۲ صفحہ ۱۰۵، میزانِ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷ کے مطابق عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؑ اُنھیں جھوٹا جانتے تھے۔

اِسلامی جنگوں میں جنگِ مُوتہ بھی ہے جو کہ جمادی الاوّل سنہ ۸ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔ مُوتہ شام کے علاقہ بلقا کا ایک قریہ تھے اور اس جنگ میں اسلام کے تین سپہ سالار پے در پے شہید ہوئے جن میں نمایاں درجہ حضرت جعفر طیار کو حاصل تھا۔ اس جنگ کا آغاز

ترجمہ، (اے محمد ﷺ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔ کیوں صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے

اُس وقت ہوا جب آنحضرتؐ نے اِسلامی دعوت نامہ اپنے قاصد حارثؓ ابنِ عمیر کو دیے کر شام کے عیسائی حاکم شرجیل بن عمرو غسانی کے پاس بھیجا تو اُس حاکم نے آپؐ کے قاصد حارثؓ کو مُوتہ کے مقام پر قتل کروادیا۔ چونکہ اس نے اِسلام کی توہین اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کیا تھا اس لیے آنحضرتؐ نے تین ہزار کی فوج دے کر اپنے غلام زیدؓ کو روانہ کیا مگر جب وہاں گئے تو میدان میں ایک لاکھ کا لشکر آیا تھا اور زیدؓ جنگ میں شہید ہو گئے تو حضرت جعفرؓ نے عَلَم سنبھالا اور انتہائی بہادری سے لڑے اور شہید ہو گئے تو عبداللہ ابنِ رواجہ نے عَلَم سنبھالا اور جنگ کرتے ہوئے وہ بھی شہید ہوئے۔ لیکن بالآخر مسلمانوں کو کامیابی حصّہ ہو گئی اور مدینہ واپس آئے۔ آنحضرتؐ کو اپنے تین سپہ سالاروں کی شہادت پر سخت ملال ہوا اور آپؐ نے حضرت جعفر طیارؓ کے بارے میں فرمایا "خدا نے اُنھیں جنّت میں پرواز کے لیے دو زمرّد کے پَر عطا کئے ہیں" اِسی لیے اُن کو جعفر "طیار" کہا جاتا ہے۔ ان کے غم میں بی بی فاطمہ الزہرا بھی رُوئی۔

اسی جمادی الاوّل سنہ ۸ ہجری میں سریہ ذات السلاسل بھی واقع ہوئی جو کہ عمرو عاص کو قبیلہ قضاعہ کی طرف تین سو سپاہیوں کے ہمراہ بھیجا گیا مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوئی تو ابو عبیدہ بن جرّاح گئے اور کامیابی حاصل ہوئی۔ منبر نبوّی کی اِبتداء بھی اِسی سال میں ہوا اور آنحضرتؐ کے لیے مسجد میں منبر بنایا گیا اور اس سے پہلے حضورؐ ستون نے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے تو عائشہ انصاریہ نے تین درجے کا منبر اپنے غلام "باقوم" نامی سے جو نجاری کا کام جانتا تھا اس نے بنوایا۔

فتحِ مکّہ کی خبر سے بنی ہوازن، بنی ثقیف، بنی جسشم اور بنی سعد نے باہمی اجماع میں

ترجمہ، اے اہلِ کتاب تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کیوں کرتے ہو اور حق کو کیوں چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو (۷۱) سورۃ آل عمران

فیصلہ کیا کہ سب مل کر مسلمانوں سے لڑیں اور اپنے سردارِ لشکر مالک ابنِ عوف نفری اور علمبردار "ابو جردل" کی سربراہی میں مکّہ سے تین میل کے فاصلہ پر "ادطاس" جو کہ طائف اور حنین کے درمیان میں ایک وادی ہے وہاں پانچ ہزار کا لشکر جمع ہوا اور جب آنحضرت کو اس اجتماع کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ۱۲ سے ۱۶ ہزار کا لشکر لے کر جس میں مکّہ کے دو ہزار نو مُسلم بھی شامل تھے۔ الغرض ۶ شوال سنہ ۸ ہجری میں حضرت علیؑ کی علمبرداری میں لشکر میدان میں پہنچا۔ میدانِ جنگ میں دشمنوں نے پہلے سے ہی منصُوبہ بندی کی ہوئی تھی اور وہ پہاڑوں میں چھُپے ہوئے تھے اور اُنھوں نے تیروں، نیزوں اور پتھّروں سے حملے کئے تو بُزدل لوگ سرپر پاؤں رکھ کر بھاگے جن میں خالد بن ولید پہلے بھاگا تو نو مُسلم بھی اس کے پیچھے بھاگے اور کسی کو رسُولِ خداؐ کی خبر نہ تھی اور آپؐ پُکار رہے تھے مگر کوئی نہ سُنتا تھا اور آپؐ کے پاس صرف حضرت علیؑ، حضرت عباس، ابنِ حارث اور ابن مسعود رہے گئے اور دشمنوں نے آپؐ پر حملہ کر دیا مگر جان نثاروں نے حملے کو رد کر دیا تو حضرت عباس نے مسلمانوں کو پکارا تو کچھ مسلمان واپس آگئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کے ساتھ ابو جردل جو کہ کفّار کا علمبردار تھا اُسے فنا کے گھاٹ اُتار دیا تو مسلمانوں کے حوصلے بڑھے اور کامیاب ہو گئے۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ میں ہے کہ اس جنگ میں چار مسلمان اور ۷۰ کافر قتل ہوئے جن میں سے ۴۰ حضرت علیؑ نے مارے اور اِسی جنگ میں غیبی امداد ملی تھی۔

جنگِ حنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا اور ۲۰ یوم تک محاصرہ جاری رہا اور جب محاصرہ ختم کیا تو پھر مقامِ جوانہ پر چلے گئے اور وہاں ۵ ذیقعد کو بنی ہوازن کی طرف سے درخواست آئی کہ ہم آپؐ کی اطاعت قبول کرتے ہیں آپؐ ہماری عورتیں اور مال

ترجمہ، تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ خدا کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص خدا کی راہ میں جنگ کرے اور شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے ﴿۷۴﴾ سورۃ النساء

واپس کر دیجئے۔ جنگِ حنین کے بعد مقامِ اوطاس میں بھی جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو دونوں جنگوں میں فتح ہوئی اور کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اوطاس میں اسماء بنت حلیمہ سعدیہ بھی ہاتھ آئی تو جب بنی ہوازن نے درخواست کی تو بنی ہوازن کی سفارش میں جنابِ حلیمہ سعدیہ بھی آئیں تو آنحضرتؐ نے اُن کی سفارش منظور فرمائی۔ روایت کے مطابق قبیلہ بنی طے جس میں مشہور سخی حاتم طائی پیدا ہوا تھا جو "فلس" نامی بُت کو پُوجتا تھا۔ فتح مکّہ کے کچھ دنوں کے بعد آنحضرتؐ نے ڈیڑھ سو سواروں سمیت ربیع اوّل سنہ ۹ میں اس کی طرف حضرت علیؑ کو بھیجا۔ عدی ابنِ حاتم جو سردار قبیلہ تھا مفرور ہو گیا تو وہاں سے بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے جن میں حاتم طائی کی بیٹی "سفانہ" کو نہایت عزّت و احترام کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچایا تو اُس نے شرافت خاندان کا حوالہ دے کر رحم کی درخواست کی تو آپؐ نے اسے آزاد کر دیا اور زادِ سفر دے کر اس کو اُس کے بھائی کے پاس بھجوا دیا تو آپؐ کے اِس حسنِ اخلاق سے عدی بہت متاثر ہوا اور سنہ ۱۰ ہجری میں مسلمان ہو گیا۔

"تبوک" مدینہ اور دمشق (شام) کے درمیان میں تھا جب نصاریٰ شام نے ہرقل بادشاہِ رُوم سے چالیس ہزار فوج منگا کر مدینہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو آپؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ کا نظام سُپرد فرمایا اور خود تیس ہزار فوج لے کر شام کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے عرض کی۔ مولا! مجھے بچّوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا، "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمھیں اسی طرح اپنا جانشین بنا کر جاؤں جس طرح جنابِ موسیٰؑ اپنے بھائی ہارون کو بنا کر جایا کرتے تھے" (صحیح بخاری کتاب المغازی) غرضکہ آپؐ روانہ ہوئے اور تبوک

ترجمہ، (جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے ﴿۱۷۳﴾ سورۃ آل عمران

پہنچے اور آپؐ نے وہاں ۲۰ یوم تک دشمنوں کا انتظار کیا مگر کوئی جنگ کے لیے نہ آیا مگر اس عرصے میں آپؐ نے دعوتِ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا اور بالآخر واپس تشریف لائے اور واپسی پر ایک گھائی پڑتی تھی جس کا نام عقبہ ذی فتق تھا جو کہ سواری کے لیے انتہائی خطرناک تھی تو منادی کروادی گئی کہ پہلے آپؐ کا ناقہ وادی سے گزرے گا اور کوئی بھی گھائی کے قریب نہ آئے شائید یہ منافقوں کی ایک چال تھی۔ غرض آپؐ کی سواری پہلے روانہ ہوئی جس کی مہار حذیفہ نے پکڑی ہوئی تھی اور عمار ان کے ناقہ کو ہنکاتے ہوئے ساتھ تھے کہ ناگاہ بجلی چمکی اور اُن کی نظر چند ایسے سواروں پر پڑی جو چہروں کو کپڑے سے چُھپائے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے حذیفہ تم نے پہچانا یہ منافق میری جان لینا چاہتے تھے پھر آپؐ نے سب کے نام بتا دیئے اور کہا کسی سے کہنا نہیں ورنہ فساد ہو گا، روضتہ الاحباب میں ہے کہ وہ اکابر صحابہ تھے۔

سنہ ۹ ہجری میں آنحضرتؐ سے تین سو آدمیوں کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ کو حج اور تبلیغ سورۂ برات کے لیے بھیجا مگر فوراً ہی واپس بُلا کر یہ ذمداری حضرت علیؑ کی سُپرد کی تو حضرت ابو بکرؓ کے سوال پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا یہی حکم ہے میں جاؤں یا پھر میری آل میں سے کوئی جائے۔ اِسیطرح کی روایت جنگ وادی الرّل کے لیے ہے کہ اس جنگ کی علمبرداری پہلے حضرت ابو بکرؓ کو دی پھر کامیابی نہ ہوئی تو حضرت عمرؓ کو ملی پھر عمر بن عاص کو بھیجا مگر مستقبل ناکامیوں کے بعد حضرت علیؑ کو سُپرد کی گئی اور پھر کامیابی حاصل ہوئی (جیب الیسر معارج النبوّت)۔ حضرت علیؑ کا اسلام کی دعوت اور جنگوں میں علمبرداری سے مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے حسد کرنے والوں نے ان سے حسد بھی رکھی اور آپؑ پر جھوٹے الزامات بھی لگائے اور جب آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو یمن سے واپس بُلا کر حضرت علیؑ کو اسلام کی دعوت کے لیے وہاں

ترجمہ، اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے۔ ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾ سورۃ التوبۃ

بھیجا کیونکہ خالد کو دعوتِ اسلام میں ناکامی ہو رہی تھی اور کوئی بھی مسلمان نہیں ہو رہا تھا مگر حضرت علیؑ کے جانے کے بعد سارا قبیلۂ ہمدان مسلمان ہو گیا اور اہل یمن مسلسل داخلِ اسلام ہونے لگے تو آپؐ نے سجدہ شکر ادا کیا اور قبیلہ ہمدان کے لیے سلامتی کی دُعا بھی کی۔ مگر حسد کرنے والوں نے اِس کامیابی پر خوش ہونے کے بجائے حضرت علیؑ پر مالِ غنیمت کے سلسلہ میں اعتراض کیا اور حضورؐ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ مُجھ سے علیؑ کی بُرائی نہ کرو، وہ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد تمھارا حاکم ہے۔ الغرض سنہ ۹ ہجری میں وفود آنا شروع ہوئے اور آنحضرتؐ کی وفات سے پہلے عرب کا بڑا حصّہ مُسلمان ہو گیا اِسی سنہ میں حکم نجاست مشرکین نازل ہوا۔

نجران یمن میں ایک مقام تھا جہاں عیسائی رہتے تھے اور وہاں ایک بڑا کلیسا بھی تھا۔ آنحضرتؐ نے اُنھیں بھی دُعوتِ اسلام دیا تو اُنھوں نے تحقیق حالات کے لیے ایک وفد زیرِ قیادت عبدالمسیح عاقب مدینہ بھیجا جو کہ مسجدِ نبوی میں آکر ٹھہرا۔ حضرتؐ نے مباحثہ کیا مگر وہ قائل نہ ہوئے تو حکمِ خداوندی ہوا کہ اِن سے مُباہلہ کرو اور دونوں اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو لاؤ اور یہ طے ہوا کہ ۲۴ ذِی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کو مباہلہ ہو گا۔ آپؐ نے اپنے ساتھ پنجتن کا ایک چھوٹا سا قافلہ بنایا اور جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لیے نکلے۔ نصاریٰ کے

ترجمہ، بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے ﴿۱﴾ جو نماز میں عجزو نیاز کرتے ہیں ﴿۲﴾ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں ﴿۳﴾ اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ﴿۴﴾ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ﴿۵﴾ مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی مالک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں ﴿۶﴾ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں ﴿۷﴾ اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں ﴿۸﴾ اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ﴿۹﴾ یہ ہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۱﴾

سورۃ المؤمنون

سردار نے جونہی اس قافلہ کو پنجتن کی شکل میں آتے دیکھا تو کانپنے لگا اور مباہلہ سے باز آیا اور خراج دینا منظور کیا اور جزیہ دکر رعایا بننا قبول کیا۔

۲ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو آنحضرتؐ حجِ آخر کے ارادے سے روانہ ہوئے اور ۴ ذِی الحجہ کو مکّہ معظّمہ پہنچے۔ آپؐ کے ہمراہ آپؐ کی تمام بیبیاں اور بی بی سیّدہ سلام اللہ علیہا تھیں اور اس حج میں تمام اصحاب کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک تھی۔ اِس حج میں لوگوں نے حضورؐ کے ساتھ مناسکِ حج ادا کیا اور خطبے سُنے جن میں بعض باتیں یہ تھیں کہ "جاہلیّت کے زمانہ کے دستور کُچل ڈالنے کے قابل ہیں، عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، غلاموں کا خیال ضروری ہے، جاہلّیت کے تمام خون معاف کر دیئے گئے، جاہلّیت کے تمام واجب الاداسُود باطل کر دیئے گئے" غرضکہ حج سے فراغت کے بعد آپؐ مدینہ کے اِرادہ سے ۱۴ ذِی الحجہ کو روانہ ہوئے اور تمام اصحاب آپؐ کے ہمراہ تھے اور جب آپؐ غدیر کے مقام پر پہنچے تو آیت کا نُزول ہوا تو آپؐ نے پالان اُستر کا منبر بنایا اور جناب بلالؓ کو حکم دیا کہ "حی علیٰ خیر العمل" کی آواز دیں تاکہ تمام لوگوں جمع ہو جائیں تو آپؐ نے خطبہ فرمایا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد اپنی فضیلت کا اقرار لیا اور فرمایا کہ "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتاہوں، ایک قرآن اور دوسرے میرے اہل بیت" اس کے بعد حضرت علیؑ کو اپنے نزدیک بُلا کر دونوں ہاتھوں سے اُٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل ظاہر ہوگئی پھر فرمایا "من

ترجمہ، پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں (۶۱) سورۃ آل عمران

کُنت مولافہذا علی مولا (جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے) خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اُسی طرف موڑ دینا" پھر علیؑ کے سرپر سیّاہ عمامہ باندھا اور قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

تمام اصحاب حضرت علیؑ کی جانشینی سے مسرور ہوئے اور آپ کو مبارکباد دیا۔ ایک حسد کرنے والا اور منافق نے جس کا نام حارث بن نعمان تھا اُس نے حضورؐ پر اعتراض کیا اور علیؑ کی جانشینی کو نہ مانا تو اُسی وقت آسمان سے ان پر ایک پتھّر گرا اور وہ مر گیا۔ جس کا ذکّر قرآن نے کچھ اسطرح کیا ہے کہ ترجمہ، ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہو کر رہے گا ﴿۱﴾ (یعنی) کافروں پر (اور) کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا ﴿۲﴾ سورۃ المعارج۔ واقعہِ غدیر اور اس کی روایت تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے جو کہ سو سے بھی زیادہ اصحاب کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔

حجتہ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم اپنی جانشینی کا اِعلان کے بعد آپؐ کی وہ علالت جو بروایت مشکوۃ خیبر میں دیئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے اُبھرا کرتی تھی اور آپؐ اکثر علیل رہنے لگے تو آخری وقت میں آپؐ نے یہ ضروری سمجھا کہ اپنی اس جانشینی کو دستاویزی شکل دیدوں تو اصحاب سے کہا کہ " مجھے قلم دوات اور کاغذ دے دو تا کہ میں تمھارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دُوں جو تمھیں گمراہی سے ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو"۔ یہ سُن کر اصحاب میں باہمی چہ میگوئیاں اور شور و غل ہونے لگا اور کچھ اصحاب نے چاہا کہ آپؐ کو قلم دوات دیا جائے تو حضرت عمرؓ نے کہا" یہ مرد

ترجمہ، آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ﴿۳﴾ سورۃ المائدۃ

ہذیان بک رہا ہے۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے"(صحیح بخاری پ ۳۰، صفحہ ۸۴۲) علاّمہ شبلی لکھتے ہیں کہ روایت میں "ہجر" کا لفظ ہے جن کے معنی "ہذیان" کے ہیں جبکہ لغت میں ہذیان کے معنی "بیہودہ گفتن" یعنی بکواس کے ہیں۔ صراح جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ شمس العلما، مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں۔ جن کے دل میں تمنائے خلافت تھی اُنہوں نے مزاحمت کی اور یہ تاویل کی کہ ہماری ہدایت کے لیے قرآن بس کافی ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجا نہیں ہیں اس لیے کاغذ قلم دوات کا لانا کچھ ضروری نہیں۔ اس واقعہ سے آنحضرتؐ کو سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے جھنجلا کر فرمایا "میرے پاس سے اُٹھ کر چلے جاؤ" علاّمہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، ابو عبیدہ، عبدالرحمن، سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہد و پیمان کیا تھا کہ پیغمبر کے انتقال کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری وقت میں آپؐ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو بُلاؤ تو میں نے اپنے باپ ابو بکر پھر عمر کو بُلایا۔ اُنھوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علیؑ کو بُلا بھیجا۔ ایک روایت کے مطابق جنابِ سیّدہ اور حسنینؑ بھی آئے تو آپؐ نے حضرت علیؑ کو کچھ وصیت کی اور اے علی تمھیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گے، تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دُنیا، دُنیا پرستی کرے تو تم دُین اختیار کئے رہنا" (روضتہ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۵۹، مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱، تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)۔

ترجمہ، اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو ﴿۲﴾ جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے ﴿۳﴾ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں ﴿۴﴾
سورۃ الحجرات

الغرض بیماری کی خبر کے عام ہوتے ہی جھوٹے مدّعی نبوّت پیدا ہونے لگے جن میں مسلیمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح زیادہ نمایاں تھے۔ لیکن خدا نے اُنھیں ذلیل کیا۔اسی دوران میں آپؐ کو اطلاع ملی کہ حکومتِ روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے تو آپؐ نے اسامہ ابنِ زید کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا اور حکم دیا کہ علیؑ کے علاوہ سب مہاجر و انصار میں سے کوئی بھی مدینہ میں نہ رہے اور یہاںتکہ فرمایا کہ جو اس جنگ میں نہ جائے گا اُس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ مگر بہت سے اصحاب پھر بھی نہ گئے ان نہ جانے والوں میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۸۸ وتاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و طبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۸)۔

جب آپؐ کی حالت مزید خراب ہوئی تو ایک روز آپؐ کا سرِ مبارک حضرت فاطمہؑ کے زانو پر تھا تو آپ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذن حضوری چاہا تو میں نے داخلہ سے منع کر دیا اور کہا اے شخص یہ وقت مُلاقات نہیں ہے اس وقت واپس چلا جا تو جواب آیا میری واپسی ناممکن ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ آنحضرتؐ نے بی بی فاطمہؑ سے کہا کہ اے فاطمہؑ اجازت دے دو یہ ملک الموت ہیں۔ یہ پہلے اور آخری دروازہ تھا جس پر اُنھوں نے اجازت طلب کی تھی اور قیامت تک ملک الموت کو کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ الغرض بتاریخ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری یوم دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعت حیات ختم ہوئی تو اہلبیت میں کہرام مچ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ اس وقت محلہ سخ گئے ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اس وفات کی خبر کو رکوا دیا اور جب حضرت ابو بکرؓ آئے تو دونوں

ترجمہ، اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے اس کو ہم یہیں بدلہ دے دیں گے اور جو آخرت میں طالبِ ثواب ہو اس کو وہاں اجر عطا کریں گے اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے ﴿۱۴۵﴾ سورۃ آل عمران

سقیفہ بنی سادہ چلے گئے جو کہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور اُن کے ساتھ اکثر صحابہ جن میں ابو عبیدہ جو کہ غسال تھے وہ بھی رسُولؐ اللہ کی لاش کو چھوڑ کر چلے گئے اور خلافت کے اس کھیل میں مصروف ہوگے اور رسُولؐ اللہ کی تدفین کو بھول گئے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عباسؓ کی مدد سے آپؐ کو غسل و کفن کا بندوبست کیا اور فضل ابن عباس، قثم، اسامہ و شقران بھی ان کی مدد کرتے رہے اور اُنھیں چھ آدمیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اور اسی حجرہ میں آپؐ کے جسم اطہر کو دفن کر دیا گیا جہاں آپؐ نے وفات پائی تھی۔ ابو طلحہ نے قبر کھودی۔ جب وہ تمام لوگ جو آپؐ کی میت کو چھوڑ کر سقیفہ چلے گئے تھے واپس آئے تو آپؐ کو سپُردِ خاک کر دیا گیا تھا۔ روایت کے مطابق خطبہِ الوادع جو کہ آپؐ نے اپنے آخری حج میں مدینہ واپسی کے دوران دیا تھا اُس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپؐ کے ساتھ موجود تھے مگر کچھ ہی عرصے کے بعد جب آپؐ کی وفات ہوئی تو جنازے میں صرف چند لوگ شامل تھے جن میں چند صحابہ کے علاوہ صرف اہلبیت شامل تھے۔

الغرض سرورِ کائنات کی وفات کا اثر تمام لوگوں پر ہوا مگر اہلبیت کو جو صدمہ پہنچا وہ منفرد تھا اور روایت کے مطابق ایک دن آنحضرتؐ نے ام معبد کے یہاں قیام فرمایا تھا اور وہاں آپؐ نے وُضو کیا تو اُس پانی سے ایک درخت اُگا جو بہترین پھل لاتا رہا مگر آپؐ کی وفات کے دن اُس کے پتے جھڑ گئے اور میوے بھی گر گئے اور تیس سال کے بعد اس میں تمام کانٹے اُگ آئے تھے اور حضرت علیؑ کی شہادت کے دن اس کی جڑ میں خون اُبلتا آیا اور جب امام حسینؑ کی شہادت

ترجمہ، پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) خدا کو یاد کرو۔ جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (خدا سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو (جو دنیا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ﴿۲۰۰﴾ اور بعضے ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ﴿۲۰۱﴾ سورة البقرة

ہوئی تو یہ درخت خشک ہو گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہارہ معصُومین علیہم السّلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجۂ شہادت پر فائز نہ ہوا ہو۔ حضرت رسُول ؐ کریم سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں۔ کوئی زہر سے شہید ہوا تو کوئی تلوار سے شہید ہوا۔ ان میں خاتونِ جنّت بی بی فاطمہ ؑ بنت رسُول ؐ اللہ بھی شامل ہیں جو ضربِ شدید سے شہید ہوئیں اور ان چودہ معصوموں میں تقریباً تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے اور ان کے قاتلوں کا تاریخ میں نام موجود ہیں مگر رسُول ؐ اللہ کی شہادت کے سبب سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ حجتہ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی کتاب سر العالین صفحہ ۷ طبع بمبئی سنہ ۱۳۱۴ ہجری اور کتابِ مشکوۃ شریف کے باب ۳ صفحہ ۵۸ واضح ہے کہ آپ ؐ کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی ہے اور بخاری شریف کی جلد ۳ طبع مصر کے باب اللدود صفحہ ۱۲۷ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبطہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ کو دَوا میں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

آپ ؐ کے قریبی لوگوں میں جن میں آپ ؐ کی کنیزہ، ازواج اور اولادیں تھیں اُن میں چند کنیزوں کے علاوہ جن میں ماریہ اور ریحانہ تھیں اور اس کے علاوہ آپ ؐ کی گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجہ ؑ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ ؐ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو (۹) بیویوں نے آپ ؐ کی وفات کے بعد انتقال کیا جن کے نام سودہ، عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ بنت جحش، امِ سلمہؓ، جویریؓہ بنت حارث، امِ حبیبہؓ، صفیہؓ اور میمونہؓ ہے۔ آپ ؐ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جنابِ ابراہیمؓ جو کہ ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے تھے اور باقی سب بچّے حضرت خدیجہ ؑ کے بطن سے تھے جن میں حضرت قاسم طیب ؑ جو کہ بعثت سے قبل مکّہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ جنابِ عبداللہ ؑ جو طاہر کے نام سے بھی مشہور ہیں بعثت سے قبل مکّہ میں پیدا ہوئے

ترجمہ، جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں)
بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے ﴿۱۶۹﴾ سورۃ آلعمران

اور بچپن میں ہی انتقال کر گئے، جنابِ ابراہیمؑ سنہ ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔ جنابِ فاطمہؑ آپؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور آپ نے حضورؐ کی وفات کے بعد وفات پائی اور کی شادی حضورؐ کی چچازاد بھائی حضرت علیؑ سے ہوئی جن سے امام حسنؑ، امام حسینؑ، بی بی زینتؑ، بی بی اِم کلثوم اور جنابِ محسن پیدا ہوئے مگر جنابِ محسنؑ کی شہادت پیدائش سے پہلے پیٹ میں ہی ہو گئی تھی جب بی بی فاطمہؑ کے گھر پر حکومتِ وقت کی طرف سے حملہ کیا گیا اور ان پر ظلم کیا گیا۔ جنابِ فاطمہؑ کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اور اِن ہی سے حضورؐ کی نسل بڑھی آپ کی اولاد کو سیاوت کا شرف نصیب ہوا اور وہ قیامت تک "سید" کہی جائے گی۔ علاّمہ جلال الدّین فرماتے ہیں کہ "حضرات حسنینؑ کی اولاد کے لیے سادات مخصوص ہے چاہیے وہ مرد ہو یا عورت جو بھی اِن کی نسل سے ہے وہ قیامت تک "سید" رہے گا اور ساری کائنات پر واجب ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی تعظیم کرے" حضورؐ نے فرمایا کہ "قیامت میں میرے سلسلہ نسب کے علاوہ سارے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور کسی کا رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا" علاّمہ واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی اولاد ہمیشہ قابلِ تعظیم سمجھی جاتی رہی ہے مگر ہمارے نبی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

ترجمہ، (اے محمد ﷺ) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ (بے شک کھول دیا) ﴿۱﴾ اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا ﴿۲﴾ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی ﴿۳﴾ اور تمہارا ذکر بلند کیا ﴿۴﴾ ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے ﴿۵﴾ (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے ﴿۶﴾ تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو ﴿۷﴾ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو ﴿۸﴾

سورۃ الشرح

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

/https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! میرا جامہ دان جس سے میں آرام پاتا ہوں میرے اہل بیت ہیں اور میری جماعت انصار ہیں۔ ان کے بُروں کو معاف کر دو اور ان کے نیکوکاروں سے (اچھائی کو) قبول کرو۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(الحديث رقم 1: أخرجه الترمذی فی السنن، كتاب: المناقب، باب: فی فضل الأنصار وقريش، 5 / 714، الرقم: 3904، و ابن أبی شيبة فی المصنف، 6 / 399، الرقم: 32357، و الشيبانی فی الآحاد و المثانی، 3 / 332، الرقم: 1716، و ابن سعد فی الطبقات الكبری، 2 / 252)

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب میرے اہل بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں؟ اللہ رب العزت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس قت تک ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک ان سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میرے قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔'' اسے امام ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 9: أخرجه ابن ماجة فی السنن۔ المقدمة۔ باب: فضل العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه۔ 1 / 50۔ الرقم: 140۔ والحاكم فی المستدرك۔ 4 / 85۔ الرقم: 6960۔ والمقدسی فی الأحاديث المختارة۔ 8 / 382۔ الرقم: 472۔ والديلمی فی مسند الفردوس۔ 4 / 113۔ الرقم: 6350۔ والسيوطی فی شرح سنن ابن ماجة۔ 1 / 13۔ الرقم: 140)

”حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! قریش جب آپس میں ملتے ہیں تو حسین مسکراتے چہروں سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے (یعنی جذبات سے عاری چہروں کے ساتھ) حضرت عباس فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ یہ سن کر شدید جلال میں آ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بھی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور میری قرابت کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔“ اسے امام احمد، نسائی، حاکم اور بزار نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: خدا کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہ ہو گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کی وجہ سے تم سے محبت نہ کرے۔“

(الحديث رقم 10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1 / 207، الرقم: 1772، 1777، 17656، 17657، 17658، والحاكم في المستدرك، 3 / 376، الرقم: 5433، 2960، والنسائي في السنن الكبرى، 5 / 51 الرقم: 8176، والبزار في المسند، 6 / 131، الرقم: 2175، والبيهقي في شعب الإيمان، 2 / 188، الرقم: 1501، والديلمي في مسند الفردوس، 4 / 361، الرقم: 7037)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میری اہل کے لئے بہترین ہے۔“ اس حدیث کو امام حاکم اور امام ابو یعلی نے بیان کیا ہے۔

(الحديث رقم 12: خرجه الحاكم في المستدرك، 3 / 352، الرقم: 5359، وأبو يعلى في المسند، 10 / 330، الرقم: 5924، و ابن أبي عاصم في السنة، 2 / 616، الرقم: 1414، و الديلمي في مسند الفردوس، 2 / 170، الرقم: 2851، و الخطيب في تاريخ بغداد، 7 / 276، الرقم: 3765، و المناوي في فيض القدير، 3 / 497، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 174)

”حضرت عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ جحفہ کے مقام پر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: کیا میں تمہاری جانوں سے بڑھ کر تمہیں عزیز نہیں ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: پس میں تم سے دو چیزوں کے بارے سوال کرنے والا ہوں. قرآن کے بارے اور اپنی عترت اہل بیت کے بارے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ قریش پر پیش قدمی نہ کرو کہ تم گمراہ ہو جاؤ اور نہ انہیں سکھاؤ کہ وہ تم سے زیادہ جانے والے ہیں اور اگر قریش فخر نہ کرتے تو میں ضرور ان کو اللہ کے ہاں ان کے مقام کے بارے بتاتا قریش میں بہترین لوگ تمام لوگوں سے بہترین ہیں۔“ اسے امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 57: أخرجه أبو نعیم فی حلیة الأولیاء، 9 / 64، و ابن الأثیر فی أسد الغابة، 3 / 147، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 5 / 195)

”حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک پہلے چار اشخاص جو جنت میں داخل ہوں گے وہ میں، تم، حسن اور حسین ہوں گے اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہو گی (یعنی ہمارے بعد وہ داخل ہو گی) اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی (یعنی ان کے بعد جنت میں داخل ہوں گی) اور ہمارے چاہنے والے (ہمارے مددگار) ہماری دائیں جانب اور بائیں جانب ہوں گے۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 28: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 1 / 319، الرقم: 950، 3 / 41، الرقم: 2624، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 131)

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب بے شک میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دس چیزیں مانگی ہیں پہلی یہ کہ وہ تمہارے قیام کرنے والے کو ثابت قدم رکھے اور دوسری یہ کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تیسری یہ کہ وہ تمہارے جاہل کو علم عطاء کرے اور میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والا اور دوسروں کی مدد کرنے والا اور دوسروں پر رحم کرنے والا بنائے پس اگر کوئی رکن اور مقام کے درمیان دونوں پاؤں قطار میں رکھ کر کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر (وصال کی شکل میں) اللہ سے ملے درآنحالیکہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔'' اس حدیث کو امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الحديث رقم 41: أخرجه الحاكم فی المستدرك، 3 / 161، الرقم: 4712، و الطبرانی فی المعجم الكبير، 11 / 176، الرقم: 11412، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 171)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی تین حرمات ہیں جو ان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے دین و دنیا کے معاملات کی حفاظت فرماتا ہے اور جو ان تین کو ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں فرماتا سو عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی تین حرمات ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے نسب کی حرمت۔''

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 37: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 1 / 72، الرقم: 203، وفی المعجم الكبير، 3 / 126، الرقم: 2881، 1 / 88، و الذهبی فی ميزان الإعتدال، 5 / 294)

حضرت فاطمہ زہراء علیہ السّلام

حضرت فاطمہؑ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسّلم اور جنابِ خدیجۃ الکبریٰ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ آپ کی وجودِ نُورِ رسالتؐ کے ساتھ خلقتِ کائنات سے بہت پیدا ہو چکا تھا مگر آپ کے ظاہری نمود و شہود سنہ ۵ بعثت میں بتاریخ ۲۰ جمادِ الثانی یومِ جمعہ مکّہ معظّمہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ عام الفیل کے لحاظ سے سنہ ۴۶ اور ۶۱۴-۶۱۵ عیسوی ہے۔ چونکہ جنابِ خدیجہؑ شادی سے پہلے باکرہ تھیں اور آپ نے اپنے قبیلہ کے منشاء کے برخلاف سرورِ کائنات سے شادی کی تھی اس لیے ان کے قبیلہ نے بائیکاٹ کیا ہوا تھا اور آپ کی پیدائش پر ان کے قبیلہ سے کوئی نہ آیا تو روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال ہوئی اور آپ کی ولادت کے وقت جنّت سے حوروں اور پاک بیبیوں اور دایہ کا کام انجام پایا جن میں آسیہ بنت مزاحم، میریم بنت عمران، صفورا بنت شعیب، کلثوم ہمشیرۂ موسیٰؑ کا آنا ثابت ہے۔ آپ حضرت علیؑ کی رفیقۂ حیات ہوئیں اور آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ جنابِ زینبؑ اور امِ کلثوم، اسقاطِ محسنؑ کی مادرِ گرامی اور نو اماموں کی جدّۂ ماجدہ تھیں۔ آپ کی مشہور کنیت ام آلائمہ امام الحسنین اور امامِ سبطین اور زہراو سیّدۃ النساء تھے اور آپ کی کنیت "امِ ابیھا" ہے۔ جنابِ سیّدہ میں بچپن کے وہ آثار ہی نہ تھے جو عام لڑکیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ آپ مجُسمۂ عصمت و طہارت اور بلند اخلاق و عادات کی حامل تھیں۔ آپ کا سارا بچپن عبادت اور خدمتِ والدین میں گذرا۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ صحن کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے تو حضرت عمر کا ماموں اُبو جہل

ترجمہ، کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (تم سے) ناراض ہوا ﴿۳﴾ اور آخرت تمہارے لیے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے ﴿۴﴾ اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے ﴿۵﴾ سورۃ الضحیٰ

نے حالتِ سجدہ میں اونٹ کی اوجھڑی گوبر سے بھری ہوئی آپؐ کی پُشت پر رکھ دی جب یہ خبر جنابِ فاطمہؑ کو ہوئی تو آپ دوڑی ہوئی آئیں اور اوجھڑی کو پُشت سے ہٹایا اور پانی سے پُشت مبارک کو دھویا تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "بیٹی! ایک دن دُشمن بھی مغلوب ہوں گے اور خدا میرے دین کو انتہائی بلندی عطا کرے گا"۔

بی بی فاطمہ الزہرہؑ کا سارا بچپن فقر و فاقہ اور تنگی و مصائب میں گزار اور تاریخ میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کسی شادی میں جانے کیلیے تیار ہوئیں تو بی بی فاطمہؑ کے لیے مناسب کپڑے نہیں تھے تو ماں اس تردّد میں تھی کہ بیٹی کو احساس ہو گیا اور آپ نے عرض کی "مادرِ گرامی! میں پُرانے ہی کپڑوں میں چلوں گی کیونکہ باباجان فرمایا کرتے ہیں کہ مُسلمان لڑکیوں کا بہترین زیورِ حیات تقویٰ ہے اور بہترین آرائش شرم و حیا ہے"۔ آپ کو اپنی والدہ کے علاوہ جن افراد سے تربیت ملی اُن میں سرورِ کائنات، فاطمہ بنت اسد، ام الفضل زوجہ عباس، اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر طیار، ام ہانی ہمشیرہ جنابِ ابو طالب، ام ایمن، صیفہ بنت جنابِ حمزہ ہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ جس طرح تمام انبیاء اور بارہ امام دُنیا میں ہدایت خلق کے لیے بھیجے گئے اور سب معصوم تھے اِسطرح صنفِ نازک میں بی بی مریمؑ اور بی بی فاطمہؑ تشریف لائیں اور یہ بھی معصوم تھیں اور

ترجمہ، (وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما تو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿۳۵﴾ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا ہوا تھا خدا کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتواں) نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ﴿۳۶﴾ تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے وہ بولیں خدا کے ہاں سے (آتا ہے) بیشک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے ﴿۳۷﴾ سورۃ آل عمران

ملائکہ، انبیاء واوصیاء کی طرح پاک عصمت کی حامل تھیں۔

حضرت رسُول اکرمؐ جب جنّت کے مشتاق ہوتے تو جناب سیدہؑ کو جب وہ کمسن تھیں اکثر اپنی آغوش میں بٹھالیا کرتے تھے اور اپنی زبان ان کے مُنہ میں دے دیتے۔ ایک دن جنابِ عائشہؓ نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج پر گیا تھا تو وہاں پر جبرئیلؑ نے اُنھیں جنّت کا ایک سیب دیا تھا جس کو آپؐ نے کھایا تھا تواِسی سے فاطمہ الزہرہؑ کا نقطہِ وجود قائم ہوا تھا تو اے عائشہ! میں ایسا کرکے جنّت کی خوشبو فاطمہؑ کے پاس سے سُونگھتا ہوں اور دہنِ فاطمہؑ سے میوۂ جنّت کا لطف اُٹھاتا ہوں۔ الغرض آپ کی والدہ جنابِ خدیجہ الکبریٰؓ کی آغوش و تربیت صرف پانچ سال تک ملی اور جب آپ کی والدہ علیل ہوئیں تو آپ نے شب و روز اُن کی تیمارداری کی اور جب ماں کے چہرہ پر بیماری کا اثر دیکھتیں تو آپ رنجیدہ ہو جاتیں۔ یہ طرزِ عمل جب جنابِ خدیجہ نے دیکھا تو آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور پُھوٹ پُھوٹ کر رونے لگیں اور ۱۰ رمضان سنہ ۱۰ بعثت کو اُن کا انتقال ہو گیا اور اس وقت اُن کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ آپ کو مقبرہِ حجوں میں دفن کیا گیا۔ حضرت خدیجہ کے انتقال کا آپ پر اور رسُول کائنات پر بہت صدمہ ہوا اور آپؐ نے اس سال کو "عام الحزن" کہا۔ روایت ہے کہ آپ کا انتقال حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے تین دن بعد ہوا۔ آنحضرتؐ جنابِ خدیجہ کی یاد میں گوسفند ذبح کرکے اُن کی سہیلیوں کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے جنابِ خدیجہ کی شان میں گستاخی کی اور آنحضرتؐ سے کہا کہ اس بڑھی عورت کو جس کے مُنہ میں دانت بھی نہ تھے کب تک یاد کرتے رہو گے تو یہ سُن کر آنحضرتؐ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کہ اس سے بہتر مجھے کوئی عورت نصیب نہیں ہوئی وہ اس وقت ایمان لائیں جب کہ سب کافر تھے، اس وقت میری تصدیق کی

ترجمہ، جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم ﴿۲۷۴﴾
سورۃ البقرۃ

جب سب جھٹلاتے تھے اور اس وقت میرے لیے مال صرف کیا جب لوگ مجھے محروم رکھنا چاہتے تھے۔

کیونکہ آپ رسُول اللہؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور آپؐ کی دوسری اولادیں جن میں آپ کے بیٹے تھے وہ زندہ نہ رہے تو بی بی فاطمہؑ کا مقام تاریخِ اسلام میں ایک خاص مقام ہے جس کی وجہ سے دُشمنِ اہلبیت نے رسُولؐ کی کچھ اور بیٹیاں بنانے کی کوشش کی ہے جن میں اختلاف ہے کہ زینب، رقیہ اُمِ کلثوم آنحضرتؐ کی لڑکیاں تھیں، یا نہیں جو کہ ظہورِ اسلام سے قبل کافروں عتبہ، عتیبہ پسران ابو لہب اور ابو العاص ابنِ ربیع سے ساتھ بیاہی تھیں جو کہ مانا نہیں جاسکتا کہ رسُولِ اسلام قرآن کے بر خلاف اپنی لڑکیوں کی شادی کافروں کے ساتھ بیاہ دیتے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی بہن ہالہ بنت خویلہ کی بیٹیوں کو ان کی وفات کے بعد پالا تھا جن کے باپ کا نام ابو لہند تھا اور یہ لڑکیاں خدیجہ کی بیٹیاں کہلائیں بالکل اسیطرح جیسے جنابِ زید محاورہ عرب کے مطابق رسُول اللہؐ کے بیٹے کہلاتے تھے اور جب جنابِ خدیجہ کی شادی آپؐ ساتھ ہوئی تو یہ لڑکیاں جنابِ خدیجہ سے منسلک تھیں اور اعلانِ نبوت سے پہلے ان لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے ہو چکا تھا کیونکہ آنحضرتؐ کا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں ہوا تھا اور تیس سال کے تک آپؐ کی کوئی اولاد نہیں تھی اور تیس سال میں پہلی اولاد پیدا ہوئی۔ چالیس سال کی عمر میں اِعلان نبوّت فرمایا اس وقت ان لڑکیوں کا نکاح مشرکوں سے ہو چکا تھا تو چالیس سال یعنی دس سال کے عرصے میں

ترجمہ، اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ خدا ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دے دی) تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے اپنی حاجت (متعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا ﴿۳۷﴾ سورۃ الاحزاب

آپؐ کے فرزند بھی پیدا ہوئے اور ان تین لڑکیوں کا پیدا ہونا اور پھر ان دو لڑکیوں کی شادی بھی ہونا عقل کے خلاف ہے اور اِن لڑکیوں کے شوہروں کو آنحضرتؐ کا داماد کہنا تاریخ میں ایک مذاق کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

سنہ ۱۰ بعثت شب جمعہ یکم ربیع الاوّل کو آنحضرتؐ نے اپنی اہلبیت کے بغیر ہجرت فرمائی اور ۱۶ ربیع الاوّل یوم جمعہ کو مدینہ پہنچے اور بعد میں چند دنوں کے بعد اہلبیت جن میں بی بی فاطمہؑ، فاطمہ بنت اسد، اُم المومنین سودہ اور اُم ایمن وغیرہ شامل تھے مدینہ پہنچے اور اس وقت آپؐ کے عقد میں صرف دو بیبیاں تھیں جن میں ایک جنابِ سودہ اور دوسری جنابِ عائشہؓ۔ سنہ ۳ ہجری میں آپؐ نے جنابِ ام سلمہ سے عقد کیا اور جنابِ فاطمہؑ کی نگہداشت جنابِ امِ سلمہ نے کی اور اس انداز سے خدمت گذاری کی کہ فاطمہ زہرا سے ماں کو بُھلوا دیا۔

جب جنابِ فاطمہ سنِ بلوغ پر پہنچی تو حالات کا تقاصا اور نسلی و خاندانی شرافت سے آپ کا کفو صرف حضرت علیؑ سے ہوتا تھا مگر دُنیا اس اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہی اور لوگوں نے آپ سے عقد کی خواہش میں پیغامات بھیجنا شروع کر دیا اور پہلے حضرت ابوبکر نے اور پھر حضرت عمر نے یہ خواہش ظاہر کی تو آنحضرتؐ غضبناک ہوئے اس کے بعد عبدالرحمٰن نے پیغام بھیجا تو آپؐ نے درخواست قبول نہ کی اور حضرت علیؑ سے عقد کے لیے بی بی فاطمہؑ سے پوچھا اور جب آپؐ نے اُن کی رضامندی دیکھی تو حضرت علیؑ سے آپ کا عقد کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق محمود نامی ایک فرشتہ حضرت علیؑ کی طرف سے پیغام لایا تھا اور آپؐ نے پھر اُن سے جنابِ فاطمہؑ کا عقد کیا۔ غرضکہ ۵۰۰ درھم مہر قرار ہوا جو حضرت علیؑ نے اپنی زرہ فروخت کر کے ادا کیا اور بتاریخ یکم ذی الحجہ سنہ ۲ ہجری کو یہ عقد ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصے بعد ۲۴ ذی الحجہ کو جنابِ سیّدہ

ترجمہ، اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں ﴿۱۹﴾ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے ﴿۲۰﴾ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۱﴾ الرَّحْمٰن

کی رخصتی ہوئی۔ آپ کو جو جہیز ملا جس میں ایک قمیض، ایک مقنع، ایک سیاہ کمبل، دو موٹے ٹاٹ، چار چمڑے کے تکیے، آٹا پیسنے کی چکیّ، کپڑا دھونے کی لگن، ایک مشک، لکڑی کا بادیہ، کھجُور کے پتّوں کا بنا ہوا ایک بستر اور برتن، دو مٹی کے آنجورے، ایک مٹی کی صراحی، چمڑے کا فرش، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا۔

شوہر کے گھر جانے کے بعد آپ نے جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے وہ طبقۂ نسواں کے لیے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ گھر کا کا تمام کام اکیلے اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں، جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ کاٹنا، چکیّ پیسنا اور بچوّں کی تربیت کرنا وغیرہ شامل تھا مگر کبھی بھی شوہر سے اپنے لیے مددگار یا خادم کی فرمائش نہ کی۔ مگر آپ کی یہ مُشقّت کے پیش نظر آنحضرتؐ نے سنہ۷ ہجری میں ایک خادمہ جو کہ فضّہ کے نام سے مشہور تھیں خادمہ کے طور پر عطا کی مگر بی بی سیّدہ نے اس خادمہ کو ایک عزیز رفیق کار جیسا برتاؤ کیا اور ایک دن گھر کا تمام خود کرتیں تھیں تو ایک دن خادمہ سے کام لیتی تھیں اور اس طرح خادمہ کو خادمہ ہونے کا تصوّر پیدا نہ ہونے دیا۔ ایک روز رسُول کریم آپ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ جنابِ سیّدہ گود میں بچے کو لیے کر چکیّ پیس رہی ہیں تو فرمایا کہ "بیٹی ایک کام فِضّہ کے حوالے کر دو تو عرض کی باباجان! آج فِضّہ کی باری کا دن نہیں ہے"۔ دراصل یہ مساواتِ محمدی کی اعلیٰ مثال ہے۔ فاطمہ زہراؑ نے علیؑ کی ایسی خدمت کی کہ مشکل سے اِس کی مثال مل سکے گی ہر مصیبت اور تکلیف میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا جس طرح آپ کی والدہ جنابِ خدیجہؑ نے اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام کی خدمت کی اسی طرح بنت رسُول نے اِسلام اور علیؑ کی خدمت کی یہی وجہ تھی کہ جس طرح رسُول کریمؐ نے خدیجہؑ کی زندگی میں دوسرا عقد نہیں کیا اِسیطرح حضرت علیؑ نے بھی آپ کی

ترجمہ، اور وہ جو (خدا سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا ﴿۷۴﴾
سورۃ الفرقان

زندگی میں دوسرا عقد نہیں کیا اور جب کسی نے حضرت علیؑ سے پُوچھا کہ فاطمہؑ آپ کی نظر میں کیسی تھیں تو فرمایا "خدا کی قسم وہ جنّت کا پُھول تھیں اور دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد بھی میرا دماغ اُن کی خوشبُو سے معطر ہے"۔ امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ "عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ "عورت اگر خاوند کا حق ادا نہیں کرتی تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ اللہ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتی"۔ اِسیطرح رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ "اگر خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں"۔ الغرض اپنے والدین کی تربیت کے مطابق آپ نے ہر موقع پر حقوقِ خاوند کا حق ادا کیا اور حضرت علیؑ کا خیال رکھا کبھی بھی کوئی ایسا سوال اپنے شوہر سے نہ کیا کہ علیؑ عاجز رہے ہوں۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئی تو حضرت علیؑ نے اُن سے پُوچھا کہ کچھ کھانے کو دل چاہتا ہو تو بتاؤ، عرض کیا کہ "نہیں" جب علیؑ نے اصرار کیا تو انار کا ذکر کیا۔ حضرت علیؑ اور جنابِ سیّدہ کبھی کسی بات پر رنجیدہ نہیں ہوئے اور دونوں نے خوش گزار زندگی گزاری۔ بی بی سیّدہ فاطمہ الزہراؑ کی شادی کے وقت آپ کی ساس جنابِ فاطمہ بنت اسد زندہ تھیں اور آپ نے ان کی بھی خدمت کا شرف پایا۔

جنابِ فاطمہ زہرا عورتوں کے لیے آپ کی زندگی ایک اعلیٰ مثال ہے اور آپ عورتوں کو معراجِ پردہ داری کا درس دیا کرتیں تھیں اور خود بھی اس پر عمل کیا کرتیں تھیں اس کے باوجود آپ کا گھر کا دروازہ مسجد نبوی کے اندر تھا مگر آپ کبھی بھی اپنے والد بزرگوار کے پیچھے

ترجمہ، عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے۔ اور (اے عورتو) خدا سے ڈرتی رہو۔ بے شک خدا ہر چیز سے واقف ہے ﴿۵۵﴾

سورۃ الأحزاب

نماز جماعت میں شرکت یا آپؐ کے موعظ سننے کے لیے مسجد تشریف نہیں لائیں۔ ایک دن رسُول اللہؐ نے لوگوں سے پُوچھا کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ جب یہ سوال آپ کے تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ "عورت کے لیے سب سے بہتر یہ بات ہے کہ نہ اس کی نظر کیسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اُس پر پڑے" اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "فاطمہ میرا ہی ایک جزو ہے"۔ اِس لیے اسلام میں عورت کا جہاد مردوں سے مختلف ہے اِسی لیے بی بی سیّدہ نے کبھی میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا مگر جب کوئی آپ کے گھر کا فرد میدانِ جنگ سے زخمی ہو کر آتا تو آپ اس کی تیمارداری کرتیں اور اُس کے زخموں کو دُھلاتیں تھیں اور صرف ایک دفعہ نُصرتِ اسلام کے لیے میدان نصاریٰ کے مقابلہ میں گئیں مگر وہ بھی امن کا معاملہ تھا جس میں صرف رُوحانی فتح کا سوال تھا جس کا نام مباہلہ ہے جس میں پردہ داری کے تمام تقاضوں کی پابندی کے ساتھ اپنے باپ، بیٹوں اور شوہر کے درمیان مرکزی حیثیت رکھتی تھیں۔ یہ ہی تربیت آپ نے اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی دی جن میں جنابِ زینب جن کا عقدہ عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور ان کے بطن سے دو بیٹے عون اور عبداللہ پیدا ہوئے جب کہ دوسری بیٹی اِمِ کلثوم کا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا اور ان سے کوئی اولاد نہ تھیں اور وہ لاولد فوت ہوئیں۔ تاریخ میں جنابِ سیّدہ کی عبادت اور ان کے کئی معجزے رقم ہیں اور آپ بے شمار نمازیں شب و روز پڑھا کرتی تھیں اور آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار کے ہمراہ سنہ ۱۰ ہجری میں آخری حج ادا فرمایا تھا۔

پیغمبرِ اسلام اور پروردگارِ عالم کی نظر میں بی بی سیّدہ کی قدر و منزلت اور عزّت و توقیر کی کوئی حد نہ تھی اور جب آپ نماز میں مشغول ہوتی تھیں تو فرشتے ان کے بچّوں کی نگرانی کرتے

اور چکی پیسا کرتے تھے حضورؐ نے آپ کے بچّوں کے لیے گھوارہ جنبائی کرنے والے فرشتے کا نام "جبریل" اور چکی پیسنے والا کا نام "او قابیل" بتایا ہے۔ فرشتے کبھی حسنینؑ کا جھولا جھلاتے اور کبھی اگر بی بی کے مُنہ سے عید کے موقعہ پر نکل گیا کہ تمھارے کپڑے درزی لائے گا تو خازنِ بہشت کو درزی بن کر آنا پڑا۔ حد تو یہ ہے کہ جب آنحضرتؐ کا آخری وقت تھا اور آپ کا سرِ مبارک جنابِ سیّدہ کے زانو پر تھا تو ملک الموت آئے اور آپ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے کئی مقامات پر آپ کی اہمیت اور شرف کو بیان کیا اور ارشاد فرمایا کہ "فاطمہ بہشت میں جانے والی عورتوں اور تمام جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جس نے آپ کو ایذا دی اُس نے مجھے رسُول کو ایذا دی، خدا نے آپ کی بدولت آپ کے ماننے والوں کو جہنّم سے چھڑا دیا ہے"۔ آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی اکلوتی بیٹی سے رخصت ہوتے اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے اُن سے ملاقات کرتے اور عزّت و احترام کا مظاہرہ یہ تھا کہ جب آپ آتیں تو آنحضرتؐ تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ "میری بیٹی فاطمہؑ میرا جُز ہے جو اِسے اذّیت پہنچائے گا وہ مجھے اذّیت پہنچائے گا" اور جب حکم ہوا کہ مسجدِ نبّوی میں جن لوگوں کے گھر کے درواز کھلتے تھے سب کو بند کیا جائے تو صرف فاطمہ زہراؑ کے گھر کا دواز کھلا رکھنے کو کہا گیا اور نزول آیہ تطہیر کے بعد سرورِ کائنات درِ فاطمہ پر ۹ ماہ مسلسل بوقت نمازِ فجر جا کر آواز دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "خدا نے تمھیں ہر طرح کی گندگی سے پاک و پاکیزہ کیا ہے"۔

ترجمہ، اے (پیغمبر کے) اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے ﴿۳۳﴾ سورۃ الاحزاب

اور یہ بھی فرمایا کہ "مردوں میں بہت لوگ کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں صرف چار عورتیں کامل ہیں، جن میں بی بی مریمؑ، بی بی آسیہؑ، بی بی خدیجہؑ اور بی بی فاطمہؑ مگر ان میں سب سے بڑا درجہِ کمال فاطمہؑ کو حاصل ہے"۔

روایتوں کے مطابق قرآن میں سورۃ الِانسان کی آیت ۷تا۱۳ کا نزول بھی اہلبیتؑ کی شان میں ہوا ہے اور پنجتن علیہ السّلام کے اس واقعہ کو بے شمار راویوں نے مختلف کتابوں میں بیان کیا ہے جیسے مشہورِ زمانہ تفسیر کشاف جلد سوئم صفحہ ۲۳۹ مطر ۲۹ مطبوعہ مصر اور اس روایت کو بیضادی نے اور ابن عباس سے بھی نقل ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حسنینؑ بیمار تھے تو حضرت رسُول اللہؐ کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو آئے اور آپؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ بہتر ہوتا کہ تم ان کی صحت کے لیے نذر کرتے۔ یہ سُنکر حضرت علیؑ، جنابِ فاطمہؑ اور جنابِ فضّہ نے تین روزوں کی نذر کی اور حسنینؑ کے صحتیاب ہونے کے بعد جب نذر کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہ تھا تو حضرت علیؑ نے کسی یہودی سے کچھ قرض لے کر جنابِ فاطمہؑ کو کچھ جو دیا جس سے انہوں نے کچھ روٹیاں افطار کے لیے پکائیں اور جیسے ہی افطار کا وقت ہوا تو ایک سائل نے آواز دی کہ "میں ایک مسکین ہوں مجھے کھانا دو" تو اہلبیتؑ نے اپنا کھانا اس کو دے دیا اور پانی

ترجمہ، یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں ﴿۷﴾ اور باوجود یہ کہ ان کو خود کھانے کی خواہش (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں ﴿۸﴾ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تم کو خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں۔ نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے (طلبگار) ﴿۹﴾ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے (جو چہروں کو) کریہہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطر کر دینے والا) ہے ﴿۱۰﴾ تو خدا ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائے گا ﴿۱۱﴾ اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) عطا کرے گا ﴿۱۲﴾ ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے نہ سردی کی شدت ﴿۱۳﴾ سورۃ الِانسان

پی کر افطار کیا اور خود بُھوک رہے، دوسرے دن پھر کسی یتیم سائل نے آواز دی اور آپ لوگوں نے اپنا کھانا پھر دے دیا، تیسرے دن کسی قیدی کی طرف سے درخواست ہوئی اور آپ لوگوں نے خود بُھوکے رہتے ہوئے اس کو کھانا دے دیا تو جبرئیلؑ نے حضورؐ کو بتایا کہ آپؐ کے اہلبیتؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی ہے۔ جب آپؐ نے اُن لوگوں کی بُھوک کی وجہ سے یہ حالت دیکھی تو رنجیدہ ہوئے۔

الغرض آنحضرتؐ نے ہر مقام پر اہلبیتؑ کے فضائل بیان کئے اور اللہ نے ان سے محبت کو اجرِ رسالت قرار دینے کے باوجود افسوس ہے اِس اُمت نے آنحضرتؐ کی وفات کے فوراً بعد ہی اہلبیتؑ کے ساتھ جو ظلم کیا وہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جو کہ آج تک اُمتِ مُسلمہ بیان کرنے سے گریز کرتی ہے اور اُس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ جن لوگوں نے بعدِ رسُول حکومت بنائی اور اسلامی تاریخ میں معزّز اور دیندار بنائے گئے اُن کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ کسی بھی عام ظالم کے خلاف گواہی دو چاہیے وہ تمھارا قریبی کیوں نہ ہو چہ جاکہ کوئی دخترِ رسُول پر ظلم کرے اور یہ اُمّت اُس پر پردہ ڈالے۔ ہماری جانیں اور ماں باپ فدا ہو جائیں محمدؐ اور اُن سے محبت کرنے والوں پر چاہیے کوئی بھی ہو اور اس کے برعکس ہماری نفرت بھی اُس کے ساتھ ہے جو آپؐ کو یا آپؐ جس سے محبت رکھتے تھے اُن کو اذّیت دے چاہیے وہ کوئی بھی ہو کیونکہ ہم اگر کسی کو عزّت کے قابل سمجھتے ہیں تو وہ بھی صرف اس وجہ سے کے وہ ہمارے پیارے نبیؐ کا قریبی یا محبت کرنے والوں میں سے تھا اور آپؐ کا نام اُس کے ساتھ منسلک ہو گیا ہے اور یہی اس کے عزّت کا باعث ہے۔ مثال کے طور پر ابو لہب

ترجمہ، اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا ان کا خیر خواہ ہے۔ تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچیدا شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو) خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ﴿۱۳۵﴾ سورة النساء

رسُول اللہ کا چچا تھا مگر قابل نفرت بنا۔ بس اگر تاریخ کی کم و پیش تمام کتابوں میں کچھ لوگوں کے اِسلام قبول کرنے سے پہلے اور بعد کے ایسے کارنامے موجود ہیں جس سے آنحضرتؐ کو اذّت پہنچی تو آپؐ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اُن شخصیات کا ذکّر کیا جائے چاہیے وہ ہماری نظر میں جتنا ہی قابلِ عزّت کیوں نہ ہو اُس کی محبت ہمارے نبیؐ کی محبت سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور یہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تقاضا ہے۔

ایک شخص کہ مطابق ایک جگہ کسی مسجد سے بی بی فاطمہؑ پر ہونے والے ظلموں کو بیان کیا جا رہا تھا۔ مسجد کے باہر ایک سامان بیچنے والا اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ جب اُس نے یہ بیان سُنا کہ جنابِ سیّدہ پر ظلم ہوا اور ظلم کرنے والوں کے نام سُنے تو اِس کو یقین نہ آیا اور اپنا سامان لے کر وہاں سے چلا گیا مگر سارے راستے یہ سوچتا رہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں جو اُن ہستوں کو بُرا کہتے ہیں جنہوں نے رسُول اللہؐ کے ساتھ وقت گزرا۔ مگر یہ بھی سُوچتا رہا کہ اگر یہ لوگ غلط کہہ رہے ہیں تو انھیں کوئی رُوکتا کیوں نہیں ہے کہ یہ لوگ کھلم کھلا لوڈ سپیکر پر یہ جھوٹ بیان کر رہے ہیں۔ اس فکر سے یہ رات کو سُو نہ سکا اور صبح کو یہ نماز پڑھنے اپنے علاقہ کی مسجد میں گیا اور نماز کے بعد اس نے مسجد کے مولوی سے اس واقعہ کی حقیقت کو معلوم کیا تو مولوی نے کہا کہ یہ سب ان لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اِس پر اُس شخص نے مولوی کے سر پر قرآن رکھا اور کہا کہ میں نے اُن لوگوں کی بیٹی کے بارے میں نہیں پُوچھا ہے جو یہ واقعہ بیان کر رہے تھے، میں تو اللہ کے حبیب نبیؐ کی بیٹی کے بارے میں پُوچھ رہا ہوں کہ اُن کے ساتھ بعدِ رسولؐ یہ ظلم ہوا تھا یا نہیں اور کیا یہ سب کتابوں میں موجود ہے؟ تو جب مولوی کے سر پر قرآن رکھا تو اُس نے کہا کہ "ہاں یہ ظلم ہوا تھا اور کتابوں میں سب موجود ہے" پھر یہ شخص رُوتا ہوا مسجد سے باہر آیا اور کہا کہ

ترجمہ، اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی طرف مائل نہ ہونا، نہیں تو تمہیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور خدا کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں۔ اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوگئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی ﴿۱۱۳﴾ سورۃ ھود

ہمارے علاقے میں تو اگر کسی دُشمن کی بیٹی دروازے پر آ جائے تو ہم اپنی دُشمنی کو بھُول جاتے ہیں تو یہ کیسے رسُول اللہؐ کے چاہنے والے تھے جو اپنی نبیؐ کی بیٹی پر بھی ظلم کر رہے تھے۔ الغرض یہ نبی سے محبت کا تقاضا ہے کہ اگر ہمارے نبیؐ کی بیٹی پر کوئی ظلم ہوا ہے اور وہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے تو اس کا ذکر ہو، تاکہ مظلوم اور ظالم میں فرق معلوم ہو سکے۔ ہماری کوشش ہوگی کہ جو بھی واقعہ یہاں لکھا جائے وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اُس کو تاریخ کی کتابوں سے لکھا جائے تاکہ حقیقت بیان ہو سکے۔

۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو رسُولِ اسلام کا انتقال ہوا۔ آپؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کے اہلبیتؑ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور جنابِ سیّدہ اس درجہ ظلم کا شکار ہوئیں بعدِ رسُول پچھتر (۷۵) دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں اور جب تک زندہ رہیں سر پر پٹی بندھی رہی اور شب و روز گریہ زاری کرتی تھیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اِس اُمّت کو باپ کی وفات کے بعد کفن و دفن سے بی بی کو بے نیاز کر دیا جاتا مگر افسوس اس کے برعکس اُمّت نے میّت یوں ہی گھر میں چھوڑ دی اور خدا اور اس کے رسُولؐ کے منشاء کے خلاف اپنی حکومت کی بنیاد قائم کرنے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے اور رسُول اللہ کی میّت پڑی رہی اور آلِ محمدؐ اور چند ماننے والوں نے یہ فریضہ ادا کیا اور تمام ان لوگ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بھی خلیفہ بنانے کے بعد واپس لوٹے تو لاشِ مطہر سپُرد خاک ہو چکی تھی اور ان لوگوں کو کسی قسم کی ملال ہونے کے بجائے اِن کی توجہ اس طرف تھی کہ حضرت علیؑ سے خلیفہ کے لیے بعیت لیا جائے مگر حضرت علیؑ اور اعیان و اکابر صحابہ جن میں کل بنی ہاشم، زبیر، عتبہ بن ابی لہب، خالد بن سعید، مقداد بن عمر، سلمان فارسی، ابوذر غفّاری، عمار یاسر، براء بن عازب، ابی ابنِ کعب اور ابوسفیان قابل ذکر ہیں۔ (تاریخ ابوالفدا جلد ا صفحہ ۳۷۵) چونکہ یہ لوگ خلافت کو تسلیم نہ کرتے تھے اور بی بی فاطمہؑ

ترجمہ، خدا اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو۔ اور خدا (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے ﴿۱٤٨﴾

کے گھر میں حضرت علیؑ کے ساتھ گوشہ نشین ہو گئے تھے تو حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے اور کہا گھر سے نکلو ورنہ ہم آگ لگا دیں گے۔ یہ سُن کر جنابِ سیّدہ دروازے کے قریب آئیں اور فرمایا کہ اس گھر میں رسُولؐ اللہ کے نواسے حسنینؑ بھی موجود ہیں، جواب مِلا "ہونے دیجئے" (تاریخ طبری والامامت والسیاست جلد۱ صفحہ ۱۲) اس کے بعد گھر کو آگ لگا دی گئی تو فاطمہؑ دروازے کے قریب آئیں اور کہا کہ "ابھی میرے بابا کا کفن بھی میلا نہ ہونے پایا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو" یہ سُن کر فاطمہؑ کے اوپر دروازہ گرا دیا گیا جس کے باعث معصُومہ کے شکم پر ضرب لگی اور بی بی کے بطن میں محسن نامی بچہ شہید ہو گیا (کتابِ الملل والنحل شہرستانی طبع مصر صفحہ ۲۰)۔ اس کے بعد یہ لوگ گھر میں داخل ہوئے اور علیؑ کو گرفتار کر کے اُن کے گلے میں رسّی باندھی (ابن ابی الحدید) اور خلیفہِ وقت کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو ورنہ خدا کی قسم تمھاری گردن مار دیں گے (روضتہ الاحباب) حضرت علیؑ نے بیعت سے انکار کیا (الامامت و السیاست، جلد ا صفحہ ۱۳) ایک روایت کے مطابق کہا کہ "خدا کی بارگاہ میں سخت فریاد کروں گی" (تاریخ الیعقوبی جلد۲، صفحہ ۱۱۶) طبرسی کہتے ہیں کہ ان کہنے پر مسجدِ نبّوی کی دیوار قدِ آدم بلند ہو گئی تھی (و معافی الاخبار صفحہ ۲۰۶)۔ علامہ ملا معین کاشفی لکھتے ہیں کہ "فاطمہؑ اِسی ضربِ حضرت عمر سے رِحلت کر گئیں" (ملاحظہ ہو معارج النبوت رکن ۴ باب ۳ صفحہ ۴۲)۔ الغرض جنابِ فاطمہؑ کو یہ بھی اطلاع ملی کہ آپ کی وہ جائداد جس کا نام فدک تھا جو بحکمِ خدا بدستِ رسُولؐ اللہ ہاتھ آئی تھی (حق الیقین صفحہ ۷۶، شرح مواقف صفحہ ۷۳۵، فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۴۳) اور جس کی آمدنی فقراء و مساکین پر ہمیشہ سے خرچ ہوتی آئی جِس کا محلِ وقوع مدینہ منوّرہ سے شمال کی طرف دو سو میل ہے پر خلیفۂ وقت نے قبضہ کر لیا ہے اور ایک حدیث غصبِ فدک کے جواز میں گڑھ لی ہے تو آپ حد درجہ

ترجمہ، اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ

غضب ناک ہوئیں (معجم البدان صحیح بخاری الفاروق جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)۔الغرض آپ نے دربارِ خلیفہ میں اپنا مطالبہ پیش کیا اور بطور ثبوت حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، اِم ایمن اور رباح کو گواہی میں پیش کیا۔ لیکن سب کی گواہیاں مسترد کر دی گئیں (کتابِ الاکشفاء، انسانِ العیون صواعق صفحہ ۳۲) ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے ہبہ کا تصدیق نامہ لکھ کر فاطمہ زہراؑ کو دیا تھا جس کو بعد میں حضرت عمر نے لے کر چاک کر ڈالا اور مقدمہ خارج کر دیا (سیرتِ حبیہ، صفحہ ۱۸۵، انسانِ العیون۔ جلد ۳، صفحہ ۴۰۰، طبع مصر) اِس سلسلہ میں آپ کا خطبہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر، حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور خاتونِ جنّت بی بی فاطمہؑ سے معافی چاہی تو بی بی نے سلام کا جواب تک نہ دیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم تا زندگی نماز کے بعد تم دُونوں پر بددُعا کرونگی اور بی بی نے اُنہیں معاف نہ کیا (الامامت والسیاست، مؤلفہ ابن ابی قتیبہ متوفی سنہ ۲۷۶ ہجری، جلد ۱ صفحہ ۱۴) امام بخاری کہتے ہیں کہ فاطمہؑ نے تاحیات ان لوگوں سے کلام نہیں کیا اور غضب ناک ہی دُنیا سے رحلت کر گئیں۔

جیسا کہ اوپر کئی کتابوں کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر نے سیّدہ النساء حضرت فاطمہؑ پر دروازہ گرادیا تھا اور شکم مبُارک پر ضرب لگائی تھی جس کی وجہ سے اسقاط حمل ہوا تھا اور اِسی سبب سے آپ علیل ہوئیں اور بالآخر وفات پا گئیں۔ کچھ اقتباس ڈپٹی نذیر احمد کی تحریر سے پیش ہے جو لکھتے ہیں کہ "جو شخص (وفات رسُولؐ) سے زیادہ متاذی ہوا وہ فاطمہؑ تھیں،

ترجمہ، وہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن (لونڈی غلاموں) کے تم مالک ہو وہ اس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں، اور (کیا) تم اس میں (اُن کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم اُن سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو، اسی طرح عقل والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (۲۸) مگر جو ظالم ہیں بے سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں تو جس کو خدا گمراہ کرے اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے ؟ اور ان کا کوئی مددگار نہیں (۲۹) سورۃ الروم

والدہ پہلے انتقال کر چکی تھیں تو ماں و باپ دونوں کی جگہ پیغمبرِ اسلامؐ ہی تھے اور باپ کا سایہ سَر سے اُٹھنا اس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم رہنا پھر ترک پدری فدک کا دعویٰ سے محروم رکھنا اور مقدمہ ہار جانا وغیرہ، اِنھیں رنجوں میں گھُل گھُل کر انتقال فرما گئیں (رویائے صادقہ فصل ۱۴)"۔ آپ اس قدر روئیں کہ اہلِ محلہ متاذی ہونے لگے تو حضرت علیؑ نے آپ کے رُونے کے لیے مدینہ سے باہر بیت الاحزن بنوا دیا تھا (انوار الحسینیہ، صفحہ ۲۴، طبع بمبیٔ)۔ آپ کا مرثیہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ترجمہ: "ابّا جان آپؐ کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر دِنوں پر پڑتیں تو مثل شب کے تاریک ہو جاتے" (نور الابصار صفحہ ۴۶، مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۲۴)۔ ڈپٹی نذیر احمد نے کتاب "رویائے صادقہ" میں نہایت مفصّل اور مکمل تبصرہ کیا ہے جس کے آخری جملے ہیں۔ سخت افسوس ہے کہ اہلبیتؑ نبوّی کو پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ہی ایسے ناملائم اِتفاقات پیش آئے کہ ان کا وہ ادب و لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اِس میں ضعف آگیا۔ اس ناقابِل برداشت واقعہِ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مِلتی۔ یہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے۔ کہ اگر سچ پوچھو تو دُنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے"۔

آپ کو مسلمان عورتوں کی میّت کو تختے پر لٹا کر کپڑا ڈال کر قبرستان لے جانا پسند نہ تھا اور اسماء بنتِ عمیس سے کہہ کر بانس کی قمچیوں سے ایک تابُوت بنوایا تھا اور حضرت علیؑ کو وصیّت کی تھی کہ مجھے خود غسل اور کفن دینا اور میرے جنازے کو رات کو اُٹھانا اور جن لوگوں نے مجھے ستایا ہے اُن کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا اور میرے بعد شادی کرنا تو ایک رات میرے بچّوں کے پاس اور ایک رات اپنی بیوی کے پاس گذارنا،

ترجمہ، اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں ﴿۲۳﴾ سورۃ التوبۃ

نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں کہ "فاطمہؑ نے ابو بکر وغیرہ سے بات چیت کرنا چھوڑ دی اور مرتے وقت وصیّت کی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں "(امہات الامتہ، صفحہ ۹۹) علاّمہ عبدالبر لکھتے ہیں کہ "فاطمہؑ کی یہ وصیّت تھی کہ حضرت عائشہؓ بھی شریکِ جنازہ نہ ہونے پائیں "(استیعاب جلد ۲، صفحہ ۷۷۲) جنابِ سیّدہ کی حضرات ۱۷ شیخین سے ناراضگی کے لیے مزید ملاحظہ ہو تیسیر القاری ترجمہ بخاری پ ۱۲ صفحہ ۱۸ تا ۲۱ و پ صفحہ ۲۱، مشکل الاثار طحاوی جلد ۱ صفحہ ۴۸، ترجمہ صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۲۵، روضتہ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۴۳۳، ازالتہ الخفا، جلد ۲ صفحہ ۵۷، براہین قاطعہ ترجمہ صواق محرقہ صفحہ ۲۱، شعتہ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۴۸۰، الزہرا۔ عمر ابو نصر اردو ترجمہ صفحہ ۸۹، جمع الفواء جلد ۲ صفحہ ۱۸، طبع میرٹھ وغیرہ وغیرہ،

جنابِ سیّدہؑ کی تاریخ وفات یومِ یک شنبہ ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ہجری ہے (انوارالحسینیہ جلد ۳، صفحہ ۳۹، طبع نجف) آپ کے واقعہ وفات کے متعلق حضرت ابن عباس صحابیِ رسُولؐ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؑ زہرا کی وفات کا وقت قریب آیا تو نہ معصومہ کو بخار آیا، اور نہ دردِ سر عارض ہوا۔ آپ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر قبرِ رسُول پر گئیں اور نماز ادا کی اور پھر دونوں کو اپنے سینہ سے لگایا اور پھر حضرت علیؑ کے پاس مسجد میں چھوڑ دیا اور خود واپس گھر آئیں اور آنحضرتؐ کی چادر اُٹھائی غسل کر کے پہنا اور حضرت جعفر طیار (اسماء) کو آواز دی اور کہا کہ اے اسماء میں اِس حجرہ میں لیٹنا چاہتی ہوں اور اگر کچھ دیر تک باہر نہ نکلوں تو مجھ کو تین آوازیں دینا، اگر جواب نہ آئے تو اندر آجانا اور پھر حجرہ میں دو رکعت نماز ادا کی پھر خاموشی ہو گئی تو اسماء نے آواز دی اور حجرہ میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ آپ رحلت کر چکی ہیں۔ حضرت علیؑ کو اطلاع

ترجمہ، تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ سو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے ﴿۱۲۷﴾ ہاں خدا کے بندگان خاص (مبتلائے عذاب نہیں) ہوں گے ﴿۱۲۸﴾ اور ان کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا ﴿۱۲۹﴾ کہ اِل یاسین پر سلام ﴿۱۳۰﴾ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ﴿۱۳۱﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ﴿۱۳۲﴾

سورۃ الصافات

ہوئی تو آپ امام حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ تشریف لائے تو دیکھا کہ میّت سرہانے ایک رقعہ ملا جس میں شہادتوں کے بعد وصیّت پر عمل کا حوالہ تھا اور تاکید تھی کہ اپنے ہاتھوں سے غسل دینا اور رات کے وقت دفن کرنا اور دُشمنوں کو میرے دفن کی خبر نہ دینا اور تمہیں خدا کے سپُرد کرتی ہوں اور اپنی ان تمام اولادوں (سادات) کو سلام کرتی ہوں جو قیامت تک پیدا ہوں گی۔ حضرت علیؑ نے غسل، کفن، نماز ادا کی بر روایت مشہور جنّت البقیع میں لے جا کر دفن کر دیا (زادالعقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ علی ہمدانی شافعی صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۹ طبع لاہور)۔ کتب مقاتل میں ہے کہ غُسل کے وقت حضرت علیؑ نے پشت و بازوئے فاطمہؑ پر دُرّہ عمری کا نشان دیکھا تھا تو چیخ مار کر روئے تھے۔ علاّمہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ جنابِ سیّدہ کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور بے انتہا روئے یہ دیکھ کر چچا عباس بن عبدالمطلب نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر انھیں گھر لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو منبر اور قبرِ رسُولؐ کے درمیان دفن کیا گیا (انوار الحسینہ جلد ۳ صفحہ ۳۹) جائے دفن میں اختلاف ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو گھر میں ہی دفن کیا تھا جو بعد میں مسجد کی توسیع کی تو آپ کی قبر روضۂ رسُولؐ کے اندر آ گئی (ترجمہ مناقب ابنِ شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۶۹)۔ آپ کے جنازے میں گھر والوں کے علاوہ جو لوگ شامل تھے اُن میں عقیل، سلمانِ فارسی، ابوذر، مقداد، عمار اور بریدہ تھے ایک روایت میں عباس، فضل، حضیفہ اور ابنِ مسعود، ابنِ زبیر کا بھی تذکرہ ہے (عمدۃ المطالب ترجمہ مناقب جلد ۲ صفحہ ۶۵ طبع ملتان) مگر جن لوگوں نے آپ کو غضبناک کیا تھا اُن میں سے آپ کی وصیّت کے مطابق کسی کو بھی جنازے میں شامل نہیں کیا گیا اور آپ اُن لوگوں سے ناراض ہی اس دُنیا سے گئیں۔ ایک عرصہ گذرنے کے بعد آپ کی قبر مُبارک پر روضہ کی تعمیر عمل میں

ترجمہ، بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔ بلکہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں ﴿۶۶﴾ اور جو لوگ کافر ہیں کہتے ہیں جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے ﴿۶۷﴾ سورۃ النمل

آئی جو کہ ابنِ سعود امیرِ سعود عربیہ نے آپ کے روضۂ کو بھی جذبۂ وہابیت سے متاثر ہو کر منہدم کر ڈالا۔ شیخ الغراقین محمد رضا کا بیان ہے کہ ابنِ سعود نے مکّہ میں ۱۹ اور مدینہ میں ۱۹ مقدس مقامات کو منہدم کرایا تھا جن میں خانۂ سیّدہ اور بیت الاحزان بھی تھے (ملاحظہ ہو انوار الحسینہ، جلد۱ صفحہ ۵۴ طبع بمبئی سنہ ۱۳۴۶ ہجری)۔

میں یہاں پر آپ کی کنیزِ خاص کا ذکر ضرور کرنا چاہونگا جو کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی نگاہ میں بڑی ممتاز اور باعزّت تھیں اور جنابِ سیّدہ کی شہادت کے بعد جنابِ فضّہ گھر میں رہیں اور بچّوں کی خدمت کرتیں رہیں۔ جنابِ فضّہ کا تاریخ میں ایک بڑا مقام ہے اور ان کا اصل نام میمونہ تھا اور حضورؐ نے ان کا نام "فضّہ" رکھا تھا جس کے معنی "چاندی" کے ہیں۔ آپ سیاہ فارم حبش کی شہزادی تھیں اور آپ فنِ کیمیا کی ماہر تھیں اور ایک دفعہ آپ نے تانبے کے ٹکڑے کو کیمیائی عمل سے بہترین سونا بنا کر حضرت علیؑ کی خدمت پیش ہوئیں تو جنابِ امیرؑ نے کہا کہ اگر تو تانبے کو پگھلا دیتیں تو اس سے زیادہ سونا بن گیا ہوتا جس پر آپ نے جناب امیر سے پُوچھا کہ کیا آپ بھی علمِ کیمیا جانتے ہیں اس پر مولا علیؑ نے جواب دیا کہ یہ میرے بچّوں کو بھی علم ہے مگر اے فضّہ ہم اس کے لیے پیدا نہیں کئے گئے ہیں مطلب یہ تھا کہ ہم زر و جواہر اور مال و دولت کے لیے پیدا نہیں کئے گئے ہیں ہماری خلقت تبلیغِ دین اور فروغِ انسانیت ہے جنابِ فضّہ غیر شادی تھیں اور اپنی شاہی زندگی اور ٹھاٹھ باٹھ کو خیر باد کہہ کر جنابِ سیّدہ کی خدمت کو اپنا فرئضہ بنایا تھا وہ پاکیزہ دل کی خاتون تھیں ۔ مگر جنابِ سیّدہ کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ نے ان کی شادی ابو ثعلبہ حبشی کے ساتھ کی پھر جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو پھر اِن کی دوسری شادی ابو سلیک غطفانی کے ساتھ ہوا (انوار علویہ، صفحہ ۵۹)۔ روایت کے

ترجمہ، اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے ﴿٦٤﴾ سورۃ العنکبوت

مطابق جنابِ فضّہ نے ایک دفعہ رسُولؐ اللہ کی دعوت کی تو اللہ کی طرف سے آپؐ کو حکم ہوا کہ فضّہ کے گھر جاؤ اور جب آپؐ تشریف لے گئے تو مثل جنابِ مریمؑ آپ کے گھر میں بھی جنّت سے کھانا آیا جو اِنہوں نے آپؐ کو پیش کیا۔ سورۂ ھل اتی، جو اہل بیتؑ کی مدح و ثنا میں نازل ہوا ہے اِس میں جنابِ فضّہ بھی شامل ہیں۔ جنابِ فضّہ کربلا کی جنگ میں اہلبیتؑ کا ساتھ بھی موجود تھیں اور ہر مقام پر ہر مصیبت کو برداشت کیا۔

ترجمہ، اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرا لیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے)۔ یہ اقرار اس لیے کرایا تھا کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی ﴿۱۷۲﴾ سورۃ الاعراف

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

/https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے چاہنے والوں کو آگ سے چھڑا (اور بچا) لیا ہے۔“

اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 18: أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس، 1 / 346، الرقم: 1385، و الخطیب فی تاریخ بغداد، 12 / 331، و المناوی فی فیض القدیر، 3 / 432)

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام کر دیا۔“ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(الحدیث رقم 55: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 3 / 165، الرقم: 4726، و البزار فی المسند، 5 / 223، الرقم: 1829، و أبو نعیم فی حلیة الأولیاء، 4 / 188، و المناوی فی فیض القدیر، 2 / 462)

”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم سے فرمایا: تم جس سے لڑو گے میں اُس کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں اور جس سے تم صلح کرنے والے ہو میں بھی اُس سے صلح کرنے والا ہوں۔“

اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 51: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: فضل فاطمة بنت محمد ﷺ، 5 / 699، الرقم: 3870، وابن ماجة فی السنن، المقدمة، باب: فضل الحسن والحسین ابنَی عَلِیّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنهم، 1 / 52، الرقم: 145، والحاکم فی المستدرک، 3 / 161، الرقم: 4714، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 5 / 182، الرقم: 5015، وفی المعجم الکبیر، 3 / 40، الرقم: 2620، والصیداوی فی معجم الشیوخ، 1 / 133، الرقم: 85)

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ مرفوعاً روایت سے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں درخت ہوں اور فاطمہ اس کے پھل کی ابتدائی حالت ہے اور علی اس کے پھول کو منتقل کرنے والا ہے اور حسن اور حسین اس درخت کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس درخت کے اوراق ہیں وہ یقیناً یقیناً جنت میں ہیں۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 21: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس، 1 / 52، الرقم: 135)

''حضرت عبید اللہ بن ابی رافع سے حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن علیہ السلام نے انہیں بلا بھیجا اپنی بیٹی کی منگنی کرنے کے لئے آپ نے ان سے کہا کہ آپ رات کے وقت مجھے ملیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پس وہ ان سے ملے پھر حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا: خدا کی قسم کوئی ایسا نسب اور نہ ہی سبب اور نہ ہی سسرالی رشتہ ایسا ہے جو مجھے آپ کے نسب، سبب اور سسرال سے بڑھ کر پیارا ہے مگر یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور بے شک انساب قیامت کے روز منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب، سبب اور سسرال کے اور تمہارے پاس حضرت فاطمہ کی بیٹی ہے (یعنی تمہاری بیٹی گویا ان کی بیٹی ہے) اور اگر میں اس سے شادی کرتا ہوں تو یہ چیز انہیں ناخوش کرے گی اور پھر وہ معذرت کرتے ہوئے چل پڑے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(الحديث رقم 56: أخرجه الحاكم في المستدرك، 3 / 172، الرقم: 4747)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: **الصلوۃ! یااھل البیت. إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا.** ترجمہ: ”اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیت مبارکہ پڑھتے) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے“۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 3206)

حضرت صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرمؐ صبح کے وقت باہر تشریف لائے درآں حالیکہ آپؐ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ **فجاء الحسن بن علی رضی اللہ عنھما فادخلہ، ثم جاء الحسین رضی اللہ عنہ فدخل معہ، ثم جاء ت فاطمۃ رضی اللہ عنھا فادخلھا، ثم جاء علی فادخلہ، ثم قال:** ترجمہ: ”پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئیں اور آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: اے اہل بیت! اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک و صاف کردے“۔ (مسلم، الصحیح، 4: 1883، رقم: 2424)

حضرت امام علی علیہ السّلام

حضرت علیؑ علیہ السّلام کا مقام اور آپ کی اسلام میں خدمات، وہ میدانِ جنگ میں فتوحات کا سہرا ہو یا پھر امورِ مملکت میں مشورہ ہو یا پھر علمی میدان میں، آپ ہر موقع پر تاج دارِ دوعالم کے پیش پیش رہے اور اسلام کی پہلی منزل (دعوت ذوالعشیرہ) سے لے کر تابہ ارتحالِ رسُولؐ آپ ہی وہ کارہائے نمایاں تھے اور کسی صُورت سے بُھلایا نہیں جاسکتا یا یوں کہے کہ آپ پیدا ہی کئے گئے تھے کہ اِسلام اور پیغمبرِ اسلام کے لیے۔ آپ کا نوری تخلیق، خلقت سرورِ کائنات کے ساتھ ساتھ پیدائش عالم و حضرت آدمؑ سے بہت پہلے ہو چکی تھی لیکن انسانی شکل و صُورت میں آپ کا ظہور ۱۳رجب سنہ ۳۰ عام الفیل مطابق سنہ ۶۰۰ یومِ جمعہ بمقام خانہ کعبہ میں ہوا اور اس بات پر یعنی کعبہ میں پیدائش پر مورخین عالم میں کبھی کوئی اختلاف ظاہر نہ ہوا بلکہ بالاتفاق کہتے ہیں کہ "آپ سے پہلے کوئی نہ خانہ کعبہ میں پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی بعد میں پیدا ہوگا (مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)"۔ آپ کی ماں فاطمہ بنت اسدؑ اور باپ حضرت ابوطالبؑ تھے اور آپ دُونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ تواریخ اِسلام میں آپ کی ولادت کا واقعہ کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ فاطمہ بنت اسد رسُولِ کریمؐ کے مشورے سے خانہ کعبہ تشریف لے گئیں اور وہاں طواف کعبہ کر رہی تھیں کہ دردِ زہ کی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے دیوار سے ٹیک لگا کر بارگاہِ خدا میں دُعا کی کہ "خُدایا میں مومنہ ہوں۔ تجھے ابراہیمؑ بانی خانہ کعبہ اور اس مولود کا واسطہ جو میرے پیٹ میں ہے میری مشکل دُور کر دے" ابھی دُعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دیوار کعبہ شق ہوگئی اور آپ کی والدہ کعبہ میں داخل ہوگئیں اور دیوار جوں کی توں ہو گیٔ (مناقب صفحہ ۱۳۲، وسیلتہ النجات صفحہ ۶۰)۔

ترجمہ، خدا نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا(۳۳) سورۃ آل عمران

ولادت کعبہ کے اندر ہوئی۔ علیؑ پیدا ہوئے مگر اُن کی آنکھیں نہ کھلی اور جب سرورِ کائنات تشریف لائے اور آپ کو اپنی اغوشِ مُبارک میں لیا اور جمالِ رسالتؐ پر پہلی نظر پڑی تو حضرت علیؑ کی آنکھ کھلی۔ بھائی نے گلے لگایا اور اپنی زبانِ رسالتؐ منہ میں دے دی۔ علاّمہ اربلی لکھتے ہیں "واز زبانِ مُبارک و دازدہ چشمہ کشودہ شُد" یعنی زبانِ رسالتؐ سے دہنِ امامت میں بارہ چشمے جاری ہوگئے۔ اِسی لیے اس دن کو "یوم الترد یہ" کہتے ہیں جس کے معنی سیر ابی کے ہیں۔ حضرت علیؑ نے گودِ رسالتؐ میں آتے ہی تلاوت صحف آسمانی پڑھی۔ الغرض خانہ کعبہ سے چوتھے روز باہر لائے گئے اور اس کے در پر لفظ "علی" لکھ دیا گیا جو کہ ہشام ابن عبدالملک کے زمانہ تک لکھا رہا۔ آپ پاک و پاکیزہ اور طیب و طاہر پیدا ہوئے۔ آپ نے کبھی بُت پرستی نہیں کی اور نہ ہی بُت کے سامنے جُھکے اِسی لیے آپ کو "کرم اللہ وجہ" کہا جاتا ہے۔ آپ بچپن سے ہی مسلمان تھے اور کبھی کافر نہیں رہے کیونکہ آپ حضورؐ کے ساتھ رہے۔ ابو طالب نے آپ کا نام "زید"، اور ماں نے "اسد اور حیدر" رکھا جبکہ رسُولِ خداؐ نے "علی" رکھا۔ روایت یہ ہے کہ آپ جب جھولے میں تھے تو ایک سانپ جھولے پر جا چڑھا تو آپ نے اس کا کلّہ چیر دیا اور جب ماں نے یہ دیکھا تو کہا میرا بچّہ تو "حیدر" ہے۔ آپ کی کنیت بے شمار ہے مگر مشہور یہ ہیں ابوالحسن اور ابو تراب جبکہ القاب امیر المومنین، المرتضیٰ، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر کرار، نفسِ رسُول اور ساقیِ کوثر ہیں۔ آپ کی پرورش رسُول کرمؐ نے کی اور آپ رات دن سرورِ کائنات کے پاس رہنے لگے۔ حضورؐ نے جملہ نعماتِ الٰہی سے بہرہ ور کر دیا اور ہر قسم کی تعلیمات سے بھرپُور بنا دیا۔ آپ اسلام قبول کرنے والوں میں پہلے تھے اور آپ کا خاندان پہلے سے دینِ ابراہیم پر تھا۔ یہاںتکہ کہ ۲۷ رجب کو کلِ ایمان بن کر اُبھرے اور حضورؐ کی تائید میں اِسلام کا سکّہ بٹھا دیا۔

ترجمہ، بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقلمند ہیں (۱۹) سورۃ الرعد

علماء کا اتفاق ہے کہ علم اور شجاعت جمع نہیں ہو سکتے لیکن حضرت علیؑ کی ذات نے میدانِ علم اور میدانِ جنگ دونوں پر قابو پاکر واضح کر دیا کہ اگر یہ صلاحیتوں کو قدرت کے اصولوں پر رکھا جائے تو دونوں پر قابو پایا جاسکتا ہے جیسا کہ آپ کی شخصیات میں تھا۔ سنہ ۲ ہجری سے لے کر عہد وفات پیغمبرِ اسلام تک نظر ڈالی جائے تو علی کے جنگی کارنامے تاریخ میں روشن نظر آتے ہیں۔ جنگِ احد ہو یا جنگِ بدر، خندق ہو یا خیبر، جنگِ حینن ہو یا کوئی معرکہ ہر موقع پر آپ کی ذوالفقار چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور عرب کے بڑے بڑے بہادر آپ کے مقابلہ میں نہ ٹھیر سکا، مرحب و عنتر، حارث و عمروبن عبدود سب ہی فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔ الغرض (۱) دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر جس جگہ رسُول اکرمؐ کو کفّار کا سخت رد عمل کا سامنا تھا اُس وقت بھی حضرت علیؑ نے کم عمری کے باجودہ ایسی جرات وہمّت کا مظاہرہ کیا کہ رسُول اللّٰہؐ نے آپ کو اپنا وصی اور نائب قرار دیا۔ (۲) شبِ ہجرت بسترِ رسُول پر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر ایسے سوئے کہ اسلام کی قسمت بیدار کردی اور تین دن تک اس خطرناک ماحول میں غار میں کھانا پہنچایا۔ (۳) جنگِ بدر میں جب کہ مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی دوسری طرف کفّار لاتعدار تھے تو آپ نے کمال جرات اور ہمت سے کامیابی حاصل کی۔ (۴)۔ جنگِ اُحد میں جب سب آپؐ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے تو آپ فرار نہ ہوئے اور آنحضرتؐ کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہے اور اِسلام کی عزتّ کو محفوظ کر دیا۔ (۵) خندق کی جنگ میں جب عمرو بن عبدوُد نے خندق پار کرکے مسلمانوں کو جنگ کے لیے پکارا تو کوئی اس بہادر کے مقابلے میں جانے کو تیار نہ تھا تو اُس وقت حضورؐ نے علیؑ کو بھیجا اور اِسلام کو بچایا اور جب اُس جہنمی کو ہلاک کیا تو

ترجمہ، مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو۔ خدا تم کو کشادگی بخشے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ﴿۱۱﴾

سورۃ المجادلۃ

حضورؐ کو آپ کی اس بہادوری پر کہنا پڑا کہ "آج علی کی ایک ضربت عبادتِ ثقلین سے بہتر ہے"اور علیؑ کی کلِ ایمان ہونے کی تصدیق کی۔(۶)اِسی طرح خیبر میں کامیابی حاصل کر کے اِسلام پر احسان کیا۔(۷) خلاقِ عالم نے خلقت کائنات سے قبل نور علوی کو نورِ نبّوی کے ساتھ پیدا کیا۔(۸) آپ جبرئیل کے اُستاد بنے۔(۹) خانہ کعبہ میں علی کو پیدا کیا۔(۱۰) عصمت سے بہرہ ور تھے۔(۱۱) آپ کی محبت دُنیا والوں پر واجب قرار دی۔(۱۲) معراج میں اپنے حبیب سے علیؑ کے لہجہ میں کلام ہوا۔(۱۳) آسمان سے آپ کے لیے ذوالفقار نازل ہوئی۔(۱۴) علیؑ کو اپنا نفس قرار دیا۔(۱۵) علم لدُنی سے ممتاز کیا۔(۱۶) فاطمہؑ سے عقد ہوا۔(۱۷) مبلغ سورۂ برات ہوئے۔(۱۸) مدح علیؑ میں کثیر آیات نازل ہوئیں جن میں آیۂ تطہیر، آیۂ صالح المومنین، آیتہ ولایت، آیۂ مباہلہ، آیۂ نجویٰ، آیۂ اذن واعیتہ، آیۂ طعام، آیۂ بلغ، (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رُوح القرآن، مؤلفہ حقیر مطبوعہ لاہور)۔(۱۹) ان کی نسل میں قیامت تک کے لیے امامت قرار دی۔(۲۰) قسیم النار والجنتہ قرار دیے گئے۔(۲۱) لواالحمد کا مالک ہوئے۔(۲۲) ساقی کوثر قرار دیا۔(۲۳) حضورؐ کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔(۲۴) بُت شکنی کے وقت علیؑ کو اپنے کندھوں پر سوار کیا۔(۲۵) حضورؐ نے امیر المومنین کا خطاب دیا۔(۲۶) آپ سے محبت ایمان اور آپ سے بغض کو کفر قرار دیا۔(۲۷) ہجرت کے وقت آپ پر بھروسہ کر کے لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچانے کی ذمہ داری دی۔(۲۸) ۱۸ذی الحجہ کو آپ کی خلافت کا ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کے مجمع میں بمقام غدیرِ خم اعلان ہوا اور آپ کے امام الانس و الجن ہونے کا اِعلان ہوا۔ روایت میں ہے کہ اسی تاریخ کو تمام انبیاؤں نے اپنے جانشین مقرر فرمائے ہیں اور اِسی تاریخ کو سنہ ۳۴ ہجری کو حضرت عثمان قتل ہوئے اور حضرت علیؑ کی

ترجمہ، مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار اُنہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا ﴿۲۳﴾ سورۃ الاحزاب

بعیت کی گئی اور اِسی تاریخ کو حضرت موسیٰؑ ساحروں پر غالب آئے اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ سے نجات ملی۔(۲۹) جب مسلمانوں کی اکثریت حضورؐ کا جناز چھوڑ کر چلے گئے تو علیؑ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ کا جنازہ پڑھا اور غسل سے لے کر دفن تک تمام انتظامات کئے۔(۳۰) علیؑ کی نماز کے لیے سورج پلٹا۔(۳۱) حق کو علیؑ کے ساتھ اور علیؑ کو حق کے ساتھ قرار دیا۔(۳۲) حضرت علیؑ کی فضیلت اور سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ وفاتِ رسُولؐ اللہ کے فوراً بعد جو واقعات نمودار ہوئے اور جس میں مسلمانوں کی آنحضرتؐ کے جنازے میں شرکت نہ کرنا، حضورؐ کے فرمان کے خلاف حقِ خلافت سے آپ کو محروم کرنا اور جنابِ سیدہؑ پر ظلم جیسے مظالم شامل تھے جو کہ جان لیوا حالات تھے مگر آپ نے اس کے باوجود آنحضرتؐ کی نصیحت کے مطابق تلوار نہیں اُٹھائی اور صبر کیا ورنہ اِسلام منزلِ اوّل پر ہی ختم ہو جاتا۔اس کے علاوہ تاریخ کی کتابوں میں آپ کی بہادری اور جنوں کے مقابلہ بھی موجود ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کسی جنگ سے واپسی پر وادی "کثیب ارزق" سے گذر ہوا جو کہ ایک اُجاڑی ہوئی وادی تھی اور وہاں پر ایک کنواں تھا جس میں جن رہتے تھے۔جب مسلمانوں نے پانی کے لیے اس کنواں میں رسی ڈالی تو عجیب و غریب قسم کی مخلوق مقابلہ کے لیے باہر آئیں تو لوگ یہ دیکھکر فرار ہوگئے تو حضورؐ نے علیؑ کو پانی کے لیے بھیجا تو وہاں پر جنوں سے مقابلہ ہوا اور آپ پانی لے کہ کامیاب آئے۔روایت ہے وہاں پر کئی جن مارے گئے اور کئی مسلمان بھی ہوئے

ترجمہ، اور جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص تمہاری طرف متوجہ کئے کہ قرآن سنیں۔ تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں ﴿۲۹﴾ کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا رستہ بتاتی ہے ﴿۳۰﴾ اے قوم! خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا ﴿۳۱﴾

(ومعہ ساکبہ صفحہ ۱۷۶ طبع ایران و شواہد النبوت علامہ جامی رکن ۶ صفحہ ۱۶۵ طبع لکھنو سنہ ۱۹۲۰)۔ حضرت علیؑ کی شان میں جو احادیث ہیں اُن میں مشہور حدّیثیں یہ ہیں (۱) حدّیثِ مدینہ،(۲) حدّیثِ سفینہ، (۳) حدّیثِ نوُر، (۴) حدّیثِ منزلت، (۵) حدّیثِ خیبر، (۶) حدّیثِ خندق،(۷) حدّیثِ طیر،(۸) حدّیثِ ثقلین،(۹) حدّیثِ غدیر شامل ہیں۔ اتنی ساری خصوصیات اور واضع حدّیثوں کے باجودہ بعدِ رسُولؐ لوگوں کہ ایک گروہ نے خلافِ حکمِ رسولؐ اللہ خلیفہ اپنا چُن لیا جب کے قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انبیاء کے خلیفہ اور جانشین بنانے کا حق صرف خداوندِ کریم کو ہے اور یہ حق اُس نے کسی نبی تک کو نہیں دیا چہ جائیکہ کسی خطاکار اُمّت کو یہ اختیار دیے کہ اجماع سے کام لے کر منصب الٰہیہ پر کسی کو فائز کردے یا کسی معصوّم انتخاب کریں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اِن خلیفوں کا اعلان نبی یا رسول کے ذریعے کروایا ہے جیسا کہ ہمارے نبی نے بھی غدیر کے موقع پر کیا اور ان سے پہلے کئی انبیاؤں نے بھی کیا مثلاً حضرت موسیٰؑ نے جنابِ یوشع ابن نوں کو حضرت سلیمانؑ نے جنابِ آصف ابنِ برخیا کو جانشین مقرر کیا۔ سرورِ کائنات نے ابتداء اسلام سے لے کر زندگی کے آخری ایاّم تک حضرت علیؑ کی جانشینی کا بار بار مختلف انداز و عنوان سے اِعلان کرنے کے بعد بوقتِ وفات یہ چاہا کہ اسے دستاویزی شکل دے دیں اور قلم ودوات کو طلب کیا مگر حضرت عمر کی بنائی ہوئی اسکیم کے تحت آپؐ کو قلم ودوات نہیں دیا گیا اور آپ کی اس خواہش (قلم ودوات کی طلبی) کو بکواس اور ہذیان سے تعبیر کرکے اُنھیں مایوس کر دیا جسکو اُنھوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو ایسا نہیں کرنے دیا (تاریخِ بغداد و شرح ابن ابی الحدید جلد ۱، صفحہ ۵۱، طبع طہران)۔

ترجمہ، تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور) خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے ﴿۵۶﴾ المائدۃ

یہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھ دُنیاوالوں نے اچھا سُلوک نہیں کیا اورجو مقام و منزلت آپ کی تھی اُس کا احترام نہ کیا۔ آپ نے دُنیا کو مخاطب کرکے بارہاکہا" اے دُنیا! جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے میں نے تجھے طلاق بائن دے دی ہے۔ جس کے بعد رجُوع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ ابن طلحہ شافعی سے روایت ہے کہ جابر ابن عبداللہ انصاری دُنیا کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "جابر سُنو! اِنسان کی زندگی کا دارو مدار سات چیزوں پر ہے اور یہی سات چیزیں وہ ہیں جن پر لذّتوں کا خاتمہ ہے "(۱) کھانے والی چیزیں (۲) پینے والی چیزیں (۳) پہننے والی چیزیں (۴) لذّت نکاح والی چیزیں (۵) سواری والی چیزیں (۶) سونگھنے والی چیزیں (۷) سُننے والی چیزیں۔ اے جابر! اب ان کی حقیقیتوں پر غور کرو، کھانے میں بہترین چیز شہد ہے اور یہ مکّھی کا لعاب دہن ہے، اور بہترین پینے کی چیز پانی ہے یہ زمین پر مارا مارا پھرتا ہے۔ بہترین پہننے کی چیز دیباج (ریشم) ہے یہ کیڑے کا لعاب ہے اور بہترین منکوحات عورت ہے جس کی حد یہ ہے کہ پیشاب کا مقام پیشاب کے مقام میں ہوتا ہے اور دُنیا اِس کی جس چیز کو اچھی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ وہی ہے جو اس کے جسم میں سب سے گندی ہے۔ اور بہترین سواری کی چیز گھوڑا ہے جو قتل و قتال کا مرکز ہے اور بہترین سونگھنے والی چیز مشک ہے جو ایک جانور کے ناف میں سُوکھا ہوا خُون ہے اور بہترین سُننے والی چیز غنا (گانا) ہے جو انتہائی گناہ ہے۔ اے جابر! ایسی چیزوں کے لیے عاقل کیوں ٹھنڈی سانس لے۔

ترجمہ، جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے ﴿۲۰﴾ سورۃ الحدید

جابر کہتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد سے میں نے کبھی دُنیا کا خیال تک نہیں کیا۔ (مطالب السؤل صفحہ ۱۹۱)۔ حضرت علیؑ ہر روز دُنیا کو تین طلاق دیتے تھے اور دُنیا کی چیزیں آپ کی نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔

حضرت علیؑ کے نزدیک کسبِ حلال بہترین صفت تھی جس پر آپ خود بھی عمل پیرا تھے۔ آپ روزی کمانے کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور مزدوری کو نہایت اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے خود بھی سخت سخت مزدوری کر کے روزی کمائی جس میں پانی بھرنا، مٹی کھودنا اور باغ میں پانی دینے وغیرہ شامل ہے اور ایک دفعہ آپ نے رات بھر پانی کسی باغ میں مزدوری کی اور اُجرت میں "جو" حاصل کر کے جنابِ فاطمہ کو لا کر دیا تو بی بی سیّدہ نے اس جو کو تین حصّوں میں تقسیم کیا اور تین دنوں تک اُس جو سے اِفطار کے لیے روٹیاں پکائیں اور تینوں دن کبھی کوئی یتیم آ گیا تو کوئی مسکین آیا اور اُس نے کھانے کا سوال کیا تو آپ نے یہ روٹیاں اُن کو دے دی اور اہلبیتؑ بُھوکے رہے جس کے انعام میں خدا نے سورۂ ھل آتی نازل کی۔ آپ اپنی مزدوری سے غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تھے۔

حضرت علیؑ نہایت خوش اخلاق، روشن رو اور کُشادہ پیشانی رہا کرتے تھے۔ آپ حضورؐ کی طرح کشادہ رُو، ہسنے والے اور خوش طبع تھے اور مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ یتیم نواز اور فقیروں میں بیٹھ کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ ہر مستحق کی امداد فرماتے تھے اور مہمانوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ مومنوں میں اپنے کو حقیر اور دُشمنوں میں اپنے کو بارعب رکھتے تھے۔ کارِ خیر میں سبقت کرتے اور جنگوں میں دوڑ کر شامل ہوتے اور ہر کافر کے قتل پر تکبیر کہتے تھے۔ عبادت خانہ میں انتہائی خضوع اور خشوع کی وجہ سے بے حِس معلوم ہوتے تھے اور

ترجمہ، کسی (کی) گردن کا چھڑانا ﴿۱۳﴾ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ﴿۱۴﴾ یتیم رشتہ دار کو ﴿۱۵﴾ یا فقیر خاکسار کو ﴿۱۶﴾ پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہو جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے ﴿۱۷﴾ یہی لوگ صاحب سعادت ہیں ﴿۱۸﴾ سورۃ البلد

ہر رات عبادت اور نوافل ادا کرنے میں گزارتے تھے۔ اپنے عیال واطفال کو امور خانہ داری میں مدد دیتے تھے اور ضروریاتِ خانگی بازار سے خود خرید کر لاتے تھے۔ اپنے لباس کو بدست خود پیوند لگاتے تھے، اپنی اور رسُول کریمؐ کی جُوتی خود ٹانکتے تھے۔

حضرت علیؑ کے لیے یہ مانی ہوئی چیز ہے کہ آپ دُنیا کے تمام علوم سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ ان میں مہارت رکھتے تھے اور علمِ لدنی سے بھی مالامال تھے اور آپ کے علم کا احصانا ممکن ہے کیونکہ جنابِ ابنِ عباس کا کہنا ہے کہ علم و حکمت کے دس درجوں میں سے ۹ درجہ حضرت علیؑ کو ملے ہیں اور دسویں میں تمام دُنیا کے علماء شامل ہیں اس دسویں درجہ میں بھی علیؑ کا مقام بلند ہے۔ خود سرورِ کائنات نے آپ کے بارے میں فرمایا (۱) انا مدینۃ العلمہ و علی بابھا۔ (۲) انا دارالحکمۃ و علی بابھا۔ (۳) اعلمہ امتی علی ابن ابی طالب۔ اور خود علیؑ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ علمی نقطۂ نظر سے میرا درجہ کیا ہے اور کہا کہ رسُولؐ اللہ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں اور میں نے ہر باب سے ہزار باب پیدا کر لیے ہیں۔ ایک مقام پر فرمایا کہ مجھے رسُولؐ اللہ نے اس طرح علم بھرایا ہے جس طرح کبوتر اپنے بچّے کو دانا بھراتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ میری زندگی میں جو چاہے پوچھ لو، ورنہ پھر تمھیں علمی معلومات سے کوئی بہرہ ور کرنے والا نہ ملے گا۔ کہیں پر فرمایا کہ آسمان کے بارے میں مجھ سے جو چاہے پوچھو، مجھے زمین کے راستوں سے زیادہ آسمان کے راستوں کا علم ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے لیے مسند قضا بچھادی جائے توریت والوں کو توریت سے، انجیل والوں کو انجیل سے، زبُور والوں کو زبُور سے، اور قرآن والوں کو قرآن سے اس طرح جواب دے سکتا ہوں کہ ان کے علماء حیران رہ جائیں۔ کہیں فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ قرآن کی کونسی آیت کہاں نازل ہوئی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ خشکی میں کونسی

ترجمہ، مگر جو لوگ ان میں سے علم میں پکے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں (سب پر) ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور خدا اور روز آخرت کو مانتے ہیں۔ ان کو ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے ﴿۱۶۲﴾ النساء

نازل ہوئی ہے اور تری میں کون سی آیت نازل ہوئی، کون سی دن میں اور کون سی رات میں نازل ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ ایک شب ابن عباس نے آپ سے خواہش کی کہ بسم اللہ کی تفسیر بیان فرمائیں تو آپ نے ساری رات بیان فرمایا اور صبح ہو گئی تو فرمایا میں اس کی تفسیر اتنی بیان کر سکتا ہوں کہ ۷۰ اونٹوں کا بار ہو جائے بس مختصر یہ سمجھ لو کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۃ حمد میں ہے اور جو سورۃ حمد میں ہے وہ بِسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم میں ہے اور جو بِسم اللہ میں ہے وہ بائے بِسم اللہ میں ہے اور جو بائے بِسم اللہ میں ہے وہ نقطۂ بائے بسم اللہ میں ہے اور اے ابن عباس میں ہی وہ نقطۂ ہوں جو بِسم اللہ کی (ب) کے نیچے دیا جاتا ہے۔ کمیل ابنِ زیاد سے آپ نے فرمایا، اے کمیل میرے سینے میں علم کے خزانے ہیں، کاش کوئی اہل ملتا کہ میں اُسے تعلیم کر دیتا۔ محب طبری لکھتے ہیں کہ سرورِ عالمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علمِ آدمؑ، فہم نوحؑ، حِلم ابراہیمؑ، زہدِ یحییٰؑ، صولتِ موسیٰؑ کو ان حضرات سمیت دیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ علیؑ ابنِ ابوطالب کے چہرۂ انور کو دیکھے۔ الغرض تمام مسلمانوں میں باتفاق علیؑ کی عقل و دانائی کی شُہرت ہے جس کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا علم سات سمندروں جتنا ہے کہ اگر تمام صحابہ کا علم اس کے مقابلے میں دیکھا جائے تو ایک قطرہ کے برابر ہے اور آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے علم و فن اور کتابت کی پرورش کی اور حکمت سے مملو اقوال کا ایک بڑا مجموعہ آپ کے نام سے منسوب ہے۔ اور آپ ہی نے سب سے پہلے جامع قرآن مجید بھی حضرت علیؑ ہی ہیں اور تنزیل کے مطابق جمع کیا یہی وجہ تھی کہ رسُولؐ اللہ کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت عمر کو جب بھی کوئی مسائل ہوتا تو آپ سے رُجوع کرتے تھے اور آپ ان کی مشکل

ترجمہ، اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔ اور جس طرح اس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا، پردادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی اسی طرح تم پر اور اولاد یعقوب پر پوری کرے گا۔ بے شک تمہارا پروردگار (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۶﴾

سورۃ یوسف

کشائی کیا کرتے تھے۔ جب حضرت علی نے ایک عورت کے مقدمہ میں منصفانہ فتویٰ دیا جس نے چھ مہینہ میں بچّہ جنا تھا اور زناکار حاملہ عورت کے معاملہ کو طے فرمایا تھا جس کے رجم کا فتویٰ حضرت عمر دے چکے تھے تو حضرت علی نے حضرت عمر کے فیصلے کے خلاف فتویٰ دیے کر انصاف کیا تو حضرت عمر کا کہنا "خدا وہ وقت نہ لائے کہ میں کسی علمی مشکل میں مبتلا ہو جاؤں اور علی موجود نہ ہوں"۔ آپ کے بے شمار خطوں، اشعار، خطبے، اقوال، وصیت اور تحریریں پر کئی کتابیں ہر زبان میں مختلف ملکوں میں لکھی جا چکی ہے جس میں نہج البلاغہ مشہور کتابوں میں سے ایک ہے۔ آپ کے علوم میں علمِ نحو، علوم عربیہ اور تفسیر قرآنی، علمِ القرات، علمِ الفرائض، علمِ الکلام، علمِ الخطابت، علمِ الفصاحت و البلاغت، علمِ الشعر، علمِ العروض و القوافی، علمِ الادب، علمِ الکتابت، علمِ تعبیر خواب، علمِ الفلسفہ، علمِ الہندسہ، علمِ النجوم، علمِ الحساب، علمِ الطب، علمِ منطق الطیر، علمِ لدّنی، علمِ الغیب وغیرہ میں آپ کو انتہائی کمال حاصل تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے کئی شاگرد تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں جن میں عبداللہ ابنِ عباس مشہور و معروف ہیں۔ مختصراً اہم وقت اور جگہ کی کمی کی وجہ سے یہاں پر ان شاگروں اور کتابوں کا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔

زہد اور تقویٰ کے متعلق آپ کے واقعات بہت کثرت سے ہیں۔ اصول اسلام کی پابندی کرنے میں آپ بہت سخت اور اپنے ہر قول و فعل میں نہایت شریف و آزاد تھے اور ہر طرح کی بُرائی سے دُور تھے جب ہی آپ کی شخصیات اور فضائل سے حسد کرنے والوں کی ایک لمبی تعداد تھی مگر پھر بھی آج تک آپ کے دُشمنوں نے بھی آپ کے بارے میں کچھ بُرا نہیں لکھ سکا اور شائید ہی تاریخ کی کسی ایک کتاب میں بھی آپ کی شخصیت کے بارے سے کوئی بُرا کام

ترجمہ، تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے ﴿٦٥﴾ سورة النساء

موجود ہو کیونکہ آپ جعل، فریب، دھوکا، مکر، حیلہ، غدّاری وغیرہ کی طرف ذرّہ برابر بھی رُخ نہیں کرتے تھے اور آپ کی شخصیت معصوم اور آپ کی تمام تر توجّہ محض دین کے متعلق رہتی تھی چنانچہ آپ کے زہد اور فقیرانہ زندگی کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے جس وقت رسُولؐ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی تو آپ کے پاس دُنبہ کی ایک کھال تھی کہ اِسی پر سورہتے تھے مگر جب آپ کی شادی سرورِ کائناتؐ نے بی بی سیّدہ سے کی تو اپنی بیٹی سے فرمایا کہ "میں نے تمھاری شادی بہت بڑے عالم اور اُمّت میں سب سے بڑے ایماندار اور عظیم ترین حلم کرنے والے (علی) سے کی ہے"۔ آپ سادہ کپڑوں کا لباس پہنتے تھے اور اپنے سامان کا بوجھ خود اُٹھاتے تھے اور کبھی کوئی غلام نہیں رکھا اور خود اپنے عیال کے لیے محنت مزدوری کرکے روزی کماتے تھے۔ آپ کے زرّین اقوال ہے کہ "مسلمان کو چاہیے کہ اتنا کم کھائیں کہ بُھوک سے ان کے پیٹ ہلکے رہیں اور اتنا کم پیئں کہ پیاس سے ان کے پیٹ سُوکھے رہیں اور خدا کے خوف سے اتنا روئیں کہ ان کی آنکھیں زخمی رہیں" (تاریخ تمدنِ اسلامی جلد ۴ صفحہ ۳۷، تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)۔ آپ کی رائے اتنی صائب تھی کہ کبھی لغزش نہیں ہوئی جس کو جو مشورہ دیا وہ اٹل ثابت ہوا۔ آپ بے نظیر سیاسی تھے مگر آپ کی سیاست ان لوگوں جیسی نہ تھی جو بے دین اور خوفِ خدا نہیں رکھتے بلکہ آپ کی سیاست حکمِ خدا اور رسُولؐ کے مطابق ہوتی تھی کیونکہ آپ اللہ کی ذات کے بارے میں نہایت ہی سخت اور شدید العمل تھے اور اس سلسلہ میں کبھی اپنے بھائی تک کی پرواہ نہیں کی جس کی وجہ سے جنابِ عقیل اور جنابِ ابن عباس کی ناراضگی مشہور ہے۔

ترجمہ، اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت دامادی بنایا۔ اور تمہارا پروردگار (ہر طرح کی) قدرت رکھتا ہے ﴿٥٤﴾ سورۃ الفرقان

حضرت علیؑ کے مشہور لقبات میں سے مولائے کائنات، مشکل کشاء، مظہر العجائب و الغرائب بھی شامل ہیں اور تاریخ میں آپ کے کئی واقعات یا معجزات موجود بھی ہیں مثال کے طور پر سلمان فارسی کو دشت ارژن میں شیر سے چھڑانا، بیک وقت ایک شب میں چالیس جگہ دعوت میں شرکت کرنے، دُنیا کے ہر گوشے میں قدم کا پتھر پر نشانات کا موجود ہونا، جس میں غار اصحاب کہف سے لے کر کوئٹہ کے راستے تک یا حیدر آباد میں قدم شریف کا نشان ہونا اور پشاور میں عصائے شاہ مردان کی زیادت وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بچپن میں آژدہا کو مارنا، ایک لق ودق صحراء میں اپنے لشکر کے لیے پانی کا ایک بہت بڑے پتھر کے نیچے سے دریافت کرنے اور بڑے پتھر کا ہٹانا، یا پھر کسی ظالم نے جب اپنے ظلموں کو تعریفاً بیان کیا تو آپ نے کہا کہ "اخسا یا کلب" یعنی اے کتّے میرے پاس سے دُور ہو جا تو اس کا کتّے کی شکل میں بدل جانا اور پھر جب اُس نے آپ سے معافی طلب کی تو واپس انسان کی شکل میں بدلنا بھی شامل ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی نابینا عورت کا اپنی آنکھوں کی روشنی کے لیے اللہ تعالیٰ سے بحق علیؑ دُعا کرنا اور اُس کی بینائی کا واپس آنا بھی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے یا پھر لوگوں کی مشکل کشائی کرنے کا ذکر جس میں ایک دفعہ رسُولؐ اللہ مسجدِ نبوّی میں سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور حذیفہؓ سے محو گفتگو تھے کہ کوئی حاجت مند اپنے گروہ کے ساتھ تشریف لایا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اُس سے اس کی حاجت معلوم کرو تو حضرت علیؑ نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ یہ گروہ قوم عاد سے ہے اور جب اس شخص کو مخاطب کیا تو کہا اے حجاج بن خلجا بن ابی العصف بن سعید بن ممتع بن علاق بن وھب بن صعب، بتا تیری کیا حاجت ہے تو جب اُس نے اپنا نام پورے شجرہ کے ساتھ سُنا تو حیران رہ گیا۔ الغرض اُس کی حاجت کو دُور کیا تو اس کے قبیلہ کے ستر ہزار نفوس مسلمان ہو گئے۔

پیغمبرِ اسلام کے انتقال پُر ملال اور ان کے انتقال کے بعد کے حالات نیز فاطمہ زہراؑ پر

ظلم اور اُن کی وفات سے حضرت علیؑ کو اس درجہ تکلیف پہنچی کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی یعنی ان حالات میں حضرت علیؑ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ آپ آئندہ زندگی کس اسلوب اور کسی طریقہ سے گزاریں اور جب مستقبل کا پروگرام بنانا ناگزیز ہوگیا تو بالآخر آپ اس نتیجہ پر پہنچے جیسا کہ پیغمبرِ اسلام نے وفات سے پہلے آپ کو اُن کی وفات کے بعد کے حالات سے آگاہی دی تھی اور فرمایا تھا "اے علی میرے بعد تم کو سخت صدمات پہنچیں گے، تمھیں چاہیے کہ اس وقت تم دل تنگ نہ ہو اور صبر کا طریقہ اختیار کرو اور جب دیکھنا کہ میرے صحابہ دس دُنیا اختیار کرلی ہے تو تم آخرت اختیار کئے رہنا" (روضتہ الاحبات جلد ۱ صفحہ ۵۵۹، و مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۵۱۱)۔ تو آپ نے فرمانِ رسولؐ اللہ کے مطابق اپنی رائے عمل کو مرتب کیا۔ (۱) دُشمنانِ آلِ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ (۲) گوشہ نشینی اختیار کرلینی چاہیے، (۳) حتی المقدور موجودہ صورت میں بھی اسلام کی ملکی و غیر ملکی خدمت کرتے رہنا چاہیے چنانچہ آپ اسی پر کاربند ہوگئے ۔ الغرض حضرت علیؑ نے تمام مصائب و آلام نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کئے مگر تلوار نہیں اُٹھائی اور گوشہ نشینی اختیار کرکے جمعِ قرآن کی تکمیل کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً اپنے مشوروں سے اسلام کی کمر مضبوط فرماتے رہے۔ جبکہ ایک ایسے شخص کے لیے اپنے اوپر مصائب و آلام میں تلوار نہ اُٹھانا ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے جس نے ابتداء عمر سے تاحیات پیغمبر تک اسلام کو پروان چڑھایا ہو اور ہر جنگ میں چاہے وہ بدر و احد، خیبر و خندق اور ہر اسلامی معلکہ میں لڑتے ہوئے فتح دلوائی ہو اور کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی ہو مگر حضرت علیؑ سے کیونکر یہ ممکن ہو سکتا

ترجمہ، اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو ﴿۱۱۹﴾ اہل مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ پیغمبر خدا سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ یہ اس لیے کہ انہیں خدا کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی، محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لیے عمل نیک لکھا جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۲۰﴾

تھا کہ رسُول کریمؐ کے انتقال کے بعد وہ تلوار اُٹھا کر اسلام کو تباہ کر دیتے اور سرورِ کائنات کی محنت اور اپنی مشقت کو تباہ و برباد کر دیتے اور لوگوں سے اُنہوں نے کہہ دیا تھا کہ دیکھو رسُولؐ اللہ کا نتقال ہو چکا ہے اور خلافت کے بارے میں مجھ سے کوئی نزاع نہ کرے کیوں کہ ہم ہی اس کے وارث ہیں۔ لیکن قوم نے میرے کہنے کی پرواہ نہیں کی۔ خدا کی قسم اگر دین میں تفرقہ پڑ جانے اور عہد کفر کے پلٹ آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ساری کاروائیاں پلٹ دیتا۔ آپ نے اسی طرح چشم پوشی کی جس طرح کفر کے پلٹ آنے کے خوف سے حضرت رسُولؐ اللہ منافقوں اور مولفتہ القلوب کے ساتھ کرتے تھے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴) اور آنحضرتؐ منافقوں کے ساتھ اس لیے جنگ نہیں کرتے تھے کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ محمد نے اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالا۔ (کنزالعمال جلد ۲ صفحہ ۳۳)۔

حضرت علیؑ نے رسُولؐ کریم کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کر کے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور جبکہ حضرت ابو بکر کی بعیت کے لیے حضرت علیؑ کو مجبور کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن مجید کو مکمل طور پر جمع نہ کر لوں گا ردانہ اوڑھوں گا (اتقان سیوطی صفحہ ۵۷)۔ امیر المومنین نے پورا قرآن جمع کرنے کے بعد اسے چادر میں لپیٹا اور لے کر مسجد میں پہنچے اور حضرت ابو بکر سے کہا کہ یہ وہ قرآن ہے جسے میں نے تنزل کے مطابق جمع کیا ہے اور جو آنحضرتؐ کی نظر سے گذر چکا ہے، اسے لے لو اور رائج کر دو آپ نے یہ بھی کہا کہ میں اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ مجھے آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ اتمام حجت کے لیے پیش کرنا۔ (بحارالانوار، و مناقب، جلد ۲ صفحہ ٦٦)۔ جواب ملا کہ اسے واپس لے جاؤ ہمیں تمھارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے (کتاب فصل الخطاب)۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء کے

ترجمہ، اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو۔ جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے ہیں) کہ (اب) عذاب آتش (کا مزہ) چکھو ﴿۵۰﴾ سورۃ الأنفال

صفحہ ۱۸۴ میں ابن سیرین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر وہ قرآن قبول کرلیا گیا ہوتا تو لوگوں کو بے انتہا فائدہ پہنچتا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت علیؑ اپنے ذاتی جذبات پر خدا اور رسُول کے جذبات کو مقدم رکھتے تھے ۔یہی وجہ تھی کہ آپ دل تنگ اور سیرتِ شیخین اور خلفاء حضرات سے ناراض ہونے کے باوجود تحفّظ و قار اسلام کی خاطر خلفاء کو اپنے مفید مشوروں سے نیازتے رہے (۱) اور جب قیصرِ رُوم نے خلیفہ سے سوال کیا کہ آپ کے قرآن میں کونسا ایسا سُورہ ہے جو صرف سات آتیوں پر مشتمل ہے اور اس میں سات حروف حروفِ تہجی کے نہیں ہیں تو اس سوال سے عالمِ اسلام میں ہلچل مچ گئی اور بہت غور و فکر کے بعد جب ہتھیار ڈال دیا تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو بُلوایا اور یہ سوال ان کے سامنے رکھا۔ آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ وہ سُورۂ حمد ہے۔ اس سورۂ میں سات آئتیں ہیں اور اس میں ث، ج، خ، ز، ش، ظ، اور ف نہیں ہیں۔ (۲) علماء یہود نے خلیفہ دوم سے جو اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا اور جب کوئی جواب نہ دے سکتا تو حضرت علیؑ نے جواب دے کر اُنھیں مطمئن کیا۔ اسیطرح حجر اسود کے بوسہ دینے پر حضرت علیؑ نے جو بیان دیا ہے اس سے حضرت عمر کی پشیمانی، بُدور سافرہ سیوطی میں موجود ہے۔ (۳) عہد اوّل میں نیز عہدِ ثانی کی ابتداء میں شراب پینے پر ۴۰ کوڑے مارے جاتے تھے مگر پھر بھی لوگ کثرت سے شراب پیا کرتے تھے تو حضرت علیؑ نے مشورہ دیا کہ اس کی سزا کو ۸۰ کوڑے کردیا جائے اور اس کے لیے دلیل یہ پیش کی کہ جو شراب پیتا ہے تو نشہ میں ہوتا ہے اور جس کو نشہ ہوتا ہے وہ ہذیان بکتا ہے اور جو ہذیان بکتا ہے وہ افتریٰ کرتا ہے اور افترا کرنے والوں کی سزا اسّی کوڑے ہیں، لہٰذا شرابی کو بھی

ترجمہ، بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیل رکھتے ہوں اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے) یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿۱۷﴾ سورة هود

اسّی کوڑے مارنا چاہیے تو حضرت عمر نے انہے تسلیم کر لیا (مطالب السؤل صفحہ ۱۰۴)۔ (۴) ایک عورت نے زنا کیا اور حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کیا جائے، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ زنا عورت نے کیا ہے لیکن وہ بچہ جو پیٹ میں ہے اس کی کوئی خطا نہیں ہے لہٰذا عورت پر اس وقت حد جاری کی جائے جب وضعِ حمل ہو جائے تو حضرت عمر نے تسلیم کیا اور کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں حلاک ہو جاتا۔ (۵) جنگِ رُوم متعلق حضرت عمر کو مشورہ دیا (۶) اور جنگِ فارس میں انھیں خود جنگ میں جانے سے روکا اور فرمایا کہ اگر آپ مارے گئے تو کسرِ شان اسلام ہو گی تو حضرت عمر جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اس مشورے کی وجہ بھی کسرِ شانِ اسلام تھی کیونکہ اگر کسی جنگ میں خلیفہ خود مارا جائے یا جنگ میں کامیابی کے بغیر آجائے تو پورے اسلام کی شان کے خلاف ہوتا۔ (۷) امیر علی تاریخِ اِسلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے مشورہ سے زمین کی پیائش کی گئ اور مال گذاری کا طریقہ رائج کیا گیا۔ (۸) سنہ ہجری بھی آپ کے مشورہ سے قائم ہوا۔ الغرض تمام خلفاء کو آپ نے اپنے مفید مشورے دیے مگر حضرت عمر نے آپ کے مشوروں سے جتنے رفاہِ عام کے کام کئے وہ کسی اور خلیفہ نے نہیں کیا۔ علاّمہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان بھی آپ کے قیمتی مشوروں کو قبول کر لیتے تو اُنھیں حوادث و آفات کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔

الغرض حضرت علیؑ نے صرف مشوروں ہی سے عہدِ گوشہ نشینی میں اسلام کی مدد نہیں کی بلکہ جانی خدمات بھی انجام دی ہیں اور جب فتحِ مصر کا موقع آیا تو حضرت علیؑ نے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرایا اور ان کے ذریعہ سے جنگی خدمات انجام دیئے۔

ترجمہ، اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ ﴿۹۰﴾ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے ﴿۹۱﴾ اور خدا کی فرمانبرداری اور رسولِ (خدا) کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو اگر منہ پھیروگے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے ﴿۹۲﴾ سورة المائدة

شیخ محمد ابن محمد بن مغز مملکت مصر میں مسلمانوں کی فتوحات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ مُبارکباد کے قابل ہیں حضرت علیؑ کے بھتیجے اور داماد مسلم بن عقیل اور ان کے بھائی جنھوں نے محاذِ مصر میں سخت جنگ کی اور اس درجہ زخمی ہوئے کہ خون ان کے زرہ پر سے جاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُونٹ کے جگر کے ٹکڑے ہیں (ملاحظہ ہو کتاب فتوحات صفحہ ۶۴، طبع بمبئی سنہ ۱۲۸۴ عیسائی)۔ اسیطرح فتح شوشتر کے موقع پر سنہ ۱۷۰ ہجری میں آپ کے بھتیجے محمد ابن جعفر اور عون بن جعفر شہید ہوئے۔ (تاریخِ اِسلام جلد ۳، صفحہ ۸۱، بحوالہ تاریخ کامل واستیعاب)۔ اس کے علاوہ حضرت علی نے سڑک کی تعمیر میں پورے انہاک کا ثبوت دیا ہے، علاّمہ ہاشم بحرینی کتاب مدینتہ المعاجز کے صفحہ ۹۷ پر بحوالہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ۱۷ میل تک اپنے ہاتھوں سے زمین ہموار کی اور سڑک تعمیر فرمائی اور ہر میل پر پتھر نصب کر کے ان پر (ہذا میل علی) تحریر فرمایا۔ چونکہ اس زمانہ میں نقل و حمل کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لیے ان وزنی پتّھروں کو خود ہر میل تک پہنچا کر نصب کیا۔

جب خلیفہِ اوّل اور دوم کی وفات ہو گی تو حضرت علیؑ سے کہا گیا کہ آپ سیرت شیخین پر عمل کرنے کا وعدہ کیجئے تو آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ "میں خدا ورسُول اور اپنی صائب رائے پر عمل کروں گا، لیکن شیخین پر عمل نہیں کر سکتا" (طبری جلد ۵، صفحہ ۳۷ و شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۰)۔ کیونکہ ہم یہاں پر حضرت علیؑ کی زندگی کے حالات ذکر کر رہے ہیں اور ہماری کوشش ہے کہ صرف ان لوگوں کا ذکر کیا جائے جن

ترجمہ، اور اگر تم پر خدا کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور خدا نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم جانتے نہیں تھے اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے ﴿۱۱۳﴾ ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں ہاں (اس شخص کی مشورت اچھی ہو سکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے ﴿۱۱۴﴾

کا آپ سے تعلق یا کسی واقعہ کا کوئی حصّہ رہا ہوں، اسی لیے ہم نے کسی اگر خلیفہ کا ذکّر کیا بھی ہے تو صرف حضرت علیؑ کے حوالے سے ورنہ تاریخ کی کتابوں میں تمام خلیفوں کے دور کے ذکّر تفصیل سے موجود ہیں جس سے اِن کے دور کے حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ الغرض حضرت علیؑ نے جب خلیفہ بننے سے اور شیخین کے عمل کو اپنانے سے انکار کیا تو آپ کے اس انکار کے بعد حضرت عثمان کو خلیفہ بنا دیا گیا جنہوں نے عہدِ خلافت میں اقربا نوازی کی اور بڑے بڑے اصحابِ رسول کو جلاوطن کیا اور بعض کو پٹوایا۔ اپنے داماد مروان بن حکم کو وزیرِ اعظم بنایا جبکہ رسُولؐ اللہ نے اِسے شہر بدر کیا تھا اور دوسرے خلیفہ کے دور میں بھی اس کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی مگر حضرت عثمان نے اس سے اپنی لڑکی کی شادی کر کے ان کے لیے محل بھی تعمیر کرائے۔ اِسیطرح جو قرآن رسُولؐ اللہ کے زمانے سے رائج تھے انھیں جمع کر کے جلوا دیا۔ (تاریخ القرآن صفحہ ۳۶، طبع جدّہ)۔ جب حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بند کروایا تو حضرت عائشہؓ نے لوگوں کو حکم دیا کہ "اس لمبی ڈاڑھی والے کو قتل کر دو" (روضتہ الاحباب، جلد ۳ صفحہ ۱۲-۲۰ مجمع البحار صفحہ ۲۷۳ نہایہ ابن اثیر صفحہ ۱۶۶) اور خود حج کے لیے تشریف لے گئیں تو آپ کے جانے کے بعد لوگوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا اور اُن کی لاش کی بے حرمتی کی گئیں۔

پیغمبرِ اسلام کی وفات کے بعد حالات کی وجہ سے حضرت علیؑ گوشہ نشینی کے عالم میں رہ کر فرائض منصبی ادا کرتے رہے یہاںتکہ ۲۳-۲۴ سال کی مدّت میں تین خلیفوں کا دُور گزر گیا اور سنہ ۳۵ میں تختِ خلافت خالی ہوا۔ بالآخر لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تختِ خلافت حضرت علیؑ کو بِلا شرط حوالہ کر دینا چاہیے تو اصحاب کا ایک بڑا گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں عراق، مصر، شام، حجاز، فلسطین اور یمن کے نمائندے شامل تھے جنہوں نے آپ سے خلافت کو قبول کرنے کی درخواست کی تو آپ نے پھر انکار کر دیا تو اُنہوں نے حالات کی وجہ سے اسلام کے انجام

ترجمہ، پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو

﴿۱٤﴾ سورة یونس

سے ڈرایا تو پھر آپ نے اسلام کی خاطر خلافت کو قبول کرلیا مگر شرط یہ رکھی کہ "خلیفہ ہوجاؤں گا تو تمھیں حکمِ خداوندی ماننا پڑے گا"۔ الغرض آپ سنہ ۶۵۵ میں تختِ خلافت پر بٹھائے گئے۔ خلافتِ ظاہر کو قبول کرنے کے بعد آپ نے پہلا خطبہ پڑھا اس کی ابتداء ان لفظوں سے کیا کہ "خدا کا لاکھ لاکھ شُکر ہے اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے حق کو اپنے مرکز اور مکان پر پھر لاموجود کیا"۔ ۱۸ ذی الحجہ کو آپ نے خلافتِ ظاہری قبول فرمائی اور ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۳۵ کو بیعتِ عامہ عمل میں آئی۔ حضرت علیؑ کے عہدِ خلافت میں طلحہ و زبیر نے جنابِ عائشہؓ کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف بغاوت کی کیونکہ آپ کی حکومت میں عدل و انصاف قائم ہونے لگا اور پچھلی حکومتوں میں جو غیر اسلامی رسموں اور امتیاز پسند لوگ جو تھے ان کی اصلاح میں آپ کو بڑی دقّت ہوئی جس کا فائدہ آپ کے مخالفوں کو ہوا جن کے دلوں میں حرص و طمع پیدا تھی اور جب بنی اُمیّہ کو اپنی دال گلتی نظر نہ آئی تو ان سب میں زیادہ طمّاع اور مکّار معاویہ ابنِ سفیان تھا جس نے لوگوں کو دھوکا و فریب دے کر آپ کے خلاف کیا۔

حضرت علیؑ کو دوسری دِقّت یہ درپیش آئی کہ پہلے عہدِ خلافت میں جو لوگ حکومت میں مامور تھے جن سے عالمِ اسلام تنگ آچکے تھے جب ہی تو لوگوں نے آپ سے خلیفہ بنانے کے لیے درخواست کی۔ حضرت علیؑ اپنی خلافت میں اگر بدستور ایسے لوگوں کو حکومت میں رہنے دیتے تو جمہور کو چین نہ آتا اور اگر اِن لوگوں کو حکومت سے ہٹادیتے تو مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کا باعث تھا جبکہ ان لوگوں میں اکثر ایسے لوگوں کی تھی جن کے کافر باپ دادا یا عزیز و اقربا

ترجمہ، تو طالوت کی فوج نے خدا کے حکم سے ان کو ہزیمت دی۔ اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا۔ اور خدا نے اس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔ اور خدا لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا تو ملک تباہ ہو جاتا لیکن خدا اہل عالم پر بڑا مہربان ہے ﴿۲۵۱﴾
سورۃ البقرۃ

حضرت علیؑ کی تلوار سے رسُولؐ اللہ کے زمانے میں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے یا علیؑ کے عدل و انصاف کا تماشہ یہ لوگ پہلے ہی سے دیکھ چکے تھے اور اب ان کو نظر آرہا تھا کہ اب من مانی نہیں چل سکتی۔ طلحہ و زبیر جن کو حضرت عائشہؓ کی حمایت حاصل تھی اُنہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت تو کی مگر کُوفہ کی حکومت بھی طلب کرنے لگے۔ الغرض بہت سی بدعنوانیاں پیدا ہو گئیں تھیں جن کی اصلاح کی ضرورت تھی اور بہت سے صُوبے ایسے ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھے جن کو گزشتہ خلیفہ کے زمانے میں رکھا گیا تھا مگر ان سب دِقّتوں کے باجودہ حضرت علیؑ نے عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے نئے گورنروں کی تقرری فرمائی اور عبداللہ کو یمن کا، سعید کو بحرین کا، سماعہ کو تہامہ کا، عون کو یمامہ کا، قثم کو مکّہ کا، قیس کو مصر کا، عثمان بن حنیف کو بصرہ کا، عمار کو کوفہ کا اور سہل کو شام کا گورنر مقرر فرمادیا۔ جن لوگوں کو آپ نے ہٹایا ان میں سے کچھ معاویہ کے پاس شام میں اور کچھ حضرت عائشہؓ کے پاس مکّہ میں جمع ہوتے گئے۔ کیونکہ ابوسفیان اور ان کی اولاد نے محض مجبوری کے عالم میں اسلام قبول کیا تھا اور اسلام کے خلاف کامیابی سے مایوس ہوگئے تھے تو اب خلافت کی آرزو محض دُنیاوی اغراض کی وجہ سے پیدا ہوئی اور منصبِ خلافت کا خاندان بنی ہاشم میں جانا ان کو بہت شاق گزر رہا تھا۔

کیونکہ حضرت علیؑ قتلِ عثمان کے بعد خلافت میں آئے تھے تو اُنہوں نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ قتلِ عثمان کی تحقیقات کروائی مگر کوئی چشم دید گواہ نہ ہونے کی وجہ سے فوری کسی نتیجہ پر نہ پہنچ پائے تھے کہ جناب عائشہؓ جو کہ مکّہ میں تھیں وہاں سے سازشیں شروع ہو گئیں۔ اُنھوں نے چار یاران، طلحہ، زبیر، عبداللہ، اور ابویعلی کے مشورے سے انتقام خونِ عثمان کے نام سے ایک سازشی تحریک کی بنیاد ڈال دی اور قتلِ عثمان کا الزام حضرت علیؑ پر لگانا شروع کر دیا اور اس کا اعلانِ عام کروایا کہ جس کے پاس علیؑ سے لڑنے کے لیے سواری نہ ہو اُس کے لیے ہم

ترجمہ، اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنادو ﴿۲۱۴﴾ اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع پیش آؤ ﴿۲۱۵﴾ سورۃ الشعراء

سواری کا بندوبست کریں گے۔ غرضیکہ ایک ہزار آدمی وہاں اس جنگ کے لیے جمع ہو گئے۔ تاریخِ اِسلام جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ میں ہے کہ بروایت صاحب روضۃ الاحباب و ابنِ خلدون ابنِ اثیر یعلی نے جنابِ عائشہؓ کو ساٹھ ہزار دینار اور چھ سو اُونٹ حضرت علیؑ سے لڑنے کے لیے دیے اور اُنھیں اونٹوں میں ایک نہایت عمدہ اونٹ تھا جس کا نام "عسکر" تھا، مورخین کا بیان ہے کہ اِسی اُونٹ پر سوار ہو کر جناب عائشہؓ واحد زوجہِ رسُولؐ تھیں جو دامادِ رسُولؐ سے لڑیں اور اسی اُونٹ کی سواری کی وجہ سے اس لڑائی کو "جنگ جمل" کہا گیا۔ جب یہ لشکر مقام "حواب" پر حضرت عائشہؓ پر کتّے بھونکنے لگے تو حضرت عائشہؓ کو آنحضرتؐ کی حدیّث یاد آگئی کہ "میری ایک بیوی پر حواب کے کتّے بھونکیں گے اور وہ حق پر نہ ہو گی" تو آپ نے علیؑ سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تو عبداللہ ابنِ زبیر کی ضد پر وہ آگے بڑھیں اور بصرہ جا پہنچیں اور وہاں کے گورنر عثمان بن حنیف پر شب خُون مارا اور چالیس آدمیوں کو مسجد میں قتل کر کے گورنر کو گرفتار کیا اور ان کے سر، ڈاڑھی، موچھ، بھویں اور پلکوں کے بال نچوا کر چالیس کوڑے مار کر چھوڑ دیا اور بیت المال پر قبضہ کر لیا، جب ان کی مدد کے لیے حکیم ابنِ جبلتہ آئے تو اُنھیں بھی ستّر آدمیوں سمیت قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۳۶ ہجری کا ہے۔ (طبری)۔

ترجمہ، اور (یاد کرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بی بی سے ایک بھید کی بات کہی تو (اس نے دوسری کو بتا دی)۔ جب اس نے اس کو افشاء کیا اور خدا نے اس (حال) سے پیغمبر کو آگاہ کر دیا تو پیغمبر نے ان (بی بی کو وہ بات) کچھ تو بتائی اور کچھ نہ بتائی۔ تو جب وہ ان کو جتائی تو پوچھنے لگیں کہ آپ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے ﴿۳﴾ اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تمہارے دل کج ہو گئے ہیں۔ اور اگر پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی تو خدا اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی (اور دوستدار) ہیں۔ اور ان کے علاوہ (اور) فرشتے بھی مددگار ہیں ﴿۴﴾ اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیبیاں دے دے۔ مسلمان، صاحب ایمان فرمانبردار توبہ کرنے والیاں عبادت گذار روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں ﴿۵﴾ سورۃ التحریم

زوجہِ رسُولؐ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت عائشہؓ کی روانگی کے بارے میں حضرت علیؑ کو خط کے ذریعے اطلاع دی اور لکھا تھا کہ "عائشہؓ حکمِ خدا اور رسُولؐ کے خلاف آپ سے لڑنے کے لیے مکّہ سے روانہ ہو گئی ہیں، مجھے افسوس ہے کہ میں عورت ہوں حاضر نہیں ہو سکتی۔ اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو بھیجتی ہوں اس کی خدمت قبول فرمائے۔" (اعثم کوفی) تو حضرت علیؑ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور اس لشکر کی علمداری محمد حنیفہ کے سُپرد کی۔ میمنہ پر امام حسنؑ اور میسرہ پر امام حسینؑ کو متعین فرمایا اور کوفہ کے والی ابو موسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ فوج روانہ کرے تو اُنھوں نے اس فرمان کو ٹال دیا تو حضرت علیؑ نے اُسے معزول کر کے قرظہ ابنِ کعب کو امیر نامزد کر دیا (طبری)۔ آپ نے طلحہ و زبیر کو بھی خط لکھا کہ اپنی عورتوں کو گھر میں بٹھا کر ناموس رسُولؐ جو دربدر پھرا رہے ہو، اس سے باز آجاؤ تو جوابات میں اسکیم کے مطابق قتلِ عثمان کی رٹ تھی۔ تو امام حسنؑ نے ایک خطبہ میں طلحہ و زبیر کے قاتلِ عثمان ہونے پر روشنی ڈالی۔ حضرت علیؑ، جنابِ عائشہؓ اور طلحہ و زبیر کے تمام حالات دیکھ رہے تھے مگر پھر بھی چاہتے تھے کہ لڑائی نہ ہو اور صلح کی پیش کش کی مگر جنابِ عائشہؓ وغیرہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ غرض حضرت علیؑ بھی اپنے ۲۰ ہزار لشکر کے ساتھ بصرہ پہنچ گئے جبکہ حضرت عائشہؓ وہاں ۳۰ ہزار لوگوں کا لشکر لے کر آئیں۔ طلحہ اور زبیر نے ایک رات شب خُون مار کر حضرت علیؑ کو شہید کرنا چاہا مگر علیؑ اس وقت نمازِ تہجدّ کے لیے بیدار تھے تو پھر جنگ کا آغاز ہو گیا اور حضرت عائشہؓ خود بھی اس جنگ میں اُونٹ پر سوار ہو کر نکل پڑیں تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حضرت عائشہؓ اور ان کے لشکر پر کوئی حملہ نہ کرے اور نہ ہی ان کے حملہ کا جواب دے تو جب حضرت عائشہؓ واپس گئیں تو علیؑ نے زید ابنِ صوحان کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج کر جنگ سے روکا مگر کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوا تو آپ نے ان

ترجمہ، خدا نے کافروں کے لئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں اور ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ (۱۰) سورۃ التحریم

سے فرمایا کہ تم عنقریب پشیمان ہو گی اور اپنے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو قرآن کے حوالے سے انھیں جنگ کرنے سے باز رکھے تو مسلم نامی ایک جانباز قرآن لے کر وہاں گیا تو اس کو شہید کر دیا گیا۔ جب طلحہ اور زبیر نے جنگ کو روکنے کی کوشش کو دیکھا تو حضرت عائشہؓ کو علمداری کا منصب دے دیا اور چمڑے سے منڈھے ہوئے ہووج میں بیٹھا کر میدان میں لائے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے خود زبیر کو بُلا کر کہا کہ یہ تم لوگ کیا کر رہے ہوں اور اب بھی سوچو اور غور کرو کہ رسُولؐ اللہ نے تم سے کیا کہا تھا، اے زبیر تم کو مجھ سے جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ تو زبیر شرمندہ ہوئے مگر پھر بھی باز نہ آئے۔ جب حضرت علیؑ نے یہ دیکھ تو اپنی فوج کو اجازت دی مگر کہا کہ (۱) بہادروں! صرف دفع دُشمن کی نیّت رکھنا، (۲) ابتداء جنگ نہ کرنا، (۳) مقتولوں کے کپڑے نہ اُتارنا، (۴) صلح کی پیش کش مان لینا اور پیش کش کرنے والوں کے ہتھیار نہ لینا، (۵) بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا، (۶) زخمی بیمار اور عورتوں و بچوں پر ہتھیار نہ اُٹھانا، (۷) فتح کے بعد کسی کے گھر میں نہ گھسُنا۔ الغرض دوسری طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئ تو آپ نے فرمایا کہ اب ان لوگوں سے جنگ جائز اور ضروری ہو گئی ہے اور علم محمد حنیفہ کو دیا کہ لڑیں۔ جب یہ جنگ سات دن تک جاری رہی تو

ترجمہ، مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں ﴿۶﴾ کافرو! آج بہانے مت بناؤ۔ جو عمل تم کیا کرتے ہو ان ہی کا تم کو بدلہ دیا جائے گا ﴿۷﴾ مومنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہو گا۔ اور وہ خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف کرنا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۸﴾ اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے ﴿۹﴾

سورۃ التحریم

حضرت علیؑ خود میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور دُشمنوں کو پسپا کر ڈالا۔ اسی جنگ میں طلحہ مارے گئے اور زبیر جنگ سے فرار ہو گئے اور حضرت عائشہؓ کا اونٹ ہو وج سمیت گر پڑا اور لوگ بھاگ نکلے۔ حضرت علیؑ نے محمد بن بکر کو حکم دیا کہ ہو وج کے قریب جا کر حفاظت کریں اور خود ہو وج کے قریب آکر جنابِ عائشہؓ سے کہا کہ تم نے حرمتِ رسُولؐ برباد کر دی۔ روایت میں ہے کہ جنابِ عائشہؓ کو علیؑ سے سخت برتاؤ کی اُمیّد تھی لیکن وہ عالی حوصلہ شخص ایسا نہ تھا جو ایک گرے ہوئے دشمن پر شان دکھاتا۔ پھر محمد بن بکر جو کہ حضرت ابو بکر کے بیٹے اور جنابِ عائشہؓ کے بھائی تھے ان کو حکم دیا کہ انھیں عبداللہ ابنِ حنیف خزاعی بصری کے مکان میں ٹھہرائیں اور لاشوں کو دفن کا حکم دیا اور اعلانِ عام کرایا کہ جس کا سامان جنگ میں رہ گیا ہو تو جامع بصرہ میں آکر لے جائے۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں ۱۳ہزار جنابِ عائشہؓ کے اور ۵ ہزار علیؑ کے لشکر کے لوگ مارے گئے (مرُوج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۷۷)۔ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کو چالیس عورتوں کی حفاظت کے ساتھ ایک قافلہ کے ذریعے مدینہ روانہ کیا اور خود بھی بصرہ سے باہر کئی میل تک پہنچانے گئے اور محمد بن بکر کو ان کے ہمراہ کیا کہ منزل مقصود تک جا کر پہنچا آو۔

حضرت علیؑ کے اس عمل سے ہمیں یہ دَرس بھی ملتا ہے کہ ہمارے لیے ہر اُس شخص کا احترام واجب ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے احترام کا حکم دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عزّت نہیں دی تو وہ چاہیے دُنیاوی حساب سے کتنا بھی اہم شخص کیوں نہ ہو ہمارے لیے اہمیت کا حامل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہماری محبت اور عزّت و احترام کا باعث اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت نوحؑ کی بیوی یا بیٹے کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ رشتہ کا دار و مدار بھی اللہ اور اُسکے رسُول کی فرمابرداری میں ہے ورنہ کسی نافرمان کا چاہیے وہ نبی کا بیٹے یا

ترجمہ، (خدا نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے ﴿۴۱﴾ جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بد راہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے ﴿۴۲﴾ سورۃ الحجر

بیوی کیوں نہ ہو قابلِ عزت نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے باوجودہ حضرت عائشہؓ نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور اس میں کئی ہزار مسلمان مارے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ازوجِ رسُول کو قرآن میں ماں کا درجہ دیا ہے تو علیؑ نے اُن کو وہی مقام دیا اور ان کی عزّت واحترام میں کمی نہیں کی، کیونکہ ہر ایک اپنے اعمال کا جوابدے ہے اور اللہ تعالیٰ خود گناہوں کا حساب کرنا والا ہے۔ بس ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنا چاہیے مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی واقعہ تاریخ میں ہوا ہے جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے ہوں تو اس کا ذکّر بھی نہ کیا جائے اور پردہ ڈال دینا بھی ایک ظلم ہو گا۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم میں نبیؐ کی دو بیوی کا ذکّر کیا ہے مگر قرآن میں کہا ہے کہ پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں تو کسی واقعہ کا ذکّر یا کسی کے ظلم کو بیان کرنا بھی ضروری ہے مگر جو احترام کا حکم ہے اُسکے ساتھ ذکّر ہو۔

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؑ کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں قیام کے دوران عراق، خراسان، یمن، مصر اور حرمین کی حکومتوں کا انتظام کیا اور سوائے شام کہ جناب معاویہ نے بغاوت کی ہوئی تھی تمام ممالکِ اسلامی پر حضرت علیؑ کا تسلط ہو گیا تھا مگر اس اندیشہ سے کہ معاویہ عراق پر قبضہ نہ کرلے کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا۔ روایت کے مطابق جب خراسان فتح ہوا تو اسیروں میں وہاں سے شہریار ابنِ کسریٰ کی دو بیٹیاں بھی آئیں جن میں ایک کا نام "شہر بانو" اور دوسری کا نام "کیھان بانو" تھا۔ حضرت نے شہر بانو امام حسینؑ اور کیھان بانو محمد ابنِ بکر کو عطا کیا۔

شام میں معاویہ بھی جنابِ عائشہ اور طلحہ وزبیر کی مانند قتلِ عثمان کے فرضی افسانہ

ترجمہ، پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کے رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حقدار ہیں۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔ (تو اور بات ہے)۔ یہ حکم کتاب یعنی (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے ﴿٦﴾ سورۃ الأحزاب

کے حوالے سے لوگوں کو عثمان کی کٹی ہوئی اُنگلیوں اور خُون آلود کرتا دیکھا کر حضرت علیؑ کے خلاف بھڑکاتا رہا تھا تو شام میں مقرّر حاکم سہل ابنِ حنیف نے کُوفہ آکر علیؑ کو معاویہ کی بغاوت کے بارے میں بتایا کہ لوگوں نے خُونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے قسمیں کھائی ہوئیں ہیں اور عمرو عاص معاویہ کی مدد کر رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو ایک خط کوفہ سے اور دوسرا مدّینہ سے لکھ کر بعیت کی دعوت دی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اور معاویہ جو ایک لاکھ بیس ہزار افراد کا لشکر لے کر جنگ کے لیے صفین کے مقام جو فرات کے غربی جانب برقہ اور بالس کے درمیان میں واقع ہے جا پہنچا۔ تو حضرت علیؑ بھی ۹۰ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر سنہ ۳۶ میں مقامِ رقہ میں جا پہنچے تو آپ کا لشکر سخت پیاسا ہو گیا تو علیؑ نے ایک چشمہ برآمد کیا اور پھر اپنے لشکر کو سات حصّوں میں تقسیم کیا اور مقامِ رقہ سے روانہ ہو کر آبِ فرات عبور کے لیے گیا تو معلوم ہوا کہ معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا ہے پانی نہیں دینا چاہتا تو حضرت علیؑ نے معاویہ بندشِ آب ختم کرنے کا پیغام بھیجا مگر پانی لینے کی اجازت نہ ملی تو بالآخر فوج نے زبردست حملہ کر کے گھاٹ چھین لیا جن میں امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ نے کمال جرات کا ثبوت دیا۔ حضرت علیؑ نے گھاٹ پر قبضہ کرنے کے بعد پانی تمام لوگوں کے لیے کھول دیا اور معاویہ کو بار بار دعوتِ مصالحت دیتے رہے لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار علیؑ کو اپنی مرضی کے خلاف تلوار کھینچنی پڑی کیونکہ احکامِ خداوندی کو معطل کیا جا رہا تھا۔ ماہ ذی الحجہ میں لڑائی شروع ہوئی اور صرف ماہِ محرم میں جنگ بند رہی اور پھر صفر سے گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ چار مہینے تک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں جن میں معاویہ کے ۴۵ ہزار لوگ مارے گئے جبکہ علیؑ کی طرف اس کا آدھا نقصان ہوا اور امیر المومنینؑ

ترجمہ، کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُن کی آزمائش نہیں کی جائے گی (۲) اور جو لوگ اُن سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو خدا اُن کو ضرور معلوم کریں گے جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں (۳) سورۃ العنکبوت

اپنی روایتی بہادری سے دُشمنِ اسلام کے چھکے چھڑا دیتے تھے اور ایک دفعہ عمرو بن العاص اور بشر ابنِ ارطاۃ پر جب آپ نے حملے کئے تو یہ لوگ زمین پر لیٹ کر برہنہ ہو گئے تو حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور یہ لوگ اُٹھ کر بھاگ گئے تو معاویہ نے عمرو عاص پر طعنہ زنی کیا "تو نے اپنی شرمگاہ کے صدقہ میں جان بچالی" تو معاویہ کو رائے ملی کہ وہ خود علیؑ کے مقابلہ نکلیں تو وہ نہ مانا۔ ایک دن جنگ میں حضرت علیؑ نے بھی معاویہ کو کہا کہ "اے جگر خوارہ کے بیٹے کیوں مسلمانوں کو کٹوا رہا ہے تو خود سامنے آجا اور ہم دونوں آپس میں فیصلہ کن جنگ کر لیں"۔ الغرض ۱۱۰ دن تک فریقین کا قیام صفین میں رہا اور اسی جنگ میں صحابیِ رسُولؐ عمار یاسر جن کی عمر ۹۳ سال کی تھی اور علیؑ کے ساتھیوں میں سے تھے ان کو بھی معاویہ کی فوج نے شہید کر دیا جس کو علیؑ نے بے حد محسوس کیا۔ ان کے علاوہ آپ کے ساتھ مالک اشتر بھی تھے جنہوں نے بڑی بہادوری سے جنگ کی اور جب فتح ہونے لگی تو عمرو بن عاص نے ۵۰۰ قرآن نیزوں پر بلند کراوییئے اور آواز دی کہ ہمارے اور تمھارے درمیان قرآن ہے تو لوگوں میں بے چینی پیدا ہو گئی اور لوگ دھوکے میں آگئے تو مجبوراً مالک اشتر کو تلوار روکنا پڑی۔ ۱۳ صفر سنہ ۳۷ ہجری کو معاویہ کی چال بازیوں اور عوام کی بغاوت سے جنگ بند ہو گئی۔ بالآخر معاویہ کی طرف سے عمرو عاص اور حضرت علیؑ کی طرف سے لوگوں نے علیؑ کی مرضی کے خلاف ابو موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کر کے ماہِ رمضان میں بمقام "درمۃ الجندل" میں جمع ہو کر فیصلہ سنانے کو طے کیا۔ اور دونوں طرف سے چار چار سو افراد بمقام "ازرح" میں جمع ہوئے اور وہ باہمی فیصلہ جس کی رُو سے دونوں نمائندوں کو دونوں کو خلافت سے معزول کرنا تھا مگر جب منبر پر جا کر اعلان کرنے کا موقع آیا تو عمرو عاص نے ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں پہلے آپ اعلان کریں تو وہ منبر پر گئے اور فیصلہ کے مطابق

ترجمہ، ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو نازل ہو کر رہے گا ﴿۱﴾ (یعنی) کافروں پر (اور) کوئی اس کو ٹال نہ سکے گا ﴿۲﴾ (اور وہ) خدائے صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا) ﴿۳﴾

سورۃ المعارج

انہوں نے کہا کہ "میں علیؑ کی خلافت کو معزول کرتا ہوں" اور یہ کہہ کر اُتر آئے، مگر جب عمرو عاص منبر پر گیا تو فیصلہ کے مطابق معاویہ کو معزول کرنا تھا مگر معاویہ کی چال سے اس مکّار نے اس کے بر عکس اعلان کیا اور کہا کہ میں ابو موسیٰ اشعری کی تائید کرتا ہوں اور علی کو حکومت سے ہٹا کر معاویہ کو خلیفہ بناتا ہوں۔ یہ سُن کر ابو موسیٰ بہت خفا ہوے اور مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا۔ جن علیؑ کو ابو موسیٰ اشعری کی بیو قوفی اور عمرو بن عاص کے اس دھوکے کا پتہ چلا تو مُسکرا کر اپنے طرفداروں سے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ دُشمن فریب دینے کی فکر میں ہے تو آپ کے طرفداروں نے اس مکارانہ فیصلہ کو مسترد کر دیا اور دوبار فوج کشی کا فیصلہ کیا مگر ابھی اس کی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ خوارج کی بغاوت کی اطلاع ملی اور وہ نہروان میں مسلمانوں کو ستا رہے تھے تو علیؑ نے مجبوراً ان پر چڑھائی کی تو خوارج کے نو آدمیوں کے علاوہ سب مارے گئے جن میں مشہور منافق و خارجی ذوالثدیہ بھی مارا گیا۔

حضرت علیؑ نے محمد بن بکر جو کہ حضرت ابو بکر اور ان کی ماں اسما بنت عمیس کے بیٹے تھے ان کی پرورش کی تھی۔ کتاب نہایتہ الارب کے فٹ نوٹ میں روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر مکّہ و مدینہ کے درمیان میں سنہ ۱۰ ہجری کو پیدا ہوئے تھے اور حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد اسما بنت عمیس حضرت علیؑ کے عقد میں آئیں تو محمد بن بکر بھی ماں کے ہمراہ علیؑ کے گھر آئے۔ علیؑ ان سے بے حد محبت کرتے تھے اور یہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے سنہ ۳۷ میں امیر المومنینؑ نے محمد بن بکر کو مصر کا گورنر بنایا۔ جب جنگ صفین سے امیر المومنین علیؑ عراق روانہ ہو گئے تو معاویہ نے ایک بڑا لشکر عمرو عاص کے ساتھ مصر پر حملہ کے لیے روانہ کیا۔ جب علیؑ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے محمد بن بکر کی مدد کے لیے مالک اشتر کو فوراً

ترجمہ، اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ ان میں مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انہیں کو ہے اور (اس سے) بے خبر ہیں ﴿۱۲۳﴾ الانعام

مصر روانہ کیا جس کی اطلاع معاویہ کو ہو گئی تو اس نے مقامِ عریش کے زمیندار کو خفیہ پیغام لکھ بھیجا کہ مالک اشتر کو مصر جانے نہ دیا جائے اور راستے میں مار دیا جائے تو تمھارا اخراج بیس سال تک معاف کر دوں گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور جب مالک وہاں پہنچے تو اُس نے اُنھیں دعوت افطار کی دعوت دی اور دودھ میں زہر دیے کر شہید کر دیا (تاریخ کامل جلد ۳، صفحہ ۱۴۱ و طبری جلد ۶ صفحہ ۵۴)۔ ادھر عمرو عاص نے جناب محمد ابن ابی بکر پر مصر میں حملہ کر کے گرفتار کر لیا اور پھر آپ کو معاویہ ابن خدیج نے معاویہ ابن ابی سفیان کے حکم سے گدھے کی کھال میں سی کر زندہ جلا دیا جس سے معاویہ بہت خوش ہوا۔ حضرت عائشہ کو جب ان کی عبرت ناک شہادت کی اطلاع ملی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئیں اور تاحیات معاویہ اور عمرو عاص پر نماز میں بددُعا کرنے کو وطیرہ بنالیا (تاریخ کامل جلد ۳، صفحہ ۱۴۳)۔ اس واقعہ سے علیؑ کو بھی بے حد رنج پہنچا۔ یہ واقعہ صفر سنہ ۳۸ ہجری کا ہے۔

حضرت علیؑ نے بچپن سے ہی زندگی کا مقصد دینِ اسلام کو بنالیا تھا اور دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقعہ پر جو رسُول اللہ سے اسلام کا حامی اور مددگار بننے کا وعدہ کیا تھا اُس وعدہ پر تاوقت شہادت قائم رہے اور تمام زندگی اِسلام کی خدمت کرتے رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس خدمت سے دُور نہیں ہوئے حالانکہ بعد رسُولؐ کے حالات اُن کے لیے کبھی بھی حق میں نہ رہے مگر پھر بھی آپ جہاں اِسلام کی بات ہوتی تھی وہاں اپنے اختلافات کو بُھلا کر اپنے مخالفین کی بھی مدد کرتے رہے اور تبلیغِ اسلام کرتے رہے اور اسے فروغ دینے میں تن من دھن کی بازی لگاتے رہے یا یوں کہیں کہ بعد نبوّت، امامت کا کام شروع ہوا اور امامت خلامت کے دوش بدوش آگے بڑھی اور اسلام کی روشنی ممالک غیر میں پہنچے لگی۔ ہندوستان جو کفر اور غیر اللہ کی

ترجمہ، ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں تو خدا (کا حکم) ان کی عمارت کے ستونوں پر آپہنچا اور چھت ان پر ان کے اوپر سے گر پڑی اور (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آواقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا ﴿۲۶﴾ سُوْرَۃُ النَّحْلِ

پرستش کا مرکز تھا مگر بقول ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابنِ قیتبہ دینوری اپنی کتاب (المعارف کے صفحہ ۹۵ طبع مصر سنہ ۱۹۳۴) میں لکھتے ہیں کہ اِسلام سندہ (ہندوستان میں سب سے پہلے امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے عہد میں پہنچا۔ امیرالمومنینؑ نے سنہ ۳۸ ہجری میں ناظرین و عوراء کو سرحدات سندھ کی دیکھ بھال کے لیے روانہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ قاسم کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کی گئی جنہوں نے چند مقامات سندھ پر قبضہ کیااور قاسم کے بعد حارث بن مرّہ عبدی کو گئے اور اُنہوں بہت سے ممالک فتح کیئے۔ جس کا مقصد اسلام پھیلانا تھااُنھوں نے ناسازگار حالات کے باوجود آگے بڑھنے کا عزم بالجزم کرلیااور سنہ۳۹ ہجری میں سندھ پر قابُو حاصل کرکے ہندوستان میں تبلیغِ اسلام کی راہ ہموار رکھی تھی کہ اہلِ بیت رسُولؐ خدا کو تمام ممالکِ اسلامیہ میں منبروں پر بُرا کہا جاتا تھااور یہ حکم یہاں سندھ میں بھی پہنچا مگر اہل غور نے اس امر نامعقول کا ارتکاب نہیں کیا تھا (اور وہ اس عمل میں بنی امّیہ سے بیزار تھے) جس سے معلوم ہوتا ہے یہاں وہ اِسلام پہنچا جس میں اہلِ بیت کا احترام اور محبت بھی تھی اور کیونکہ جب امام حسینؑ کو حُر نے کُوفہ کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر میرے عراق میں آنے کو پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑدو مکہ میں سندھ (ہندوستان) چلا جاؤں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کو سندھ کے مسلمانوں پر بھروسہ تھااور آپ مکّہ و

ترجمہ، بھلا جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔ اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں ﴿۲۲﴾ خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی (ہیں) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہو کر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی خدا کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿۲۳﴾

سورۃ الزمر

مدینہ کے مسلمانوں سے زیادہ سندھ کی مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے۔ اس محبت واحترام کی وجہ سے تاریخ میں موجود ہے کہ اہلِ بیت کے ماننے والوں کا یہاں کافی قتل وغارت بھی کیا گیا۔ معاویہ کے مظالم اور قتل وغارت کی ایک بڑی فہرست ہے جس میں کئی صحابہ کے قتل بھی شامل ہیں۔ جنگِ صفین میں صحابیِ رسُولؐ عمار یاسرؓ کو شہید کیا گیا، مالک اشترؒ کو زہر سے شہید کروایا، مصر میں جنابِ ابو بکر کے بیٹے محمد ابن ابی بکر کو گرفتار کرکے گدھے کی کھال میں سی کر زندہ جل وایا، زوجہِ رسُولؐ اللہ حضرت عائشہؓ کو کنوئیں میں گرا کر زندہ دفن کردیا، اسیطرح دامادِ رسُول حضرت علیؑ کو بھی ایک خارجی ابنِ ملجم کے ذریعہ زہر آلود تلوار سے مسجد کوُفہ میں شہید کروایا، اور واقعہ شہادت حضرت علیؑ کے دس سال بعد امام حسنؑ کو زہر سے معاویہ نے شہید کرایا اوراس کے علاوہ عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید وغیرہ کے مسلم الثبوت قاتل ہیں، معاویہ کے حکم سے صحابیِ رسُول حجر ابن عدی کو محبتِ علی میں قتل کروایا گیا، عبدالرحمٰن ابن حسان زندہ دفن کئے گئے اسطرح ۳۰ہزار محبانِ علی کو قتل کیا گیااور کوفہ میں ایک ایک رات پانچ پانچ سو محبانِ علی شہید کئے گئے اور نماز کے ہر قنوت میں علیؑ اور اصحاب علی پر لعنت کرتا تھا۔ اُحد کی قبروں کو کھودوایااور وہاں پر نہر جاری کرائی۔

روایت میں ہے ایک دفعہ علیؑ بیمار ہوئے تو شیخین اُنھیں دیکھنے کے لئے آئے تو حالت سقیم دیکھ کر آنحضرتؐ سے کہا کہ شاید علیؑ کا بچنا مشکل ہے تو پیغمبرِؐ اسلام نے علیؑ کی شہادت کی پیشین گوئی کی تھی کہ علیؑ کی ڈاڑھی سر کے خُون سے رنگین ہوگی۔ روایتوں میں ہے کہ امیر المومنینؑ کے قتل کے انتظامات ابنِ ملجم کے ذریعے معاویہ نے کئے تھے جس کا اقرار خود

ترجمہ، اور کوئی شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے ﴿۲۰۷﴾ مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلووہ تو تمہارا صریح دشمن ہے ﴿۲۰۸﴾ پھر اگر تم احکام روشن پہنچ جانے کے بعد لڑ کھڑا جاؤ تو جان جاؤ کہ خدا غالب (اور) حکمت والا ہے ﴿۲۰۹﴾

ابن ملجم نے گرفتاری کے بات کیا اور کہا کہ "میں نے معاویہ کے کہنے سے ایسا فعل کیا۔ مگر افسوس کوئی فائدہ بر آمد نہ ہوا" (ذکر العباس صفحہ ۲۰، کتاب ارجح المطالب صفحہ ۷۵۳ و طبری جلد ۴ صفحہ ۵۹۹، و روضتہ الاحباب میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم نے کُوفہ پہنچ کر اپنی تلوار کو زہر میں بُجھالیا اور موقع کی تلاش میں کُوفہ کی گلیوں کے چکّر کاٹنے لگا تو اس کی نظر ایک خوبصورت عورت پر جا پڑی جس کا نام قطامہٰ بنت نجبہ تھا جو معاویہ کی رشتہ دار تھی۔ ابنِ ملجم نے اس کی غلامی اختیار کرلی اور بالآخر بات عقد تک گئی اور فیصلہ ہو گیا تو اس عورت نے مہر میں علیؑ کا سر طلب کیا کیونکہ علیؑ نے اسلامی جنگوں میں اس کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ ابنِ ملجم نے یہ شرط منظور کرلی اور کہا کہ میں خود اس کام کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ ابنِ ملجم جد وجہد میں مشغول ہو گیا اور اس کی مدد کے لیے شبیب ابن بجیرہ اشجعی بھی تھا اور قطامہ نے اور کئی اشخاص اس کی مدد کے لیے مہیّا کر دیئے۔ روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ کو اپنی شہادت کا اندازہ تھا اور ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ عنقریب قبیلہ مراد کا ایک نامراد میری ڈاڑھی کو سَر کے خُون سے رنگین کرے گا۔ آپ کا اُصول تھا کہ رمضان المبارک آپ ایک ایک دن اپنے بیٹوں کے ہاں افطار فرماتے تھے اور ایک روز اپنی بیٹی اُمِ کلثوم سے فرمایا میں نے خواب میں سرورِ عالمؐ کو دیکھا ہے کہ وہ میرے سر سے غبار صاف کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم (اپنے) تمام فرائض ادا کر چکے اور اب میرے پاس آجاؤ۔ یہ سُن کر وہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں "بیٹی"۔ اس رات آپ سوئے نہیں اور تھوڑی دیر کے بعد مصلے سے اُٹھ کر صحن خانہ میں آتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے کہ میرے آقا سرورِ کائنات نے سچ فرمایا ہے کہ میں شہید کیا جاؤں گا۔ جب نمازِ صبح کے ارادے سے باہر نکلے تو صحن خانہ میں بطخوں نے دامن تھام لیا اور

ترجمہ، اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوئی۔ سو (اے محمد ﷺ) تم تو صرف ہدایت کرنے والے ہو اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے (۷)

سورۃ الرعد

شور مچانے لگیں جس پر آپ نے کہا کہ مجھ پر نوحہ کر رہی ہیں۔ پھر آپ نے مسجد کُوفہ میں گلدستۂ آذان پر جاکر اذان دی اور نماز میں مشغول ہوگئے اور جب آپ سجدہِ اوّل میں گئے تو نامراد ابنِ ملجم نے سرِاقدس پر تلوار سے ضرب لگائی تو ایک آواز آئی "الاقتل امیرا لمومنین" اور آپ زمین سے اپنے زخم پر مٹی ڈال کر بولے "فزت برب الکعبۃ" خدا کی قسم میں نے حیاتِ ابدی پائی اور کامیاب ہوگیا۔ ضرب لگانے کے بعد ابنِ ملجم بھاگا مگر لوگوں نے تعاقب کرکے اُس کو گرفتار کرلیا اور حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور حضرت عباس آپ کو گھر لے گئے اور آپ کے زخم کا علاج کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ ابنِ ملجم نے تلوار کو زہر سے بجھائی ہوئی تھی۔ آپ کو جب شربت پیش کیا گیا تو آپ نے تھوڑا سا پی کر قاتل کو بھجوادیا۔ وقتِ شہادت سے پہلے آپ نے اولادوں کو نصیحتیں اور وصیتیں فرمائی جو تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت، صلہ رحم، اطاعت اور امداد وغیرہ کا حکم دیا اور اپنے تمام اولاد و ازواج کو امام حسنؑ کے سپرد فرمایا اور حضرت عباس کو امام حسینؑ کے حوالہ کرکے فرمایا کہ یہ تمھارا غلام ہے کربلا میں کام آئے گا۔ الغرض ۲۱ ماہِ رمضان سنہ ۴۰ ہجری کو انتقال فرمایا۔ روایت میں ہے کہ اسی شب کو حضرت عیسٰیؑ آسمان پر اُٹھائے گئے، حضرت موسیٰؑ نے رحلت کی اور یوشع ابن نوں نے وفات پائی۔ امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عبداللہ ابنِ جعفر نے غسل دیا اور محمد حنفیہ نے پانی ڈالنے میں مدد کی۔ کفن پہنانے کے بعد امام حسنؑ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ بعض تواریخ میں ہے کہ آپ کی قبر حضرت نوحؑ کی بنائی ہوئی تھی اور آپ کا جنازہ سرہانے کی طرف سے فرشتے اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نجفِ اشرف میں سپردِ خاک کئے گئے اور آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا گیا۔ آپ نے دس عورتوں سے نکاح کیا اور آپ کے انتقال کے وقت چار بیویاں موجود تھیں۔

ترجمہ، اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہیں (۴۳) سورۃ الرعد

امامہ، اسماء، لیلیٰ اور اُم البنین اور آپ کے دس بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں اور ایک روایت کے مطابق بارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں تھیں۔ آپ کی نسل پانچ بیٹوں سے بڑھی (۱) امام حسنؑ، (۲) امام حسینؑ، (۳) محمد حنیفہ، (۴) حضرت عباس، (۵) عمر بن علی۔ (نوٹ: محمد کی ماں کا اصلی نام خولہ اور لقب حنیفہ تھا وہ قبیلہ حنفیہ بن لحیم سے تھیں، محمد بن حنیفہ اپنی ماں کے لقب سے مشہور رہیں)

روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مسجد میں سو رہے تھے، اتنے میں حضرت رسُول کریمؐ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا" قم یادابتہ اللہ"۔ اس کے بعد ایک دن فرمایا اے علی! جب دُنیا کا آخری زمانہ آئے گا، تو خداوندِ عالم تمھیں برآمد کرے گا، اس وقت تم اپنے دُشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگاؤ گے (مجمع البحرین صفحہ ۱۲۷)۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ علی "وابتہ الجنتہ" ہیں لغت میں ہے کہ وابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں (مجمع البحرین صفحہ ۱۲۷)۔ کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آلِ محمدؐ کی حکمرانی جس سے صاحب ارجح المطالب کی بادشاہی لکھا ہے اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک دُنیا کے ختم ہونے میں چالیس (۴۰) یوم باقی رہیں گے (ارشاد مفید صفحہ ۱۳۷، اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۵)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیس (۴۰) دن کی مُدّت قبروں سے مرُدوں کے نکلنے اور قیامت کبریٰ کے لیے ہوگی، حشر و نشر، حساب و کتاب، صور پھُونکنا اور دیگر لوازم قیامت کبریٰ اسی میں ادا ہوں گے (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۵)۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السّلام لوگوں کو

ترجمہ، (بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں ﴿۹﴾ کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین کشادہ ہے۔ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا ﴿۱۰﴾

سورۃ الزمر

جنّت کا پروانہ دیں گے۔ لوگ اُسے لے کر پُل صراط پر سے گزریں گے (صواعق محرقہ علاّمہ ابنِ حجر مکّی صفحہ ۷۵، اِسعاف الراغبین صفحہ ۷۵ بر حاشیہ نورالابصار)۔ پھر آپ حوضِ کوثر کی نِگرانی کریں گے۔ جو دُشمن آلِ محمدؐ حوضِ کوثر پر ہوگا، اُسے آپ اُٹھادیں گے۔ ارجح المطالب صفحہ ۷۶)۔ پھر آپ لواءالحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کر جنّت کی طرف چلیں گے، پیغمبرِ اسلامؐ آگے آگے ہوں گے۔ انبیاء اور شہداء و صالحین اور دیگر آلِ محمدؐ کے ماننے والے پیچھے ہوں گے (مناقب اخطب خوارزمی قلمی وارجح المطالب صفحہ ۷۷۴)۔ پھر آپ جنّت کے دروازے پر جائیں گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخلِ جنّت کریں گے اور دُشمنوں کو جہنّم میں جھونک دیں گے (کتاب شفا قاضی عیاض و صواعق محرقہ)۔ اِسی لیے حضرت محمد مصطفےٰؐ نے حضرت ابوُبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرمادیا تھا کہ علی زمین اور آسمان دونوں میں میرے وزیر ہیں، اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علی کو راضی کرو، اس لیے کہ علی کی رضا، خدا کی رضا اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے (مودۃالقربیٰ صفحہ (۶۲-۵۵)۔ علی کی محبّت کے بارے میں تم سب کو خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا اور تم علی کی مرضی کے بغیر جنّت میں نہ جاسکو گے اور علی سے کہہ دیا کہ تم اور تمھارے شیعہ "خیر البریہ" یعنی خدا کی نظر میں اچھے لوگ ہیں۔ یہ قیامت میں خوش ہوں گے اور تمھارے دُشمن ناشاد و نامراد رہیں گے، مُلاحظہ ہو (کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۲۱۸ و تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۶۰۴ تفسیر فتح البیان جلد۱ صفحہ ۳۲۳)۔

ترجمہ، (اس روز) ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ (روئے زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کرلیں گے ﴿۹۹﴾ اور اُس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے ﴿۱۰۰﴾ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ﴿۱۰۱﴾ کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے) ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی (مہمانی) تیار کر رکھی ہے ﴿۱۰۲﴾ سورۃ الکھف

ترجمہ، اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ سورۃ البقرۃ

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چار شخص ایسے ہیں قیامت کے روز جن کے لئے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا (اور وہ یہ ہیں:) میری اولاد کی عزت و تکریم کرنے والا، اور ان کی حاجات کو پورا کرنے والا، اور ان کے معاملات کے لئے تگ و دو کرنے والا جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں اور دل و جان سے ان کی محبت کرنے والا۔'' اس حدیث کو امام متقی ہندی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 22: أخرجه الهندی فی کنزالعمال۔ 12 / 100۔ الرقم: 34180)

''حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تو اور تیرے (چاہنے والے) مددگار (قیامت کے روز) میرے پاس حوض کوثر پر چہرے کی شادابی اور سیراب ہو کر آئیں گے اور ان کے چہرے (نور کی وجہ سے) سفید ہوں گے اور بے شک تیرے دشمن (قیامت کے روز) میرے پاس حوض کوثر پر بدنما چہروں کے ساتھ اور سخت پیاس کی حالت میں آئیں گے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 17: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 1 / 319، الرقم: 948، و الهیثمی فی مجمع الزوائد۔ 9 / 131)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے گھر والوں کو اور تیرے مددگاروں کو اور تیرے مددگاروں کے چاہنے والے کو بخش دیا ہے پس تجھے یہ خوشخبری مبارک ہو۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 30: أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس۔ 5 / 329۔ الرقم: 8337)

’’حضرت مصعب بن عبد الرحمٰن بن عوف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضورؐ نے مکہ فتح کیا اس کے بعد آپؐ طائف کی طرف روانہ ہوئے اور آپؐ نے سترہ دن یا انیس دن طائف کا محاصرہ کئے رکھا۔ آپؐ نے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا: میں اپنی عترت کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض کوثر ہو گا اور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے یا میں تمہاری طرف ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو مجھ میں سے ہے یا میری طرح کا ہے اور جو تمہاری گردنیں مارے گا پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اس آدمی سے میری مراد یہ ہے۔‘‘ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 7: أخرجه البزار فی المسند، 3 / 258، 259، الرقم: 1050، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 163)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ان لوگوں کا کیا ہو گا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرمؐ سے نسبی تعلق قیامت کے روز ان کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں دے گا کیوں نہیں! اللہ کی قسم بے شک میرا نسبی تعلق دنیا و آخرت میں آپس میں باہم ملا ہوا ہے اور اے لوگو! بے شک (قیامت کے روز) میں تم سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا پس جب تم آ گئے تو ایک آدمی کہے گا یا رسول اللہ! میں فلاں بن فلاں ہوں پس حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس کا فلاں بن فلاں کہنا پایۂ ثبوت کو پہنچے گا اور رہا نسب تو تحقیق اس کی پہچان میں نے تمہیں کرا دی ہے لیکن تم میرے بعد تم احداث کرو گے اور الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔‘‘ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 11: أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، 3 / 18، الرقم: 11154، و الحاکم فی المستدرک، 4 / 84، الرقم: 6958، و أبو يعلى فی المسند، 2 / 433، الرقم: 1238، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 10 / 364)

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں اور اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں مؤمنین کی جانوں سے بڑھ کر ان کو عزیز ہوں آپ ﷺ نے ایسا تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں علی بھی اس کا مولی ہے۔‘‘ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الحديث رقم 4: أخرجه الحاكم في المستدرك، 3 / 118، الرقم: 4577)

’’دو بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کا ایک کنارا اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اور دوسری چیز میری عترت ہے اور بے شک اس لطیف خبیر رب نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر حاضر ہوں گی اور ایسا ان کے لئے میں نے اپنے رب سے مانگا ہے۔ پس تم لوگ ان پر پیش قدمی نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ان کو سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: پس میں جس کی جان سے بڑھ کر اسے عزیز ہوں تو یہ علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ! جو علی کو اپنا دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھتا ہے تو اس سے عداوت رکھ۔‘‘ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔"

(الحديث رقم 6: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 5 / 166، الرقم: 4971)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پس یہ دیکھو کہ تم دو بھاری چیزوں میں مجھے کیسے باقی رکھتے ہو. پس ایک نداء دینے والے نے ندا دی یا رسول اللہ! وہ دو بھاری چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کا ایک کنارا اللہ کے ہاتھ میں اور دوسرا کنارا تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے اور دوسری چیز میری عترت ہے اور بے شک اس لطیف خبیر رب نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں چیزیں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر حاضر ہوں گی اور ایسا ان کے لئے میں نے اپنے رب سے مانگا ہے۔ پس تم لوگ ان پر پیش قدمی نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو کہ ہلاک ہو جاؤ اور نہ ان کو سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: پس میں جس کی جان سے بڑھ کر اسے عزیز ہوں تو یہ علی اس کا مولیٰ ہے اے اللہ! جو علی کو اپنا دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھتا ہے **تو اس سے عداوت** رکھ۔'' **اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔**

(الحدیث رقم 6: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 5 / 166، الرقم: 4971)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں وہ جس میں پائی جائیں گی نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں (اور وہ تین چیزیں یہ ہیں): علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا، میرے اہل بیت سے دشمنی رکھنا اور یہ کہنا کہ ایمان (فقط) کلام کا نام ہے۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 47: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس، 2 / 85، الرقم: 2459)

---

https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib/read/txt/btid/549

حضرت امام حسن علیہ السّلام

حضرت امام حسنؑ ۱۵رمضان سنہ ۳ہجری کی شب کو مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش رسُولؐ اللہ کے گھر میں اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی، آپ کی ولادت نے رسُولؐ کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبّہ صاف کر دیا اور دُنیا کے سامنے سُورۂ کوثر کی ایک عملی اور بُنیادی تفسیر پیش کر دی۔ امام حسنؑ پیغمبرؐ اِسلام کے نواسے تھے مگر قرآن میں انھیں فرزند رسُول کا درجہ دیا ہے اور خود سرورِ کائناتؐ نے آپ کے متعلّق بے شمار احادیث ارشاد فرمائی ہیں۔ آپ کے نام کے لیے حمزہ تجویز ہوا تھا مگر سرورِ کائناتؐ نے حضرت موسیٰؑ کے وزیر حضرت ہارونؑ کے فرزندوں کے ناموں شبّر و شبّیر پر آپ کا نام حسنؑ اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسینؑ رکھا اور ان ناموں سے پہلے کوئی موسُوم نہیں ہوا تھا اور روایت کے مطابق یہ نام لوح محفوظ میں بھی لکھا ہوا تھا۔ رسُولؐ اللہ نے امام حسنؑ کو آغوش میں لے کر داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت دینے کے بعد اپنی زبان اقدس اُن کے منُہ میں دے دی تو آپ اُسے چوُسنے لگے تو آپؐ نے دُعا کی "خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا"۔ ساتویں دن حضورؐ نے آپ کا عقیقہ دُنبہ ذبح کر کے فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے وزن چاندی تصدق کی اور آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کا عقیقہ کر کے اِس سُنّت کی دائمی بنیاد ڈالی۔ امام حسنؑ کی کنیت ابو محمد تھی مگر آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں طیب و تقی اور سبط و سیّد زیادہ مشہور ہیں اور "سیّد" لقب خود سرورِ کائناتؐ کا عطا کردہ ہے۔ زیارت عاشورہ میں آپ کا لقب ناصح اور امین بھی معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ، کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا (۳) سورۃ الکوثر

آنحضرتؐ سے جنابِ حسنینؑ کے بارے میں کئی احادیث روایتوں کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ (۱) میں حسنین کو دوست رکھتا ہوں اور جو اُنھیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ (۲) جب امام حسنؑ نماز کی حالت میں آپؐ کے پُشت پر سوار ہوئے تو آپؐ نے سجدہ طویل کر دیا جب تک آپ خود پُشت سے نہ اُتر آئے اور بعدِ نماز آپؐ نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا گلِ اُمیّد ہے، یہ میرا بیٹا سیّد ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (۳) جنابِ حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن آنحضرتؐ کو بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے تو ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیلؑ نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن و حسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور ان کے والد بزرگوار یعنی علی ابن ابی طالب ان دونوں سے بہتر ہیں (اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہو گئی کہ حضرت علیؑ صرف سیّد ہی نہ تھے بلکہ فرزندانِ سادات کے باپ تھے)۔ (۴) ایک آنحضرتؐ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ اے حسن کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے۔ (۵) آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ حسن میں خدا نے ہیبت اور سرداری اور حسین میں جرات و ہمت ودیعت کی ہے (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۷)۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں نے رسُولؐ اللہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ ایک کندھے پر امام حسنؑ کو اور ایک پر امام حسینؑ کو بٹھائے ہوئے لیے جا رہے ہیں اور باری باری دونوں کا منہ چومتے جاتے ہیں تو صحابی نے کہا کہ اے صاحبزادے تمھاری سواری کس قدر اچھی ہے تو یہ سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کہو کہ کس قدر اچھا سوار ہے۔ ایک صحابی کا کہنا ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپؐ کی پُشت پر سوار ہو گئے تو کسی نے روکنا چاہا تو آنحضرتؐ نے منع فرمایا۔ ایک اور صحابی کا بیان ہے

کہ اس دن سے میں امام حسنؑ کو بہت زیادہ دوست رکھنے لگا جس دن میں نے حسنؑ کو سرورِ کائناتؐ کی آغوش میں بیٹھ کر انھیں اُن کی ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا۔ امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن رسولِؐ خدا امام حسنؑ کو کندھے پر بٹھا کر فرما رہے تھے "خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر"۔ حکیم ترمذی اور نسائی و ابوداؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنینؑ آگئے اور حسنؑ کے پاؤں دامنِ عبا میں اس طرح اُلجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اُتر کر اُنھیں آغوش میں اُٹھالیا اور منبر پر لے جا کر خطبہ شروع فرمایا (مطالب السؤل صفحہ ۲۲۳)۔ علاّمہ ابن حجر اور امام سیوطی رقم کرتے ہیں کہ امام حسنؑ ایک دن مسجدِ نبوّی سے گزرے، تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابُو بکر منبرِ رسُول پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ سے رہا نہ گیا اور آپ منبر کے قریب آکر فرمانے لگے "انزل عن منبر ابی" یعنی میرے باپ کے منبر سے اُتر آؤ، یہ تمھارے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے، یہ سُن کر وہ منبر سے اُتر آئے اور امام حسنؑ کو اپنی آغوش میں بٹھالیا (صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۵، ریاض النضر صفحہ ۱۲۸)۔ علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پر نازل ہونے والی وحی من عن اپنی والدہ ماجدہ کو سُنا دیا کرتے تھے تو ایک دن حضرت علیؑ نے اما حسنؑ کو ترجمانی وحی کرتے دیکھا تو آغوش میں اُٹھایا اور بوسہ دینے لگے علاّمہ علی متقّی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ حسن رسُولِ کریمؐ کی شکل و شباہت سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

ترجمہ، اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں ﴿۱۹﴾ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے ﴿۲۰﴾ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۱﴾ دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں ﴿۲۲﴾ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۳﴾ سورۃ الرَّحمٰن

امام حسنؑ کی عمر جب ۷ سال ۵ ماہ اور تیرہ یوم کی ہوئی تو آپ کے سر سے رحمتہ للعالمین کا سایہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو اُٹھ گیا۔ ابھی آپ کے نانا کے سوگ منانے سے فراغت حاصل نہ کر سکے تھے کہ ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ ہجری کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا نے بھی انتقال فرمایا اس غم بالائے غم سے امام حسنؑ کو بے اِنتہا صدمہ پہنچایا۔

یہ مسّلمات سے ہے کہ حضرات آئمہ معصومینؑ کو علمِ لدّنی ہوا کرتا تھا اور وہ دُنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے۔ امام حسنؑ جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور سلسلہ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے اور بچپن سے ہی لوگوں کے مسائل کا حل علم و دلیل سے کرتے تھے اور تاریخ کی کتابوں میں آپ سے کئے گئے کئی سوالوں کے جوابات موجود ہیں مگر چند کا ذکر پیشِ خدمت ہے۔ ایک روز امیر المومنینؑ مقامِ حِبہ میں تشریف فرما تھے اور حسنینؑ بھی وہاں وموجود تھے کہ ایک شخص کچھ سوالوں کے ساتھ امیر المومنینؑ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ تم اپنے سوالات میرے بیٹے سے پوچھ لو تو امام حسنؑ علمِ اِمامت سے اس کے سوالوں کو سمجھ گئے اور اس سے پُوچھنے سے پہلے ہی اُس کے سوالوں کو بیان کر کے اس سے دریافت کیا کہ کیا یہ ہی تمھارے سوال نہیں ہیں کہ (۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے؟ (۲) زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے؟ (۳) مشرق و مغرب میں کتنی دُوری ہے؟ (۴) قوس قزح کیا چیز ہے؟ (۵) مخّنث کسے کہتے ہیں؟ (۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوندِ عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے؟۔ پھر اس شخص سے فرمایا، سُنو، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے، اکثر و بیشتر جو

ترجمہ، یا جو خدا نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی ﴿۵٤﴾ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رکا (اور ہٹا) رہا تو نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے ﴿۵۵﴾ سورۃ النساء

کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سُنا باطل ہے (آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی اور کان سے سُنا ہوا محتاجِ تحقیق ہوتا ہے)۔ زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔ مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سُورج ایک دن میں طے کرلیتا ہے۔ قوسِ قزح اصل میں قوسِ خدا ہے اس لیے کہ قزح شیطان کا نام ہے۔ یہ فراوانی زوق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لیے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے علامات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامات میں سے شمار کی جاتی ہے۔ مخنّث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضا ہوں، اس کا حکم یہ ہے کہ تاحدِ بلوغ اِنتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان اُبھر آئیں تو عورت۔ اگر اس سے مسلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اس کے پیشاب کی دھارا اگر سیدھی جاتی ہے تو مرد ورنہ عورت۔ اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب و قوی ہیں وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت و قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت و قوی پانی ہے جو آگ کو بُجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت و قوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد قوی ہوا ہے جو اَبر کو اُڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت و قوی فرشتہ ہے جس کے ہوا محکوم ہے اور اس سے زائد سخت و قوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی رُوح قبض کرلیں گے اور ملک الموت سے بھی زائد سخت و قوی موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار ڈالے گی اور موت سے زائد سخت و قوی حکمِ خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سُن کر سائل پھڑک اُٹھا۔

ترجمہ، اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو (۷) سورة الأنبياء

علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ سے شاہ روم نے آپ کا ایک نمائندہ طلب کیا تو آپ نے امام حسنؑ کو اپنے نمائندہ بنا کر بھیجا تو امام حسنؑ نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں تو شاہ روم نے آپ کا امتحان لینا چاہا تو چند تصاویر نکالیں اور پوچھا یہ کن کی شکلیں ہیں؟ تو امام حسنؑ نے حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، شعیبؑ اور یحیٰؑ کا نام لیا اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے جس پر بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے؟ فرمایا میرے جدّ نامدار کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا، اے بادشاہ! وہ سات جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے۔ (۱) آدمؑ، (۲) حوّا، (۳) دنبہِ ابراہیمؑ (۴) ناقہِ صالحؑ، (۵) ابلیس، (۶) موسیٰؑ کا اژدہا، اور (۷) وہ کوّا جس نے قابیل کی دفنِ ہابیلؑ کی طرف رہبری کی۔ بادشاہِ روم نے یہ تجرِ علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزّت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

روایتوں میں آپ سے ایک واقعہ درج ہے کہ کچھ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خُون آلودُ چُھری ہے اور اسی جگہ ایک شخص قتل ہوا پڑا ہے تو لوگوں نے اس شخص کو اور میّت کو جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کیا جب لوگوں نے اس شخص کے خلاف

ترجمہ، اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تونے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں ﴿۱۵﴾ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے)۔ (یہ) سچا وعدہ جو ان سے کیا جاتا ہے ﴿۱۶﴾ سورۃ الاحقاف

گواہی دی اور اس شخص کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا تو اُس نے اس قتل کی ذمداری اپنے اُوپر لے لی تو اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ اِسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ تو مولاِ کائنات علیؑ نے پہلے شخص سے پوُچھا کہ تم نے اس قتل کی ذمداری کیوں قبول کی تو اُس نے کہا کہ مولا میں ایک قصاب ہوں اور گوسفند ذبح کر رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی تو اِس طرح خون آلود چُھری ہاتھ میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں پر یہ مقتول کی لاش تھی اتنے میں لوگ آ گئے اور مجھے پکڑ لیا اور میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا سوائے اس کے کہ ہاں کرتا۔ اس مقدّمہ کا فیصلہ حسنؑ نے کیا اور فرمایا کہ دونوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اس کی جان بچالی کیونکہ حکمِ قرآن ہے کہ "وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴿۳۲﴾ سورۃ المائدۃ، ترجمہ: جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا "۔ لہٰذا اس مقتول کا خُون بہا بیت المال سے دیا جائے۔ علاّمہ ابنِ طلحہ شافعی بحوالہ تفسیر وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے "شاھد و مشھود" کے معنی دریافت کئے تو ابنِ عباس اور ابنِ عمر نے شاھد کے "معنی یومِ جمعہ" بتائیں مگر ابنِ عباس نے مشھود کے معنی "یومِ عرفہ" جبکہ ابنِ عمر نے "یومِ النحر" کہا مگر جب امام حسنؑ سے پوُچھا گیا تو آپ

ترجمہ، پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھیرایا جن کو اپنے بندوں میں سے بر گزیدہ کیا۔ تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ اور کچھ میانہ رو ہیں۔ اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے ﴿۳۲﴾ (ان لوگوں کے لئے) بہشتِ جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور ان کی پوشاک ریشمی ہوگی ﴿۳۳﴾ وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے ﴿۳۴﴾ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے گھر میں اُتارا۔ یہاں نہ تو ہم کو رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تکان ہی ہوگی ﴿۳۵﴾ سورۃ فاطر

نے شاہد سے "رسُولِ خدا" اور مشہود سے "یومِ قیامت" فرمایا اور دلیل میں دو آیتیں پڑھیں۔(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ ﴿۴۵﴾ سورۃ الاحزاب، ترجمہ: اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(۲) ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ سورۃ ھود، ترجمہ: یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (خدا کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے اور آپ حج پیدل کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے۔آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت و نشور کو یاد کرکے رویا کرتے تھے۔ جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی مثل کانپنے لگتے تھے۔آپ کا معمول تھا کہ جب دروازۂ مسجد پر پہنچتے تو خُدا کو مخاطب کرکے کہتے "میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے، اے رحمن و رحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے"۔آپ جب بھی صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔امام شافعی لکھتے ہیں کہ آپ نے اکثر اپنا نصف مال اور بعض اوقات سارا مال راہِ خدا میں تقسیم کر دیا ہے۔ایک شخص نے امام حسنؑ سے کچھ مانگا دستِ سوال دراز ہونا تھا کہ آپ نے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو اشرفیاں مزدُور کو مزدُوری دیے کر اُس شخص کو بھجوایا۔آپ سے کسی نے پُوچھا کہ آپ تو فاقہ کرتے ہیں لیکن

ترجمہ، جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے ﴿۱۳۴﴾ سورۃ آل عمران

سائل کو محروم واپس نہیں فرماتے، ارشاد فرمایا کہ میں خدا سے مانگنے والا ہوں، اُس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اور میں نے لوگوں کو دینے کی عادت ڈالی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنی عادت بدل دُوں تو کہیں خدا بھی نہ اپنی عادت بدل دے اور مجھے بھی محروم کر دے۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ کسی نے امام حسنؑ سے عرض کی کہ ابوذر غفاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اور صحت سے زیادہ بیماری پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے۔ ان کا کہنا دُرست ہے۔ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص خدا کے قضا و قدر پر توکلّ کرے وہ ہمیشہ اِسی چیز کو پسند کرے گا جسے خُدا اس کے لیے پسند کرے، وہ عظیم زاہد و پرہیز گار تھے۔ علاّمہ ابنِ شہر آشوب نے لکھا ہے کہ ایک دن امام حسنؑ گھوڑے پر سوار جارہے تھے کہ معاویہ کے طرف داروں کا ایک شامی سامنے آیا اور گالیاں دینی شروع کر دی تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور جب وہ اپنی جیسی کر چکا تو آپ نے اس کو سلام کر کے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، اگر سواری کی ضرورت ہے تو سواری دے دُوں، اگر بھُوکا ہو تو کھانا کھلادُوں اور اگر تجھے رقم یا کپڑے یا مکان درکار ہو تو انتظام کر دُوں۔ یہ سُن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا، اب میں آپ کے قدموں سے دُور نہ جاؤں گا اور تا حیات آپ کی خدمت میں رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمینِ خدا پر اس کے خلیفہ ہیں۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۵۳، وکامل مبروج ۲ صفحہ ۸۶)۔

امام حسنؑ کی امام علیؑ کے خلافت کے دُور میں نمایاں ذمہ داریاں تھیں اور آپ جنگ

ترجمہ، اور جو کوئی (خدا کے حضور) نیکی لے کر آئے گا اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو برائی لائے گا اسے سزا ویسے ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۱۶۰﴾ کہہ دو کہ مجھے میرے پروردگار نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے (یعنی دین صحیح) مذہب ابراہیم کا جو ایک (خدا) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے ﴿۱۶۱﴾ سورة الأنعام

صفین، جنگِ جمل اور جنگِ نہروان کے جہاد میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ لشکر کی تیاری اور علمدارِ لشکر بھی رہے اور آپ نے معاہدۂ تحکیم پر دستخط بھی کیا۔ فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سُپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اور شاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا۔ آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ تھی جب حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی تو آپ کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی۔ حضرت علیؑ کی شہادت سے جو علیؑ کی دھاک عرب پر تھی وہ کم ہوگئی اور سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کردیا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی۔ بقول عبداللہ ابن عباس کہ تکفین وتدفین کے بعد ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسنؑ کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کرلی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی تو اس وقت آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے حمد و ثنا کے بعد بارہ امام کی خلافت کا ذکّر فرمایا اور اس کی وضاحت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اُترے گا یا زہر وغا سے شہید ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز اور یمن و بصرہ وغیرہ کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی تو اس نے دو جاسوس روانہ کئے ایک قبیلہ حمیر کا کافہ کی طرف اور دوسرا قبیلۂ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو امام حسنؑ سے منحرف کیا جائے مگر یہ جاسوس گرفتار کرکے قتل کردیا گیا مگر معاویہ نے جابجا جاسوس مقرر کردیئے تھے جو مسلمانوں میں پُھوٹ ڈلواتے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف کا بیج بوتے تھے جس کی وجہ سے خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسر آمادہ فساد نظر آتے تھے اور معاویہ کا پیغام ان کو آیا کہ حسن ابنِ علی کو جو قتل کروائے گا اس

ترجمہ، جن لوگوں کو سیدھا رستہ معلوم ہوگیا (اور) پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) خدا کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی وہ خدا کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔ اور خدا ان کا سب کیا کرایا اکارت کردے گا (۳۲) سورۃ محمد

کو بھاری رقم، فوج کی سرداری اور اپنی کسی لڑکی سے شادی کر دونگا۔ امام حسنؑ نے اپنی حفاظت کے لیے زرہ پہننی شروع کر دی اور نماز جماعت میں بھی زرہ پہن کر شرکت کرتے۔ معاویہ نے دوسری طرف ۶۰ہزار فوج کا ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تو امام حسنؑ نے بھی لشکر کا حکم دیا اور قیس ابن سعد یا پھر حجر ابنِ عدی کو ایک ۱۲ہزار کی چھوٹی سی فوج کے ساتھ بڑھنے کے لیے کہا اور لوگوں کو ایک خطبہ دیا کہ "لوگو! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دوگے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض و عداوت نہیں ہے۔ میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں، میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں"۔ لوگوں نے آپ کے خطاب سے یہ سمجھا کہ آپ معاویہ سے صلح پر مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا اِرادہ دل میں رکھتے ہیں۔ کیونکہ معاویہ نے کافی لوگ کو خرید لیا تھا جس کی وجہ سے ظاہراً کچھ لوگ آپ کے ساتھ نظر آتے تھے مگر بِکے ہوئے تھے اور کچھ دُشمنوں سے خوف زدہ تھے کیونکہ حضرت علیؑ کی شہادت نے ان کے حوصلے پست کردئیے تھے۔ معاویہ فوج لے کر مقام مسکن میں جااُترا جو بغداد کے قریب واقع ہے اور لوگوں کے حالات کو دیکھتے معاویہ نے عمرو عاص کے ذریعے امام حسنؑ کے لشکر میں افواہ

ترجمہ، مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے ﴿۵۹﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے ﴿۶۰﴾ سورۃ النساء

پھیلادی کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی ہے جس کی وجہ سے لشکر میں بغاوت اور بدگمانی کے جذبات اُبھرے اور کہنے لگے کہ امام حسنؑ بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہوگئے ہیں اور لوگ آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور سامان لوٹ لیا یہانتکہ آپ کے دوش مبارک پر سے ردا بھی اُتار لی اور مصلی تک گھسیٹ لیا اور امام حسنؑ کو معاویہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔ آخرکار آپ ان بدبختوں سے مایوس ہوکر مدائن کے گورنر، سعد یا سعید کی طرف روانہ ہوگئے تو ایک خارجی نے جس کا نام جراح بن قیصہ تھا اُس نے آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا تو آپ علاج کے لیے مدائن میں مقیم ہوگئے تو معاویہ نے ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت میں مدائن بھیج کر یہ کہا کہ میں امام حسن اور ان کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفُت میں اپنی جان نہ دیں اور صلح کرلیں کیونکہ معاویہ کو آپ کے لشکر کی بے وفائی کا علم تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ آپ کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کو یہ بھی یقین تھا کہ آپ حق پرستی کے خلاف ایسی باطل شرائط پر ہرگز صلح نہیں کریں گے تو اُس نے امام حسنؑ کو پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہی شرائط پر صلح کو تیار ہوں۔ اس دعوتِ صلح اور پیغامِ خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتّیں پست ہوگئیں اور امام حسنؑ کی فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈ ھنے لگی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کی غدّاری کو دیکھتے ہوئے یہ ضرور پیشِ نظر رکھا کہ باطل کی تقویّت کا دھبّہ میرے دامن پر نہ آنے پائے کیونکہ حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی نہ تھی اور مطلب یہ تھا کہ مخلوقِ خدا کی بہتری، حدود اور حقوق الٰہی کا اجرا ہو اور معاویہ نے آپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو آپ نے اس مصالحت سے انکار نہیں کیا اور اپنے ساتھ والوں کو جمع کرکے یہ تقریر فرمائی کہ " آگاہ رہو کہ

ترجمہ، اور ہم نے ان کے لئے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ﴿۸﴾ پھر ہم نے ان کے بارے میں (اپنا) وعدہ سچا کردیا تو ان کو اور جس کو چاہا نجات دی اور حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کردیا ﴿۹﴾ سورۃ الأنبياء

تم میں وہ خون ریزۂ لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے، کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے نج کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغامِ صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمھاری مرضی پر عمل کریں"۔ جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں اور آپ صلح کر لیجئے۔ اِسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتّب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے۔ صُلح نامہ کی شرائط آپ نے یوں لکھیں اور معاہدہ ربیع الاوّل یا جمادی الاوّل سنہ ۴۱ ہجری کو عمل میں آیا اور کوُفہ کے قریب مقامِ انبار میں فریقین کا اجتماع ہوا اور صُلح نامہ پر دستخط ہوئے۔

(۱) یہ کہ معاویہ حکومت میں اسلام پر، کتابِ خدا اور سُنّتِ رسُولؐ پر عمل کریں گے۔ (۲) یہ کہ معاویہ کو اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ (۳) یہ کہ شام و عراق و حجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی۔ (۴) یہ کہ حضرت علیؑ کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کی جان و مال اور ناموس اور اولاد محفوظ رہیں گے۔ (۵) یہ کہ معاویہ، حسنؑ ابنِ علیؑ اور حسینؑ ابنِ علیؑ اور خاندانِ رسُول میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ (۶) یہ کہ جنابِ امیر المومنینؑ کی شان میں کلمات نازیبا جواب تک مسجدِ جامع اور قنوت نماز میں استعمال ہوتے رہے ہیں، وہ ترک کر دیئے جائیں۔ آخری شرط کی

ترجمہ، جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (ان سے خدا فرمائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ سو (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو (۱۰۶) اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ خدا کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے (۱۰۷)
سورۃ آل عمران

منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم جس موقع پر امام حسنؑ موجود ہوں تو اس جگہ ایسا نہ کیا جائے۔ اس معاہد کے بعد معاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کا اعلان کر کے اس سال کا نام سُنت الجماعت رکھا اور پھر امام حسنؑ کو خطبہ دینے پر مجبُور کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! خُدائے تعالیٰ نے ہم میں سے اوّل کے ذریعے سے تمھاری ہدایت کی اور آخر ذریعہ سے تمھیں خونریزی سے بچایا، معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کا میں اس سے زیادہ مستحق ہوں، لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امر کا ترک کر دینا بہتر سمجھا۔ تم رنج و ملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اس کے نااہل کو دے دی اور اس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا۔ میری نیّت اس معاملہ میں صرف اُمّت کی بھلائی ہے، یہاں تک فرمایائے تھے کہ معاویہ نے کہا، بس اے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے "(تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)۔ معاویہ جو میدانِ سیاست اور مکر و فریب کے کھلاڑی تھے کہا کہ یہ معاہدہ میرے پیروں کے نیچے ہے ان کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سُن کر مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا مگر اب کس میں دم نہ تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

الغرض معاویہ نے معاہدے میں ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور مختلف شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ کوئی بھی شخص ابو تراب اور اہلبیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری

ترجمہ، (مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں ﴿۱۱۰﴾ سورۃ آل عمران

الذّمہ ہوں اور جب لوگوں کو معاویہ کا اِرادہ معلوم ہوا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب و شتم امیرالمومنینؑ پر شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حالات اتنے خراب ہوئے کہ شیعیانِ علیؑ کو قتل کیا جانے لگا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑا گیا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کو کٹوایا گیا، اس ظلم سے سینکڑوں تباہ ہو گئے، ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے، محبتِ علیؑ کے جرم میں بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاریِ قرآن تھے۔ یہ سب امیر شام نے اپنے کافر بزرگوں کی موت کا بدلا علیؑ پر ظلم کر کے لیا جو کہ علیؑ نے اسلامیِ جنگوں میں بنی اُمّیہ کے لوگ مارے تھے دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ خُوف پھُیلا کر یزید کے لیے زمینِ خلافت ہموار ہو۔ معاویہ کے دُور میں بھی خارجیوں نے بھی سر اُٹھایا کیونکہ خارجی جو تھے وہ عثمانؓ اور علیؑ دونوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور صرف ابو بکرؓ اور عمرؓ کو مانتے تھے تو جب معاویہ نے لوگوں کو خونِ عثمان کا بدلا لینے کا نعرہ لگایا تو خارجیوں نے بھی معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا۔ معاویہ نے سوچا کہ امام حسنؑ خوارج کی جنگ میں اس کا ساتھ دیں اور ایک پیغام آپ کے پاس بھیجا مگر جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے صُلح کیوں کرتا اور اس کے بعد امام حسنؑ نے بھی معاویہ کی بعیت نہیں کی اور اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے۔ اہلبیتؑ کا مقصد یہی تھا کہ حکمِ خدا اور رسُولؐ کی پابندی ہو اس کے لیے جو بھی برداشت کرنا پڑے وہ اُنھوں نے کیا اور معاویہ سے صُلح کا مقصد بھی یہی تھا۔

صُلح اور جنگ دو متضاد لفظ ہیں۔ صُلح کا لفظ کلام عرب میں اس وقت اِستعمال ہوتا ہے جب فساد باقی نہ رہے اور مصالحہ اُس قرارداد کو کہتے ہیں جس سے نزاع دُور ہو جائے اور صاحبانِ

ترجمہ، اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے ﴿۶۱﴾ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو خدا تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمیعت) سے تقویت بخشی ﴿۶۲﴾ سورۃ الأنفال

سیاست کے نزدیک صُلح اس کو کہتے ہیں جس کے بعد کچھ شرائط پر لڑائی روک دی جائے (سوانح امام حسن صفحہ ۹۹) اور جنگ اُسے کہتے ہیں جس کے دامن میں صُلح کا امکان نہ ہو یعنی صُلح، امکانِ جنگ کے نہ ہونے پر اور جنگ، امکانِ صلح کے نہ پر ہوتی ہے اور اس امکان اور عدم امکان کے موقع کو سمجھنے کا حق صاحبِ معاملہ کو ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے موقع صُلح پر صُلح حدیبیہ کیا اور موقعِ جنگ میں بے شمار جہاد کئے اور حضرت علیؑ نے بھی موقعِ صُلح میں خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کی اور موقعِ جنگ میں جمل و صفین کا جہاد کیا اور یہی وجہ تھی کہ امام حسنؑ کے لیے جنگ ممکن نہ تھی اور اُنھوں نے لوگوں کے ساتھ نہ دینے کی وجہ سے صُلح کی اور امام حسینؑ کے لیے صُلح ممکن نہ تھی کیونکہ یزید کی فوج نے اُنھیں دُوران سفر کربلا کے مقام پر روک کر جنگ کرنے پر مجبور کیا تو اُنھیں جنگ کرنی پڑی۔ ورنہ آپ تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر مقام پر اہلبیتؑ نے کلمہ گواہوں کے ساتھ جنگ کرنے سے اجتناب کیا اور جنگ سے پہلے صُلح کی کوشش کی، جمل میں حضرت علیؑ نے جنابِ عائشہ اور ان کے ساتھیوں کو کئی پیغامِ صُلح بھیجے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور دوسری طرف کے لوگ جنگ کرنے پر امادہ تھے۔ امام حسنؑ نے بھی صُلح کر کے اپنے حق کی قربانی دی اور اسیطرح امام حسینؑ نے بھی حالات کی وجہ سے مدینہ سے ہجرت کی اور اپنے خاندان کے ساتھ سفرِ ہجرت کیا اور جب دُشمنوں نے اُنھیں آگے نہ جانے دیا تو بھی اُنھوں نے ہر مقام پر جنگ نہ کرنے کی کوشش کی مگر دُشمنوں نے اُنھیں راستہ میں ہی شہید کر دیا۔ اگر اُن کا جنگ کرنے کا کوئی ارادہ ہوتا تو کبھی بھی اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے

ترجمہ، (یعنی) خدا کے فضل اور احسان سے۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۸﴾ اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑپڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس جب وہ رجوع لائے تو وہ دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو۔ کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ﴿۹﴾ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے ﴿۱۰﴾ سورۃ الحجرات

کر نہ نکلتے۔ رسُولؐ اللہ کی وفات کے بعد اہلبیتؑ کا سامنا اُن منافقوں سے تھا جو کہ باظاہر کلمہ گو تھے مگر انھوں نے محمد مصطفےٰؐ اور ان کی آل پاک کی مخالفت کو اپنا شیوہ بنالیا تھا اور زبان پر اسلام کی باتین اور دل میں نفرتِ اسلام ، جس کی وجہ سے ان سے جنگ کرنا اسلام کو نقصان پُہنچانا تھا کیونکہ اسلام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا اور لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے اور عام لوگوں کو صحیح اور غلط یا یوں کہیں کہ مسلمان اور منافق کا شعور واضع نہ تھا اور اسی صورت میں کسی بھی طرح کی جنگ اسلام کو نقصان پہنچتی اور لوگوں کو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع ملتا اس لیے اسلام کی خاطر حضرت علیؑ اور ان کی تمام اولادیں نے ہر طرح کے ظلم کو برداشت کیا جس میں اہلبیتؑ کی خواتین بھی شامل ہیں۔ منافقوں نے آلِ محمدؐ کو تباہ کرنے کے لیے وہ تمام کام کیے جن کے بعد بانیِ اسلام اور ان کی آل کی عزّت و آبرو جان اور مال کا تحفّظ ممکن نہ تھا۔ منافقوں کے ساتھ جنگ کے اصول بھی کچھ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ مسلمان ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور باظاہر ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے لوگ اس کو مسلمان سمجھے مگر دل میں منافق اور اسلام دُشمنی اس قدر ہوتی ہے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوکسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ تو ایسے منافقوں کے ساتھ اگر جنگ کی جائے اور وہ مارے جائیں تو اس کی منافق سامنے نہیں آتی اور وہ تاریخ میں ایک مسلمان کا روپ لیے رہتے ہے تو ایسا لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے یا اِن کو مارنا فتح نہیں ہوتی بلکہ اس کی منافقوں کو سامنے لانے میں فتح ہوتی ہے چاہے اس کے لیے اپنی جان کی قربانی دینی پڑے۔ بس اہلبیتؑ کا عمل بھی بعدِ رسُول منافقوں کے ساتھ ایسا ہی تھا ورنہ علیؑ اور ان کی اولادوں کی بہادری کفر کے ساتھ جنگوں میں

ترجمہ، دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور تم خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو خدا تمہارے اعمال سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿١٤﴾ سورۃ الحجرات

روز روشن کی طرح موجود ہے اور تمام اہلبیتؑ تاریخ میں آج بھی زندہ ہیں مگر اُن کے دُشمنوں کا کوئی حامی نہیں ہے کیونکہ ان کی منافقت لوگوں کے سامنے آگئی اور اس طرح اہلبیتؑ کی فتح و کامیابی ہوئی۔ جبکہ معاویہ نے بادشاہ بنتے ہی اپنی طاقت کے زور سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف حدیثوں کے گڑھنے اور تاریخ کا دھارا موڑنے کی مُہم شروع کر دی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور کہا کہ (۱) پیغمبرِ اسلام کو معراجِ جسمانی نہیں ہوئی، (شرح شفا)۔ (۲) آپ میں جنسی ہوس اس درجہ تھی کہ شب و روز میں اپنی گیارہ بیویوں کے پاس جاتے تھے، (سمط الثمین محب طبری جلد ۲، صفحہ ۹۴ طبع حلب)۔ (۳) آپ کے دل پر اکثر پردے پڑ جایا کرتے تھے، (صحیح مسلم و ابوداؤد)۔ (۴) آپ کی چار لڑکیاں تھیں اور عثمان غنی ذوالنورین تھے، (توارِیخ اسلام)۔ (۵) آپ کے باپ دادا کافر تھے اور آخر وقت تک مسلمان نہیں ہوئے۔ (۶) ابوطالب بالکل مفلس تھے۔ (۷) علی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ (۸) علی بہت زبردست ڈاکو تھے، (مروج الذہب مسعوی)۔ (۹) علی اور فاطمہ نمازِ صبح نہیں پڑھتے تھے، (حلیتہ الاولیا، جلد ۳، صفحہ ۱۴۴، طبع مصر سنہ ۱۹۳۳)۔ (۱۰) علی کی بیٹی امِ کلثوم بنت فاطمہ کا عقد خلیفہ دوم سے ہوا تھا۔ (۱۱) افسانہِ سکینہ بنت الحسین، امام حسن کے کثرت ازدواج اور کثرتِ طلاق کا افسانہ بھی اسی نسل بنی اُمّیہ کی پیداوار ہے۔ اور اسی قسم کے مختلف الزامات حسبِ عادت لگاتے رہے اور پھر ان تمام چیزوں کو تواریخ اور احادیث میں جگہ دینے کی سعی کرتا رہا۔ بس اگر کسی کے دل میں واقعی آنحضرت محمدؐ سے محبت ہو تو وہ آلِ محمدؐ سے کیسے نفرت یا جنگ کر سکتا ہے۔

امام حسنؑ اگرچہ صُلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے مگر معاویہ اس بات کے درپے تھا اور بار بار کوشش کی کہ کسی طرح امام حسنؑ کو مروا دیا جائے تاکہ یزید کی خلافت

ترجمہ، (اے محمدؐ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (از راہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک خدا کے پیغمبر ہیں اور خدا جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبر ہو لیکن خدا ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں (۱) المنافقون

کے لیے زمین ہموار ہو سکے۔ایک دفعہ معاویہ نے امام حسنؑ کو قتل کرنے کے لیے کسی کو زہر بھجوا کر خط لکھا تاکہ وہ یہ کام کر سکے مگر وہ شخص کامیاب نہ ہو سکا اور اس کا یہ خط کسی کے ہاتھ لگا تو لوگوں کو پتہ چلا اور یہ خط امام حسنؑ تک پہنچا۔ مگر پھر بھی وہ بغض نہ آیا اور اس نے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث یا مروان بن حکم جو کہ مدینہ کا اس وقت والی تھا کے ذریعہ سے زہر کو جعدہ بنت اشعث کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر امام حسنؑ شہید ہو جائیں گے تو ہم تجھے ایک لاکھ درھم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا(تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ و مقاتل الطالبین صفحہ ۵۱، ابوالفداء جلد ۱، صفحہ ۱۸۳، روضتہ الصفاج جلد ۳، صفحہ ۷، حبیب السیر جلد ۲ صفحہ ۱۸، طبری صفحہ ۶۰۴، استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)۔ روایت میں ہے کہ زہر اس قدر خطرناک تھا اور جعدہ نے اسے پانی میں ملایا جب آپ سو رہے تھے۔ جب آپ نے یہ پانی پیا تو بیمار ہو گئے اور کہا یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جب یہ پانی زمین پر گرا تو زمین اُبلنے لگی تھی اور امام حسنؑ کا یہ حال تھا کہ چہرے کا رنگ سبز ہو گیا تھا اور خون کی قے کے ساتھ جگر کے ٹکڑے طشت میں آ گئے تھے۔ جب امام حسینؑ نے آپ کی یہ حالت دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا کہ حدیثّ معراج کا یہی مقتضٰی ہے کہ شبِ معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرّد کا، ایک یاقوت سُرخ کا دیکھا تو پُوچھا، اے جبرئیلؑ یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں تو جواب ملا کہ ایک حسنؑ کے لیے دوسرا حسینؑ کے لیے، پُوچھا دونوں کے رنگ میں فرق کیوں ہے؟ کہا حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے اور حسینؑ تلوار سے شہادت پائیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی لپٹ کر رونے لگے۔ آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تُو نے بڑی بے وفائی کی لیکن یاد رکھ کہ تُو

ترجمہ، اور (اس لئے) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو خدا کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب دے۔ ان ہی پر برے حادثے واقع ہوں۔ اور خدا ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی۔ اور وہ بری جگہ ہے ﴿٦﴾ سورۃ الفتح

نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اُس میں کامیاب نہ ہو گی۔اس کے بعد آپ نے اپنے گھر والوں سے وصیتیں کیں اور امام حسینؑ کو کہا کہ میرے بال بچے تمھارے سپُرد ہیں اور اس کے بعد آپ کی شہادت ہو گئی۔

مروان نے امام حسنؑ کی شہادت کی خبر معاویہ کو جعدہ کے ذریعہ بھیجا تو اس خبر پر اس نے پورے دربار کے ساتھ خوشی منائی اور نعرۂ تکبیر بلند کیا تو اس کی آواز پر اس کی بیوی فاطمہ بنت قرظہ نے اس خوشی کی وجہ پوچھی تو امام حسنؑ کی شہادت کی وجہ بتائی تو فاطمہ بے انتہا رنجیدہ ہوئی اور کہا کہ افسوس فرزندِ رسُول قتل کیا جائے اور دربار میں خوشی منائی جائے۔ معاویہ نے اس کے بعد جعدہ کو دریائے نیل میں ڈلوادیا اور کہا کہ تُو نے جب حسن کے ساتھ وفا نہ کی تو یزید کے ساتھ کیا وفا کرے گی (روضتہ الشہدا، صفحہ ۲۲۰تا۲۳۵، طبع بمبئی سنہ ۱۲۸۵)۔

امام حسینؑ نے امام حسنؑ کو غسل و کفن دیا اور نمازِ جنازہ پڑھی اور وصیتِ امام حسنؑ کے مطابق سرورِ کائناتؐ کے پہلو میں دفن کے لیے لے کر گئے تو بنی اُمّیہ کے مردان اور حضرت عائشہؓ جو کہ خچر پر سوار تھیں اُنہوں نے پہلو میں دفن ہونے نہ دیا۔ جنابِ عائشہ نے کہا کہ یہ میرا گھر ہے اور میں ہر گز حسنؑ کو اپنے گھر میں دفن نہ ہونے دوں گی (تاریخ ابوالفدا، جلد۱ صفحہ ۱۸۳، روضتہ المناظر، جلد۱۱، صفحہ ۱۳۳) یہ سُن کر لوگوں نے اعتراض کیا مگر وہ نہ مانیں اور جب بات

ترجمہ، اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف سے (شفقت) کیجیئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب (واذیت) ﴿۱۳﴾ تو منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے۔ لیکن تم نے خود اپنے تیئں بلا میں ڈالا اور (ہمارے حق میں حوادث کے) منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لاطائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ خدا کا حکم آ پہنچا اور خدا کے بارے میں تم کو (شیطان) دغا باز دغا دیتا رہا ﴿١٤﴾ سورۃ الحدید

بڑھ گئی تو آلِ محمدؐ پر تیر برسائے گئے اور کئی تیر امام حسنؑ کے تابُوت میں بھی پیوست ہو گئے مگر وہ ضد پر اڑی رہیں تو امام کو جنّت البقیع میں لا کر دفن کر دیا گیا۔ امام حسنؑ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں، (۱) اُمِ فروہ، (۲) خولہ، (۳) اُمِ بشیر، (۴) ثقفیہ، (۵) رملہ، (۶) اُمِ اسحاق، (۷) اُمِ الحسن، (۸) بنت امرو القیس، (۹) جعدہ بنت اشعث۔ آپ کی اولادیں میں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں۔ آپ کے تین بیٹے عبداللہ، قاسم اور عمرو کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی نسل زید اور حسن مثنیٰ سے چلی۔ جنابِ زید بڑے جلیل القدر اور صدقاتِ رسُول کے متولی تھے، اُنھوں نے سنہ ۱۲۰ ہجری میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جنابِ مثنیٰ نہایت فاضل متّقی اور صدقاتِ امیر المومنینؑ کے متولی تھے اور آپ کی شادی امام حسینؑ کی بیٹی جنابِ فاطمہ سے ہوئی تھی اور آپ نے بھی کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہو کر مقتولوں میں دب گئے تھے۔ جب سر کاٹے جا رہے تھے تب ان کے ماموں ابوحسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا۔ آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۵۲ سال کی عمر میں سنہ ۹۷ ہجری میں زہر سے شہید کیا تو آپ کی بیوی جنابِ فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں۔

ہم یہاں پر خاندانِ رسالت پر بات کر رہے ہیں اور صرف اُن واقعات کا ذکّر کر رہے ہیں جن کا تعلق اہلبیتؑ سے ہے ورنہ معاویہ کے مظالم اور مورّخین کے بیانات اس قدر تاریخ کی کتابوں میں ہیں جن کا ذکّر کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔

ترجمہ، تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ اور تم تو غالب ہو۔ اور خدا تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو کم نہیں کرے گا ﴿۳۵﴾ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے۔ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا۔ ﴿۳۶﴾ سورة محمد

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

/https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib/read/txt/btid/549

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا. (الاحزاب، 33:33)

''بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے''۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے اور خود حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آیت تطہیر سیدنا علی، سیدہ کائنات، امام حسن اور امام حسین (علیہم السلام) کے متعلق نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

قال: نزلت في خمسة: في رسول الله، وعلي وفاطمة، والحسن والحسين.

یہ آیت پانچ ہستیوں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی۔

(طبرانی، المعجم الاوسط، 3:380، رقم الحدیث: 3456)

حضرت سعید ابن جبیرؓ اور ابن عباسؓ روایت ہے کہ آنحضرتؐ سے پُوچھا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی قرابت والے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ، اور اس کے دونوں بیٹے (حسن حسین)'' ۔

(أخرجه ابن أبي حاتم الرازي في تفسيره، 10/3276، الرقم/18473)

---

https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Ahle-Bayt-Athar-ke-Fazail-o-Manaqib/read/txt/btid/549

”حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بنفسِ نفیس) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیھم السلام بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 58: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 5 / 348، الرقم: 5514، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 169)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ﴿قُلْ لاَّ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسن و حسین)۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 5: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 3 / 47، الرقم: 2641، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 168)

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: اے معاویہ بن خدیج! ہمارے (اھلِ بیت کے) بغض سے بچو کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم (اھلِ بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چابکوں سے حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 44: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 3 / 39، الرقم: 2405، و الهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 172)

''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں باہر نکلا تو مجھے کسی نے کہا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ہیں پس میں نے (وہاں) ان (کے پاس جانے) کا ارادہ کیا (اور جب میں وہاں پہنچا) تو میں نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی چادر کے اندر پایا اور حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنھم ان سب کو حضور نبی اکرمؐ نے ایک کپڑے کے نیچے جمع کر رکھا تھا پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک تو نے اپنے درود اور اپنی رضوان کو مجھ پر اور ان پر خاص کر دیا ہے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 27: أخرجه الطبراني في المعجم الکبير، 22 / 95، الرقم: 230، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 167)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ ہم سے مخاطب ہوئے پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ جمع کرے گا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان گمان ہی کیوں نہ کرتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ روزہ اور نماز کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو، اے لوگو! یہ لبادہ اوڑھ کر اس نے اپنے خون کو مباح ہونے سے بچایا اور یہ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں درآنحالیکہ وہ گھٹیا اور کمینے ہوں پس میری امت مجھے میری ماں کے پیٹ میں دکھائی گئی پس میرے پاس سے جھنڈوں والے گزرے تو میں نے حضرت علی اور شیعان علی کے لئے مغفرت طلب کی۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 43: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4 / 212، الرقم: 4002، و الذهبي في ميزان الإعتدال، 3 / 171، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 172)

حضرت امام حسین علیہ السّلام

حضرت امام حسین علیہ السّلام ابوالآئمہ امیر المومنین علیؑ ابنِ ابوطالب و سیدۃ النساء حضرت فاطمہؑ الزہرہ کے بیٹے اور حضرت محمدؐ مصطفٰےؐ و جناب خدیجہؑ الکبریٰ کے نواسے اور شہیدِ مظلوم امام حسنؑ کے بھائی ہیں۔ آپ کو ابوالائمہ الثانی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کی ہی نسل سے نورِ امام متوّلہ ہوئے ہیں اور آپ اپنے والد اور بھائی کی طرح معصوم اور عالم علمِ لدُنی تھے۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۳ شعبان سنہ ۴ ہجری بمقام مدینہ منوّرہ میں ہوئی اور جب آپ کی پیدائش کے بعد آنحضرت محمدؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے آغوش میں لے کر پیار کیا اور اپنا لعابِ دہن آنکھوں میں لگا کر اپنی زبان ان کے مُنّہ میں دے کر بڑی دیر تک چُسایا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور رونے لگے اور جب رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ تشریف لائیں تھے اور خبر دی ہے کہ اس بچّہ کو اُمّت کے ہاتھوں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جائے پھر دُعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا۔ بی بی اِم سلمٰہ بیان کرتیں ہیں کہ ایک دن رسُول خدا میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ کے بال بکھرِے ہوئے تھے اور چہرے پر گرد پڑی ہوئی تھی تو میں نے اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیلؑ عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے، وہاں میں نے جائے قتلِ حسینؑ دیکھی ہے اور یہ مٹّی لایا ہوں، اے اِم سلمٰہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو، جب یہ خُون ہو جائے تو سمجھنا کہ میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے (سواہد النبوت صفحہ ۱۷۴)۔ آپ کا نام اسلام میں پہلے کسی کا بھی نہیں تھا اور علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔

ترجمہ، اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں ﴿۱۰﴾ وہی (خدا کے) مقرب ہیں ﴿۱۱﴾ نعمت کے بہشتوں میں ﴿۱۲﴾ سورۃ الواقعۃ

آپ کی کنیت صرف ابو عبد اللہ تھی البتہ القاب آپ کے بیشمار ہیں جن میں سیّد، صبطِ اصغر، شہید اکبر اور سیّد الشہداء زیادہ مشہور ہیں جن میں سے سبط اور سیّد خود رسُول کریمؐ کے معین کردہ القاب ہیں۔ رسُولؐ خدا اکثر آپ کو آغوش میں لے کر پیار کرتے تھے اور اپنی زبان کو چُساتے تھے اور آپ کے گوشت پوشت میں آنحضرتؐ کا لعاب دہن شامل ہے اور آنحضرتؐ نے آپ کو پرورش دی یہی وجہ ہے کہ آپ رسُول اللہ سے بہت مشابہہ تھے۔ امام حسینؑ کو خُداوندِ عالم نے وہ حُسن و جمال دیا تھا جس کی نظیر نظر نہیں آتی اور آپ کے پاس سے نُور پیدا ہوتا تھا۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ کا امام حسینؑ سے محبت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپؐ اپنے بیٹے جنابِ ابراہیم اور امام حسینؑ دونوں کے ساتھ تھے کہ تو ناگاہ جبرئیلؑ آئے اور آپؐ سے پُوچھا گیا کہ دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں تو آپؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کو حسُینؑ پر فدا کر دیا اور کچھ ہی عرصے بعد جنابِ ابراہیم کا انتقال ہو گیا اس کے بعد سے آپ امام حسینؑ کو دیکھا کر فرمایا کرتے تھے یہ وہ ہے جس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قرُبان کر دیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جب جنابِ فاطمہؑ کو امام حسینؑ کی پیدائش پر جنابِ جبرئیلؑ کی آمد اور ان کو آپ کی شہادت کے مطابق بشارت کا علم ہوا کہ تو جنابِ فاطمہؑ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور پوُچھا کہ جب یہ واقعہ ہو گا تو ہم (پنجتنؑ) میں سے کون ہو گا؟ تو جواب ملا کہ کوئی نہیں تو آپ نے عرض کی بابا جان جب ہم میں سے کوئی نہ ہو گا تو پھر اس پر گریہ اور صفِ ماتم کون بچھائے گا؟ تو جواب آیا کہ فاطمہ غم نہ کرو اس کا ماتم قیامت تک جاری رہے گا اور خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بُوڑھے بُوڑھوں پر اور جوان جوانوں پر اور بچےّ بچوّں پر اور عورتیں عورتوں پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔ ایک اور روایت کے مطابق جب جبرئیلؑ آپ کی پیدائش پر زمین پر تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں فطرس سے ملاقات ہوئی جس کا کسی جُرم کی سزا میں اس کے بال و پر جل گئے تھے تو اس

ترجمہ، اوران میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔ جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے ﴿۲۴﴾ سورة السجدة

نے جبرئیلؑ سے پُوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ تو جواب ملا کہ آخر الزماں حضرت محمدؐ کے گھر میں حسینؑ کی پیدائش ہوئی ہے اور حکمِ خدا سے ادائے تہنیّت کے لیے جارہاہوں تو فطرس نے بھی ان کے ساتھ جانے کی درخواست کی اور ساتھ ہو لیے۔ جب یہ فرشتے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حسینؑ آپؐ کی آغوش میں تھے۔ فطرس کے جسم کو امام حسینؑ سے مس کیا گیا تو خدا نے حسینؑ کے وسیلے سے اس کو بال و پَر عطا کر دیا جس طرح پہلے تھے اور وہ واپس اپنی منزل پر فائض ہوا۔ روایت ہے کہ جب امام حسینؑ کو شہید کیا جارہا تھا تو فطرس ہی نے فرشتوں کا ایک لشکر لے کر خدا سے اجازت طلب کی کہ کربلا میں جاکر دُشمنانِ حسینؑ سے جنگ کریں مگر یہ آپ کا امتحان کا وقت تھا اور جواب ملا کہ جنگ نہیں مگر اپنے لشکر کے ساتھ جاکر قبر مُبارک پر گریہ و ماتم کرو اور اس کا ثواب ان کے گریہ کرنے والوں پر ہبہ کروں۔ چنانچہ فطرس زمینِ کربلا پر قیامت شب و روز روتا رہے گا۔ ایک دفعہ کچھ بچّے کھیل رہے تھے تو آنحضرتؐ نے ان میں سے ایک بچہ کو جو کے حبیب ابنِ مظاہر تھے اُن کو گود میں لے کر پیار کرنا شروع کر دیا تو لوگوں نے اس عمل کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ بچّہ ایک دن میرے حسُین کے قدموں کی خاک اُٹھا کر اپنی انکھوں میں لگا رہا تھا۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسُولؐ اللہ لیٹے ہوئے تھے اور نہایت کمسنی کے عالم میں امام حسینؑ کو اپنے سینۂ

ترجمہ، خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔ اور چراغ ایک قندیل میں ہے۔ اور قندیل (ایسی صاف شفاف ہے کہ) گویا موتی کا سا چمکتا ہوا تارہ ہے اس میں ایک مبارک درخت کا تیل جلایا جاتا ہے (یعنی) زیتون کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) اس کا تیل خواہ آگ اسے نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے (پڑی) روشنی پر روشنی (ہو رہی ہے) خدا اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور خدا نے (جو مثالیں) بیان فرماتا ہے (تو) لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اور خدا ہر چیز سے واقف ہے ﴿۳۵﴾ (وہ قندیل) ان گھروں میں (ہے) جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے (اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہیں ﴿۳۶﴾

سورۃ النور

مبارک پر ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے اپنے سینے پر کوُدوا رہے تھے پھر امام حسینؑ کا مُنہ چُوم کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں تو بھی اسے محبُوب رکھ۔ ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ایک تحریر لکھی اور آپس میں مقابلہ کرنے لگے کہ کس کی تحریر اچھی ہے اور فیصلہ نہ ہوا تو جنابِ علیؑ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے اُنھیں سرورِ کائناتؐ کے پاس بھیج دیا۔ فرمایا کہ علیؑ کے پاس جاؤ وہ بتائیں گے تو آپؐ نے جنابِ فاطمہ کے پاس فیصلے کرنے کے لیے بھیجا تو وہ جنابِ فاطمہ کی خدمت میں آئے تو آپ نے کہا کہ دونوں تحریر بہت خوُب ہے لیکن بچّے نہ مانے تو مادرِ گرامی نے کہا کہ لو میں اپنا گلوُبند توڑتی ہوں اس میں ساتھ دانے ہیں اور جو زیادہ دانے چُنے گا تو اس کا فیصلہ خدا کرے گا۔ گلُوبند کے دانے زمیں پر بِکھر گئے تو دونوں بچوّں نے زمین سے دانہ چنا، تین تین دانے دونوں کے ہاتھ میں آئے اور ایک دانہ حکمِ خداوند سے ٹوٹ کر آدھا ہو گا اور دونوں کے ہاتھوں برابر دانے آئے تو ماں نے دونوں بیٹوں کا بوسہ لیا اور کہا کیوں میں نہ کہتی تھی کہ تم دونوں کے خط اچھے ہیں۔ اسیطرح ایک روایت کے مطابق عید کے قریب امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اپنے بچپن میں مادرِ گرامی سے نئے کپڑوں کا تقاضا کیا مگر گھر کے مالی حالات نئے کپڑوں کے لیے بہتر نہ تھے مگر ماں نے تسلی دینے کے لیے کہا کہ گھبراؤ نہیں تمھارے کپڑے درزی لائے گا اور اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹا کر جنابِ فضّہ کو ایک بقچہ لباس دیا اور جب جنابِ فاطمہؑ نے یہ کھولا تو اس میں سے دو چھوٹے چھوٹے سفید رنگ کے عمامے، دو قبائیں، دو عبائیں وغیرہ موجود تھیں تو ماں کا دل باغ باغ ہو گیا اور سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنّت سے آئے ہیں جن کو بعد میں آنحضرتؐ نے اپنے ارادے سے ان کپڑوں کو بچوّں کی خواہش کے مطابق رنگیں بنادیا اور سبز رنگ کا جوڑا امام

ترجمہ، اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں ﴿٤﴾ سورۃ القدر

حسنؑ نے پہنا اور سُرخ رنگ کا جوڑا امام حسینؑ نے زیب تن کیا۔ آنحضرتؐ کبھی کبھی ان بچوّں کی خاطر ان کی سواری بھی بنتے تھے اور ان کو اپنی پُشت پر سوار کرتے تھے اور آپؐ کا ان سے محبت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ حسینؑ روئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف اور اذیّت ہوتی ہے اور اگر کسی بچّہ کی رُونے کی آواز حسینؑ سے مشابہ ہوتی تھی تو اس بچّہ کو رُلانا سے بھی روکتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام کی حدیّث ہے کہ "حسین منی و انا من الحسین" یعنی حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور ایک جگہ فرمایا "الحسن و الحسین سیّد اشباب اھل الجنۃ یعنی حسن و حسین جوانانِ جنّت کے سردار ہیں اور ان کے پدر بزرگوار ان دونوں سے بہتر ہیں " (ابن ماجہ) اور یہ فرما کر آپؐ نے خوشی و مسرّت کے ساتھ بتایا کہ آج میرے پاس ایک ایسا ملک نازل ہوا جو میرے پاس اس سے قبل نہیں آیا اور اس نے یہ خبر دی فاطمہؑ جنّت کی عورتوں کی سردار اور حسنینؑ جنّت کے مردوں کے سردار ہیں۔ حسنینؑ کے والدین کا ان سے بہتر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سردار جنّت کے بعد سردار ہونگے اور خدا نے جو شرف امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو عطا فرمایا ہے وہ اولادِ رسُول اور فرزندانِ علیؑ میں آلِ محمدؐ کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ اِن حضرات کا ذکر عبادت اور ان کی محبت عبادت یہ حضرات اگر پُشت رسُول پر عالمِ نماز میں سوار ہو جائیں تو نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالانِ رسالتؐ کی پُشت پر سوار ہوتے تو آپؐ سجدہ میں اُس وقت تک مشغولِ ذکر رہا کرتے تھے جب تک بچےّ آپؐ کی پُشت سے خود نہیں اُتر آئیں اور فرمایا کرتے تھے کہ دُنیا والوں! اگر مجھے

ترجمہ، اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف سے (شفقت) کیجیئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب (واذیت) ﴿۱۳﴾

سورۃ الحدید

دوست رکھتے ہو تو میرے بچّوں سے بھی محبت کرو۔ سرورِ کائنات حضرت محمدؐ مُصطفےٰ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں بابِ جنّت پر لکھا ہوا دیکھا "خُدا کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلعم اللہ کے حبیب ہیں۔ علیؑ اللہ کے ولی ہیں فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں، حسنؑ اور حسینؑ اللہ کے برگزیدہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر خدا کی لعنت ہے" (ارجح المطالب باب ۳ صفحہ ۳۱۳ طبع لاہور سنہ ۱۲۵۱)۔ انہی برگزیدہ کو پنجتن پاک کہتے ہیں اور امام حسینؑ اس پنجتن پاک کے آخری فرد ہیں، آپ کے سر سے نانا حضرت محمدؐ اور مادرِ گرامی کا سایہ اُٹھنے کے بعد حضرت علیؑ نے تعلیمات الٰہیہ اور صفاتِ حسنہ سے بہرہ ور کیا اور جب آپ کے پدر کی بھی شہادت ہوئی تو بھائی حسنؑ کے سرپر ذِمہّ داری عائد ہوئی اور جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو امام حسینؑ صفاتِ حسنہ کے واحد مرکز بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفاتِ حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرزِ حیات میں محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ کا کردار نمایاں تھا اور آپ کا ہر عمل قرآن و حدیّث کی روشنی میں ہوتا تھا۔ کربلا میں جب آپ آخری رخصت کے لیے خیمہ میں آئے تو جنابِ زنیبؑ نے فرمایا کہ اے آلِ عبا آج تمھاری جُدائی کے تصّور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ مصطفےٰ، علی مرتضیٰؑ، فاطمۃُ الزہراؑ، حسن مجتبےٰؑ سے جُدا ہو رہے ہیں۔ انس بنِ حارث کا بیان ہے کہ رسُول خدا نے ایک دفعہ فرمایا کہ میرا یہ فرزند "حسین" اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے، دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو اس کے لیے

ترجمہ، جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں۔ پھر اس کے لئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے۔ جس میں وہ نفرین سن کر اور (درگاہ خدا سے) راندہ ہو کر داخل ہو گا ﴿۱۸﴾ اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوا اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے ﴿۱۹﴾ ہم اُن کو اور ان کو سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں ﴿۲۰﴾ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے ﴿۲۱﴾

سورۃ الاسراء

ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔ راوی کا کہنا ہے کہ انس بنِ حارث بھی امامؑ کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے۔

ایک دفعہ جب امام حسینؑ نے حضرت عمر کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو اُن کو منبر سے اُترنے کو کہا تو حضرت عمر اُترے اور کہا کہ فرزندِ رسُولؐ! میرے بیٹے سے زیادہ تمھارا حق ہے اور اس سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرا وجود تمھارے صدقہ میں ہے اور میرا روں تمھارے طفیل اُگا ہے (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ کنزالعمال جلد ۷، صفحہ ۱۰۷ وازالتہ الخفا)۔ ابن حرب راوی ہیں کہ ایک دن عبداللہ ابنِ عمر نے امام حسینؑ کو آتے دیکھا تو لوگوں سے کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ اہل آسمان کے نزدیک تمام اہلِ زمین سے زیادہ محبُوب ہے اور شافی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ امام حسینؑ گھوڑے پر سوار تھے تو صحابیِ رسُول حضرت ابنِ عباس نے دوڑ کر گھوڑے کی رکاب تھام لی یہ دیکھ کر کسی نے کہا کہ اے ابنِ عباس آپ تو امام حسینؑ سے عمر اور رشتے میں دونوں میں بڑے ہیں پھر آپ نے امام حسینؑ کی رکاب کیوں تھامی، تو آپ نے غصّے سے فرمایا کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ کون ہیں اور ان کا شرف کیا ہے؟ یہ فرزندِ رسُولؐ ہیں اُنھیں کے صدقہ میں میں نعمتوں سے بھرپور اور بہرہ ور ہوں تو میں نے رکاب تھام بھی لی تو کیا ہوا؟ (ناسخ التواریخ جلد ۶، صفحہ ۴۵)۔ روایت ہے کہ ابُوہریرہ نے جب ایک دفعہ امام حسینؑ کے جُوتیوں سے گرد جھاڑنا شروع کیا تو مولا حسینؑ نے پُوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو اُنھوں نے کہا "مولا مجھے منع نہ کیجیے، آپ اسی قابل ہیں کہ میں آپ کی گردِ قدم صاف کروں۔ مجھُے یقین ہے کہ اگر لوگوں کو آپ کے وہ فضائل اور آپ کی وہ کرامت معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو یہ لوگ آپ کو اپنے

ترجمہ، جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ﴿۴۵﴾ (ان سے کہا جائے گا کہ) ان میں سلامتی (اور خاطر جمع سے) داخل ہو جاؤ ﴿۴۶﴾ اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی ان کو ہم نکال کر (صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ﴿۴۷﴾ نہ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے ﴿۴۸﴾ سورۃ الحجر

کندھوں پر اُٹھائے پھریں (تاریخ طبری جلد ۳، صفحہ ۱۹ طبع مصر)"۔ جناب ابوہریرہ پر سابقہ حکومتوں کو بڑا اعتماد تھا اور معاویہ نے جب امیر المومنینؑ کے خلاف غلط احادیثوں کا منصوبہ بنایا تو اُنھیں کو اس منصوبے کا رُوحِ رواں قرار دیا تھا (میزان الکبریٰ امام شعرانی صفحہ ۲۱)۔ آپ کو حضرت علیؑ سے بھی عقیدت تھی اور آپ نماز علیؑ کے پیچھے پڑھتے تھے اور کھانا معاویہ کے دستر خوان پر کھاتے تھے۔ آپ یہ کہتے تھے کہ عبادت کا لُطف علیؑ کے ساتھ اور کھانے کا مزہ معاویہ کے ساتھ ہے۔ امام فخر الدّین رازی تفسیر کبیر میں زیر آیہ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے امام حسینؑ سے کچھ مانگا اور کہا کہ آپ کے جدّا سے سُنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہو تو چار قسم کے لوگوں سے مانگو (۱) شریف عرب سے (۲) کریم حاکم سے (۳) حاملِ قرآن سے (۴) حَسین شکل والے سے اور میں نے آپ میں یہ جملہ صفات پاکر مانگ رہا ہوں کیونکہ آپ شریف عرب ہیں، آپ کی سیرت ہی کرم ہے، آپ کے گھر قرآن نازل ہوا، آپ حَسین ہیں۔ تو جواب ملا کہ رسُولِ خداؐ کا ارشاد ہے کہ معرفت کے مطابق عطیہ دینا چاہیے تو میرے سوالات کا جواب پہلے دے (۱) سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، (۲) ہلاکت سے نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ اللہ پر بھروسہ کرنا، (۳) مرد کی زینت کیا ہے؟ اُس نے کہا ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو تو آپ نے فرمایا کہ دُرست ہے اور اس کے بعد اس کی حاجت کو دُور کر دیا۔ طبقات ابنِ سعد جلد ۵ صفحہ ۱۰۷ میں ہے کہ ایک دفعہ ابنِ مطیع کنواں کھود رہے تھے تو امام حسینؑ کا وہاں سے گزر ہوا تو اُنھوں نے آپ سے کہا کہ پانی کھارا نکلتا ہے تو آپ نے اپنا لعب دہن کنواں میں ڈالا تو پانی شیریں اور کثیر ہو گیا۔

ترجمہ، (اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو (کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے (منہ پھوڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ خدا اس کو جانتا ہے ﴿۲۷۳﴾

امام حسینؑ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے اور کئی حج مدینہ منّورہ سے پیادہ کئے مگر عراق میں قیام کے دوران ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۷)۔امام حسینؑ سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے جن کی مثال نہیں اور کہا جاتا ہے کہ سخی دُنیا کے لوگوں کا سردار اور متّقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں اور امام حسینؑ سخی اور متّقی دونوں تھے اور ایک دفعہ صحابیِ رسُولؐ اسامہ ابن زید علیل تھے تو امام حسینؑ ان کی عیادت کو گئے تو اُنھیں بے حد رنجیدہ پایا تو دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ وہ ان پر کوئی قرضہ ہے جس کو امام حسینؑ نے ادا کر کے اُنھیں قرض سے سُبکدوش فرمادیا۔ سعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد آپ کی پشت پر بار برداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدینؑ نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پُشت پر لاد کر اشرفیاں اور غلّوں کے گٹھر بیواؤں اور یتیموں کے گھر رات کے وقت پہنچایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ عمرو عاص نے امام حسینؑ سے کچھ سوالات کئے کہ کیا وجہ ہے کہ ہماری اولاد زیادہ اور آپ کی حضرات کی کم تو آپ نے ایک شعر میں جواب دیا کہ یعنی "کمزور اور ذلیل و حقیر چڑیوں کے بچّے زیادہ اور شکاری پرندے باز اور شاہین وغیرہ کے بچّے کم ہوتے ہیں" پھر عمرو عاص نے پُوچھا کہ ہماری مونچھوں کے بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں اور آپ کے دیر میں اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمھاری عورتیں گندہ دہن ہوتی ہیں بوقت مقاربت ان کے بخارات سے تمھاری مونچھوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ پھر اُس نے پُوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ لوگوں کی ڈاڑھی گھنی

ترجمہ، نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (خدا کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) ڈرنے والے ہیں ﴿۱۷۷﴾ سورة البقرة

نکلتی ہے اور ہماری گھنی نہیں نکلتی؟ آپ نے قرآن کی آیت سے جواب دیا جس کا ترجمہ "اچھی زمین سے اچھا سبزہ اُگتا ہے اور بُری اور خبیث زمین سے بُری پیداوار ہوتی ہے (پ۸، رکُوع ۱۴) "۔ علمائے اہلِ سُنت کا بیان ہے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے سامنے فخر و افتخار کی باتیں کرنے لگے تو امام حسنؑ نے فرمایا کہ تم تو ہمارے غلام زادے ہو اتنی بڑھ چڑھ کر کیا باتیں کر رہے ہو۔ اس پر عبداللہ بن عمر رنجیدہ ہو کر اپنے باپ کے پاس گئے اور اُنھیں بتایا تو حضرت عمر نے جواب دیا کہ بیٹا یہ بات اُن سے لکھوالو، اگر لکھ دیں تو میرے کفن میں رکھ دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے لکھ دیا اور حضرت عمر نے وصیّت کر دی کہ اِسے ان کے کفن میں رکھا جائے کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی غلامی بخشش کا ذریعہ ہے۔

امام حسینؑ عہدِ امیرالمومنینؑ کے ہر معرکہ میں موجود رہے لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسُول اکرمؐ کی خاص امانت ہیں جس کی وجہ سے اُنھیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے جنگِ صفین کے جس میں آپ نے حضرت عباس کے ساتھ نبرد آزمائی فرمائی تھی۔ آپ پیغمبرِؐ اسلام کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کر امام حسنؑ کی حیات کے آخری ایام تک بحرِ مصائب و آلام سے گزرتے ہوئے زندگی کے اس عہد میں داخل ہوئے جس کے بعد آپ کے علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کی ذات مصائب میں آگئی اور معاویہ کی کوشش یہی رہی کہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد آپ کی زندگی کو بھی ختم کیا جائے جس کے لیے وہ ہر قسم کا داؤں کرتا رہا جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ یزید کو خلیفہ بنایا جائے جس کے لیے اس نے سنہ ۵۶ میں ایک لشکر سمیت یزید کی بعیت لینے کے لیے حجاز آیا اور بعیت امام حسینؑ سے بعیت کا ذکّر کیا تو آپ نے صاف لفظوں میں اس کی بدکرداری کا حوالہ دے کر انکار

ترجمہ، خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۲۷﴾
سورۃ ابراھیم

کر دیا اور اس انکار کرنے والوں میں آپ کے علاوہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر بھی شامل تھے۔ تو معاویہ مدینہ اور مکّہ سے یزید کے لیے بیعت لے کر واپس چلا گیا۔ معاویہ بڑی تیزی سے یزید کی بیعت لیتا رہا اور رقم کے ذریعے لوگوں کا دین کو خریدتا رہا اور بلآخر معاویہ سنہ ۶۰ ہجری کو دُنیا سے چل بسا تو یزید جو اپنے باپ کے مشن کو کامیاب کرنا چاہتا تھا اس نے سب سے پہلے ایک خط مدینہ کے والی ولید بن عقبہ کو لکھا کہ جن لوگوں نے میری بیعت نہیں کی ہے اُن سے میری بیعت لے یا پھر اُن کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔ الغرض ولید نے قاصد کے ذریعے یہ پیغام امام حسینؑ اور ابنِ زبیر کو بھیجوایا تو یہ دُونوں حضرات اس وقت مسجد میں تھے اور سمجھ گئے کہ اس پیغام کا کیا مقصد ہے۔ امام حسینؑ گھر تشریف لے گئے اور وہاں سے ۳۰ بنی ہاشم کے بہادروں کو ہمراہ لیا اور ولید سے ملنے کا قصد بیان کیا اور روانہ ہوئے تو بہادرانِ بنی ہاشم دربار کے باہر رہیں اور امام حسینؑ اندر تشریف لے گئے تو ولید نے معاویہ کی موت کی خبر دی اور یزید کی بیعت کے لیے کہا تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ عام مجمع میں اظہار خیال کا ہے تو لوگوں کو اس کے لیے جمع کرو تو ولید نے کہا کہ پھر کل تشریف لائیے گا جس پر مروان نے کہا کہ اگر آج تم نے حسینؑ کو جانے دیا تو پھر وہ تمھارے ہاتھ نہ آئیں گے تو ان کو اس وقت مجبور کر کے بیعت لے لو اور اگر انکار کریں تو سر تن سے اُتار دو۔ یہ سُن کر امام حسینؑ کو جلال آگیا اور آپ نے فرمایا کہ کسی میں دَم ہے کہ حسین کو ہاتھ لگا سکے تجھے نہیں معلوم کہ ہم آلِ محمدؐ ہیں اور فرشتے ہمارے گھر آتے ہیں تو ہمیں کیونکر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر اور شرابی کی بیعت کریں۔ امام حسینؑ کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بنی ہاشم کے بہادر دربار میں داخل ہوگئے تو امام حسینؑ نے اُنھیں سمجھا بجھا کر خاموش کیا اور واپس لے گئے۔ ولید نے اس واقعہ کی اطلاع یزید کو دی تو اس نے امام

ترجمہ، کہہ دو کہ جس چیز کے لئے تم جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے ﴿۵۸﴾ سورۃ الأنعام

حسینؑ کا سر بھیجنے کو کہا تو ولید نے امام حسینؑ کو کہلا بھیجا کہ یزید آپ کے قتل کے درپے ہیں مگر فرزندِ رسولؐ میں ایسے نہیں کرونگا۔ امام حسینؑ حالات کو نظر میں لیے ہوئے رات کو روضہِ رسُولؐ اللہ پر گئے اور مناجات و فریاد کرتے کرتے سو گئے تو آپ نے اپنے نانا رسُولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ حسینؑ کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے نورِ نظر عنقریب اُمّت تمھیں بُھوکا اور پیاسا شہید کردے گی اور کوئی تمھاری فریاد رسی نہ کرے گا۔ آپ کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ بیٹا ہم تمھارے انتظار میں ہیں۔ امام حسینؑ صبح گھر تشریف لے گئے اور اپنے اعزا کو جمع کرکے فرمانے لگے کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ کو چھوڑ دوں اور رخصتِ سلام کے لیے روضہِ امام حسنؑ اور مزار جناب فاطمہؑ اور روضہِ رسولؐ اللہ پر گئے اور کافی روئے۔

الغرض ۲۸ رجب سنہ ۶۰ ہجری کو امام حسینؑ کو تمام مخدرات عصمت و طہارت اور چھوٹے چھوٹے بچّوں کے ساتھ مدینہ چھوڑنا پڑا۔ البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور ان کی عمر اس وقت ۷ سال کی تھی اور وہ شدید علیل تھیں ان کو ساتھ نہ لے جاسکے اور اُنھیں مدینہ میں ہی حضرت عباس کی والدہ اُم البنین کے پاس چھوڑ دیا اور کچھ فرئیضہ خدمت اُم المومنین جنابِ اُم سلمہ کے سپُرد کردیا تھا۔ ۳ شعبان سنہ ۶۰ ہجری کو آپ مکّہ پہنچے تو ولی مکّہ سعید ابنِ عاص نے خط کہ ذریعے امام حسینؑ کی آمد کی خبر یزید کو دی اور کہا کہ لوگوں کا رحجان امام حسینؑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یزید نے یہ خبر سُن کر امام حسینؑ کو قتل کی سازش مکّہ میں شروع کردی۔ یزید جو بہر صُورت امام حسینؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا اور اُس نے ایک عظیم لشکر مکّہ

ترجمہ، اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد خدا کے لیے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ (اسے) جانتے ﴿۴۱﴾ یعنی وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور ہم نے تم سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو ﴿۴۳﴾

سُوْرَةُ النَّحْلِ

بھیجا اور ۳۰ خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور پر بھجوایا جس کا قائد عمر ابنِ سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد ۶، صفحہ ۲۱ منتخب طریحی خلاصتہ المصائب صفحہ ۱۵۰، ذکر العباس صفحہ ۱۲۲)۔
سازش یہ تھی کہ ایّامِ حج میں تین سو شامیوں کو حجاج میں شامل کیا جائے اور امام حسینؑ کو جہاں اور جس حال میں بھی پائیں قتل کر ڈالیں مگر مکّہ اور مدینہ کے ولیوں کے لیے امام حسینؑ کا قتل آسان نہ تھا کیونکہ یہ دونوں مقام امام کی آبادی جگہ کی تھیں اور بنی ہاشم کے کافی لوگ یہاں پر موجود تھے تو دوسری سازش یہ کی گئی کہ امام کو وہاں سے دوسری جگہ لایا جائے اور اس کے لیے یہ انتظام کیا کہ کُوفہ سے ۱۲ ہزار خطوط دورانِ قیام مکّہ بھجوائے گئے۔ کیونکہ کُوفہ فوجیوں کا علاقہ تھا اور وہاں کے باشندوں میں نہ عقیدہ کا سوال تھا اور نہ عقیدت کا، تو امام کے پاس ایسے خطوط آئے جن کو شرعی رنگ دیا گیا تھا اور وہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسینؑ متعارف تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سرالشہادتین صفحہ ۲۷)۔ علاّمہ ابنِ حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہلِ کُوفہ تھے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۷) اور علیؑ کے شیعہ کے گھر کُوفہ میں بہت کم تھے۔ امام حسینؑ نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حالات کے معلومات خاطر جنابِ مسلم ابنِ عقیل کو کُوفہ روانہ ہونے کو کہا تو جنابِ مسلم نے امام کے

ترجمہ، اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا ﴿۶۶﴾ اور ہم ان کو اپنے ہاں سے اجر عظیم بھی عطا فرماتے ﴿۶۷﴾ اور سیدھا رستہ بھی دکھاتے ﴿۶۸﴾ اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے ﴿۶۹﴾ یہ خدا کا فضل ہے اور خدا جاننے والا کافی ہے ﴿۷۰﴾ مومنو! (جہاد کے لئے) ہتھیار لے لیا کرو پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب اکھٹے کوچ کیا کرو ﴿۷۱﴾

سورۃ النساء

حکم پر اپنے دونوں بیٹے محمد اور ابراہیم جن کی عمریں ۷ سال اور دوسرے کی ۸ سال تھیں اور دو راہبر سمیت کو ہمراہ لیا تاکہ جنگل کے راستہ سے آگاہی ہو اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں شدّتِ عطش کی وجہ سے دِلیّل انتقال کر گئے۔ جب آپ کُوفہ پہنچے تو جنابِ مختار ابنِ ابی عبیدہ ثقفی کے مکان پر قیام کیا۔ لوگوں نے امام حسینؑ کے نمائندے ہونے کی وجہ سے جنابِ مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کرنی شروع کر دی اور چن دنوں میں ۳۰ ہزار لوگوں نے بیعت کی، اس وقت وہاں کا ولی نعمان ابنِ بشیر تھا۔ جب یزید کو یہ خبر ہوئی تو اس نے عبید اللہ ابنِ زیاد کو کُوفہ کا ولی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ مسلم کا سر میرے پاس بھیج دے۔ عبید اللہ ابنِ زیاد جب کُوفہ آیا تو لوگ سمجھے کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں لیکن مسلم ابنِ عمر باہلی نے پکار کر کہا کہ یہ ابنِ زیادہ ہے۔ اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کُوفہ کے لوگ امام حسینؑ سے بالکل واقف نہیں تھے اور جو خطوط امام کو بھیجے گئے تھے وہ بھی باظاہر ایک سازش معلوم ہوتی تھی۔

الغرض ابنِ زیاد کے کُوفہ آنے کے بعد جنابِ مسلم نے اپنا جائے مقام کو بدل کر جنابِ ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی مگر ابنِ زیاد نے معقل نامی غلام کے ذریعہ ان کی قیام گاہ کا پتہ لگا لیا اور جنابِ ہانی کو بُلوا کر کہا کہ مسلم کو ہمارے حوالے کر دو تو جواب ملا یہ ہر گز نہیں ہو سکتا کہ مہمان کو سپُرد کر دوں۔ ابنِ زیاہ نے جناب ہانی کو قید کر لیا اور بعد میں اُنھیں ۹۰ سال کی عمر میں ۵۰۰ کوڑے مار وائے اور جب وہ بے ہوش ہو گئے تو ان کا سر کاٹ کر تن مبارک کو دار پر لٹکا دیا۔ ابنِ زیاد نے اس قدر خوف پھیلایا کہ جنابِ مسلم کے ساتھ بہت کم لوگ رہ گئے

ترجمہ، تم دیکھو گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر پڑے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہو گا۔ یہی بڑا فضل ہے ﴿۲۲﴾ یہی وہ (انعام ہے) جس کی خدا اپنے ان بندوں کو جو ایمان لاتے اور عمل نیک کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔ کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہیئے) اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں ثواب بڑھائیں گے۔ بے شک خدا بخشنے والا قدر دان ہے ﴿۲۳﴾ سورة الشورى

اور نوبت یہ ہوئی کہ جب آپ کے ساتھ نماز مغربین میں ۱۳۰ افراد تھے اور جب آپ نے نماز تمام کی تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ ابنِ زیاد کے قتل و مظالم کی وجہ سے آپ نے پھر کسی چاہنے والے کے یہاں قیام نہ کیا اور کوشش کی کہ کوفہ سے باہر رات گذاریں۔ مگر محمد ابن کثیر نے کہا کہ کوفہ کے تمام راستے بند ہیں اور آپ میرے گھر میں قیام کریں تو ابنِ زیاد نے محمد ابن کثیر اور ان کے بیٹے کو دربار میں طلب کر کے قتل کروا دیا۔ جب حضرت مسلم کو اُن کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو آپ باہر آئے اور کوشش کی کہ کوفہ سے نکل جائیں اور تمام رات اسی کوشش میں رہے مگر ہر طرف پہرہ تھا اور صبح ہو گئی۔ اُدھر ابنِ زیاد نے آپ کی گرفتاری یا سر لانے پر بڑی رقم کا اعلان کروا دیا۔ جنابِ مسلم کا بھوک و پیاس سے بُرا حال تھا کہ آپ کی نظر ایک ضعیفہ پر پڑی تو آپ نے پانی مانگا تو اس نے پانی دے کر کہا کہ کوفہ کی فضا بہت خراب ہے اور آپ جلد اپنے گھر جائیں تو آپ نے فرمایا کہ اے "طوعہ" جس کا کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو فرمایا کہ محمدؐ مصطفٰے اور علیؑ مرتضٰی کا بھتیجا اور امام حسینؑ کا چچازاد بھائی مسلم بن عقیل ہوں تو اس طوعہ نے اپنے گھر میں جگہ دی۔ اس عورت کے پسر نے ابنِ زیاد کو انعام کی لالچ میں خبر کر دی اور صبح ہوتے ہی دُشمن کا لشکر محمد بن اشعث کی سربراہی میں آ پہنچا جو امام حسنؑ کی قاتلہ جعدہ بنت اشعث کا بھائی تھا۔ جنابِ مسلم نے جب گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سُنی تو باہر آئے اور لڑائی شروع ہو گئی اور کئی لوگوں کو آپ نے تہِ تیغ کر دیا۔ بالآخر ابنِ اشعث نے اور فوج مانگی تو ابنِ زیاد نے کہا کہ آخر ایک شخص کے لیے کتنی فوج کی ضرورت ہے؟ غرضکہ جب مسلم پر کسی طرح قابو نہ پایا جاسکا تو ایک خس پوش گڑھے میں آپ کو گرا دیا گیا پھر گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ انھیں کوٹھے سے زمین پر گرا کر ان کا سر کاٹ لیا جائے آپ

ترجمہ، (یعنی) جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل یادِ خدا سے آرام پاتے ہیں (ان کو) اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں ﴿۲۸﴾ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانہ ہے ﴿۲۹﴾ سورۃ الرعد

نے چند وصیتّیں کیں اور کوٹھے سے گرتے وقت "السلام علیک یا عبد اللہ" کہا۔ روایت ہے کہ آپ کا اور جنابِ ہانی کا سر کاٹ کر دمشق یزید کے پاس بھیجا گیا اور دونوں کے تن کو پیروں میں رسّی باندھ کر بازاروں میں پھرا گیا اور پھر بازارِ قصاباں میں دار پر خوف پھُیلانے کے لیے لٹکا دیا گیا۔ قبیلہ مُذحج نے کافی جنگ وجدال کر کے لاشیں حاصل کیں اور دفن کیا۔

جنابِ مُسلم کے دونوں بیٹے جو قاضی شریح کے گھر میں پوشیدہ تھے بابا کی شہادت کے بعد قاضی نے کوشش کی کہ ان بچّوں کو مدینہ روانہ کر دیا جائے کیونکہ قاضی اور ان بچّوں کی جان دونوں کا خطرہ تھا تو قاضی نے اپنے بیٹے "اسد" کے ذریعے رات کو ایک قافلے کی طرف روانہ کیا جو کہ مدینہ جا رہا تھا۔ جب یہ لوگ کُوفہ سے باہر آئے تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا مگر کافی دُور نہیں گیا تھا تو اسد نے ان بچّوں کو شہر سے باہر چھوڑ کر قافلہ کے پیچھے روانہ کر دیا مگر یہ بچّے قافلے تک نہ پہنچ سکے تو واپسی پر صبح ہو گئی اور بچّے حیران و سرگردان پھر رہے تھے کہ سرکاری لوگوں نے انھیں گرفتار کر کے قید کر دیا۔ مگر قید خانہ کا دربانِ جس کا نام مشکورُ تھا وہ محب آلِ محمدؐ میں سے تھا۔ اس نے بچّوں کو رات میں رہا کر دیا اور کہا کہ قادسیہ میں میرے بھائی ہے تم لوگ اس کے پاس جا کر پناہ لے لو، بچّے رات کو روانہ ہو گئے اور جب صبح یہ خبر دربار میں آئی کہ مُسلم کے بچّے قید خانہ سے فرار ہو گئے ہیں تو ابنِ زیاد نے مشکورُ کو اتنے کوڑے مارے کہ اس کی شہادت ہو گئی۔ بچّے رات میں قادسیہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ بُھول گئے اور صبح ہو گئی تو وہ دشمنوں کے خطرے کی وجہ سے پانی کے قریب ایک درخت پر چڑھ گئے۔ اتفاقاً وہاں ایک عورت پانی کے لیے آئی تو اس کی نظر ان بچّوں پر پڑی تو اس نے پُوچھا کہ تم کون ہو؟ بچّوں نے اس کو ہمدرد پا کر بتایا کہ ہم فرزندانِ مُسلم ہیں۔ اس عورت نے اپنی مالکہ کو یہ خبر دی تو وہ ان بچّوں کو اپنے گھر

ترجمہ، اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ وہاں ان کی صاحب سلامت سلام ہوگا ﴿۲۳﴾ سورۃ ابراھیم

لے گئی اور گھر کے ایک گوشئہ میں ٹھہرادیا۔ رات کو جب اس کا شوہر "حارث بن عروۃ" دیر
سے گھر آیا تو اس نے دیر سے آنے کی وجہ یہ بتائی کہ مُسلم کے بچّے قید خانہ سے فرار ہو گئے ہیں اور
ابنِ زیاد نے ان کی گرفتاری پر انعام واکرام رکھا ہے۔ رات کو ایک بچّے نے خواب میں اپنے بابا
اور پنجتن علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ یہ خواب دیکھکر یہ بچّہ
رونے لگا تو اس کے رونے کی آواز حارث کے کانوں میں آئی تو یہ اُس گوشئہ میں گیا اور بچّوں کو
وہاں پاکر اس نے یتیمیوں کے رُخساروں پر طمانچے مارے اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا اور جب
صبح ہوئی تو یہ شخص دونوں بچّوں کو نہر کے قریب قتل کرنے کے لیے چلا تو اس کی بیوی و بچّوں
نے اس کو روکنے کی کوشش کی مگر یہ نہ مانا اور دریا فرات پر لے گئے تو بچّوں نے قتل ہونے
سے پہلے اس شخص سے کہا کہ اے شیخ ہمیں زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے چل یا ہمیں بازار میں بیچ
ڈال اور ہماری کم سنی پر رحم کر مگر اس شخص نے جب قتل کرنے کا ارادہ کیا تو بچّوں نے کہا کہ
ہمیں قتل سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنے دو تو اس نے نماز کی اجازت دے دی مگر کہا کہ کوئی
فائدہ نہیں ہوگا۔ الغرض بچّوں نے نماز ادا کی اور دعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا تو اس ملعون نے بڑے
بھائی کی گردن پر تلوار ماری تو سر مُبارک دُور جا گرا اور اس ظالم نے لاش کو پانی میں ڈال دیا اور پھر
چھوٹے بھائی کا سر مُبارک کاٹ کر لاش پانی میں ڈال دی اور دونوں لاشیں پانی میں ڈوب
گئیں۔ یہ ملعون دونوں سروں کو لے کر ابنِ زیاہ کے دربار میں آیا تو ابنِ زیاد تین بار زمین سے
اُٹھا اور بیٹھا پھر "مقاتل" کو حکم دیا کہ ان سروں کو بھی فرات میں ڈال دیئے جائیں۔ مقاتل ایک
محب آلِ محمدؐ میں سے تھا اور جب اس نے دو سروں کو پانی میں ڈال تو لاشیں بھی پانی کے اوپر

ترجمہ، توان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو
مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور
اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے میں ان کے گناہ دور کردوں گا
اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور
خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے ﴿۱۹۵﴾ سورۃ آل عمران

آ گئیں تھیں۔

جناب مُسلم، ہانی بن عروہ، محمد ابنِ کثیر، فرزندانِ مُسلم کے قتل کرنے کے بعد عمر ابنِ سعد اور ابنِ زیاد میں معاہدہ ہو گیا کہ حُر ابنِ یزید ریاحی کو ایک لشکر کے ساتھ بھیج کر امام حسینؑ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ امام حسینؑ مدینہ سے مکّہ اس لیے گئے تھے کہ ان کی جان بچ جائے گی لیکن آپ کے دُشمن ایسے سفاک تھے کہ مکّہ معظمہ اور کعبہ محترم میں بھی آپ کو محفُوظ نہ رہنے دیا اور وقت آ گیا کہ امام حسینؑ مقام امن اور کعبہ کو بھی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور آپ حج تک نہ کر سکے کیونکہ بنی امّیہ کے تیس خوار یج حاجیوں کے لباس میں عالمِ حج و طواف میں امام حسینؑ کو شہید کرنا چاہتے تھے۔ امام حسینؑ کو جیسے ہی اس سازش کا علم ہوا تو آپ نے حج کو عمرے سے بدلا اور ۸ ذی الحجہ سنہ ۶۰ ہجری یعنی حج سے ایک دن پہلے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ اعزاء و اقربا نے ہمدردی میں مشورہ دیا اور کُوفہ جانے سے روکا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں چیونٹی کے بِل میں بھی چھپّ جاؤں تو بھی ضرور قتل کیا جاؤں گا اور سُنو میرے نانا نے فرمایا ہے کہ حرمت مکّہ ایک دُنبہ کے قتل سے برباد ہو گی تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ دُنبہ میں ہی نہ قرار پاؤں۔ میری خواہش ہے کہ میں مکّہ سے باہر چاہے ایک ہی بالشت پر کیوں نہ ہو قتل کیا جاؤں، (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۰) ینابیع المودۃ صفحہ ۳۲۷ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۷)۔ جب ولی مکّہ عمر بن سعید کو امام حسینؑ کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو اُس نے ایک گروہ کو یحییٰ بن سعید ابن العاص کے ساتھ

ترجمہ، پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل بھی کر دیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کر کے انہیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو، حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا۔ (یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتابِ (خدا) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو، خدا ان سے غافل نہیں ﴿۸۵﴾

سورة البقرة

آپ کو روکنے کے لیے بھیجا تاکہ آپ مکّہ سے نہ جاسکیں اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ جب مدینہ سے نکل گئے تھے تو یزید نے مدینہ کے ولی کو برطرف کر دیا تھا اسی وجہ سے مکّہ کا ولی آپ کو مکّہ سے نہ جانے دینا چاہتا تھا اور یزید کی منشا کو پورا مکّہ ہی میں کرنا چاہتا تھا۔ الغرض امام حسینؑ نہ رُکے اور چار ماہ مکّہ میں قیام کے بعد کُوفہ کی طرف روانہ ہوگئے اور حرمتِ کعبہ اور حرمتِ حج کو بچالیا۔

الغرض امام حسینؑ اپنے جملہ اعزاء و اقرباء اور انصار جان نثار کو ہمراہ لے کر جن کی تعداد روایت کے مطابق ۸۲ تھی مکّہ سے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں جب بھی کسی مقام پر قیام کرتے تو وہاں لوگوں سے کُوفہ کا حال معلوم ہوتا تو لوگ بتاتے کہ کُوفہ کے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں مگر تلواریں آپ کے خلاف ہیں اور کُوفیوں کی بے پروائی اور غدّاری پتہ چلا اور جنابِ مسلم، جنابِ ہانی، جنابِ محمد بن کثیر اور عبداللہ بن یقطر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے اِنّاللہِ وَاِنّااِلیہِ راجعُون فرمایا اور جنابِ مسلم کی بچیوں کو اپنے پاس بُلوا کر کے پیار کیا اور بے انتہا روئے۔ ایک مقام پر آپ کی ملاقات زبیر ابن القین سے ہوئی تو اُنھوں نے آپ کی حمایت کی اور بیوی کو اپنے بھائی کے حوالے کر کے خود امام کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ راستے میں آپ نے خطبہ بھی دیا اور فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوقِ بیعت اُتار لیتا ہوں، تمھارا جدھر جی چاہیے چلے جاؤ تو دُنیادار جس میں عبداللہ ابن جُر جعفی جیسے لوگ واپس ہوگئے لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔ ایک دفعہ آپ نے رُسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ بُلا رہے ہیں تو آپ روپڑے اور اپنے خاندان والوں کو خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا تو حضرت علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں۔ جب

ترجمہ، (کہہ دو) کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقام ادب) بنایا ہے اور سب چیز اُسی کی ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں ﴿۹۱﴾ سورۃ النمل

آپ نے قبیلۂ بنی سکون میں قیام کیا تو ابنِ زیاد کو آپ کی سکونت کی اطلاع مل گئی تو اُس نے حُر بن یزید ریاحی کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ کا لشکر آپ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ آپ کوُفہ کی طرف روانہ تھے اور جب منزل شراف پر پہنچے تو وہاں پر محرم سنہ ۶۱ ہجری کا چاند دیکھا۔ صبح جب ہوئی تو دُشمن کا لشکر آتے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ منزلِ ذو خشب یا ذو حسم کی طرف مڑ چلو مگر لشکر حُر بالآخر سامنے آ پہنچا اور آپ کو روک کر لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال دیا، یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، کیا چاہتا ہے؟۔ حُر کا لشکر پیاس سے بے چین تھا تو ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ پہلے اس کو اور تمام جانوروں کو پانی پلاؤ اور جب وہ سب سیر اب ہو چکے تو پھر آپ نے نماز ظہر ادا کی اور حُر نے آپ کی قیادت میں نماز پڑھی اور پھر بتایا کہ ابن زیاد نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کو بے آب و گیاہ جنگل میں روک کر گرفتار کر لوُں۔ امام نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ میں خاموشی سے گرفتار ہو کر قتل ہو جاؤں۔ پھر امام نے اپنا سفر کوفہ کی طرف جاری رکھا تو آپ کا گھوڑا ایک مقام پر رُک گیا اور ایک ایسا غبار اُٹھا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے تو اصحاب ڈر گئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ "کربلا" ہے تو آپ نے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرہ ڈالو۔ امام حسینؑ ۲ محرم الحرام سنہ ۶۱ ہجری کو وارد کربلا ہوئے تو جنابِ اُمِّ کلثوم نے امام حسینؑ سے عرض کی، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارا دِل دَھل رہا ہے تو فرمایا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خُون بہے گا۔ روایت میں ہے

ترجمہ، اور جو شخص خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص خدا اور رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے ہو چکا اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے (۱۰۰) سورۃ النساء

کہ وہاں ایک بیری کے درخت سے خونِ تازہ جاری ہوا۔ حُر نے آپ کی کربلا پہنچنے کی اطلاع ابنِ زیاد کو دی۔ امام حسینؑ نے بھی کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے قیس ابنِ مسہر کے ذریعہ کُوفیوں کو ایک خط لکھا کہ میں تمھاری دعوت پر میں کربلا تک آگیا ہوں مگر قیس راستے میں ہی گرفتار ہوگئے اور ابنِ زیاد کے سامنے کُوفہ میں پیش کیا گیا تو اُس نے خط طلب کیا تو اُنھوں نے خط کو چاک کردیا جس کے بعد ابنِ زیاد نے اُن کو شہید کروادیا اور امام حسینؑ کو اس نے خط لکھا کہ یزید کی بیعت کرلیں ورنہ یزید کا حکم ہے کہ آپ کو قتل کردوں، امام حسینؑ نے اُس کے خط کا جواب نہیں دیا اور زمین پر پھینک دیا۔ اس کے بعد آپ نے خط کے ذریعہ محمد بن حنفیہ کو اپنے کربلا آنے کی اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھولیا ہے اور عنقریب عروسِ موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا (جلاء العیون صفحہ ۱۹۶)۔ الغرض آپ نے حجت پوری کی اور آپ نے اہلِ کُوفہ کو خط لکھا اور آخرکار برلبِ فرات خیمے نصب کئے گئے تو حُر نے مزاحمت کی اور کہا کہ خیمے فرات سے دُور نصب کیجئے تو حضرت عباس ابن علیؑ کو غصّہ آگیا تو امام حسینؑ نے اُن کے غصّہ پر قابو کیا اور خیمے ۳ تا ۵ میل دُور ساٹھ ہزار درہم میں ۱۶ مربع میل زمین خرید کر نصب کئے گئے۔ زمین خریدنے کے بعد چند شرائط کے ساتھ اُنہی لوگوں کو ہبہ کردیا۔

اب کربلا میں لشکرِ یزید میں مزید اضافہ ہونے لگا اور ۳ محرم الحرم کو عمر ابنِ سعد کئی ہزار سوار و پیادے لے کر کربلا پہنچا اور اس نے امام حسینؑ سے تبادلہ خیالات کی خواہش کی تو امام نے کُوفیوں کی دعوت اور کُوفہ جانے کا سبب بیان کیا اور فرمایا کہ اب اگر اہلِ کُوفہ اب مجھے

ترجمہ، جب زمین بھونچال سے ہلادی جائے گی ﴿۱﴾ اور زمین اپنے (اندر) کے بوجھ نکال ڈالے گی ﴿۲﴾ اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ ﴿۳﴾ اس روز وہ اپنے حالات بیان کردے گی ﴿۴﴾ کیونکہ تمہارے پروردگار نے اس کو حکم بھیجا (ہوگا) ﴿۵﴾ اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھادیئے جائیں ﴿۶﴾ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا ﴿۷﴾ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ﴿۸﴾ سورۃ الزلزلۃ

نہیں چاہتے ہیں تو میں واپس جانے کو تیار ہوں۔ عمر ابنِ سعد نے امام کی واپسی کی خواہش کو ابنِ زیاد تک پہنچایا تو اُس نے کہا کہ اب حسین ہمارے چنگل میں ہیں تو یہ ہر گز نہیں ہو سکتا اور اُن سے کہو کہ اپنے اعزا و اقربا سمیت یزید کی بیعت کریں یا قتل ہونے کے لیے آمادہ ہو جائیں اور میں ان کی کسی بات پر غور کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اِسی تیسری محرم الحرم کی شام کو حبیب ابنِ مظاہر قبیلہِ بنی اسد گئے اور وہاں سے ۹۰ لوگ امام کے لشکر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ ابنِ زیاد نے ایک لشکر بھیج کر اُنھیں رُوک لیا اور ۴ محرم کو اس نے مسجد میں ایک خطبہ دے کر لوگوں کو امام حسینؑ کے خلاف بھڑکایا اور امام سے جنگ کرنے لیے مال و دولت دینے کا وعدہ کیا جس کی وجہ سے شمر سب سے پہلے امام کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا اور اپنے ساتھ چار ہزار لوگ لایا، ابن رکاب دو ہزار، ابن نمیر چار ہزار، ابن رھینہ تین ہزار ابن خرشہ دو ہزار، کوشیث ابنِ ربعی چار ہزار، عروہ ابنِ قیس چار ہزار، سنان ابنِ انس دس ہزار، محمد ابنِ اشعث ایک ہزار، عبداللہ ابنِ حصین ایک ہزار، خولی ابنِ یزید اصبحی دس ہزار، رکعب ابنِ الحُر تین ہزار، حجاج ابنِ حُر ایک ہزار کا لشکر لے کر کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کے علاوہ چھوٹے بڑے اور کئی مزید یزیدی لشکر امام کے خلاف کربلا پہنچے اور لشکرِ یزید کی آمد کا سلسلہ چار محرم الحرم سے شروع ہو گیا تھا جو کہ عراق سے شامل ہو رہے تھے جس کی تعداد اسی ۸۰ بتائی جاتی ہے۔ ان میں حجازی اور شامی شامل نہیں ہیں جو کہ باہر سے آئے تھے۔ خولی نے ابنِ زیاد کو بتایا کہ عمر بن سعد حسینؑ سے رات کو چُھپ کر ملتا ہے جس پر ابنِ زیاد نے عمر بن سعد سے کہا

ترجمہ، جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے ﴿۲۲﴾ سورة المجادلة

کہ تواب حسینؑ پر پانی بند کر دے اور اُنھیں جلد از جلد موت کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش کر جس کے بعد سات محرم سے لشکرِ یزید نے نہر فرات سے امام حسینؑ کے خیمے والوں پر پانی لینے سے منع کر دیا اور نہر پر فوج کا پہرہ لگا دیا۔ پانی بند ہو جانے کے بعد عبداللہ ابنِ حصین اور ابنِ حوشب نے امام پر طعنہ زنی کی جس سے امام حسینؑ کو سخت صدمہ پہنچا تو آپ نے طعنہ زنی کا جواب میں خیمہ سے کچھ فاصلے پر ایک ضرب سے چشمہ جاری کر دیکھایا اور یہ بتا دیا کہ ہمارے لیے پانی کی کمی نہیں ہے لیکن ہم اس مقام پر معجزہ دکھانے نہیں آئے بلکہ ہمارے لیے یہ منزلِ امتحان ہے۔ الغرض آٹھویں محرم الحرم کی شب خیمہ آلِ محمدؐ میں پانی بالکل ختم ہو گیا اور بچّوں کو پیاس کی شدّت نے بے چین کر دیا تو امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کو پانی لانے کا حکم دیا تو آپ چند سواروں کو لے کر گئے اور بڑی مشکل سے پانی لائے، اسی وجہ سے عباسؑ کو "سقاء" کہا جاتا ہے (اخبار الطوال صفحہ ۲۵۳، جلاو العیون صفحہ ۱۹۸ و معہ ساکبہ صفحہ ۳۲۳)۔ نویں محرم الحرم کو امام حسینؑ اور عمر بن سعد میں آخری گفتگو ہوئی تو آپ نے ہر قسم کی حجت تمام کر لی اور پانی بند رہا۔ روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے پانی کے لیے کنواں بھی کھودا، مگر پانی حاصل نہ ہو سکا۔ امام حسینؑ نے ایک بار حجت پوری کی اور اپنا تعارف کرایا لیکن کچھ نہ بنا۔ شمر نے ابنِ زیاد سے امام حسینؑ کے قتل کا حکم نامہ حاصل کیا اور کہا کہ ان کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ نویں کی رات کو شمر نے حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کو امان کی پیش کش کی جسے اُنھوں نے ٹھکرا دیا تو اسی رات کو یزید کے لشکر نے حملے کی تیاری شروع کر دی تو امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کو بھیج کر ایک رات کی مہلت لی۔ نویں کا دن گزرا، عاشوُر کی رات آئی تو امام

ترجمہ، شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے۔ اور خدا کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے۔ اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے ﴿۱۹﴾ جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے ﴿۲۰﴾ خدا کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک خدا زور آور (اور) زبردست ہے ﴿۲۱﴾ سورۃ المجادلۃ

حسینؑ کو اس بات کی زیادہ فکر تھی کہ اپنے اصحاب کو موت سے بچالیں کیونکہ دُشمن صرف آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے اسی لیے دشمنوں نے حضرت عباس تک کو امان کی پیش کش کی۔ الغرض رات کے وقت آپ نے اپنے اصحاب اور اعزاء کو جمع کر کے فرمایا"اس میں شک نہیں کہ تم سے بہتر اعزاء اور اصحاب کسی کو نصیب نہیں ہوئے لیکن دیکھو چونکہ یہ صرف مجھ ہی کو قتل کرنا چاہتے ہیں، اس لیے میں تمھاری گردنوں سے طوق بیعت اُتارے لیتا ہوں۔ تم رات کی تاریکی میں اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت عباسؑ، فرزندانِ مسلم بن عقیل، مسلم ابن عوسجہ، ۷۳ زہیر ابن قین، سعد ابن عبداللہ، یکے بعد دیگرے کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے، مولا! آپ نے یہ کیا فرمایا، ارے لعنت ہے اس زندگی پر جو آپ کے بعد باقی رہے (ابن الوردی جلد ا صفحہ ۷۳، ارشاد صفحہ ۲۹۷ و معہ ساکبہ صفحہ ۳۲۴، جلاالعیون صفحہ ۱۹۹، انسانیّت موت کے دروازے پر صفحہ ۷۲)"۔ امام حسینؑ نے ایک بار پھر فرمایا کہ یہ لوگ میری جان چاہتے ہیں تو تم لوگ اپنی جانیں نہ دو تو پھر تمام اصحاب و اعزا نے بڑا دلیرانہ جواب دیا تو پھر امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو جنّت دِکھلا دی۔ خطبہ کے بعد امام حسینؑ موقعِ جنگ دیکھنے کے لیے میدان کی طرف تشریف لے گئے اور واپسی پر خیمۂ جنابِ زینبؑ میں آئے تو جنابِ زینبؑ نے پوچھا کہ بھیّا آپ نے اصحاب کی طرف سے اطمینان تو کر لیا ہے۔ الغرض پانی نہ ہونے کی وجہ سے خیمے میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا تھا اور بچّے جنابِ زینبؑ اور اپنے ماؤں سے پانی کے لیے فریاد کر رہے تھے تو بریر ہمدانی چند جان باز کے ساتھ نہر پر گئے اور وہاں لڑائی

ترجمہ، اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ کر کے بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا۔ اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مار دو۔ تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔ اور ہم نے ان (کے سروں) پر بادل کو سائبان بنائے رکھا اور ان پر من و سلویٰ اتارتے رہے۔ اور (ان سے کہا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم تمہیں دیتے ہیں انہیں کھاؤ۔ اور ان لوگوں نے ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ (جو) نقصان کیا اپنا ہی کیا ﴿۱۶۰﴾ سورۃ الاعراف

ہوئی تو حضرت عباس اور ان کے بھائی بھی مدد کے لیے نہر پر گئے تو وہاں پر چند جان باز کام آگئے جن میں غالباً حضرت عباس کے بھائی عباس الاصغر بھی شہید ہوئے ہیں مگر پانی پھر بھی بچّوں کو نہ مل سکا اور ہائے آلِ محمدؐ کی پیاس بجھ نہ سکی۔ امام حسینؑ نے اس رات تمام لوگوں کو عبادت کا حکم دیا اور سب لوگ عبادت میں مشغول ہوگئے اور سحری نمودار ہوئی اور یہ زندگی کی آخری سحر طالع ہونے والی تھی۔ روایت کے مطابق اس صبح آسمان سے آواز آئی "یا خلیل اللہ ارکبی" یعنی اے اللہ کے بہادر سپاہیو! تیار ہو جاؤ، موقعہ امتحان اور وقت موت آرہا ہے۔ جب صبح کی اذان کا وقت ہوا تو حضرت علی اکبرؑ نے اذان دی اور امام حسینؑ نے نماز جماعت پڑھانے کے بعد آپ نے اپنے لشکر کی تنظیم یُوں فرما کہ میمنہ کے سردار زہیر قین اور ۲۰ جانبار، میسرہ کے سردار اور ۲۰ جانباز، حبیب ابنِ مظاہر اور حضرت عباسؑ کو علمدارِ لشکر قرار دیا اور آپ خود امام حسینؑ نے رسُولؐ خدا کی زرہ زیب تن کی ہوئی تھی۔ اتنے میں دُشمنوں نے خیموں کو گھیر لیا۔ بریر ابنِ خضیر نے باہر نکل کر انھیں سمجھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو آپ خود سامنے آئے اور اپنا تعارف کرایا اور قرآن مجید کو حکم قرار دیا اور فرمایا کہ تم مجھے کس جُرم کی بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو، اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم تمھارے باپ کی دُشمنی میں قتل کر رہے ہیں اور ان پر آپ کی بات یا تعارف کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے خداوندی میں دستِ دُعا بلند کیا اور صرف حُر ابنِ یزید ریاحی پر آپ کی بات کا اثر ہوا تو اُنھوں نے ابنِ سعد کے پاس جاکر آخری اِرادہ معلوم کیا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور امام کی خدمت میں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوگئے اور اُتر کر امام کی رکاب کو بوسہ دیا تو امام نے حُر کو معافی دے کر جنّت کی بشارت دی۔ عمر سعد نے لشکرِ حسینی پر سب سے پہلے تیر چلایا اور اس کے بعد تیروں کی بارش شروع ہوئی۔

ترجمہ، مومنو! خدا کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ بھلا کون ہیں جو خدا کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم خدا کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔ آخر الامر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہوگئے ﴿١٤﴾ سورۃ الصف

جنابِ حُر کو قصور ابنِ کنانہ اور ایوّب مشرح نے ایک کوُفی کی مدد سے شہید کیا۔ جنابِ حُر کی شہادت کے بعد عمر سعد کے لشکر کی طرف سے نسیان اور سالم آئے تو امام کی طرف سے حبیب ابنِ مظاہر اور یزید ابنِ حصین مقابلے کے لیے آئے اور دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسی طرح مختلف لوگ دونوں طرف سے مقابلے کے لیے آتے رہے اور امام کے بہادر وں کے ہاتھوں مارے جاتے رہے تو عمر ابنِ سعد سمجھ گیا کہ انفرادی مقابلہ ناممکن ہے حسینی بہادروں کی شانِ شجاعت آ گئے تو اجتماعی حملہ کا پروگرام بنایا کثیر تعداد میں کمان اندازوں کو حکم دیا کہ یکبارگی تیر بازی کریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امام حسینؑ کا تقریباً ۳۲ سے ۵۰ اصحاب اسی وقت شہید ہو گئے۔ باقی کل تعداد ۳۲ کے ساتھ امام حسینؑ خود میدان میں نِکل آئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ لشکرِ یزیدی کے چھکّے چُھوٹ گئے اور اس بُھوک اور پیاس کے باجودہ جس طرف حملہ کرتے تھے صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔ تو پھر ایک بار تیر آنے لگے جس سے امام کے کئی اور اصحاب شہید ہو گئے اسی دوران نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تو ابو ثمامہ صائدی یا عیدادی نے امام سے عرض کی کہ مولا اگرچہ ہم دُشمنوں کے گھیرے میں ہیں مگر دل یہی چاہتا ہے کہ نماز ظہر ادا کر لی جائے۔ امام نے ابو ثمامہ کو دُعا دی اور نماز کا تہیّہ فرمایا اور زہیر ابنِ قین اور سعید ابنِ عبداللہ امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر تیروں کو سِینوں پر لینے لگے،

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) خدا ہی کے ہیں۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۴﴾ (یہ) اس لئے کہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔ اور یہ خدا کے نزدیک بڑی کامیابی ہے ﴿۵﴾ اور (اس لئے کہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو خدا کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب دے۔ ان ہی پر برے حادثے واقع ہوں۔ اور خدا ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی۔ اور وہ بری جگہ ہے ﴿۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر خدا ہی کے ہیں۔ اور خدا غالب (اور) حکمت والا ہے ﴿۷﴾

سورۃ الفتح

یہاں تک کہ امام حسینؑ نے نماز تمام فرمائی۔ روایت میں ہے کہ ۱۳ تیر سعید کے سینے میں پیوست ہوگئے اور نماز تمام ہوتے ہی وہ شہید ہوگئے۔ تو عمر ابنِ سعد نے ایک اور حکم دیا کہ خیموں کو آگ لگادو جس پر امام حسینؑ نے شمر کو پکارا کہ یہ بے حیائی نہ کرنا جس پر شیث ابنِ اربعی آگیا اور اُس نے اس حرکت سے باز رکھا۔

روایتوں میں کربلا کے تمام شہداء کے نام اور ان کی امام حسینؑ سے محبت اور قربانیوں کا ذکّر موجود ہے مگر کیونکہ یہاں پر ہم صرف چہادہ معصومینؑ یا اُن سے منسلک اُن لوگوں کا ذکّر کر رہے ہیں جن کا نام تاریخ میں زیادہ مشہور ہوئے ہیں اس لیے باقی لوگوں کا ذکّر اس کتاب میں نہیں کیا جارہا ہے اگر کسی کو مزید معلومات حاصل کرنی ہو تو تاریخ کا جائزہ لے سکتا ہے۔ روایت کے مطابق کربلا کے شہیدوں میں حبیب ابنِ مظاہر امام حسینؑ کے بچپنے کے دوست تھے اُنھیں رسالت مآبؐ کے صحابی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا اور یہ امیر المومنینؑ کے بھی اصحاب تھے اور ہر جنگ میں شریک رہے اور کوُفہ میں مسلم بن عقیل کے بھی ساتھ تھے اور جب اُن کی شہادت ہوگئی تو امام حسینؑ کی خدمت میں کربلا پہنچے انھوں نے ہر مقام پر اہلبیتؑ کا ساتھ دیا اور جب حضرت عباس ایک رات کی مہلت لینے گئے تو اس وقت بھی جنابِ حبیب اور جنابِ زہیر ان کے ساتھ تھے اور آپ نے قبیلہِ بنی اسد سے بھی کوشش کی کہ وہاں کے لوگ امام کا ساتھ دیں۔ روزِ عاشور نماز ظہر کے موقع پر حصین ابن نمیر کی بدکلامی کا جواب حبیب ہی نے دیا تھا اور اس کے کہنے پر کہ حسینؑ کی نماز قبول نہیں ہوگی تو جنابِ حبیب نے بڑھ کر گھوڑے کے مُنہ پر تلوار لگائی تھی اور میدان میں مسلسل لوگوں سے لڑتے رہے یہاں تک کہ بدیل ابن حریم عقفائی نے آپ پر ضرب لگائی اور بنی تمیم کے ایک شخص نے نیزہ مارا تو آپ گھوڑے سے گر

ترجمہ، ﴿۳٤﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے (اس میں سے) (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ﴿۳۵﴾ سورۃ الحج

پڑے تو آپ کا سر کاٹ لیا گیا۔ جنابِ حبیب کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے اِنتہائی دَرد انگیز لہجے میں کہا "اے حبیب میں تم کو اور اپنے اصحاب کو خدا سے لوُں گا"۔

اسی طرح جنابِ زہیر، مین ابن قیس اپنی قوم کے سردار اور رئیس تھے اور سنہ ۶۰ ہجری میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوئے۔ جب شمر نے خیمے جلانا چاہا تھا تو جنابِ زہیر ہی نے اس کو باز رکھا اور روزِ عاشور نمازِ ظہر کے وقت جنابِ زہیر اور جنابِ سعید نے امام حسینؑ کی حفاظت کی اور اپنا سینہ تان کر تیروں کو روکا اور بالآخر کثیر ابنِ عبداللہ شعبی اور مہاجر ابن اوس تمیمی نے آپ کو شہید کیا تو امام حسینؑ آپ کی لاش کے قریب آئے اور فرمایا کہ "زہیر خدا تم پر رحمت نازل کرے اور تمھارے قاتلوں پر جو بندروں اور ریچھوں کی طرح مسخ ہوگئے ہیں، لعنت ہو"۔ جناب نافع ابن ہلال جو کہ شریف النفس سردار قوم، بہادر، قاری قرآن اور راوی الحدیث تھے ان کا نام بھی کربلا کے شہداء میں آتا ہے، آپ امیر المومنینؑ کے ساتھ بھی جنگوں میں حصّہ لیتے تھے اور جب کربلا میں حضرت عباسؑ پانی کی جدوجہد کے لیے نہر پر گئے تو نافع ابنِ ہلال آپ کے ساتھ تھے اور آپ نے کربلا کی لڑائی میں ۱۲ دُشمنوں کو قتل کیا تو دُشمنوں نے تیر بارانی سے آپ کو گرفتار کرکے آپ کے دونوں بازو توڑ دیئے گئے پھر ابنِ زیاد کے حکم سے شمر کے ہاتھوں شہید کیا گیا۔ ایک اور شہیدائے کربلا میں اہم نام جنابِ مسلم عوسجہ ابنِ سعد کا ملتا ہے، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ وہ شریف ترین مردم، عابد و زاہد اور صحابیِ رسُول تھے جنھوں نے اکثر اسلامی جنگوں میں حصّہ لیا۔ کوُفہ میں مسلم بن عقیل کی پوری طاقت سے مدد کی اور آپ کے ہمراہ چار قبیلے تمیم و ہمدان و کندہ اور

ترجمہ، جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں۔ اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿۱۷۰﴾ اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔ اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۷۱﴾ سورۃ آل عمران

ربیعہ بھی تھے۔آپ کربلا اپنے بال بچّوں کے سمیت کربلا پہنچے اور امام حسینؑ کے قدموں میں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔اُنھوں نے نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور ان کو مسلم ابنِ عبداللہ ضیانی ملعون اور عبداللہ ابنِ خستکارہ نے مل کر شہید کردیا۔ایک اور صحابی امیر المومنینؑ جن کا نام جنابِ عابس بتایا جاتا ہے ان کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نہایت بہادر، رئیس، عابد شب زندہ دار تھے اور آپ کے قبیلہ بنو شاکر پر امیر المومنینؑ کو بڑا اعتماد تھا اسی لیے جنگ صفین میں علیؑ نے فرمایا کہ "اگر قبیلہ بنی شاکر کے ایک ہزار افراد موجود ہوں تو دُنیا میں اِسلام کے سوا کوئی مذہب باقی ہی نہ رہے"۔آپ نے سب سے پہلے کوُفہ میں جنابِ مسلم سے تعاون کا یقین دلایا تھا اور آپ ہی نے جنابِ مسلم کا خط لے کر مکّہ میں امام حسینؑ کو پہنچایا تھا اور وہیں سے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے تھے۔آپ سے کربلا میں کسی کی ہمت نہ تھی کہ اکیلے لڑتا تو آپ کو اجتماعی طور پر بے شمار افراد نے مل کر پتّھراؤ سے حملہ کیا اور شہید کرنے کے بعد سر کاٹ لیا گیا۔اسی طرح جنابِ بریر ابن خضیر ہمدانی مشرقی جو کہ بنو مشرق کے قبیلہ ہمدان کے ایک معمر تابعی تھے اور نہایت بہادر، عابد و زاہد اور بے مثل قاریِ قرآن تھے ان کا شمار بھی کوُفہ کے شرفا میں تھا۔انھوں نے بھی کوُفہ سے مکّہ جا کر امام حسینؑ کی ہمراہی اختیار کی تھی اور تا حیات ساتھ رہے۔شبِ عاشور پانی لانے میں انھوں نے عظیم جدوجہد کی تھی۔میدان میں آپ کا مقابلہ یزید ابنِ معقل اور رضی ابنِ منقذ عبدی سے ہوا اور دونوں مارے گئے تو کعب ابنِ جابر ازدی نے آپ کی پُشت میں نیزہ مارا تو آپ نے اس ظالم کی ناک دانت سے کاٹ لی تو اس نے تلوار سے آپ کو شہید کردیا۔

اصحابِ حسینؑ اور انصارِ باوفا کی شہادتوں کے بعد آپ کے اِعزا و اَقربا یکے بعد

ترجمہ، جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطن چھوڑ گئے اور (کفار سے) جنگ کرتے رہے وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں۔اور خدا بخشنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے ﴿۲۱۸﴾ سورۃ البقرۃ

دیگرے میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ میری نظر میں کربلا کی لڑائی میں امام حسینؑ نے باقی اسلامی جنگوں میں بنی ہاشم کی شرکت کے برعکس کچھ مختلف حکمت عملی اختیار کی کیونکہ رسُولؐ اللہ اور حضرت علیؑ کے زمانے میں جو جنگیں دُشمنوں سے ہوتیں تھیں تو بنی ہاشم کے لوگوں کو پہلے جنگ میں بھیجا جاتا تھا تاکہ اگر کوئی مارا جائے تو بنی ہاشم کے خاندان سے مارا جائے اور اصحاب و انصار محفوظ رہیں اسی لیے رسُولؐ اللہ کا یہ عمل ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ کو ہر جنگ میں دُشمن کے مقابلے میں بھیجتے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھی پہلے اپنی اولادوں کو لڑائی کے لیے بھیجا کرتے تھے اور کئی جنگوں میں امام حسنؑ، امام حسینؑ، حضرت عباسؑ، محمد بن حنفیہ وغیرہ آ گئے آ گئے ہوتے تھے اور اصحاب و انصار کا نمبر بعد میں آتا تھا مگر کربلا میں امام حسینؑ نے اس سے مختلف کیا اور اصحاب و انصار کو لڑنے کے لیے پہلے بھیجا اور اپنے خاندان کے لوگوں کو بعد میں جس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ کربلا کی لڑائی دوسری اسلامی جنگوں سے مختلف بھی تھی کیونکہ دوسری لڑائیوں میں شرکت کرنے والے تین دنوں کے بھُوکے اور پیاسے نہیں ہوتے تھے اور موت بھی یقینی نہیں ہوتی تھی اور جنگ میں بچنے والے غازی کہتے تھے یعنی موت مشکل عمل تھا اور زندگی آسان تھی اسی لیے اہلبیتؑ اُن جنگوں میں پہلے جاتے تھے تاکہ اگر موت آئے تو وہ مارے جائے مگر میدانِ کربلا میں موت آسان تھی زندگی سے اور جو پہلے شہید ہوا اور کا امتحان بھُوک و پیاس اور گرمی سے کم ہوا بانسبت اُن لوگوں کے جنھیں شہادت بعد میں ملی۔ کیونکہ امام کو معلوم تھا کہ شہادت یہاں پر یقینی ہے اور کوئی بھی بچ نہیں سکتا اسی لیے امام حسینؑ نے سخت امتحان اپنے خاندان والوں کے لیے رکھا اور خاندانِ اہلبیتؑ کے لوگوں نے دیر تک اس سخت گرمی میں بھُوک و پیاس کا سامنا کیا اور پھر اپنی جانیں دیں بانسبت اصحاب و انصار کے سخت امتحان امام حسینؑ نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے رکھا جب سب شہید ہو گئے تو سب سے آخر میں

ترجمہ، مومنو! (جہاد کے لئے) ہتھیار لے لیا کرو پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب اکھٹے کوچ کیا کرو (۷۱)

سورۃ النساء

خود گئے۔ سلام ہے امام اعلیٰ مقام کو کہ کس طرح کے لوگ آپ نے شہادت کے لیے انتخاب کئے تھے کہ ان میں وہ چھ ماہ کا بچّہ بھی شامل تھا جس کو امام حسینؑ نے اپنے ساتھ سخت امتحان کے لیے باقی رکھا اور جب تمام اصحاب وانصار اور بنی ہاشم کے لوگوں کی شہادت ہو گئی تو امام نے اس کی قربانی کو پیش کیا جس نے میدانِ کربلا کا نقشہ ہی بدل دیا اور شائید اسی لیے حضرت علی اصغرؑ فتحِ کربلا بھی قرار پائے۔ میرا سلام ہو ان تمام شہدائے کربلا پر جنہوں نے اپنی جان کی پروا نہیں کی اور آخر تک امام کا ساتھ دیا۔ کربلا میں امام حسینؑ کا ساتھ دینے والے سب ہی لوگوں نے نہایت بہادری اور جوان مردی سے لڑائی کی جن میں کم سن بچّے بھی شامل ہیں اور ہر کا جزبۂ شہادت اس قدر مضبوط تھا کہ کسی کو بھی کسی مقام پر موت کا خوف نظر نہیں آتا اور دُشمنوں کے مقابلے میں اس طرف کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہونے کے باوجود ہر ایک بہادر نے کئی کئی دُشمن کو مار کر جہنم نصیب کیا مگر اس کتاب میں تمام شہدائے کربلا کا تفصیلی ذکّر کرنا تو مشکل ہوگا مگر میری کوشش ہوگی کہ اُن کا مختصر ذکّر ضرور کیا جائے یا پھر کم از کم ان کے نام، عمر اور ان کے قاتلوں کے نام بیان کیا جائے تا کہ تاریخ میں ان کے نام زندہ رہیں اور ان کی اس قربانی کو بھلا یا نہ جاسکے۔

میرے نزدیک بنی ہاشم میں سب سے پہلے جس نے شرفِ شہادت حاصل کیا وہ عبداللہ ابنِ عقیل جو کہ حضرت علیؑ کی بیٹی جنابِ رُقیّہ کے بیٹے تھے۔ آپ نے تین حملے کئے اور ۹۰ دُشمنوں کو فی النار کیا تو عمر بن صبیح صیدادی نے آپ پر تیر سے حملے کئے جو کہ ایک آپ کی پیشانی پر اور دوسرا تیر آپ کے دل پر لگا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لائے تو یہ دیکھ

ترجمہ، اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ (جہاد کی) کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی؟ لیکن جب کوئی صاف معنوں کی سورت نازل ہو اور اس میں جہاد کا بیان ہو تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی (طاری) ہو رہی ہو۔ سو ان کے لئے خرابی ہے ﴿۲۰﴾ (خوب کام تو) فرمانبرداری اور پسندیدہ بات کہنا (ہے) پھر جب (جہاد کی) بات پختہ ہوگئی تو اگر یہ لوگ خدا سے سچے رہنا چاہتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا ﴿۲۱﴾ سورۃ محمد

کر آپ کے بھائی محمد بن مسلم آگے بڑھے اور دُشمنوں سے مقابلہ کیا بالآخر ابو جرہم اردی اور لقیط اور ابن ایاس جمی نے آپ کو شہید کر دیا۔ ان کے بعد جعفر بن عقیل ابنِ ابو طالب میدان میں آئے اور آپ نے ۱۵ دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارا آخر میں بشر بن خوط نے آپ کو شہید کیا۔ ان کے بعد جنابِ عبدالرحمٰن ابنِ عقیل میدان میں تشریف لائے جن کو دُشمنوں نے گھیر لیا اور عثمان بن خالد ملعون کی ضرب سے شہید ہوئے۔ اس کے بعد عبداللہ اکبر بن عقیل میدان میں آئے اور آپ بھی عثمان بن خالد کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے بعد موسیٰ بن عقیل نے میدان لیا اور ۷۰ دُشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کے بعد عون بن عقیل اور علی بن عقیل درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد محمد بن سعید بن عقیل اور جعفر بن محمد بن عقیل اور احمد ابن محمد بن عقیل یکے بعد دیگر میدان میں تشریف لائے اور کارہائے نمایاں کر کے درجۂ شہادت حاصل کی۔ ان کے بعد محد بنِ عبداللہ بن جعفر آئے اور ۱۰ دُشمنوں کو قتل کر کے بدست عامر بن نہشل شہید ہوئے۔ ان کے بعد عون بن عبداللہ بن جعفر میدان میں آے اور عبداللہ ابن بطہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کے بعد جنابِ حسن مثنّٰی میدان میں آئے اور آپ نے زبردست لڑائی کی اور اس درجہ زخمی ہوگئے کہ جانبر ہونے کا کوئی امکان نہ تھا اور آپ کو مقتولین میں ڈال دیا گیا تو آپ کا ایک رشتہ کا ماموں اسما ابنِ خارجہ مکنی بہ ابی حسان اُنھیں اُٹھا کر لے گئے۔ ان کے بعد جنابِ قاسم میدان میں آئے اگرچہ آپ کی عمر ابھی کافی کم تھی لیکن آپ نے ایسا مقابلہ کیا کہ آپ کے مقابلہ میں ارزق شامی آیا تو آپ نے اُسے پچھاڑ دیا تو چاروں طرف سے حملہ شروع

ترجمہ، اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما ﴿۷۵﴾ جو مومن ہیں وہ تو خدا کے لئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لئے لڑتے ہیں سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے ﴿۷٦﴾

سورة النساء

ہو گیا اور آپ کو عمر بن سعد نے شہید کیا اور آپ کا جسمِ مُبارک زندگی میں ہی پامال سمِ اسپاں ہو گیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن حسن میدان میں آئے جو کہ ۱۴ دُشمنوں کو مارنے کے بعد ہانی ابن شیث خضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے بعد ابو بکر ابن حسن میدان میں آئے آپ نے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا اور ۸۰ آدمیوں کو مارا۔ آپ کو عبداللہ ابن عقبہ غنوی نے شہید کیا۔ ان کے بعد احمد بن حسن تشریف لائے جن کی عمر ۱۸ سال بتائی جاتی ہے لیکن آپ نے یادگار مقابلہ کیا اور ۱۶۰ افراد کو قتل کیا۔ ان کے بعد عبداللہ اصغر میدان میں آئے جو کہ حضرت علیؑ کے بڑے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تیمی تھیں۔ آپ نے ۲۱ دُشمنوں کو قتل کیا اور آپ بدست عبداللہ بن عقبہ غنوی شہید ہوئے۔ ان کے بعد عمر بن علی میدان میں آئے اور شہید ہوئے مگر طبری کا کہنا ہے کہ یہ کربلا میں شہید نہیں ہوئے اور مورخین کا کہنا ہے کہ عبداللہ اصغر کے بعد عبداللہ بن علی میدان میں آئے تھے جو کہ حضرت عباسؑ کے حقیقی بھائی تھے جن کی عمر بوقت شہادت ۲۵ سال کی تھی اور آپ کو ہانی ابنِ ثبیت الحضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے دوسرے بھائی عثمان بن علی جو کہ ۲۳ سال کے تھے میدان میں آئے اور مقابلہ کیا، آپ کو خولی ابنِ یزید اصبحی نے پیشانی پر تیر مارا پھر ایک شخص نے جو قبیلہ اباں بن وارم کا تھا اس نے آپ کا سر قلم کیا۔ اس کے بعد حضرت عباس کے تیسرے حقیقی بھائی جن کی عمر ۲۱ سال کی تھی تشریف لائے جن کو خولی ابن یزید اور ابو محنف بضرب ہانی ابن ثبیت الحضرمی نے شہید کیا۔ ان کے بعد حضرت عباس کے بیٹے فضل بن عباس میدان میں آئے اور آپ نے ۲۵۰ دُشمنوں کو فی النار کیا اور آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر کے شہید کیا گیا۔ ان کے بعد حضرت عباسؑ کے دوسرے بیٹے قاسم بن عباس جن کی عمر ۱۹ سال کی تھی میدان میں آئے اور آپ نے کئی دُشمنوں

ترجمہ، مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے ﴿۱۰﴾ (وہ یہ کہ) خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے ﴿۱۱﴾ سورۃ الصف

کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد واپس آئے اور امام حسینؑ سے پانی مانگا مگر پانی نہ ملنے کے بعد پھر میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عباسؑ خود میدان میں آئے جو کہ امام حسینؑ کی فوج کے علمدار بھی تھے اور ۴ شعبان سنہ ۲۹ ہجری مطابق ۱۸ مئی سنہ ۶۴۷ یوم سہ شنبہ کو مدینہ منّورہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت کے ساتھ بھی جنگوں میں حصّہ لیا تھا اور کربلا میں بھی کافی بہادری سے لڑائی کی۔ میدانِ کربلا میں لڑتے ہوئے ایک دفعہ نہر تک پہنچے اور پانی لیا اور جب پانی لے کر واپس خیمے کی طرف آرہے تھے تو آپ کے دونوں ہاتھ حکیم ابن طفیل کی تلوار کے حملے سے کٹے مگر پھر بھی آپ نے ہمت نہ ہاری اور پانی کو خیمہ تک پہچانے کی کوشش کی کیونکہ امام حسینؑ نے آپ کو صرف پانی لانے کی اجازت دی تھی مگر حرملہ کے ایک تیر مشکیزہ میں سے ہوتا ہوا آپ کی آنکھ پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا تو پھر آپ نے خیمہ کی طرف سے اپنا رُخ بدل کر میدان کی طرف کر دیا تو ایک لوہے کا گرُز سر پر پڑا اور شہید ہوئے۔ آپ جب گھوڑے سے زمین پر آئے تو آپ نے امام حسینؑ کو آواز دی تو امام حسینؑ نے اپنی کمر تھام کر فرمایا "الان انکسر ظھری یعنی ہائے میری کمر ٹوٹ گئی"۔ آپ کا لقب سقا اور کنیت ابوالفضل و ابوقربہ تھی اور شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال اور چند ماہ کی تھی۔ حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبرؑ میدان میں گئے اور آپ کو امام حسینؑ نے اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے میدان کی طرف روانہ کیا اور حمائل کی زرہ پہنا کر پیغمبرِ اسلام کے گھوڑے (عقاب یا مرتجز) پر سوار کیا اور دعا کی "میرے پالنے والے اب تیری راہ میں میرا وہ فرزند قربان ہونے جا رہا ہے جو صورت و

ترجمہ، اور (اسی طرح) جو وہ خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے لیے (اعمال صالحہ) میں لکھ لیا جاتا ہے تاکہ خدا ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے ﴿۱۲۱﴾ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں۔ تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا (علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے ﴿۱۲۲﴾

سورۃ التوبۃ

سیرت میں تیرے رسُولِ کریمؐ سے بہت مشابہہ ہے، میرے مولا جب میں نانا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کی صورت دیکھ لیا کرتا تھا، مالک اس کی تو ہی مدد فرمانا"۔ آپ نے میدان میں زبردست لڑائی کی اور صفوں کی صفیں اُلٹ دی اور ۱۲۰ دُشمنوں کو فی النار کیا اور کیونکہ تین دنوں کی بھُوک وپیاس کی وجہ سے ایک بار خیمہ کی طرف لوٹے اور عرض کی بابا جان! پیاس مارے ڈالتی ہے پانی کی کوئی سبیل ہوسکتی ہے تو امام حسینؑ نے کہا کہ اپنی زبان میرے مُنہ میں دے دو۔ علی اکبر نے بے چینی میں زبان تو مُنہ میں دے دی، لیکن فوراً ہی کھینچ لی اور کہا باباجان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے تو امام حسینؑ نے رسُولِ کریمؐ کی ایک انگوٹھی ان کے مُنہ میں دی اور فرمایا کہ بیٹا جاؤ خدا حافظ اور اب تمھیں ساقیِ کوثر ہی سیراب کریں گے۔ الغرض آپ دوبارہ میدان میں گئے اور کئی نموار عرب کے طاقت وار لوگوں کو قتل کیا جن میں طارق ابن شیث اور اس کا بیٹا عمر طارق، طلہ ابن طارق، مصراع ابنِ غالب وغیرہ تھے تو ابن زیادہ نے جب یہ دیکھا تو محکم ابن طفیل اور ابن نوفل کے ساتھ الشکر بھیج کر حملہ کروایا مگر آپ نے نہایت دلیری سے حملہ کا جواب دیا تو بلآخر منقذ بن مرۂ عبدی اور ابن نمیر نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ گھوڑے کی گردن میں لپٹ گئے اور اب گھوڑا جس طرف سے گزرتا تھا آپ کے جسم پر تلواریں لگتی تھی یہاں تک کہ آپ کا جسم پارہ پارہ ہوگیا۔ آپ نے آواز دی "یاابتاہ ادرکنی یعنی باباجان خبر لیجئے"۔ امام حسینؑ آواز پر دوڑ کر پہنچے اور چہرہ سے خوُن کو صاف کیا اور کہا اے بیٹا! تیرے بعد اس زندگانی دُنیا پر خاک ہے۔ امام حسینؑ نے حضرت علی اکبر کی لاش خیمے میں لانا چاہا لیکن کامیاب نہ

ترجمہ، اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی (یعنی محنت وقوت جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیز گاروں کے ساتھ ہے

ہو سکے تو بالآخر بچوّں کو آواز دی اور بچوّں کی مدد سے لاشہ خیمہ کے نزدیک لائے۔ مخدرات عصمت میں کہرامِ عظیم برپا ہو گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اور آپ کا اصل نام علی، لقب اکبر اور کنیت ابوالحسن تھی۔ حضرت علی اکبر کے بعد کوئی ایسا نہ تھا جو لڑائی کے لیے جاتا تو امام حسینؑ خود میدان میں گئے اور "ھر من ناھر ینصر نا یعنی کوئی ہے جو میری مدد کریں" کی آواز بلند کی تو جنوّں کے ایک گروہ عظیم نے سعادتِ نصرت حاصل کرنے کی خواہش کی تو آپ نے اُنھیں دُعا دے کر انکار کر دیا اور کہا کہ یہ وقتِ شہادت ہے اور مجھے شرفِ شہادت حاصل کرنا ہے اور میں نے آواز استغاثہ اتمامِ حجّت کے لیے بلند کیا ہے تاکہ دُشمنانِ خدا اور رُسولؐ کے لیے میری مدد نہ کرنے کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔ ابھی آپ جنوّں سے محوِ گفتگو تھے کہ امام زین العابدینؑ نے لبیک کہا تو امام فوراً خیمے کی طرف واپس آئے اور اُنھیں بیماری کی وجہ سے روکا اور اسرارِ امامت اُنھیں سُپرد کر کے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ سادات کا سلسلہ نسل و نسب ہی ختم ہو جائے۔ ابھی آپ دوبارہ میدان کی طرف جانا چاہتے تھے کہ جناب سکینہ گھوڑے کے سُموں سے لپٹ گئیں تو امام نے اُنھیں سینے سے لگایا، رُخسار کا بوسہ لیا اور صبر کی تلقین کر کے جنابِ زینب کے حوالے کیا اور جانے کے لیے تیار تھے کہ حضرت علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرادیا تو امام حسینؑ نے بڑھ کر آغوش میں لے کر مقتل کی طرف گئے اور ایک ٹیلہ پر بلند ہوئے اور قومِ اشقیا کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھو میں اپنے ششماہے بچّہ کو پانی پلانے کے لیے لایا ہوں اور اس کی زبان سُوکھ گئی ہے، خدارا اسے پانی پلادو، اور اگر میں تمھارے زعمِ ناقص میں گناہگار ہو سکتا ہوں تو میرا یہ معصوم بچّہ تو بے خطا ہے۔ اس صدا کا

ترجمہ، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہیں ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۲﴾ اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح عنقریب ہوگی اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو ﴿۱۳﴾

سورۃ الصف

یزیدی لشکر پر اثر ہونے لگا اور شقی القلب لشکری رو پڑے تو عمر سعد نے جب یہ دیکھ کر حرملہ ابن کاہلِ ازدی کو حکم دیا "اقطع کلام الحسین یعنی حسین کے کلام کو نوکِ تیرے قطع کردے" حرملہ نے زہر میں بجھا ہوا تیر سہ شعبہ سے گلوئے علی اصغر کی طرف بھیجا جس نے حضرت علی اصغر کے گلے کے ساتھ ساتھ امام حسین کا بازو بھی چھید دیا۔ امام حسینؑ نے بچّے کو سینے سے لگا کر اس کے خُون سے چُلّو بھر لیا اور چاہا کہ آسمان کی طرف پھینکیں تو جواب آیا یہ خونِ ناحق ہے اسے اس طرف نہ پھینکیے، ورنہ قیامت تک کے لیے بارش کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ آپ نے چاہا کہ اسے زمین کی طرف پھینک دیں، اُدھر سے بھی جواب مل گیا تو آپ نے اُسے چہرۂ مُبارک پر مل لیا اور فرمایا "میں اسی طرح اپنے جدّ نامدار حضرت محمد مصطفٰی کی خدمت میں پہنچوں گا" اس کے بعد آپ نے ایک ننّھی سی قبر تلوار سے کھودی اور اس میں حضرت علی اصغر کو دفن فرمادیا۔

حضرت علی اصغر کی شہادت میری نزدیک امام حسینؑ کی ایک ایسی فتح ہے جس کی وجہ سے قیامت تک کے موّرخین اس ظلم کی تاریخ کو دو لشکروں کی جنگ نہیں لکھ سکتے کیونکہ آج بھی بنی امّیہ کی نسل واقعۂ کربلا کو امام حسینؑ اور یزید معلون کی جنگ کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ یہ درحقیقت میں ایک فوجی لشکر نے اپنے ظالم حکمران یزید کے حکم پر آلِ رسُول پر ظلم کئے اور ان کو میدانِ کربلا میں شہید کیا ہے، ویسے تو کربلا میں کئی بچّوں کو شہید کیا گیا مگر جنابِ علی اصغر کی شہادت کربلا میں ایک ایسی شہادت تھی جس کو کوئی بھی جنگی مقابلہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ چھ ماہ کے بچّے جنگوں میں حصّہ نہیں لیا کرتے۔ اس شہید نے تمام

ترجمہ، تو خدا کے پیغمبر (صالح) نے ان سے کہا کہ خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے عذر کرو ﴿۱۳﴾ مگر انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کر کے) برابر کر دیا ﴿۱۴﴾ اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں ﴿۱۵﴾ سورۃ الشمس

ظالموں کو قیامت تک آنے دُشمن اہلبیتؑ کو بے نقاب کر کے ان کے چہروں پر قیامت تک کے لیے سیاہی مل دی ہے ورنہ بنی امّیہ کا مورّخین اپنے خاندان کے ہر مظالم اور اسلام دُشمنی کو یہ کہہ کر چھپاتے جیسا کہ یزید کی دادی، معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے ظلم پر پردہ ڈالتے ہیں کہ ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تو تھا مگر حضوّر نے بعد میں اس کو معاف کر دیا تھا۔افسوس بنی امّیہ کا مورّخ یہ نہیں کہتا کہ حضورؐ نے اس کو معاف کرتے وقت کیا کہا تھا کہ میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ تجھے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میرے چچا پر ہونے والا ظلم یاد آ جاتا ہے۔تاریخ میں یہ خاندان محمدؐ وآل محمد کا دُشمن رہا ہے اور یزید کا دادا ابوسفیان نے ہمیشہ رسُول اللہ سے اسلام کی مخالفت میں جنگ کی اور جب مکّہ فتح ہو گیا اور مسلمان واپس مکّہ آئے تو رسُولؐ اللہ نے مکّہ کو امن کا شہر قرار دے کر عام معافی کا اعلان کیا اور کہا کہ آج کے دن اگر کوئی ابوسفیان کے گھر میں بھی پناہ لے گا تو اس کو بھی معافی ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ آج ایسی معافی کا دن ہے کہ اس قدر اسلام دُشمنی رکھنے والے شخص کا گھر بھی لوگوں کے لیے محفوظ ہے مگر بنی امّیہ کے مورّخین نے اس بات کو بھی ابوسفیان کے حق میں پیش کر کے اُس کی اسلام دُشمنی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جبکہ ابوسفیان نے فتحِ مکّہ کے بعد اسلام قبول کیا۔اسیطرح اس کے بیٹے معاویہ نے کئی اصحابِ رسُولؐ اور آل محمدؑ کو قتل کروایا دامادِ رسُول اللہ کے خلاف بغاوت کی مگر ایسے شخص کو بھی بنی امّیہ کا مورّخین یہ کہہ کر اس کے مظالم پر پردہ ڈالتے ہیں کہ وہ تو کاتبِ وحی تھے۔پھر معاویہ کے بیٹے یزید نے نہ صرف کربلا میں اہلبیتؑ کو قتل کروا کر اُن کی لاشوں پر گھوڑے دُوڑائے بلکہ رسُولؐ اللہ کے گھر کی عورتوں کو بازاروں میں بے پردہ کر کے پھروایا لیکن بنی امّیہ کا مورّخ اس کے ان مظالم کو یہ کہہ کر پردہ ڈالتا ہے کہ یہ دو شہزادوں کی جنگ تھی اور یہ لکھتے ہوئے اِسے یہ

ترجمہ، پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد ترک وطن کیا۔ پھر جہاد کئے اور ثابت قدم رہے تمہارا پروردگار ان کو بےشک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے ﴿۱۱۰﴾

سُوۡرَةُ النَّحۡلِ

خیال بھی نہیں آتا کہ ایک طرف وہ جو رسُولؐ اللہ کا نوسہ اور فاطمہ الزہرہ کا بیٹا حسینؑ اور دوسری طرف ابو سفیان اور ہندہ کا پوتا یزید، مگر مورّخ دونوں کو شہزادہ کہہ کر برابر درجہ دینے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ ہوئی تھی جب کہ درحقیقت یہ یزیدی فوج نے یزید کے حکم پر آلِ محمدؐ کو کربلا میں تین دن کا بُھوکا و پیاسا شہید کیا ورنہ اگر جنگ ہوتی تو امام حسینؑ کے ساتھ عورتیں یا بچّے نہ ہوتے۔

الغرض جناب علی اصغر کی شہادت کے بعد کوئی لڑائی کے لیے باقی نہ رہا تو امام حسینؑ خیامِ حرم میں آخری رُخصت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا اے بہنو!، اے بیبیو! اے بیٹیو! بس خدا حافظ وناصر ہے اور وہی حامی و مددگار ہے۔ بہن زینب دیکھنا، ہر مصیبت میں، ہر بلا میں خدا کو یاد رکھنا اور اپنے رحیم و کریم خالق کو نہ بُھولنا، عنانِ صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا، راہِ الٰہی میں ہر ایک رنج و مصیبت کو راحت سمجھنا، اماں کے صبر اور بابا کے حلم کے جوہر دِکھلانا۔ نانا رسُول تمھارے مددگار اور خدا تمھارا حامی ہے۔ یہ اسیران اہلِ بیتؑ کا قافلہ بس تمھارے ساتھ ہے۔ بیمارِ کربلا سیّد سجاد زین العادین کو غش سے جگادو اب قید واسیر ہونے کا وقت آگیا ہے۔ بس ہمارے بعد دُنیا کے امام تم ہو۔ اے جانِ پدر اس کشتی کی ملاحی اب تیری ذات پر ہے اور دیکھنا باپ کی محنّت رائیگانہ جانے پائے، عنانِ صبر و تحمّل ہاتھ سے نہ چھوُٹے اور صبر و رضائے الٰہی کے جوہر دکھلاؤ۔ توحید کے خطبے پڑھو اور ہدایت کے راستے بتاؤ۔

ترجمہ، اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ تو (مومنو) اگر تم یہ (کام) نہ کرو گے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا ﴿۷۳﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۷۴﴾ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم ہی میں سے ہیں۔ اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے ﴿۷۵﴾ سورۃ الأنفال

پھر امام حسینؑ نے پُرانے کپڑے منگوایا اور پوشاک کو جگہ جگہ سے چاک کیا اور اس کا سبب یہ بتایا کہ یہ ظالم شقی میر الباس بھی لوٹیں گے تو شاید یہ پھٹے پُرانے کپڑے نیچے دیکھ کر چھوڑیں اور اس طرح میری لاش برہنگی سے بچ جائے۔ الغرض بہن، بیبیوں کو الوداع کہا اور سینے پر سونے والی بیٹی جنابِ سکینہ کو چھاتی سے لگا کر پیار کیا اور فرمایا کہ "بیٹی" خدا کے سُپرد کیا اور پھر میدان کی طرف روانہ ہوگئے تو اس وقت بھی یزیدی فوج کے تیس ہزار فوجی میدان میں باقی تھے۔ آپ نے میدان میں پہنچ کر سب سے پہلے دُشمنوں کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ "اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ۔ میرے خُون سے ہاتھ نہ رنگو، تم جانتے ہو میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ میرے بابا علیؑ سابق الاسلام ہیں، میری ماں فاطمہ الزہراؑ تمھارے نبیؐ کی بیٹی ہیں اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسُولؐ اللہ نے مجھے اور میرے بھائی حسنؑ کو سردار جوانانِ بہشت فرمایا ہے۔ افسوس تم کیسی بُری قوم اور کیسی بُری اُمّت ہو کہ نہ تم کو خدا کا خوف ہے نہ رسُولؐ سے شرم ہے تم اپنے نبی کی ذریّت اور اپنے رسُولؐ کی آل کا خُون بہاتے ہو اور میرے خُونِ ناحق پر آمادہ ہوتے ہو، حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے، نہ ہی کسی کا مال چھینا ہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو۔ میں تو دُنیا سے بے تعلق اپنے نانا

ترجمہ، اے ایمان والو اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے نہ ڈریں یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے ﴿۵٤﴾ تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے آگے) جھکتے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور) خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے ﴿۵٦﴾ سورۃ المائدۃ

رسُول کی قبر پر مجاور بنا بیٹھا تھا۔ تم نے مجھے ہدایت کے لیے بُلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا۔ سنو! اب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کا موقع دے دو کہ میں نانا کی قبر پر جا بیٹھوں یا خانۂ خدا میں پناہ لے لوں"۔ اس کے بعد آپ نے اتمامِ حجت کے لیے عمر سعد کو بُلایا اور اس سے فرمایا (۱) تم میرے قتل سے باز آؤ، (۲) مجھے پانی دے دو، (۳) اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلہ کے لیے ایک ایک شخص کو بھیجو، اس پر اُس نے جواب دیا کہ آپ کی تیسری شرط منظور ہے اور تمیم ابن قحطبہ کو آپ کے مقابلہ میں بھیجا اور وہ آپ کے ہاتھوں فی النار ہوا اور ایک کے بعد ایک آتا تھا اور امام بہادری سے مقابلہ کرتے اور اُنھیں موت کے گھاٹ اُتارتے رہے تو عمر سعد جس نے منظور کیا تھا کہ ایک ایک کا مقابلہ ہو گا اُس نے جب یہ دیکھا کہ کوئی بھی کامیاب نہیں ہو رہا ہے تو اس نے لشکر کو بھیج کر یکبارگی حملہ کروایا جس کو امام حسینؑ نے پسپا کیا اور کئی دُشمنوں کو قتل کیا تو لشکر نے مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیئے۔ اس موقع پر علیؑ کے بیٹے نے شجاعت کا جوہر دکھلایا، صفیں اُلٹ دیں اور دھڑ گرنے لگے۔ کبھی میسرہ اور کبھی میمنہ کو اُلٹتے اور کبھی قلب لشکر میں آتے اور فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر پر پہنچے تو بھائی عباس کی لاش پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے عباس تم نے یہ حملے نہ دیکھے۔ جب امام کو داہنے و بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا تو آپ لشکر پر اس بہادری سے حملہ کرتے کہ کسی شخص کو ایسا قوی دل، ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو، صدمے اُٹھائے ہوئے، بیٹوں، عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی

ترجمہ، مومنو! جب تم خدا کی راہ میں باہر نکلو کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو سو خدا کے نزدیک بہت سے غنیمتیں ہیں تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر خدا نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو سب کی خبر ہے ﴿۹۴﴾

سورۃ النساء

کھائے ہوئے ہو اور تین دن کی بھُوک و پیاس اور میدانِ کربلا کی گرم ریت پر ایسی شجاعت دیکھی کہ دُشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسینؑ کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں شیر کے حملہ سے بھاگتے ہیں اور جب آپ گھوڑے سے گرِپڑے تو بھی دُشمن کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ قریب آکر حملہ کرسکتا تو تیروں سے حملہ شروع کردیا اور جب کوئی قریب آ کر مقابلہ کرتا تو آپ کہتے کہ ، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایکا کرلیا ہے، قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہوگے۔ تم مجھے ذلیل کررہے ہو اور خدا مجھُے عزّت دے رہا ہے اور سُنو وہ دن دُور نہیں کہ میرا خدا تم سے اچانک میرا بدلہ لے گا اور تمھیں تباہ کردے گا۔ تمھارا خوُن بہائے گا تمھیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا، (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۰)۔

الغرض امام حسینؑ چار طرف سے گھر گئے اور یزیدی فوج چار طرف سے تیر برسارہی تھی اور آپ کا جسم تیروں سے بے حد زخمی ہو گیا تھا امام اپنے بہادر مقتولوں کو دیکھ کر فرماتے تھے، اے بہادر شیرو اُٹھو اور حسین کی مدد کرو، بیشک تم نے بڑی مدد کی اور تم میری حمایت میں سر سے گزُر گئے ہو جان سے بے نیاز ہو گئے ہو، لیکن سنُو اب وقت و حالت کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت میری مدد کرو۔ لیکن افسوس جان سے گزر جانے والے اور سر کو فدا

ترجمہ، جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے ﴿۹۵﴾ (یعنی) خدا کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں اور خدا بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے ﴿۹۶﴾

کردینے والے حیات ظاہری سے محروم کیونکر مدد کرتے اور امام نے یہ صدا اتمامِ حجت کے لیے بلند کی تھی۔ امام حسینؑ نے لڑائی کے وقت سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا اور وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ امام حسینؑ یکہ و تنہا، بے یار و مددگار، جلتی ہوئی زمین پر دُشمنوں کے ہجوم میں کھڑے تھے اور سر پر عمامہ خون سے بھرا ہوا تھا اور پیراہن تیروں سے چھلنی اور خُون سے رنگین تھا اور چہرۂ انور پر علی اصغر کا خُون تھا اور جیسے جیسے مصائب و آلام بڑھتے جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں میرے پالنے والے میں اپنی زندگی سے اِس موت کو پسند کرتا ہوں جو تیری راہ میں ہو، میرے مولا! مجھے اس میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ میں ستر مرتبہ تیری بارگاہ میں شہید کیا جاؤں اور اس قتل پر فخر کرتا ہوں جس میں تیرے دین کی نصرت کا راز مضمر ہو، (ناموس اِسلام صفحہ ۱۸۴)۔ میرے مالک تو جانتا ہے اور بہتر جانتا ہے کہ میں نے صرف تیری محبت میں سب سے ہاتھ اُٹھالیا ہے اور فقط تیرے دیدار کے شوق میں اہل و عیال کو چھوڑ دیا اور بچّوں کو یتیّم بنادیا، مالک اگر تیرے دیدارِ عشق میں میرے ٹکڑے کردیئے جائیں، تب بھی میرا دل تیرے سوا کسی اور کی طرف جھک نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے تلوار نیام میں رکھ لی تو یزیدی فوج نے آپ کو گھیرے میں لے کر وار کرنا شروع کردیا اور مسلسل وار ہوتے رہے اور آپ کی پیشانی اقدس پر ایک پتھّر لگا اور ایک معلون ابوالحتوف جعفی نے جبین مبارک پر تیر مارا اور ایک سہ شعبہ زہر میں بجھا ہوا تیر سینہ پر لگا۔ صالح ابن وہب لعین نے ایک نیزہ پہلو پر مارا جس کی وجہ سے آپ زمین گرم پر رخسار کے بل گرے تو ورعہ ابنِ شریک لعین نے دائیں شانے پر تلوار ماری اور دوسرے شانے پر ایک ملعون نے وار کیا۔ سنان بن انس نے بھی ایک نیزہ مارا اور مالک بن نسر کندی لعین نے سر پر تلوار ماری۔ یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے

ترجمہ، ﴿۱۵۶﴾ اور اگر تم خدا کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے خدا کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے ﴿۱۵۷﴾ اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ خدا کے حضور میں ضرور اکھٹے کئے جاؤ گے ﴿۱۵۸﴾ سورۃ آل عمران

ان کا سر فوراً کاٹ لو تو سب سے پہلے شیث ابن ربعی بڑھا مگر اس کی ہمت نہ ہوئی تو سنان بن انس آگے بڑھا مگر اس کے جسم میں بھی رعشہ پڑ گیا اور سر نہ کاٹ سکا تو یہ دیکھ کر شمر ملعون خنجر لیے ہوئے امام حسینؑ کے نزدیک آیا اور سینۂ مُبارک پر سوار ہو گیا تو آپ نے پُوچھا تو کون ہے جس پر شمر نے نام بتایا تو امام نے پُوچھا کیا تو مجھے نہیں جانتا کیونکہ ذبح کرنا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جانتا ہوں آپ علی و فاطمہ کے بیٹے اور محمدؐ کے نواسے ہیں مگر مجھے یزید کا حکم ہے اور انعام مال و دولت ملے گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے کہے پھر شمر سے کہا کہ مجھے اپنے خالق کی آخری نمازِ عمر ادا کرنے دے اور آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو شمر نے گلو مُبارک کو خنجر کے بارہ وار سے ذبح کر کے سر کو نیزہ پر بلند کر دیا۔

امام حسینؑ کا سر نیزے پر بلند دیکھ کر جنابِ زینبؑ خیمے سے باہر آئیں، زمین کانپنے لگی، آسمان خُون کے آنسو رونے لگا۔ سر مُبارک کو عمر سعد نے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور آپ کے جسم پر جو لباس و سامانِ جنگ تھا اُس کو مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا اور لباس تک لوٹ لیا گیا، اخنس بن مرثد عمامہ لے گیا، اسحاق ابن حشوہ قمیص اور پیراہن لے گیا، ابحر بن کعب پائجامہ لے گیا، اسود بن خالد نعلین لے گیا، عبداللہ بن اسید کلاہ لے گیا، بجدل بنی سلیم انگشتری لے گیا، قیس بن اشعث پٹکا لے گیا، عمر بن سعد زرہ لے گیا۔ جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا۔ جمال ملعون نے ایک کمر بند کے لیے ہاتھ قطع کیا اور ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے اُنگلی کاٹ ڈالی۔ اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا تو دس افراد اس کے لیے تیار کئے گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اخنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح، رجا بن منقذ، سالم بن خیثمہ،

ترجمہ، اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں ﴿١٠٤﴾
سورۃ آلِ عمران

صالح بن دہب، واعظ بن تاغم، ہانی بن ثبث، اسید بن مالک تھے۔ روایت میں ہے کہ امام حسینؑ کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کے سینہ اور آپ کی پُشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مزید روایتوں میں ہے کہ آپ کی لاش کے پاس ایک شیر آیا اور اسنے حفاظت کی، دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد وہ مٹی جو رسُولؐ اللہ نے جنابِ امِ سلمہ کو دی تھی وہ خوُن میں بدل گئی اور رسُولؐ خدا، امِ سلمہ کے خواب میں اس حالات میں آئے کہ بال بکھرائے ہوئے، خاک سر پر ڈالی ہوئی تھی تو جنابِ امِ سلمہ نے پوُچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ تو فرمایا کہ میں ابھی ابھی حسینؑ کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اُسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح ترمذی جلد ۲، صفحہ ۳۰۲، مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۹، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۶، ذخائر العقبیٰ صفحہ ۱۴۸)۔

تاریخِ کربلا کے مظالم میں صرف مردوں، عورتوں اور کم سن کم بچّوں کے ساتھ ہی ظلم نہیں ہوا بلکہ اس میں جانوروں نے بھی وہ کردار ادا کیا ہے اور امام حسینؑ سے وفاداری کا وہ ثبوت دیا ہے جن کی قربانی کو آج تک دُنیا نے یاد رکھا ہوا ہے اور کربلا کے شہداء کے ساتھ ساتھ ان کا ذکّر بھی کیا جاتا ہے جس میں امام حسینؑ کا اسپِ وفادار ہے جس نے اپنی پیشانی کو امام حسینؑ کے خوُن سے رنگین کر کے اہلِ حرم میں خبر شہادت پہنچائی تھی اور خیمہ میں کہرام عظیم برپا ہی تھا کہ دُشمنوں نے خیموں میں آگ لگا کر سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ اہلِ بیتِ رُسول فریاد وفغاں کی آوازیں بلند کر رہے تھے مگر کوئی فریادرس اور پُرسانِ حال نہ تھا۔ تمام بیبیوں کے سروں سے چادریں اور پیروں چھاگلیں اُتار لیں اور کانوں سے گوشوارے بھی چھین لیے۔ سیّد سجاد بیمار تھے ان کا بستر بھی کھینچ کر زمین پر ڈال دیا اور ایک حشر برپا کر دیا گیا۔ بیبیوں کی پُشت پر تازیانے لگائے

ترجمہ، اے اطمینان پانے والی روح! ﴿۲۷﴾ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ﴿۲۸﴾ تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا ﴿۲۹﴾ اور میری بہشت میں داخل ہو جا ﴿۳۰﴾ سورۃ الفجر

جارہے تھے اور رُخسار پر طمانچے لگ رہے تھے اور کسی کو نیزے کی انی چبھوئی جارہی تھی۔ ایک بچّے کے دامن میں آگ لگ گئی تھی تو وہ باہر کی طرف بھاگا تو کسی نے اس کے دامن کی آگ بجھادی تو اس بچّے نے نجف کا راستہ پوُچھا تو اس شخص نے کہا کہ نجف کیوں جانا چاہتے ہو تو بچّے نے کہا کہ میں نانا کے پاس جاکر فریاد کروں گا۔ جب سب کچھ لوُٹا جاچکا اور خیمے جل چکے تو روایت کے مطابق حرُ کی بیوی دانہ پانی لائی اور فاقہ شکنی کی گئی۔ اس کے بعد جنابِ زینبؑ نے جنابِ اُمِ کلثوم سے فرمایا کہ بہن تم سب عورتوں اور بچّوں کو ایک جگہ جمع کرو اور میں رات میں ان کی حفاظت کے لیے پہرہ دُوں گی۔ جب تمام بچّے جمع ہوئے تو جنابِ سکینہ نہ ملیں تو جنابِ زینبؑ اُنھیں تلاش کرنے کے لیے مقتل کی طرف گئیں تو ایک نشیب میں رونے کی آواز آئی، جاکر دیکھا تو جنابِ سکینہ باپ کے سینے سے لپٹی ہوئی گریہ کر رہی تھیں اور فرمایا کہ مجھے بابا کی کٹی ہوئی گردن سے آواز آئی کہ "اے میرے شیعو! جب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے یاد کرنا اور جب کسی غریب یا شہید کے واقعات سُننا تو مجھ پر گریہ کرنا۔ اے میرے دوستو! سُنو میں رسُولؐ کا وہ مظلوُم نواسہ ہوں جسے بلاجُرم و خطا دُشمنوں نے قتل کردیا اور پھر قتل کے بعد اُس کی لاش پر گھوڑے دوڑاے۔ اے میرے شیعو! کاش تم آج عاشوُرا کے دن ہوتے تو یہ رُوح فرسا منظر دیکھتے کہ میں اپنے پیاسے بچّے کے لیے کس طرح پانی مانگ رہا تھا اور یہ سنگ دل کس دلیری اور بے باکی سے انکار کر رہے تھے"۔ رات کا کافی حصّہ گذرنے کے بعد جنابِ زینبؑ نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار قریب آرہا ہے تو آپ نے بڑھ کر لجامِ فرس پر ہاتھ ڈال کر کہا کہ ہم آلِ رسُولؐ ہیں اور ہمارے چھوٹے بڑے، بوڑھے و جوان سب ہی قتل ہوچکے ہیں اب چھوٹے بچّے رو رو کر سو گئے ہیں تو

اگر تجھ کو مزید لوٹنا ہے تو صبح آجانا مگر ان بچّوں کو سونے دے۔ الغرض یہ جب یہ حشر آفریں شب تمام ہوئی تو عمر سعد کے حکم سے ان اسیروں کو بلا محمل و کجاوہ کے ناقوں پر سوار کیا گیا، حال یہ تھا کہ سر کھلے ہوئے تھے اور بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ روایت ہے کہ امام زین العابدینؑ علالت کی وجہ سے اُونٹ پر سوار نہیں ہو سکتے تھے تو ظالم نے اُنھیں اُونٹ کی پُشت سے باندھ دیا تھا اور پھر یہ قافلہ مقتل سے ہوتا ہوا کُوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اہلبیتؑ کا گزر مقتل سے ہوا تو بے سر لاشوں کو دیکھا کر ایک حشر کا سماں پیش ہوا اور جنابِ زینبؑ نے اپنے کو ناقہ سے گرادیا اور فریاد کی "اے محمدؐ مصطفیٰ جن پر ملائکہ آسمان سے دُرود بھیجتے ہیں، دیکھئے یہ حسینؑ خاک و خُون میں آلُودہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چٹیل میدان میں پڑے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں و نواسیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد مقتول ہے اور ہوا اِن پر خاک اُڑا رہی ہے"۔ یہ دردناک مرثیہ سُن کر دُشمنوں اور جانور تک بھی رونے لگے۔ بالآخر ناقوں پر سر برہنہ اور ہاتھ پسِ گردن باندھ کر عصمت و طہارت سوار کی گئیں اور سروں کو صندوقوں میں بند کیا گیا اور قافلہ کُوفہ کی طرف روانہ ہوا اور لاشیں بے گور و کفن زمین گرم پر پڑی رہیں اور چند دنوں کے بعد بنی اسد نے ان پر نمازیں پڑھیں اور اُنھیں سُپردِ خاک کر دیا۔

قافلہ جب کُوفہ کے بازار میں پہنچا تو دیکھا کہ سر مسلم بن عقیل لٹکا ہوا ہے تو اہلبیتؑ نے دُشمنوں کے سامنے زبردست تقریر کیں اور واقعہِ کربلا پر بھرپُور روشنی ڈالی۔ شمر بن ذی الجوشن نے امام زین العابدینؑ سے کہا کہ پہلے اُنھیں دربارِ ابن زیاد میں جانا ہوگا جس پر جنابِ زینبؑ کو جلال آگیا مگر بھائی کی وصیّت کے مطابق آپ نے سر جھکا دیا اور کوفہ دربار میں لایا گیا تو ابنِ زیاد نے مختار کو قید خانے سے بُلایا اور اِن سب کے سامنے سرِ حسینؑ کو طشت میں

ترجمہ، اور (مسلمانو) خدا کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ خدا (سب کچھ) جانتا ہے ﴿٢٤٤﴾
سورۃ البقرۃ

لایا گیااور چھڑی سے دندانِ مبُارک کے ساتھ بے ادبی کی گئی اور پھر قید خانہ میں ایک ہفتہ تک رکھ کر ۳۶ دن میں ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۶۱ ہجری یومِ چہار شنبہ شام پہنچا دیا گیااور وہاں بھی پہلے دربارِ یزید میں پیش کیا جانا تھا جس کے لیے یہ قافلہ کو تین دن تک باب الساعات پر ٹھہرایا گیا کیونکہ دربار سجایا جارہا تھااور قافلہ دربار کے باہر کھڑا رہااور جب یہ آلِ رسُولؑ دربار میں داخل ہوئے تو اُس وقت ہزاروں کرُسی نشین آلِ محمدؐ کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع تھے اور پھر یزید نے جنابِ زینبؑ سے کلام کرنا چاہا تو جنابِ فضّہ نے مزاحمت کی تو یزید نے طعنہ زنی کی تو جواب میں جنابِ زینبؑ اور امام زین العابدین نے ظلم کے سامنے زبردست تقریر کی تو دربار میں ہلچل مچی اور اذان کے ذریعہ سے منقطع کرادیا گیا اور پھر اُن سب کو قید خانے بھیج دیا گیا جہاں وہ ایک سال قید میں رہیں جہاں دُھوپ اور شبنم سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اسی دوران میں حضرت بی بی سکینہ کا انتقال بھی ہو گیا۔ روایت کے مطابق زوجۂ یزید ہند بھی قید خانے میں آلِ رسُول سے ملاقات کو آئیں۔ بالآخر کوُفہ میں طویل مدّت گذارنے کے بعد یہ قافلہ رہا کیا گیا تو پہلے ایک ہفتے کے لیے ایک خالی مکان میں اِن کا قیام رہااور وہاں نوحہ وماتم کیااور شام کی عورتوں سے تعزیّت قبول کی۔ پھر یہ قافلہ مدیّنہ کے لیے روانہ ہوااور ۲۰ صفر سنہ ۶۲ ہجری کو بشیر بن جزلم کی رہنمائی میں واردِ کربلا ہوا۔ صحابی جابر بن عبداللہ وہ پہلے مجاور ہیں جو امام حسینؑ کی زیارت کو آئے اور جب یہ قافلہ کربلا پہنچا تو اُنھوں نے اس قافلہ کا استقبال کیااور تین دن تک آلِ رسُولؑ فریاد وفغاں اور نوحہ ماتم کرنے کے بعد مدینہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۸ ربیع الاوّل سنہ ۶۲ ہجری کو واردِ مدینہ منورّہ ہوااور جب مدینہ قریب آیا تو بشیر نے خبرِ غم اہلِ مدینہ تک پہنچائی تو محمد حنفیہ، عبداللہ بن جعفر اور اُمِ سلمہ اپنے ساتھ فاطمہ صغری کو بھی لائیں۔ مدینہ میں

ترجمہ، اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی ہے۔ اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی۔ تو صبر کیے رہو یہاں تک کہ خدا ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾ سورۃ الأعراف

داخل ہونے کے بعد روضۂ رسُولؐ پر بے پناہ فریاد وفغاں کی گئی اور بنی ہاشم کے گھروں میں ۱۵ روز تک چولہا نہیں جلایا گیا۔ اس کتاب میں ہم صرف چہادہ معصومینؑ کی زندگی کے حالات اور ان سے منسلک لوگوں کے مختصر واقعات کو بیان کیا جارہا ہے مگر کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ اہلبیتؑ کی خواتین بھی تھیں جن کا مختصر حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالنی ضروری سمجھتے ہیں جو کہ بیان کیا جارہا ہے۔

کربلا میں جنابِ زینبؑ واُمِ کلثوم دونوں بہنوں کی عظمت بہت نمایاں اور بہت بلند تھی جو کہ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ الزہرہ کی بیٹیاں اور امام حسنؑ وامام حسینؑ کی حقیقی بہنیں تھیں۔ حضرت رسُولِ کریمؐ اور خدیجۃالکبریٰ کی نواسیاں اور حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد کی پوتیاں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ حضرت عباس اور جناب محمد حنفیہ کی بھی بہنیں تھیں اور اس سلسلہ کے پیشِ نظر حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار، حضرت عبدالمطلب اور حضرت ہاشم کی بھی نواسیاں اور پوُتیاں ہوئیں اور ان کے آباؤ اجداد، ماں باپ اور بھائی وغیرہ اور یہ خود دونوں بہنیں بے مثل و بے نظیر ہیں۔ بے شک یہ بہنیں معصُوم نہ تھیں مگر خدا نے انھیں جن خاندانی صفات سے نوازا ہے وہ معصُومین کا خاندان ہے اور ان کے گھر میں فرشتے آتے تھے اور قرآن نازل ہوا۔

جنابِ زینبؑ بنت علیؑ ابن ابو طالب ۵ جمادی الاوّل سنہ ۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی ہیں۔ جب ولادت کی خبر حضرت رسُول کریمؐ کو پہنچی تو آپ جنابِ فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور بچیؑ کو لے کر اس کے رُخسار پر اپنے رُخسار رکھ کر بے پناہ گریہ کرنا شروع کیا تو بیٹی نے گریہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ بچیّ تمھارے بعد متعدّد تکلیفوں اور مختلف مصائب میں مبتلا ہوگی اور اس پر گریہ کا وہی ثواب ہوگا جو امام حسینؑ پر گریہ کا ثواب ہے۔ پھر

ترجمہ، پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہو جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے ﴿۱۷﴾ یہی لوگ صاحب سعادت ہیں ﴿۱۸﴾ اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بدبخت ہیں ﴿۱۹﴾ یہ لوگ آگ میں بند کردیئے جائیں گے ﴿۲۰﴾ سورۃ البلد

آپؐ نے بچّی کا نام زینب رکھا جو کہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنٰی بہت زیادہ رونے والی کے ہیں۔ ایک اور معنٰی بیان کئے جاتے ہیں کہ زین اور اب سے مرکّب ہے یعنی باپ کی زینت جو کہ کثرتِ استعمال سے زینب ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ جب جناب فارسی نے مولاِ کائنات کو بچّی کی مُبارک باد دی تو آپ بھی روئے۔ جنابِ زینبؑ نے واقعاتِ کربلا سے لوگ کو سے آگاہ کیا اور دُشمنوں کے سامنے اس بہادری سے اپنے خطبوں کے ذریعہ ایسا جہاد کیا کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور آج تک تاریخ کربلا زندہ ہے اور قیامت تک کے لیے یزید کے چہرے پر سیاہی مل دی۔ حضرت زینبؑ اکثر مجالسِ عزا برپا کرتیں تھیں اور مصائب کربلا بیان کیا کرتیں تھیں جو کہ بے انتہا موثر ثابت ہوتا اور لوگوں پر بے حد اثر کرتا تو اس وقت کے حکام وقت کو یہ گوارا نہ تھا کہ واقعہ کربلا کھلم کھلا بیان کیا جائے چنانچہ عروہ بن سعید اشدق جو کہ والی مدینہ تھا اس نے یزید کو پیغام بھیجا کہ جنابِ زینب کا مدینہ میں رہنا ہیجان پیدا کر رہا ہے، ان کی تقریروں سے اہلِ مدینہ میں بغاوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ یزید کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ ان سب کو ممالک و امصار میں منتشر کر دیا جائے تو اس کے حکم سے والیِ مدینہ نے جنابِ زینبؑ سے کہا کہ آپ جہاں مناسب سمجھیں، یہاں سے چلی جائیں۔ جب جناب زینبؑ نے یہ حالات دیکھے تو پھر آپ مدینہ سے نکل کر مصر کی طرف گئیں مگر وہاں زیادہ ٹھہر نہ سکیں اور اس طرح غیر مطمئن حالت میں پریشان شہر بہ شہر پھرتی رہیں کسی ایک جگہ سکونت اختیار نہ کر سکیں مگر ہر جگہ امام حسینؑ کی شہادت پر روشنی ڈالتی اور ظلم یزید کے ظلموں کو بیان کر کے حق و باطل کی وضاحت فرماتیں رہیں اور بالآخر شام پہنچیں اور وہاں قیام کیا کیونکہ وہاں پر آپ کے شوہر عبداللہ بن جعفر طیار کی جائداد تھی اور وہیں پر آپ کا روز شنبہ اتوار کی رات ۱۴ رجب سنہ ۶۲ ہجری ۵۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ انتقال کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دن آپ اس باغ

ترجمہ، اور ہماری مخلوقات میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا رستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں ﴿۱۸۱﴾ سورۃ الاعراف

میں تشریف لے گئیں جس کے ایک درخت میں حضرت امام حسینؑ کے سر کو لٹکایا گیا تھا جس کو دیکھ کر آپ بے چین ہو گئیں اور وہاں پر ہی آپ کی وفات یا شہادت ہوئی اور ان کا مرقدِ اقدس اور مزارِ مقدس شام میں موجود ہے جو کہ آپ کے نام سے یعنی "زنیبیہ" سے ہی مشہور ہے اور آج تک ہزاروں مسلمان عقیدت مند ہر سال زیارت کیا کرتے ہیں۔ حضرت زینبؑ کے چار فرزند اور ایک دختر کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے جن کے نام علی، محمد، عون، عباس اور دختر کا نام اُمِ کلثوم بتایا جاتا ہے۔ آپ کی بہن کا نام بھی اُمِ کلثوم تھا جنھوں نے آپ کا ہر مقام پر ساتھ دیا اور وہ بھی آپ کے کارناموں میں برابر کی شریک تھیں اور تاریخ میں اپنی بہن کے بالکل دوش بدوش نظر آتی ہیں، چاہے وہ مدینہ کی زندگی ہو، کربلا کے واقعات، دوبارہ گرفتاری اور مدینہ سے اخراج سب میں حضرت زینبؑ کے ساتھ رہیں۔ جناب اُمِ کلثوم کی ولادت سنہ ۹ ہجری میں ہوئی اور ان کا عقد محمد بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا تھا اور ان کی وفات حضرت زینب سے دو ماہ بیس دن قبل ۵۱ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ بھی شام میں دفن ہیں اور ان کا مزار اور جنابِ سکینہ بنت حسینؑ کا مزار شام میں ایک ہی عمارت میں ہے۔ ان کی اولاد کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ نوٹ: حضرت امِ کلثوم کے ساتھ عمر بن خطاب کے عقد کا افسانہ توہین آلِ محمدؐ کا ایک دل سوز باب ہے اس کی روکنے لیے ملاحظہ ہو (مقدمہ ترجمہ، احیاء المیت علاّمہ جلال الدّین سیوطی مطبوعہ لاہور)۔

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/urdu/tid/

حضرت عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ "یعنی میری امت کا نظام، اُس میں دین کا نظام، دین کی قدریں، عدل کے ساتھ چلتی رہیں گی، حتی کہ ایک شخص اقتدار پر آئے گا۔ یہ پہلا شخص جو میرے دین کی قدروں کو پامال کردے گا۔ وہ شخص بنو امیہ میں سے ہو گا۔ اُس کا نام یزید ہو گا۔" (ابویعلی، المسند، 2: 176، رقم: 871)

"حدیثِ نبوّی" حُسَیْنٌ مِنِّی وَ أَنَا مِنْ حُسَیْنٍ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اُس سے محبت کرے اور کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے"۔ (احمد بن حنبل، المسند، 4: 172)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں ایک حقیقت بھی بیان فرمائی اور ایک دعا بھی دی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے، اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور اِس میں آقا علیہ السلام نے دعا بھی کی کہ اللہ اُس سے محبت کرتا جو میرے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔

امام احمد بن حنبل اور امام ترمذی اور دیگر آئمہ نے تو اس حدیث کو حدیث صحیح لکھا ہی ہے مگر سعودی عرب میں سلفی مکتب فکر کے نامور عالم محدث علامہ البانی ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے مختلف کتب حدیث کے اوپر تخریجات اور تحقیقات کی ہیں۔ وہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یعنی اِس حدیث کی صحت کا عالم یہ ہے کہ علامہ البانی جیسے شخص بھی اِس حدیث کے صحیح ہونے کا انکار نہیں کر سکے اور اپنے السلسلہ الصحیحہ میں اِسے درج بھی کیا اور صحیح بھی کہا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو میری ہجرت کے ساٹھویں سال کے آغاز پر شہید کر دیا جائے گا''۔

(أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 3 / 105، الرقم / 2807)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں اُس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ نے انھیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''اے اھلِ بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک و صاف کر دے۔'' اسے امام مسلم اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 49: أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل أهل بیت النّبی ﷺ، 4 / 2424، 1883، والحاکم فی المستدرک، 3 / 159، الرقم: 4707. 4709، وَقَالَ الْحَاکِمُ: هَذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، والبیهقی فی السنن الکبری، 2 / 149، الرقم: 2680، وابن أبی شیبة فی المصنف، 6 / 370، الرقم: 32102، والطبری فی جامع البیان، 22 / 6، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3 / 486، والمبارکفوری فی تحفة الأحوذی، 9 / 49

''حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے (وصال کے بعد) ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہو تو وہ ہماری شفاعت کے وسیلہ سے جنت میں داخل ہو گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے کسی بھی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت حاصل کئے بغیر فائدہ نہیں دے گا۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 16: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 2 / 360، الرقم: 2230، والهیثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 172)

”حضور نبی اکرمؐ کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضور نبی اکرمؐ پر یہ آیت ”اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی آلودگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک وصاف کر دے“ نازل ہوئی تو آپؐ نے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین سلام اللہ علیہم کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے پیچھے تھے، آپؐ نے انہیں بھی اپنی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، پس ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں خوب پاک وصاف کر دے۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں، فرمایا: تم اپنی جگہ رہو اور تم تو بہتر مقام پر فائز ہو۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 53: أخرجه الترمذی فی السنن۔ کتاب: تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ۔ باب: و من سورة الأحزاب۔ 5 / 351۔ الرقم: 3205۔ و فی کتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ۔ باب: فضل فاطمة بنت محمد ﷺ۔ 5 / 699۔ الرقم: 3871۔ والطبرانی فی المعجم الأوسط۔ 4 / 134۔ الرقم: 3799)

”حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی: ”آپ فرما دیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔“ تو حضور نبی اکرمؐ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔“ اسے امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 50: أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: فضائل الصحابة، باب: من فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه، 4 / 1871، الرقم: 2404، والترمذی فی السنن، کتاب: تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ، باب: و من سورة آل عمران، 5 / 225، الرقم: 2999، وفی کتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: (21)، 5 / 638، الرقم: 3724، و أحمد بن حنبل فی المسند، 1 / 185، الرقم: 1608، والنسائی فی السنن الکبری، 5 / 107، الرقم: 8399، والحاکم فی المستدرک، 3 / 163، الرقم: 4719، والبیهقی فی السنن الکبری، 7 / 63، الرقم: 13169.13170)

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام

حضرت امام زین العابدینؑ، پیغمبرِ اسلام حضرت محمدؐ کے چوتھے جانشین اور امامت کے سلسلے میں چوتھے امام اور چہاردہ معصومین کی چھٹی محترم فرد ہیں۔ آپ شہیدِ کربلا امام حسینؑ اور والدہ ماجدہ جناب شاہ زنان عرف شہر بانو کے بیٹے تھے اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام معصُوم ،اعلم زمانہ اور افضلِ کائنات تھے۔ آپ علم، زہد، عبادت میں حضرت امام حسینؑ کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور علما کا بیان ہے کہ اُنھوں نے آپ سے زیادہ کسی کو افضل عبادت گزار، متّقی اور پرہیزگار نہیں دیکھا اور آپ حدیث بیان کرنے میں نہایت معتمد علیہ اور صادق الروایت تھے اور آپ بہت بڑے عالم اور فقہ اہلِ بیت میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ آپ ایسے پُر جلال و جمال تھے کہ جو بھی آپ کو دیکھتا تھا تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ آپ کا اسم "علی" کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو القاسم تھی مگر آپ کے القاب بے شمار ہیں جن میں زین العابدین، سیّد السّاجدین، ذو الثفنات، سجّاد اور عابد زیادہ مشہور ہیں، جن میں زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور روایت کے مطابق ایک شب آپ نمازِ تہجد میں مشغول تھے تو شیطان ایک اژدھے کی شکل میں نمودار ہوا اور آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو کاٹنا شروع کر دیا مگر آپ کی عبادت میں ذرا بھی فرق نہ پڑا اور آپ کا رحجان کامل بارگاہِ ایزدی کی طرف رہا تو اُس وقت ہاتف غیبی تین دفعہ "زین العابدین" صدا آئی یعنی بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو۔ بحوالہ امام باقرؑ آپ کو سجّاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریباً ہر کار خیر پر سجدہ کرتے جس کے نتیجہ میں آپ

ترجمہ، اے پروردگار، ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رہیو، اور (پروردگار) ہمیں طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے ﴿١٢٨﴾ سورة البقرة

کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی طرح گھٹے پڑ جاتے تھے جنہیں کٹوانا پڑتا تھا اسی لیے لقب "ذوالثفنات" یعنی گھٹے والے بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کی بتاریخ ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۳۸ ہجری یوم جمعہ بمقام مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ روایت کے مطابق خراسان ایران میں سخت بغاوت ہوئی تو حضرت علیؑ نے امدادی طور پر ایک اسلامی لشکر وہاں روانہ کیا اور یہ لشکر کامیاب ہوا تو اس وقت جنابِ شہر بانو اور ان کی بہن گیہاں بانو اسیر ہو کر مدینہ لائیں گئیں تو حضرت علیؑ نے آپ کا نام دریافت کیا تو آپ نے اپنا نام "شاہ جہاں" بتایا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اب سے نام "شہر بانو" ہے اور پھر حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے جنابِ شہر بانو اور گیہان بانو کا محمد بن ابی بکر سے عقد کیا اور جنابِ شہر بانو کے بارے میں علیؑ نے فرمایا کہ یہ وہ عصمت پرور بی بی ہے کہ جس کے بطن سے تمھارے بعد افضل اوصیاء اور افضل کائنات ہونے والا بچہ پیدا ہو گا۔ چنانچہ حضرت امام زین العابدینؑ سنہ ۳۸ ہجری میں پیدا ہوئے لیکن افسوس آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کا لطف نہ اُٹھا سکے اور آپ کے پیدا ہوتے ہی کچھ روز میں آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ جناب شہر بانو بادشاہِ ایران "کسریٰ" کی بیٹی تھیں۔ امام زین العابدینؑ کا نسب اور نسل باپ یا ماں کی طرف سے دیکھی جائے تو آپ کے والد ماجد امام حسینؑ اور دادا حضرت علیؑ اور دادی حضرت فاطمۃ الزہرا بنت حضرت محمدؐ ہیں اور آپ کی والدہ جنابِ شہر بانو بنت یزد جرد ابن شہریار، ابن کسریٰ ہیں یعنی آپ پیغمبرِ اسلامؐ کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں، یہ وہ بادشاہ ہے جس کی عہد میں پیدا ہونے پر سرورِ کائنات نے اظہار مسّرت فرمایا ہے اور آپؐ فرماتے تھے کہ خداوندِ عالم نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب اور عجم کو بہترین قرار دیا ہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کر لیا

ترجمہ، وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ﴿٦﴾ سورۃ آل عمران

ہے۔اس بادشاہ کے عدل کی برکت یہ تھی کہ اسی نسل سے ایک لڑکی کو آل محمدؐ کے نور کی حامل اور امامت کو قرار دیا جو کہ نوشیرواں کی طرف منسوب ہے اور امام حسینؑ کی تمام بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہر بانو کو نصیب ہوا جو حضرت امام زین العابدینؑ کی والدہ ماجدہ ہیں اور کیونکہ امام زین العابدینؑ ان دونوں گروں عرب اور عجم کا اجتماع ہیں اسی لیے آپ کو "ابن الخیر تین" سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت سنہ ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ حضرت علیؑ کے عہدِ خلافت میں دو سال حالت طفولیّت میں ایام حیات گزارے۔ پھر سنہ ۵۰ ہجری تک آپ نے امام حسنؑ کا زمانہ اور صُلح کو دیکھا اور پھر بنی اُمیّہ کی ظالم دُور کو بھی دیکھا جب معاویہ ابنِ ابی سفیان بادشاہ رہا اور پھر اس کا فاسق و فاجر بیٹا یزید حکمران ہوا۔ سنہ ۶۱ ہجری تک امام حسینؑ کے ساتھ رہے یعنی فرائض امامت کی انجام دہی فرماتے رہے اور اس وقت یزید ابن معاویہ کی حکومت تھی اور اس کے بعد مروان بن حکم حاکم اور پھر عبدالملک بن مروان حاکم کی باشاد ہت رہی اور پھر سنہ ۹۶ ہجری تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی اور اسی نے سنہ ۹۵ ہجری میں امام زین العابدینؑ کو زہر سے شہید کروایا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے بچپن سے لے کر شہادت تک کئی اہم واقعات ہوئے جس میں صلحِ امام حسنؑ، شہادتِ امام حسینؑ و کربلا کا واقعہ اور پھر دربارِ یزید میں اپنے خاندان کی خواتین کے ساتھ جانا وغیرہ شامل ہیں۔ روایت کے مطابق بچپن میں آپ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو امام حسینؑ نے آپ سے طبیعت دریافت کی اور کہا کہ بیٹا تمھیں کسی چیز کی خواہش تو

ترجمہ، وہ کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو ﴿۹۷﴾ غرض انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی اور ہم نے ان ہی کو زیر کر دیا ﴿۹۸﴾ اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا ﴿۹۹﴾ اے پروردگار مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے (ہو) ﴿۱۰۰﴾ تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی ﴿۱۰۱﴾ سورۃ الصافات

نہیں ہے تو آپ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرح جواب دیا جب حضرت ابراہیمؑ نے منجنیق میں جنابِ جبرئیلؑ دیا تھا کہ "بے شک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں، اپنے پالنے والے سے ہے" بلکل اسی طرح امام نے بھی کہا کہ "میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند کریم میرا شمار اُن لوگوں میں کرے جو پروردگارِ عالم کے قضا و قدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے"۔ آپ کا رنگ گندم گوں (سانولا) اور قد میانہ تھا، آپ نحیف اور لاغر قسم کے انسان تھے مگر آپ کا حُسن و جمال، صورت و کمال نہایت ہی ممتاز تھا اور آپ کے چہرے مبُارک پر جب بھی نظر پڑتی تو احترام اور تعظیم کرنے پر مجبُور ہو جاتا تھا۔ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اور جب راستہ چلتے تھے تو نہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہر نہیں جاتے تھے۔ ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ حج پر جا رہے تھے اور اپنے قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے تو اُن کی نظر ایک نو عمر لڑکے پر پڑی جو بغیر کسی سامان کے اکیلے پیدل چل رہا تھا تو میں نے اس سے پُوچھا کہ تم بالکل تن تنہا بغیر سواری کے کہاں جا رہے ہو تو اُس نے جواب دیا کہ "میرا زادِ راہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں اور میرا مقصود میرا پالنے والا ہے اور میں حج کے لیے جا رہا ہوں"۔ میں نے کہا کہ آپ تو بالکل کمسن ہیں اور حج بھی آپ پر واجب نہیں ہے تو جواب ملا کہ "اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی مر جاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مر جاؤں" تو میں نے پھر پُوچھا آپ کے پاس کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے تو جواب

ترجمہ، اور ہر ایک (فرقے) کے لیے ایک سمت (مقرر) ہے۔ جدھر وہ (عبادت کے وقت) منہ کیا کرتے ہیں۔ تو تم نیکیوں میں سبقت حاصل کرو۔ تم جہاں رہو گے خدا تم سب کو جمع کرلے گا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱٤٨﴾ سورۃ البقرۃ

ملاکہ "اے شیخ کیا جب تم کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو تو کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں تو خدا کا مہمان ہو کر جا رہا ہوں اور کھانے کا انتظام اُس کے ذمّہ ہے"۔ پھر میں نے پوُچھا اتنا لمبا سفر پیدل کیسے طے کریں گے تو جواب ملا کہ "میرا کام کوشش کرنا ہے اور خدا کا کام منزلِ مقصُود تک پہنچانا ہے"۔ ابراہیم بن ادہم نے مزید کہا کہ ابھی ہم باہمی گفتگو میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوب صورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آ پہنچا اور اس نوخیز کو گلے سے لگایا تو میں اس شخص سے پوُچھا کہ یہ نوعمر فرزند کون ہے؟ اُس شخص نے بتایا کہ یہ حضرت زین العابدینؑ بن امام حسین بن علی بن ابو طالب ہیں۔ یہ سُن کر میں نے امام کی خدمت میں معذرت خواہی کی اور پوُچھا کہ یہ خوب صورت شخص کون ہیں جنھیں آپ نے گلے لگایا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر نبی ہیں اور یہ ہر روز ہماری زیارت کے لیے آتے ہیں۔ آخر پھر میں نے سوال کیا اور کہا کہ آخر آپ اس طویل اور عظیم سفر کو بلا زاد اور راحلہ کیونکر طے کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں زاد اور راحلہ سب کچھ رکھتا ہوں اور وہ یہ چار چیزیں ہیں (۱) دُنیا اپنی تمام موجودات سمیت خدا کی مملکت ہے۔ (۲) ساری مخلوق اللہ کے بندے اور غلام ہیں، (۳) اسباب اور ارزاق خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ (۴) قضائے خدا ہر زمین میں نافذ ہے۔ یہ سُن کر میں نے کہا خدا کی قسم آپ ہی کا

ترجمہ، اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے ﴿٦١﴾ سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ﴿٦٢﴾ (یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ﴿٦٣﴾ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے ﴿٦٤﴾ سورة یونس

زادوراحلہ صحیح طور پر مقدس ہستیوں کا سامانِ سفر ہے۔امام زین العابدینؑ نے ساری عمر میں ۲۵ حج پاپیادہ کئے ہیں اور اگر آپ کبھی سواری پر سفر کرتے تو کبھی بھی جانور کو ایک کوڑا بھی نہیں مارتے۔

امام زین العابدینؑ جب وضو کا قصد کرتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا تو جب گھر والوں نے دیکھا تو اس کی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ اس وقت میرا تصّور کامل اپنے خالق و معبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اُس کی جلالت کے رُعب سے میرا یہ حال ہو جایا کرتا ہے۔آپ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا اور رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوفِ خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھُول جایا کرتیں تھیں اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو لرزتے اور کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سُوج جاتے تھے اور پیشانی پر گھٹے اور ناک زخمی رہا کرتی تھی۔جب لوگ تھر تھری کی وجہ پوچھتے تو فرماتے کہ میں اُس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اُس کی جلالت مجھے از خود رفتہ کر دیتی اور مجھ پر ایسی حالت طاری کر دیتی ہے۔ایک دفعہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے تو لوگوں نے آپ کو آوازیں دیں مگر آپ نے سر کو سجدہ سے نہ اُٹھایا اور اختتامِ نماز پر لوگوں نے پوچھا کہ اتنا شور ہونے کے باوجود آپ کیوں متوّجہ نہ ہوئے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ہاں" مگر جہنمّ کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اُس آگ کی طرف متوّجہ نہ ہو سکا تھا۔آپ کسی بھی حادثہ کے وقت اگر حالتِ نماز میں ہوتے تھے تو اپنی توجہ نماز سے نہیں ہٹایا کرتے تھے۔ آپ نمازِ شب سفر و حضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی قضا نہیں کرتے تھے اور آپ کے نام سے موسُوم دمشق میں ایک جامع مسجد ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام امام بطنِ مادر سے ہی امامت پر فائز ہوتے ہیں اور بچپن سے ہی

ترجمہ، توجب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو ﴿۷﴾ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو ﴿۸﴾ سورۃ الشرح

تمام صلاحیتوں سے بھرپور ہوتے ہیں مگر امامِ زمانہ کی حیثیّت سے اس وقت کام شروع کرتے ہیں جب کائناتِ ارضی پر کوئی دوسرا امام جو اس سے افضل موجود نہ ہو، امام زین العابدینؑ نے بھی اپنا امامت کے فرائض کی ادائیگی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شروع کی اور آپ نے امام حسینؑ کے ساتھ ۲۲-۲۳ سال گزارے تھے اور مقصد حسینؑ کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہدِ امامت کے آغاز ہونے پر انتہائی کمال کر دیا اور ۲۸ رجب سنہ ۶۰ ہجری کو آپ امام حسینؑ کے ہمراہ مدینہ سے مکّہ معظمہ پہنچے اور وہاں چار ماہ کے قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور ۲ محرم الحرام کو جب کربلا آئے تو اس وقت آپ شدید علیل تھے جس کی وجہ سے امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے وقت تک آپ کو اس قابل نہ سمجھا کہ آپ میدان میں جا کر جہاد کرتے اور شہادت حاصل کرتے۔ جب بھی کوئی آوازِ استغاثہ کان میں آتی تو آپ اُٹھ بیٹھتے تو امام حسینؑ نے جنابِ زینبؑ سے کہا کہ "بہن سیّد سجاد کو روکو ورنہ نسلِ رسُول کا خاتمہ ہو جائے گا"۔ یہی وجہ ہے کہ آج سّیدوں کا وجود نظر آ رہا ہے اور اگر آپ کربلا میں شہید ہو جاتے تو نسلِ رسُول صرف امام باقرؑ میں محدود رہ جاتی اور جنابِ زینبؑ پر ہماری ہزار جانیں قربان ہوں جنہوں نے امامت اور نسلِ رسُول کی شروع سے آخر تک حفاظت کی اور شبِ عاشورہ جب خیموں میں آگ لگا دی گئی تو جنابِ زینبؑ نے سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدینؑ کے تحفّظ کو بنایا اور امام کو جلتے ہوئے خیمہ سے نکلا۔ الغرض جب صبح ہوئی تو دُشمنوں نے امام زین العابدینؑ کو اس طرح جھنجھوڑا کہ آپ اپنی بیماری بُھول گئے اور کہا کہ ناقوں پر سب کو سوار کرو اور ابن زیاد کے دربار میں چلو۔ حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچّے رسیّوں میں بندھے ہوئے تھے اور آپ کو لوہے میں جکڑ کر ناقہ کی پشت سے باندھ کر دربار میں پہنچایا گیا اور پھر آپ کو مخدراتِ عصمت کے ساتھ قید

ترجمہ، نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں (کہ شریک جہاد نہ ہوں یعنی) جب کہ خدا اور اس کے رسول کے خیر اندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں۔ نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۱﴾ سورۃ التوبۃ

خانہ میں سات دنوں کے لیے بند کر دیا گیا اور پھر شام کی طرف روانہ کیا گیا جہاں ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریباً ۳۶ یوم میں وہاں پہنچے۔ روایت میں ہے کہ ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۶۱ ہجری کو بُدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں۔ اللہ رے صبر امام زین العابدینؑ، آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی، پیروں میں بیڑی اور گلے میں خاردار طوق اور اس پر بہنوں اور پُھوپھیوں کا ساتھ اور اس پر مستزاد یہ کہ لوگ آپ پر آگ برسا رہے تھے، اسی لیے آپ نے بعد واقعۂ کربلا کے ایک سوال کے جواب میں جب پوچھا گیا کہ زیادہ ظلم آپ پر کہاں ہوا تو فرمایا "الشام الشام"۔ شام میں بھی آپ کو اپنے گھر کی خواتین کے ساتھ دربارِ یزید میں لایا گیا اور پھر قید خانہ میں بند کر دیئے گئے اور تقریباً ایک سال قید کی مشقتیں جھیلیں۔ قید خانہ بھی ایسا کہ آفتاب کی تمازت کی وجہ سے ایک سال میں چہروں کی کھالیں متغیر ہو گئی تھیں اور جب رہائی ملی تو ۲۰ صفر سنہ ۶۲ ہجری کو آپ اپنے خاندان کے ساتھ واپس کربلا پہنچے اور آپ کے ہمراہ سرِ حسینؑ بھی تھا جس کو آپ نے اپنے پدرِ بزرگوار کے جسمِ مُبارک کے ساتھ دفن کیا اور پھر ۸ ربیع الاوّل سنہ ۶۲ ہجری کو آپ امام حسینؑ کا لُٹا ہوا قافلہ لئے ہوئے مدینہ منّورہ پہنچے جہاں اس قافلہ کا رنج و غم سے آپ کا استقبال کیا۔ واقعۂ کربلا کے اس عرصے میں جو کہ تقریباً دو سال کا ہے اس کا اثر یہ ہوا کہ جنابِ زینبؑ کے بال اس طرح سفید ہو گئے تھے کہ جاننے والے اُنھیں پہنچان نہ سکے اور جنابِ رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا اور امام زین العابدینؑ تاحیات گریہ فرماتے رہے۔ جب اہل مدینہ کو کربلا کا یہ افسوسناک سانحہ کی خبر ہوئی اور اہلبیتؑ کا یہ حال دیکھا تو یزید کی بیعت سے علیٰحدہ ہو کر باغی ہو گئے بالآخر واقعہ حرّہ کی نوبت آ گئی۔

ترجمہ، اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کو قتل کرنے کے لئے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا مجھے تو خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے ﴿۲۸﴾ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ میں بھی ماخوذ ہو اور اپنے گناہ میں بھی پھر (زمرہ) اہل دوزخ میں ہو اور ظالموں کی یہی سزا ہے ﴿۲۹﴾ مگر اس کے نفس نے اس کو بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور خسارہ اٹھانے والوں میں ہو گیا ﴿۳۰﴾ سورۃ المائدۃ

۱۰ محرم سنہ ۶۱ ہجری کا یہ اندوہناک حادثہ جس میں ۱۸ بنی ہاشم اور بہتر اصحاب و انصار کام آئے اس غم نے امام زین العابدینؑ کو مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ دُور نہ ہوا اور آپ اس واقعہ کے بعد تقریباً چالیس سال زندہ رہے مگر لطف زندگی سے محروم رہے اور جابجا لوگوں کو اس واقعہ کا بتاتے اور رویا کرتے تھے۔ آپ نے بعدِ کربلا کئی مقام پر خطبے دیئے جس میں پہلا خطبہ کوُفہ میں دیا جس میں آپ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر حضرت نبیؐ کا ذکر کیا اور ان پر صلوٰۃ بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، جو نہیں پہچانتا اُسے میں بتاتا ہوں، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لُوٹ لیا گیا۔ جس کے اہل و عیال قید کر دیئے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو ساحلِ فرات پر ذبح کر دیا گیا، اور بغیر کفن و دفن چھوڑ دیا گیا اور (یہ شہادت حسینؑ) ہمارے فخر کے لیے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، ذرا سوچو! تم نے ہی میرے پدرِ بزرگوار کو خط لکھا اور پھر تم نے ہی ان کو دھوکا دیا۔ تم نے ہی ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور ان کی بیعت کی اور پھر تم نے ہی ان کو شہید کر دیا۔ تمھارا بُرا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیّا کر لیا۔ تمھاری راہیں کسی قدر بُری ہیں۔ تم کن آنکھوں سے رسُولؐ اللہ کو دیکھو گے۔ جب رسُولؐ اللہ تم سے باز پُرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہلِ

ترجمہ، اور جو لوگ خدا سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں۔ ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے ﴿۲۵﴾ سورۃ الرعد

حرم کو ذلیل کیا، اِس لیے تم میری اُمّت میں نہیں"۔

دوسرا خطبہ امام زین العابدینؑ نے دربارِ یزید میں دیا جب آپ اہلِ حرم سمیت دربارِ یزید میں داخل کئے گئے اور خطبہ دینے کا موقع ملا تو آپ نے انبیاء کی طرح شیریں زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! تم میں سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ سُنو! میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کئے ہیں اُس کا فرزند ہوں جس نے طوافِ کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے، میں پسرِ زمزم و صفا ہوں، میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں، میں اس کا فرزند جو پسِ گردن سے ذبح کیا گیا۔ میں اُس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دُنیا سے اُٹھا، میں اُس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کردیا۔ حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا۔ میں محمد مصطفیٰؐ کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سوگئے۔ میں اس کا پسر ہوں جس کے اہلِ حرم قید کردیئے گئے میں اُس کا فرزند ہوں جس کے بچّے بغیر جرم و خطا ذبح کرڈالے گئے۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگادی گئی، میں اُس کا فرزند ہوں جو زمینِ کربلا پر شہید کردیا گیا، میں

ترجمہ، ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کردیتے تھے ﴿۷۰﴾ سورۃ المائدۃ

اُس کا فرزند ہوں جسکو نہ غسل دیا گیا اور نہ کفن۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم زمینِ کربلا پر چھوڑ دیا گیا اور سَر دُوسرے مقامات پر نوک نیزہ پر بلند کرکے پھرایا گیا۔ میں اُس کا فرزند ہوں جس کے اِردگرد سوائے دُشمن کے کوئی اور نہ تھا۔ میں اس کا فرزند ہوں جو بے یار و مددگار تھا۔ پھر امام نے فرمایا، لوگو! خدا نے ہم کو پانچ چیزوں سے فضیلت بخشی ہے (۱) خدا کی قسم ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمدورفت رہی اور ہم ہی معدنِ نبوّت و رسالتؐ ہیں۔ (۲) ہماری ہی شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی۔ (۳) شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے، ہم کبھی کسی کی قوّت وطاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصّہ ہے، جب فصحاء فخر و مباہات کریں۔ (۴) ہم ہی صراطِ مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دُنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبّت ہے۔ (۵) ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں، اگر ہم نہ

ترجمہ، جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے ﴿۹۵﴾ (یعنی) خدا کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں اور خدا بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے ﴿۹۶﴾

ہوتے تو خدا دُنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے۔ ہمارے دوست (روز قیامت) سیر و سراب ہوں گے اور ہمارے دُشمن روزِ قیامت بد بختی میں ہوں گے۔"۔ جب لوگوں نے امام زین العابدینؑ کا کلام سُنا تو چیخ مار کر رونے اور پیٹنے لگے، یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اُٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس کے ردِ عمل میں فوراً موذن کو اذان شروع کرنے کا حکم دیا تاکہ امام خطبہ کو منقطع کر دے اور حکم ملتے ہی موذنوں نے اذان شروع کر دی اور جب اذان میں اللہ اکبر آیا تو امام نے فرمایا کہ "ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور ایک عظیم الشّان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا حق کہا"۔ پھر موذن نے اشھدان لاالہ الااللہ کہا تو آپ نے فرمایا کہ "میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں اور ہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتا ہوں"۔ اور جب موذن نے اشھد ان محمّداً رسُولؐ اللہ کہا تو یہ سُن کر امام رو پڑے اور فرمایا "اے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں "بتا" حضرت محمدؐ میرے نانا تھے یا تیرے" جس پر یزید بولا آپ کے تو پھر امام نے فرمایا، پھر کیوں تو نے اُن کے اہلبیتؑ کو شہید کیا؟ یزید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہو گئے اور کہا فرزندِ رسُول آپ کا کیا حال ہے، فرمایا "اے منہال ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ شہید کر دیا گیا ہو، جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے ہوں جو اپنے چاروں طرف اپنے اہلِ

ترجمہ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تم پر قرآن آہستہ آہستہ نازل کیا ہے ﴿۲۳﴾ تو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کئے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی بد عمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو ﴿۲۴﴾ اور صبح وشام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو ﴿۲۵﴾ اور رات کو بڑی رات تک سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو ﴿۲۶﴾ یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں ﴿۲۷﴾ سورۃ الِانسان

حرم کی قیدی دیکھ رہا ہو، جن کا نہ پردہ رہ گیا نہ چادریں رہ گئیں، جن کا نہ کوئی مددگار ہے نہ حامی، تم تو دیکھ ہی رہے ہو کہ میں مقید ہوں، ذلیل ورُسوا کیا گیا ہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے نہ مددگار، میں اور میرے اہل بیتؑ لباس کہنہ میں ملبوس ہیں، ہم پر نئے لباس حرام کردیئے گئے ہیں، اب جو تم میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمھارے سامنے موجود ہوں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو ہمارے دُشمن ہمیں بُرا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح وشام موت کا انتظار کرتے ہیں، عرب و عجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ان میں سے تھے اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہلِ بیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا۔ ہم پر ظلم کیا گیا اور ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کرکے دربدر پھرایا گیا، گویا ہمارا حسب بہت گرِا ہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے۔ گویا ہم عزّت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اور بزرگیوں کے فرش پر جلوہ افروز ہوئے۔ آج گویا تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہوگیا اور آل مصطفےؐ یزید کی ادنیٰ غلام ہوگئی ہے۔" یہ سُننا تھا کہ ہر طرف سے رونے کی صدائیں بلند ہوئیں تو یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام کو یہ موقع دیا تھا کہ وہ کچھ کہہ سکیں، کہا کہ تیرا بُرا ہو تو میری سلطنت ختم کرنا چاہتا ہے تو اُس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا۔ یزید

ترجمہ، (اے اہل مکہ) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ کو) پیغمبر (بناکر) بھیجا تھا (اسی طرح) تمہارے پاس بھی (محمد ﷺ) رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے ﴿۱۵﴾
سورۃ المزمل

نے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہلبیت نبوّت اور معدنِ رسالت کے ایک فرد ہے تو سُن کر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا کہ اے یزید جب تو یہ جانتا تھا تو تُو نے ان کے پدرِ بزرگوار کو کیوں شہید کیا۔ الغرض یہ گفتگو سُن کر یزید برہم ہو گیا اور اس شخص کی گردن مار دینے کا حکم دیا اور جب نماز کے لیے لوگ کھڑے ہوئے تو یزید یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں۔

تیسرا خطبہ جب آپ قید سے رہا ہونے کے بعد جب مدینہ پہنچے تو دیا اور ارشاد فرمایا کہ "حمد اس خدا کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، روزِ جزا کا مالک ہے، تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے جو اتنا دُور ہے کہ بلند آسمان سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سامنے موجود ہے اور ہماری باتوں کو سُنتا ہے۔ ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اور اُس کا شکر بجالاتے ہیں، عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دَردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدید تکلیفوں اور قلب و جگر کو ہلا دینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خدا اور صرف خدا کے لیے حمد ہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کئے گئے، دیوار اسلام میں بہت بڑا رخنہ (شگاف) پڑ گیا، حضرت ابوُ عبداللہ الحسینؑ اور ان کے اہل بیت شہید کر دیئے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قید

ترجمہ، دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں (ان سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ خدا تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے ﴿۱۱۹﴾ اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کی برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو ان کا فریب تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس پر احاطہ کیے ہوئے ہے ﴿۱۲۰﴾ سورۃ آلعمران

کر دیئے گئے اور ان کے سرہائے مُبارک کو بلند نیزوں پر رکھ کر شہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابر کوئی مصیبت نہیں۔ اے لوگو! تم میں سے کون مرد ہے جو شہادت حسینؑ کے بعد خوش رہے یا کونسا دل ہے جو شہادتِ حسینؑ سے غمگین نہ ہو یا کونسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو روک سکے۔ شہادت حسینؑ پر ساتوں آسمان روئے۔ سمندر اور اس کی موجیں روئیں، آسمان اور اس کے ارکان روئے، زمین اور اس کے اطراف روئے، درخت اور اس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اور سمندر کے گرداب روئے، ملائکہ مقربین اور تمام آسمان والے روئے۔ اے لوگو! کون سا قلب ہے جو شہادتِ حسینؑ کی خبر سُن کر نہ پھٹ جائے، کونا قلب ہے جو محزون نہ ہو، کونسا کان ہے جو اس مصبیت کو سُن کر جس سے دیوارِ اسلام میں رخنہ پڑا۔ بہرہ نہ ہو۔ اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدر ٹھکرائے جاتے تھے۔ ذلیل کئے گئے، شہروں سے دُور تھے، گویا ہم کو اولاد ترک و کابل سمجھ لیا گیا تھا۔ حالانکہ نہ ہم نے کوئی جُرم کیا تھا نہ کسی بُرائی کا ارتکاب کیا تھا اور نہ دیوارِ اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ان چیزوں کے خلاف کیا تھا جو ہم نے اپنے آباؤاجداد سے سُنا تھا، خدا کی قسم اگر حضرت نبیؐ

ترجمہ، کہہ دو کہ لوگو تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے۔ اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں ﴿۱۰۸﴾ اور (اے پیغمبر) تم کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کئے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۱۰۹﴾ سورۃ یونس

بھی ان لوگوں کو ہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تو یہ نہ مانتے) جیسا کہ حضرت نبیؐ نے ہماری ولایت کا اعلان کیا (مگر ان لوگوں نے نہ مانا) بلکہ جتنا انھوں نے کیا ہے اس زیادہ سلوک کرتے، ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف ہماری بازگشت ہے۔" اور جب قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت اُمِّ کلثومؑ گریہ کرتی ہوئی مسجدِ نبوّی میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا اسلام ہو، میں آپ کو آپ کے فرزند حسینؑ کی خبرِ شہادت سُناتی ہوں، تو تمام لوگ رونے لگے اور امام زین العابدینؑ نے بھی قبرِ رسُول پر فرمایا کہ "میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا۔ اے تمام رسُولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسینؑ" شہید کر دیا گیا اور آپ کی نسل تباہ برباد کر دی گئی، اے نانا میں رنج و غم کا مارا آپ سے فرمایا کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا۔ میرا کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو اُنگلیوں پر گنے نہیں جا سکتے۔"

امام زین العابدینؑ کے پاس ہمیشہ تھوڑی سی خاک شفا (کربلا کی زمین) رہا کرتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے تبرکاً رکھتے تھے یا اُس پر نماز میں سجدہ کرتے تھے یا اُسے بحیثیّت محافظ

ترجمہ، بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری اور خدا ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۱۰۹﴾ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (موجب) خلجان رہے گی (اور ان کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے ﴿۱۱۰﴾ خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں (اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۱﴾ سورة التوبة

رکھتے تھے اور لوگوں کو یہ بتانا مقصود رہتا تھا کہ جس کے پاس خاکِ شفاء ہو وہ جملہ مصائب و آلام سے محفوُظ رہتا ہے اور اُس کا مال چوری نہیں ہوتا جیسا کہ احادیث سے واضح ہے۔ روایت کے مطابق جب آپ مدینہ پہنچ تو آپ کے چچا محمد حنفیہ نے اپنے بزرگِ خاندان ہونے کی وجہ سے اہلِ اسلام کی امامت کی یہ خواہش کی تو امام زین العابدینؑ نے جس کا فیصلہ حجرِ اسود کے پاس جا کر کیا تو اس فیصلے کو اُنہوں نے قبول کیا اور وہ بھی آپ کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ اصول کافی میں ہے کہ ایک عورت جس کی عمر ۱۱۳ سال کی ہو چکی تھی ایک دن امام زین العابدینؑ کے پاس آئی اس کے پاس وہ کنکری تھی جس پر حضرت علی، امام حسنؑ، امام حسینؑ کی مہر امامت لگی ہوئی تھی تو آپ نے بھی اپنی مہر اس پر لگا کر اس عورت کو واپس کر دیا۔

کربلا کے بے گناہ قتل عام نے اِسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا تھا خصُوصاً ایران میں ایک قومی جوش پیدا کر دیا جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی اُمّیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدد دی۔ چونکہ یزید تارک الصلوٰۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا اور کتّوں سے کھیلتا تھا، اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امام حسینؑ کے شہید کرنے سے مدینہ میں اس قدر جوش پھیلا کہ سنہ ۶۲ میں اہلِ مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کر دیا اور عبداللہ بن خنظلہ کو اپنا سردار بنا کر یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا۔ خنظلہ کہتے ہیں کہ ہم نے یزید کی خلافت کا اس وقت تک انکار نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ آسمان سے پتّھر برس پڑیں گے اور غضب ہے کہ لوگ ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کی آڑ میں زنا کرنے لگے اور

ترجمہ، آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جبکہ ان کا مہر دے دو۔ اور ان سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی اور جو شخص ایمان سے منکر ہوا اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا ﴿۵﴾ سورة المائدة

علانیہ شیرابیں پیئں اور نماز چھوڑ بیٹھیں۔ یزید نے اس بغاوت کے مقابلے کے لیے ایک بڑی شامی فوج کو مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مُسرِف" کے نام سے مشہور ہے دے کر اہلِ مدینہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اہلِ مدینہ کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد نے شامی فوج کا "حرّہ" مقابلہ کیا اور گھمسان کا رَن پڑا اور رسولؐ اللہ کے بڑے بڑے صحابی انصار و مہاجر شہید ہوگئے مگر شکست ہوگئی اور شامی فوج مدینہ میں گھُس گئی۔ شامی فوج نے مزرات کو مسمار کر دیا، ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی، ہزاروں باکرہ لڑکیوں سے بدکاری کیا گیا اور شہر کو لوُٹ لیا اور تین دن تک قتل عام ہوا اور دس ہزار سے زائد باشندگان مدینہ جن میں سات سو مہاجر و انصار اور اتنے ہی حاملان و حافظانِ قرآن و علماء و صلحا و محدث تھے مقتول کئے گئے اور ہزاروں لڑکے لڑکیاں غلام بنائی گیئں اور باقی لوگوں سے زبردستی یزید کی بعیت لیا گیا۔ مسجد نبوّی اور حضرت کے حرمِ محترم میں گھوڑے بندھوائے گئے اور ولید کے انبار مسجد میں ہوگیا۔ مدارس شفاخانے اور دیگر رفاہِ عام کی عمارتوں کو مسمار یا بند کردیا گیا اور عرب پھر ایک ویرانہ بن گیا۔ یہ واقعہ تاریخ اسلام میں "واقعہِ حرّہ" سے مشہور ہے اور روایت کے مطابق امام زین العابدینؑ اس واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اور شہرِ مدینہ سے دُور ایک چھوٹی سی جگہ "منبع" میں کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور یہ وہی جگہ تھی جہاں عہدِ عثمان میں حضرت علیؑ قیام پذیر تھے مروان نے بھی جب یزید کا یہ عالم دیکھا تو اس نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی تباہی اور بربادی کا

ترجمہ، بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا (کے حکم) میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے۔ اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو ﴿۲﴾ بدکار مرد تو بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا اور یہ (یعنی بدکار عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے ﴿۳﴾ اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔ اور یہی بدکردار ہیں ﴿۴﴾
سورۃ النور

یقین کرلیااور عبداللہ ابنِ عمر کے پاس گیااور کہاکہ یزیدی حکومت کی نظر اس کی طرف سے پھری ہوئی ہے اور مجھے اپنی جان اور عورتوں کی بے حرامتی کا ڈر ہے اس لیے ہمیں اپنے پاس پناہ دو، مگر عبداللہ ابنِ عمر نے انکار کردیا تو پھر یہ امام کے پاس پناہ کی درخواست لے کر آیا تو آپ نے یہ سوچے بغیر کہ یہ ہمارا خاندانی دُشمن ہے اس کی درخواست کو قبول کیااور اس کے خاندان کو اپنے پاس منبع میں پناہ دی جس میں حضرت عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں۔اس واقعہ کے چند مدّت کے بعد علی بن الحسینؑ کے پوتے جعفر صادقؑ نے اپنے جدامجد علی مرُتضیٰ کا مکتب خانہ پھر مدینہ میں جاری کیا مگر اس کے چاروں طرف ظلمت وضلالت چھائی ہوئی تھی اور مدینہ ایسی اُجڑی بستی ہوگیا تھا۔روایت میں ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدینؑ کی ملاقات ہوئی جب وہ آپ کی بُرائی کررہا تھااور جب آپ کو آتا دیکھا تو تعظیم کے لیے کھڑا ہوگیا، بعد میں لوگوں نے اس سے پُوچھا کہ تونے ایسا کیوں کیا تو کہا کہ میں نے قصداً ایسا نہیں کیا بلکہ اُن کے رُعب و جلال کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرناپڑا۔واقعہِ حرہ کے بعد مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو یزید کی بیعت نہ کرنی پڑتی ورنہ قتل کردیا جاتا تھا۔ مگر واقعہِ کربلا کے بعد اہلبیتؑ کو کربلا سے کوفہ اور پھر شام تک قیدی بنا کر لے جانا اور اس سفر میں اہلِ بیتؑ کا قیدی ہونے کے باوجود جگہ جگہ بہادری سے یزید اور اس کی فوج کے خلاف سے خطبے دینے کی وجہ سے واقعہِ حرہ میں یزیدی فوج کی ہمت نہ تھی کہ اب ایک بار پھر اہلبیتؑ سے بیعت طلب کی جائے اور شاید یہی وجہ تھی کہ یزیدی فوج نے مدینہ میں سب سے یزید کی بیعت طلب کی مگر امام زین العابدینؑ سے ہمت نہ کی اور صرف آلِ رسول اُس کی بیعت سے محفوظ رہ سکے۔الغرض مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کے بعد یزیدی فوج کا سپاہ سالار مسلم بن عقبہ سنہ ۶۴ ہجری میں مکّہ کی طرف روانہ ہوا مگر راستے میں بیماری کی وجہ سے اپنا جانشین

ترجمہ،اوراس سے بڑھ کر ظالم کون، جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام کا ذکر کئے جانے کو منع کرے اوران کی ویرانی میں ساعی ہو۔ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں، مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب (۱۱۴) سورۃ البقرۃ

حصین بن نمیر کو مقرّر کیا اور خود راستے میں ہی جہنم واصل ہوا۔ یزیدی فوج جب مکّہ پہنچی تو اُس نے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور خانہ کعبہ میں آگ لگادی۔ مکّہ کا مکمل محاصرہ کر کے عبداللہ ابنِ زبیر کو قتل کرنا چاہا۔ ابھی محاصرہ کو چالیس دن گزرے تھے کہ یزید بھی واصل جہنمّ ہو گیا۔ اس کے مرنے کی خبر سے ابنِ زبیر نے غلبہ حاصل کر لیا تو یہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ جا پہنچا۔ اور جب اس معلون حصین بن نمیر کو اپنی فوج کے لیے غذائی سامان کی کمی ہوئی تو چند سواروں کو لے کر نکلا کہ غذائی سامان کسی گاؤں سے لوٹ لے تو راستے میں امام زین العابدینؑ سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ کا نام معلوم کیا جس پر امام نے اپنا نام بتایا تو اُس نے اپنا نام بھی امام کو بتایا۔ امام نے اس کی مدد غذائی سامان دے کر پورا کیا۔ اللہ رے آپ کی کرم نوازی، آپ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ دُشمن ہے اس کی مدد کی تو اس نے آپ کے اس کرم کو دیکھتے ہوئے بتایا کہ یزید مر گیا ہے اور آپ میرے ساتھ چلیئے میں آپ کو تخت خلافت پر بٹھادوں گا کیونکہ آپ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں، جس پر امام نے انکار کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق امام زین العابدینؑ سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور اپنی پشت پر بوریاں لاد کر پہنچاتے تھے اور ان میں بہت زیادہ گھرانے یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آپ کون ہیں کیونکہ یہ سامان آپ ان کے گھروں کے باہر رات کو رکھ دیتے تھے۔

اور یہ سلسلہ تا حیات جاری رہا اور اہل مدینہ کا کہنا تھا کہ امام زین العابدینؑ کی زندگی تک ہم خفیہ

ترجمہ، (اے محمد ﷺ) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا)۔ اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے۔ اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۱۷﴾ سورۃ البقرۃ

غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔روایت کے مطابق حضرت ادریسؑ کے علاوہ جو خیاطی کرتے تھے باقی جملہ انبیاء کی زراعت و کاشتکاری کی سنّت ہے اور آئمہ طاہرینؑ کا بھی یہی پیشہ رہا ہے لیکن امام زین العابدینؑ اس کاشتکاری سے خود فائدہ نہیں اُٹھاتے تھے بلکہ اس سے غرباء فقراء اور طیور کے لیے روزی فراہم کیا کرتے تھے، آپ فرماتے ہیں "میں اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے زراعت نہیں کیا کرتا، بلکہ اس لیے زراعت کرتا ہوں کہ اس سے غریبوں، فقیروں، محتاجوں اور طائروں خصوصاً قبرۂ کو روزی فراہم کروں"۔ واضح ہو کہ قبرۂ وہ طائر ہے جو اپنے محلِ عبادت میں کہا کرتا ہے، خدایا ان لوگوں پر لعنت کر جو آلِ محمدؐ سے بغض رکھتے ہیں۔

روایت کے مطابق حضرت ابو بکر کا نواسہ عبداللہ ابنِ زبیر جو آلِ محمدؐ کا شدید دُشمن تھا اپنے خطبہ میں اسے خلافت کی بڑی فکر تھی جس کی وجہ سے اس نے محمد حنیفہ اور ابن عباس اور ۱۵ بنی ہاشم کو قید کر کے لکڑیاں درواز پر رکھ دیا کہ اگر یہ لوگ بیعت نہ کریں تو آگ لگا دو مگر مختار کی فوج نے ان محترم لوگوں کو اس کی قید سے رہا کروایا۔ علاّمہ شبلنجی ابو حمزہ ثمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ امام زین العابدینؑ کے ساتھ سفر کر رہے تھے تو راستے میں امام نے فرمایا کہ "اے ابو حمزہ، میں سوچ رہا ہوں ابن زبیر کے فتنہ سے بنی ہاشم کو کیسے بچاؤں"۔ اس کے بر عکس یزید کا بیٹا ابو لیلیٰ، معاویہ بن یزید فطرتاً حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے محبّت رکھتا تھا اور یزید کے مرنے کے بعد جب خلیفہ کا بنانے کا وقت آیا تو اس نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس منصب اور خلافت کا سزاوار نہیں ہوں اور امام

ترجمہ، جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے۔ خدا کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں۔ اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ﴿۲۰﴾ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہے ﴿۲۱﴾ (اور وہ) ان میں ابد الآباد رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے ﴿۲۲﴾

زین العابدینؑ موجود ہیں وہ اس کے حقدار اور مستحق ہیں۔ یزید کے مرتے ہی معاویہ بن یزید کی بیعت شام میں، عبداللہ ابن زبیر کی حجاز اور یمن میں ہوگئی، عبید اللہ ابنِ زیاد عراق میں خلیفہ بن گیا مگر معاویہ ابنِ یزید حلیم وصالح جوان تھا وہ اپنے خاندان کی خطاؤں اور بُرائیوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا اور علی و اولادِ علی کو مستحق خلافت سمجھتا تھا اور خود کو خلافت سے یہ کہہ کر الگ کر لیا کہ "لوگو! مجھے تم لوگوں پر حکومت کرنے کی خواہش نہیں ہے، کیونکہ میں تم لوگوں کی جس بات (گمراہی اور بے ایمانی) کو ناپسند کرتا ہوں وہ معمولی درجہ کی نہیں بلکہ بہت بڑی ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ بھی مجھے ناپسند کرتے ہو، اس لیے کہ میں تم لوگوں کی خلافت سے بڑے عذاب میں مبتلا اور گرفتار ہوں، اور تم لوگ بھی میری حکومت کے سبب سے گمراہی کی سخت مصیبت میں پڑے ہو، سُن لو، کہ میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے لیے اُس بزرگ سے جنگ وجدل کی جو اس خلافت کے خلافت کے لیے اُس سے کہیں زیادہ سزاوار اور مستحق تھے اور وہ حضرت اِس خلافت کے لیے صرف معاویہ ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے بھی افضل تھے، اس سبب سے کہ حضرت کو حضرت رسُولؐ خدا سے قرابت قریبہ حاصل تھی۔ حضرت کے فضائل بہت تھے خدا کے یہاں حضرت کو سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا۔ حضرت تمام صحابہ، مہاجرین سے زیادہ عظیم القدر، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ صاحبِ علم، سب سے پہلے ایمان لانے والے، سب سے اعلیٰ اور اشرف درجہ رکھنے والے اور سب سے پہلے حضرت رسُولؐ خدا کی صحبت کا فخر حاصل کرنے والے تھے۔ علاوہ اِن فضائل و مناقب کے وہ جنابِ حضرت رسُولِؐ خدا کے چچازاد بھائی، حضرت کے داماد اور حضرت کے دینی بھائی تھے جن سے حضرت نے کئی بار مواخات فرمائی۔ جنابِ حسنین جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار اور اس اُمّت میں سب سے افضل اور پروردۂ رسُول اور فاطمہؑ بتول کے دو لال یعنی پاک و پاکیزہ درختِ

ترجمہ، اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ (۳۰) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی (کہ مطلق) دور نہ ہوگی (۳۱) سورۃ ق

رسالت کے پُھول تھے۔ ان کے پدرِ بزرگوار حضرت علیؑ ہی تھے۔ ایسے بزرگ سے میرا دادا جس طرح سرکشی پر آمادہ ہوا، اس کو تم لوگ خُوب جانتے ہو، اور میرے دادا کی وجہ سے تم لوگ جس گمراہی میں پڑے اس سے بھی تم لوگ بے خبر نہیں ہو، یہاں تک کہ میرے دادا کو اس کے ارادہ میں کامیابی ہوئی اور اُس کے دُنیا کے سب کام بن گئے، مگر جب اُس کی اجل محنوم پہنچ گئی اور موت کے پنجوں نے اس کو اپنے شکنجے میں کس لیا تو وہ اپنے اعمال میں اس طرح گرفتار ہو کر رہ گیا کہ اپنی قبر میں اکیلا پڑا ہے اور جو جو ظلم کر چکا تھا ان سب کو اپنے سامنے پا رہا ہے اور جو شیطانت و فرعونیّت اُس نے اختیار کر رکھی تھی اُن سب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پھر یہ خلافت میرے باپ کے سُپرد ہوئی تو جس گمراہی میں میرا دادا تھا، اُسی ضلالت میں پڑ کر میرا باپ بھی خلیفہ بن بیٹھا اور تم لوگوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حالانکہ میرا باپ یزید بھی اپنے اسلام کش باتوں دین سوز حرکتوں اور اپنی رُسیاوایوں کی وجہ سے کسی طرح اس کا اہل نہ تھا کہ حضرت رسُولِ کریمؐ کی اُمّت کا خلیفہ اور اُن کا سردار بن سکے۔ مگر وہ اپنی نفس پرستی کی وجہ سے اس گمراہی پر آمادہ ہو گیا اور اُس نے اپنے غلط کاموں کا اچھا سمجھا۔ جس کے بعد اُس نے دُنیا میں جو جو اندھیر کیا اُس سے زمانہ واقف ہے کہ اللہ سے مقابلہ اور سرکشی کرنے تک پر آمادہ ہو گیا اور حضرت رسُولِؐ خدا سے اتنی بغاوت کی کہ حضرت کی اولاد کا خون بہانے پر کمر باندھ لی، مگر اس کی مدّت کم رہی اور اُس کا ظلم ختم ہو گیا۔ وہ اپنے اعمال کے مزے چکھ رہا ہے اور اپنے گڑھے

ترجمہ، اور خدا نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿۲۲﴾ بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) خدا نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب خدا کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے۔ بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿۲۳﴾ اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔ اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں۔ صرف ظن سے کام لیتے ہیں ﴿۲۴﴾

(قبر سے) لپٹا ہوا اور اپنے گناہوں کی بلاؤں میں پھنسا ہوا پڑا ہے۔ البتّہ اُس کی سفاکیوں کے نتیجے جاری اور اس کی خونریزیوں کی علامتیں باقی ہیں، اب وہ بھی وہاں پہنچ گیا جہاں کے لیے اپنے کرتوتوں کا ذخیرہ مہیا کیا تھا اور اب اپنے کئیے پر نادم ہو رہا ہے مگر کب؟ جب کسی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں اور وہ اِس عذاب میں پڑ گیا کہ ہم لوگ اُس کی موت بُھول گئے اور اُس کی جُدائی پر ہمیں افسوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا غم ہے کہ اب وہ کس آفت میں گرفتار ہے۔ کاش معلوم ہو جاتا کہ وہاں اُس نے کیا عذر تراشا اور پھر اُس سے کیا کہا گیا۔ کیا وہ اپنے گناہوں کے عذاب میں ڈال دیا گیا اور اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے میرا گمان تو یہی ہے کہ ایسا ہی ہو گا"۔ اس کے بعد گریہ اُس کے گلو گیر ہو گیا اور وہ دیر تک روتا اور زور زور سے چیختا رہا۔ پھر بولا "اب میں اپنے ظالم خاندان بنی اُمّیہ کا تیسرا خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ جو لوگ مُجھ پر میرے دادا اور باپ کے ظلموں کی وجہ سے غضبناک ہیں، اُن کی تعداد اُن لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو مُجھ سے راضی ہیں۔ بھائیو! میں تم لوگوں کے گناہوں کے بار اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور خدا وہ دن بھی مجھے نہ دکھائے کہ میں تم لوگوں کی گمراہیوں اور بُرائیوں کے بار سے لدا ہُوا اُس کی درگاہ میں پہنچوں۔ اب تم لوگوں کو اپنی حکومت کے بارے میں اختیار ہے اسے مجھ سے لے لو اور جسے پسند کرو اپنا بادشاہ بنالو کہ میں نے تم لوگوں کی گردنوں سے اپنی بیعت اُٹھالی، والسّلام"۔ اس خطبہ کے بعد مروان بن حکم نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت عمر کی سنّت کے مطابق شوریٰ بنائے اور خلافت دے

ترجمہ، اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی یہی حجت ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ ﴿۲۵﴾ کہہ دو کہ خدا ہی تم کو جان بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو قیامت کے روز جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے ﴿۲۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خدا ہی کی ہے۔ اور جس روز قیامت برپا ہو گی اس روز اہل باطل خسارے میں پڑ جائیں گے ﴿۲۷﴾ اور تم ہر ایک فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہو گا۔ اور ہر ایک جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی۔ جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا ﴿۲۸﴾ سورة الجاثية

جس پر معاویہ بن یزید نے کہا کہ تم مجھے دین میں دھوکہ دینا چاہیے ہو اور جیسے اُنھوں نے اس خلافت کو شوریٰ کے سپُرد کیا اور جس بزرگ (حضرت علیؑ) کی عدالت میں کسی قسم کا شُبہ کسی کو بھی نہ تھا اس کو اس سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد اس کی ماں اور دوسرے رشتہ دار اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ اُس کی ماں نے کہا کہ کاش تو حیض ہی میں ختم ہو جاتا اور اِس دن کی نوبت نہ آتی تو جواب میں معاویہ بن یزید نے کہا کہ خدا کی قسم میں بھی یہی تمنّا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بنی اُمّیہ نے معاویہ بن یزید کو زہر دیا اور قبر کھود کر اسے زندہ ہی دفن کر دیا۔ اس کے بعد بنی اُمیّہ کی سفیانی شاخ کی حکومت ختم ہو گئی اور مروان بن حکم خلیفہ بنا اور ایک سال اس کی حکومت رہی اور اس کی موت کے بعد اُس کا لڑکا عبدالملک ابن مروان خلیفہ بنا اور اس کے بعد سنہ ۶۵ ہجری میں اس کا بیٹا عبدالملک، مصر و شام کا بادشاہ تسلیم کیا گیا جو بنی اُمّیہ کا اصل نمونہ تھا۔ سنہ ۷۳ ہجری میں عبدالملک نے اسے اپنی مشرقی سلطنت، عراق، فارس اور سیستان، کرمان اور خراسان کا جس میں کابل اور کچھ حصّہ ماوراء النہر کا بھی شامل تھا وہاں اپنے وائسرائے بنا دیا۔ عبدالملک بڑا ظالم، کنجوس، بے رحم، دغا باز، بے ایمان، سفاک اور وعدہ خلاف تھا اور اپنے مطلب کے لیے سب کچھ کیا کرتا تھا۔ ایسے ہی اُس کے گورنر تھے، حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، ہشام ابن اسمعیل حجاز میں اور مغربی عرب میں اور اُس کا بیٹا عبداللہ مصر میں، حسّان بن نعمان مغرب میں، حجاج کا بھائی محمد بن یوسف یمن میں، محمد بن مروان جزیرہ میں، یہ سب کے سب ظالم اور سفاک تھے ۔ عبدالملک بن مروان نے جب مدینہ میں حجاج کے ذریعہ سے تباہی مچائی تھی تو ساتھ ہی یہ حکم دیا تھا کہ علی ابنِ حسینؑ کو گرفتار کر کے شام پہنچا دیا جائے تو امام زین العابدینؑ زنجیروں میں جکڑ کر مدینہ سے باہر ایک خیمہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ زہری کی جب آپ سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ کی یہ حالات دیکھ کر رونے لگے تو امام نے فرمایا کہ اے زہری تم میری ہتھکڑی اور

ترجمہ،اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) خدا کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکتے ہیں ﴿۱۲﴾ سورۃ الجن

بیڑی اور میرے طوق گرانبار کو دیکھ کر گھبرا رہے ہو، سُنو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس کے بعد عبدالملک ابن مروان کے پاس گئے اور کہا کہ امام زین العابدینؑ پر کسی قسم کا الزام نہیں ہے وہ تیری حکومت کے معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے وہ خالص اللہ والے ہیں اور خدا کے سوا اُنھیں کسی سے کوئی مطلب نہیں جس پر عبدالملک ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ وہ بنی ہاشم کو ستانے اور اُن کے خون بہانے سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ اس واقعہ کے بعد سے اولاد ابوطالب حجاج کے ہاتھوں سے امان میں رہی۔ مگر سنہ ۷۱ ہجری میں عبدالملک نے عراق پر حملہ کیا اور مصعب بن زبیر کو قتل کیا پھر حجاج بن یوسُف کے ساتھ ایک لشکر عبداللہ ابنِ زبیر کو قتل کرنے کے لیے روانہ کیا تو ابنِ زبیر نے کعبہ میں پناہ لی تو اُس نے کعبہ پر سنگ باری کر کے ابنِ زبیر کو محصور کر کے قتل کیا اور حجاج نے کعبہ کی بنیاد تک کو خراب کر دیا اور کھدواڈالا اور اس طرح لُٹا کہ کوئی بھی پُورانی چیز باقی نہ رہی۔ بعد میں جب کعبہ کو تعمیر کرنے کا خیال آیا اور تعمیر شروع کی تو ایک اژدہا برآمد ہوا جس کی وجہ سے تعمیر ممکن نہ تھی تو اُس نے امام زین العابدینؑ کو بلوا کر اژدہا کے بارے میں پوُچھا تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کعبہ کی کوئی چیز بھی نہ چھوڑی، تُو وہ تمام چیزیں پہلے واپس لاؤ، بالآخر تمام چیزیں واپس آئیں تو امام زین العابدینؑ نے کعبہ کی تعمیر کی بنیاد ڈالی اور اژدہا چلا گیا۔ حجرِ اسود کو امام زین العابدینؑ نے اپنے ہاتھوں سے اُس کی جگہ پر پھر سے نصب کیا۔

ترجمہ، مشرکوں کی زیبا نہیں کہ خدا کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ﴿۱۷﴾ خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے اور زکواۃ دیتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں ﴿۱۸﴾ سورۃ التوبۃ

ایک دفعہ عبدالملک بن مروان اپنے عہدِ حکومت میں حج کے لیے روانہ ہو کر مکّہ معظمہ پہنچا تو امام زین العابدینؑ بھی حج کے لیے مدینہ سے مکّہ آئے تو مناسکِ حج کے لیے دونوں کا ساتھ ہو گیا اور امام زین العادینؑ اس سے آگے آگے چل رہے تھے تو اس باشادہ کو یہ بات ناگوار ہوئی تو اُس نے اپنی بادشاہ آپ پر ظاہر کرنے کی کوشش کی تو آپ نے اپنے عمل سے یہ بتادیا کہ میرا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح سنہ ۱۰۵ میں ہشام بن عبدالملک اپنے باپ کے عہد حیومت میں ایک دفعہ حج بیت اللہ کے لیے مکّہ گیا اور جب حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھا مگر پُوری کوشش کے باوجود کثرت حجاج کی وجہ سے حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکا تو ایک طرف بیٹھ کر مجمع کے چھٹنے کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ ناگاہ فرزندِ رسُول امام زین العابدینؑ بر آمد ہوئے اور جب آپ نے حجرِ اسود کی طرف رُخ کیا تو مجمع آپ کے لیے چھٹنے لگا اور حجاج ہٹنے لگے اور راستہ صاف ہو گیا۔ ہشام یہ دیکھ کر جل بُھن گیا اور حیرت میں غرق ہو گیا کہ کسی نے ہشام سے پُوچھا کہ حضور یہ شخص کون ہے؟ ہشام نے سوچھا کہ اگر بتادیا تو اس کے ماننے والوں کی نگاہ میں اس کی عزّت کم ہو جائے گی تو اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ سُن کر شاعرِ دربار جناب فرزوق سے رہا نہ گیا تو اُنہوں نے شامیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں جانتا ہوں یہ کون ہے، پھر اُنھوں نے عظیم الشان قصیدّہ پڑھنا شروع کیا تو اس قصیدہ کو سُن کر ہشام غیظ و غضب میں آ گیا اور فرزوق کا نام درباریِ شعراء کی فہرست سے نکال کر اُس کو قید کر دیا۔ جب امام کو یہ خبر ہوئی تو آپ نے ایک بڑی رقم دے کر اُس کو آزاد کروا کر اس کی مدد کا ذریعہ بنتے رہے۔ یہ عظیم قصیدّہ تاریخ کی کتابوں میں مکمل اردو ترجمہ میں موجود ہے جس کا پہلے اور آخری شعر یہ تھا۔

ترجمہ، جو لوگ کافر ہیں اور (لوگوں کو) خدا کے رستے سے اور مسجد محترم سے جسے ہم نے لوگوں کے لئے یکساں (عبادت گاہ) بنایا ہے روکتے ہیں۔ خواہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والے۔ اور جو اس میں شرارت سے کج روی (وکفر) کرنا چاہے اس کو ہم درد دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ ﴿۲۵﴾ سورۃ الحج

"یہ وہ ہے جانتا ہے مکّہ جس کے نقشِ قدم
خدا کا گھر بھی ہے آگاہ اور حل و حرم
خدا کو جانتا ہے جو اِسے بھی جانتا ہے
اِسی کے گھر سے مِلا اُمتّوں کو دین بہم"

امام زہری کہتے ہیں کہ عرفات میں جب اُنہوں نے حاجیوں کی تعداد کو دیکھا تو امام زین العابدینؑ سے کہا کہ لاکھوں حاجی ہیں جس پر امام نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ، جب میں نزدیک ہوا تو آپ نے میرے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ اب دیکھو! جب میں نے پھر نظر کی تو مجھے "لاکھوں" آدمیوں میں سے ۱۰ ہزار میں ایک کے تناسب سے انسان دکھائی دیئے، باقی سب کے سب، بندر، کتّے، سُور، بھیڑئیے اور اسی طرح کے جانور نظر آئے۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا تو امام نے فرمایا کہ سنو جو صحیح نیت اور صحیح عقیدہ کے بغیر حج کرتے ہیں، اُن کا یہی حشر ہوتا ہے ۔اے زہری! نیک نیتی اور ہماری موودۃ و محبّت کے بغیر سارے اعمال بے کار ہیں۔

امام زین العابدینؑ چونکہ فرزند رسُول اور خاندانِ رسالت میں سے تھے تو آپ میں سیرتِ محمدؐ کا ہونا لازمی تھا اور آپ کے اخلاق اور دُشمنوں کے ساتھ اچھے سلوک کے کئی واقعہ مورخین نے بیان کئے ہیں جن میں سے کچھ واقعات کو میں یہاں نقل کر رہا ہوں۔ علاّمہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب ایک شخص نے آپ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا اور اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تا کہ میں پوری کروں۔ وہ شرمندہ ہو کر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا۔ علاّمہ ابن حجر مکّی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کی بُرائی آپ کے

ترجمہ، اور ان کے لیے کون سی وجہ ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد محترم سے روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں۔ اس کے متولی تو صرف پرہیز گار ہیں۔ لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے ﴿۳۴﴾ اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔ تو تم جو کفر کرتے تھے اب اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو ﴿۳۵﴾ سورۃ الأنفال

مُنہ پر کی، آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اُس نے مخاطب کر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکمِ خدا سے جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کر رہا ہوں۔ علاّمہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ فلاں شخص آپ کی بُرائی کر رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اُس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے، تو اُس سے فرمایا، بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوُری کر دوں اور پھر اس کو ایک بڑی رقم دی، تو وہ شرمندہ ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق جب کسی شخص نے آپ پر بہتان باندھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے اور جہنّم کے درمیان ایک کھائی ہے، اگر میں نے اُسے طے کر لیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہیے کہو اور اگر اُسے پار نہ کر سکوں تو میں اس سے زیادہ بُرائی کا مستحق ہوں جو تُم نے کی ہے۔ علاّمہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علیؑ کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدینؑ نے فرمایا، بھائی تم مسُافر معلوم ہوتے ہو، اچھا میرے ساتھ چلو، میرے یہاں قیام کرو اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تاکہ میں پوُری کروں، وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ علاّمہ طبری لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلان شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے، آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اُس کی بُرائی مجھ سے بیان کر دی، دیکھو، یہ غیبت ہے، اب ایسا کبھی نہ کرنا، جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو آپ

ترجمہ، کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (خدا) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے خدا نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟ (اے پیغمبر) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اسی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے ﴿۸﴾ سورۃ المجادلۃ

خوش و مسُرور ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زادِ راہ آخرت اُٹھانے کے لیے آگیا ہے۔ امام زین العابدینؑ کی صحیفہ کاملہ جو کہ دُعاؤں کا ایک مجموعہ ہے اور اس میں بے شمار علوُم وفنوں کے جوہر موجود ہیں اور اسے علماء اسلام نے زبور آل محمدؐ اور انجیل اہلبیتؑ کہا ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت معانی کو دیکھ کر اُسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ و عرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس میں چالیس شرحیں ہیں۔ صحیفہ کاملہ میں آپ فرماتے ہیں، خداوندا میرا کوئی درجہ نہ بڑھا، مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزّت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذّت پیدا کر دے۔

عبدالملک بن مروان کے عہدِ خلافت میں حضرت مختار بن ابی عبیدہ ثقفی قاتلانِ حسینؑ سے بدلہ لینے کے لیے میدان میں نکل آئے۔ علاّمہ مسعودی لکھتے ہیں کہ اِس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اُنھوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کی بیعت کرنی چاہی، مگر آپؑ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا مگر علاّمہ نور اللہ شوستری شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں کہ علاّمہ حلیّ نے مختار کو مقبول لوگوں میں شمار کیا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السّلام نے ان پر نکتہ چینی کرنے سے روکا ہے اور امام جعفر صادقؑ نے ان کے لیے رحمت کی دُعا کی ہے۔ علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ان کی کارگذاری کے سلسلہ میں خدا کا شکر ادا کیا۔ جنابِ مختار کوُفہ کے رہنے والے تھے اور آپ ہی نے جنابِ مسلم کو سب سے پہلے اپنا مہمان رکھا تھا۔ آپ اہلبیتؑ سے محبت رکھتے تھے اور اسی جرم کی وجہ سے آپ کو ابنِ زیاد نے قید کر دیا تھا اور جب آپ کی

ترجمہ، (لوگو) جو (مال ومتاع) تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا (ناپائدار) فائدہ ہے۔ اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے (یعنی) ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ﴿۳٦﴾ اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں ﴿۳۷﴾ اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔ اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿۳۸﴾ سورۃ الشوریٰ

رہائی ہوئی تو آپ نے خونِ امام حسینؑ کا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور سنہ ٦٦ ہجری میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ برآمد ہو کر کُوفہ کے حاکم بن گئے اور کتاب و سُنت اور انتقام خونِ حسینؑ پر بیعت لے کر انتقام لینا شروع کر دیا اور ہر ایک قتل کو ویسی سزا دی جیسا ظلم اس نے کربلا میں اہلبیتؑ کے ساتھ کیا تھا۔ شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کو اسی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرا دیا جس طرح اُس نے امام حسینؑ کی لاش کو پامال کیا تھا۔ ابراہیم ابن مالک اشتر کو موصل بھیج کر ابنِ زیاد کو قتل کروایا اور اس کا سر مختار کے پاس کوفہ آیا اور اُس کے جسم کو نذرِ آتش کر دیا۔ مورّخین کا بیان ہے کہ جب معلون ابنِ زیاد کا آیا تو ایک سانپ آکر اُس کے مُنہ میں گھُس کر ناک سے نکلنے لگا۔ مختار نے ابنِ زیاد کا سر حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں مدینہّ بھیج دیا اور جب یہ سر پہنچا تو امام نے شکرِ خدا ادا کیا اور مختار کو دُعائیں دئیں۔ اس دن کے بعد سے عورتوں نے بالوں میں کنگھی کرنی اور سر میں تیل ڈالنا اور آنکھوں میں سُرمہ لگانا شروع کیا، جو کہ واقعہ کربلا کے بعد سے اِن چیزوں کو چھوڑے ہوئے تھیں۔ مختار کے حکم سے قیس ابنِ اشعث جس نے امام حسینؑ کی اُنگلی ایک انگوٹھی کے لیے کاٹی تھی اُس کی گردن ماری گئی اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ حکیم ابنِ طفیل پر تیر بارانی کی گئی جس نے حضرت عباس کو شہید کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یزید ابنِ سالک، عمران بن خالد، عبداللہ بجلی، عبداللہ ابنِ قیس، زرعہ ابن شریک، صبیح شامی، عمر بن حجاج اور سنان بن انس وغیرہ بھی تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے۔ روایت کے مطابق ان کے ہاتھوں آلِ محمدؐ کے دُشمنوں کی تعداد اَسی ہزار تین سو تین تھی۔ منہال بن عمر کا کہنا ہے کہ اسی دوران جب وہ حج پر گئے تو امام زین العابدینؑ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پُوچھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی کا کیا حشر ہوا، میں نے کہا وہ تو سالم ہے تو آپ نے آسمان کی

ترجمہ، جس دن ان کا کوئی داؤں کچھ بھی کام نہ آئے اور نہ ان کو (کہیں سے) مدد ہی ملے ﴿٤٦﴾ اور ظالموں کے لئے اس کے سوا اور عذاب بھی ہے لیکن ان میں کے اکثر نہیں جانتے ﴿٤٧﴾

سورۃ الطور

طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا اُسے آتش تیغ کا مزہ چکھا"۔ منہال جب واپس کوفہ آئے اور مختار کو یہ واقعہ بتایا تو وہ امام کی بددُعا کی تکمیل پر سجدہ شکر ادا کرنے لگے۔ غرض کہ جنابِ مختار نے اِنتقام خُون شہداء لینے کے سلسلے میں کارہائے نمایاں کیئے۔ بالآخر ۱۴ رمضان سنہ ۶۷ ہجری کو آپ کُوفہ کے دارالامارہ کے باہر شہید کر دیئے گئے۔

سنہ ۸۶ ہجری میں عبدالملک ابن مروان کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا۔ یہ حجاج بن یُوسف کی طرح نہایت ظالم و جابر تھا۔ اُسی کے عہد ظلمت میں عمر بن عبدالعزیز جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا، حجاز کا گورنر مقرّر ہوا جو کہ بڑا منصف مزاج اور فیاض تھا اور جب اس کے عہد میں سرورِ کائنات کے روضہ کی ایک دیوار گر گئی تھی تو اس نے امام زین العابدینؑ کو مقدّس ہستی کے طور پر ترجیح دی اور امام کے ہاتھ سے تعمیر کی ابتدا کروائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے ہی فدک واپس کیا تھا اور امیر المومنینؑ پر سے تبراء کی وہ بدعت جو معُاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

حضرت امام زین العابدینؑ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرمارہے تھے مگر آپ کے رُوحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہِ وقت ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دے دیا اور آپ بتاریخ ۲۵ محرمِ الحرام سنہ ۹۵ ہجری کو درجۂ شہادت پر ۵۷ سال کی عمر میں فائز ہوئے۔ آپ کے فرزند امام محمد باقرؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو مدینہ کے جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ روایت کے مطابق آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ آپ کی قبر پر نالہ و فریاد کرتا ہوا تین روز میں مر گیا۔ آپ کی اولادوں میں گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں جن کے نام یہ ہیں (۱) حضرت امام باقرؑ، جن کی والدہ امام حسنؑ کی بیٹی امِ عبداللہ جنابِ فاطمہ تھیں۔ (۲) عبداللہ، (۳) حسن،

ترجمہ، خدا ان ہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں ﴿۹﴾ سورۃ الممتحنۃ

(۴) زید، (۵) عمر، (۶) حسین، (۷) عبدالرحمٰن، (۸) سلیمان، (۹) علی، (۱۰) محمد اصغر، (۱۱) حسین اصغر، (۱۲) خدیجہ، (۱۳) فاطمہ، (۱۴) علیہ، اور (۱۵) اُمِّ کلثُوم تھا (ارشاد مفید فارسی صفحہ ۴۰۱)۔
آپ کی اولاد میں امام محمد باقرؑ کے بعد سب سے زیادہ نمایاں حیثیّت جنابِ زید شہید کی ہے جو سنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۲ ہجری میں ہشام بن عبدالملک سے تنگ آکر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۴۰ ہزار کُوفیوں سمیت میدان میں نکل آئے مگر عین موقعِ جنگ میں کُوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا جس کا سبب امام حنیفہ تھے کیونکہ پہلے اُنھوں نے آپ کی بیعت کی تھی مگر جب ہشام نے امام حنیفہ کو دربار میں بلا کر امام اعظم کا خطاب دیا تو یہ حکومت کے ساتھ ہو گئے اور اُنھوں نے جنابِ زید کی بیعت توڑ دی، جس کی وجہ سے تمام ماننے والوں نے جنابِ زید کو چھوڑ کر علیٰحدہ ہو گئے جس پر جنابِ زید نے کہا۔ اے کُوفیوں! تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اسی وجہ سے کُوفیوں کو رافضی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سب امام اور اہلبیتؑ کے شیعہ نہ تھے اور بنی اُمّیہ کے ماننے والے تھے اور امام حنیفہ کو امام اعظم مانتے تھے۔ الغرض جنگ ہوئی اور ایک تیر جنابِ زید کی پیشانی پر لگا اور آپ زخمی ہوئے تو آپ کو ایک گھر میں پہنچایا اور کافی علاج کے باوجود جانبر نہ ہو سکے تو آپ کے خادموں نے خفیہ طور پر آپ کو دفن کر دیا تاکہ قبر کا پتہ نہ چل سکے مگر دُشمنوں نے سُراغ لگا کر لاش قبر سے نکال لی اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیجنے کے بعد آپ کے جبثہ یعنی بدن کو سُولی پر لٹکا دیا اور یہ جسم چار سال تک سُولی پر لٹکا رہا اور مکڑی نے آپ کے جسم پر گھنا جالا تانِ دیا۔ مگر دُشمنوں نے بعد میں جسم کو آگ لگا کر دریائے فرات میں بہا دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ جنابِ زید کے چار بیٹے تھے جن میں جنابِ یحییٰ بن زید کی شجاعت تاریخ میں موجود ہے جو کہ دادھیال کی طرف سے حضرت امام حسینؑ اور نانیہال کی

ترجمہ، (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ﴿۴﴾ ہم کو سیدھے رستے چلا ﴿۵﴾ ان لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے ﴿۶﴾ سورۃ الفاتحۃ

طرف سے جنابِ محمد بن الحنفیہ کی یادگار تھے اور ان کو بھی آپ کے والد جنابِ زید کی طرح شہید کیا گیا۔ دوسرے بیٹے عیسیٰ بن زید تھے اور حالات اس قدر خراب تھے کہ کوئی بھی سیّد اپنے کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا اور اگر سیّد ہونا معلوم ہو جاتا تھا تو اس کی جان خطرہ میں آجاتی تھی۔

ترجمہ، اور تم جہاں سے نکلو، (نماز میں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف کر لیا کرو بے شک وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو۔ خدا اس سے بے خبر نہیں ﴿۱٤۹﴾ اور تم جہاں سے نکلو، مسجدِ محترم کی طرف منہ (کرکے نماز پڑھا) کرو۔ اور مسلمانو، تم جہاں ہوا کرو، اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو۔ (یہ تاکید) اس لیے (کی گئی ہے) کہ لوگ تم کو کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں۔ مگر ان میں سے جو ظالم ہیں، (وہ الزام دیں تو دیں) سو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔ اور یہ بھی مقصود ہے کہ تم کو اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور یہ بھی کہ تم راہِ راست پر چلو ﴿۱۵۰﴾

سورة البقرة

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/urdu/tid/

اہل بیت اطہار کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ خود خدا نے اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا:

قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ. (الشوریٰ، 42:23)

”فرمادیجئے: میں اس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر میری قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)“۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق حضور صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور (بظاہر) مال بھی کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق اور احسانات یاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ملی ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم خدام آستانہ یہ مال آپ کی خدمت نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ امید ہے آپ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں گے۔

اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی اور حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

صاحب تفسیر کبیر حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الآية قيل يا رسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: علي وفاطمة وابناهما.

(قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ) ''جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ مصطفوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کر دی گئی ہے تو امام الانبیاء صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہم ہیں''۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون. ص: 166)

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من مات علی حب آل محمد مات شهیدا. ''جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی''۔

اور فرمایا: الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له''. آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے''۔

اور مزید فرمایا: الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا''. آگاہ ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا''۔

پھر کہا: الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان''. خبردار ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا''۔

اور فرمایا: الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملك الموت بالجنة ثم منکرو نکیر''. آگاہ ہو جاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیلؑ (موت کے فرشتے) اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے''۔

پھر ارشاد فرمایا: الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجھا''. آگاہ ہو جاؤ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو اس کا شوہر گھر لے جاتا ہے''۔

اور فرمایا: الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبرہ بابان الی الجنة''. خبردار ہو جاؤ۔ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے''۔

(تفسیر کبیر الجزء السابع والعشرون ص166۔165 تفسیر کشاف، ج3، ص467)

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کی ظاہر و پوشیدہ نادار لوگوں پر خوب خرچ کرکے ان کی قربت حاصل کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک نادار آدمی کو خفیہ طور پر بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل بیت سے بے پناہ عقیدت و محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا: جب میں نے

لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینے میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کا سفینہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ (الصواعق المحرقہ، احمد بن حجر الھیتمی، ص54)

ایک مرتبہ اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح فرمایا: ان کان رفضا حب آل محمد، فلیشھد الثقلان انی رافضی "یعنی اگر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں بے شک رافضی ہوں"۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون، ص166)

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب عباسی حاکم جعفر بن سلیمان نے زدوکوب کیا اور کوڑوں سے آپ کے جسم مبارک کو مارنا شروع کیا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حاضرین سے فرمایا: میں نے اس اذیت دینے والے کو معاف کر دیا ہے تو لوگوں نے اس معافی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے اور حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہو جائے تو مجھے اس وقت ندامت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قرابت دار کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھنا پڑے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہل بیت اطہار کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جب کوئی اولاد اہل بیت سے ان کے پاس آتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتے اور انہیں مقدم فرمایا کرتے اور خود ان کے پیچھے بیٹھتے تھے۔

(تاریخ کربلا، محمد امین القادری، ص73)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام

حضرت امامِ محمدّ باقرؑ بتاریخ یکم رجب المرجب سنہ ۵۷ ہجری یوم جمعہ مدینہ منّورہ میں پیدا ہوئے۔ علاّمہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بطنِ مادر میں تشریف لائے تو آباء واجداد کی طرح آپ کے گھر میں آواز غیب آئے گی اور فرشتوں کی بے انتہا آوازیں آنے لگیں اور شبِ ولادت ایک نور ساطع ہوا۔ ولادت کے بعد قبلہ رُو ہو کر آسمان کی طرف رُخ فرمایا اور تین بار چھینکنے کے بعد حمد خدا بجالائے، ایک شبانہ روز دستِ مبُارک سے نورُ ساطع رہا۔ آپ ختنہ کردہ، ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اور صاف متولد ہوئے تھے۔ آپ کا اسمِ گرامی "لوحِ محفوظ" کے مطابق اور سرورِ کائنات کی تعییّن کے موافق "محمد" تھا۔ آپ کی کنیت "ابو جعفر" تھی اور آپ کے القاب کثیر تھے جن میں باقر، شاکر، ہادی زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰےؐ کے پانچویں جانشین اور امامت کے سلسلہ میں پانچوں امام ہیں اور عصمت کی ساتویں کڑی ہے اور تابعین کے تیسرے طبقہ میں سے تھے اور اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے سردار تھے۔ آپؑ کے والد ماجد سیّد الساجدین حضرت امام زین العابدینؑ تھے اور والدہ ماجدہ اُمّ عبداللہ فاطمہ بنت حضرت امامِ حسنؑ تھیں اور آپ کے باپ اور ماں دونوں کی طرف سے علوی اور نجیب الطرفین ہاشمی تھے اور یہ نسب کا شرف کسی کو بھی نہیں ملا اور آپ اپنے

ترجمہ، اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (و تقویٰ) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں ﴿۱۵﴾ سورۃ الاحقاف

آبا و اجداد کی طرح امام منصوص، معصُوم، اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے۔ یعنی خدُا کی طرف سے آپ امام، معصوم اور اپنے عہد امامت میں سب سے بڑے عالم اور کائنات میں سب سے افضل تھے۔ آپؑ علم زہد، تقویٰ، طہارت، بڑے عالم، عابد، ثقہ فقیہہ، صفائے قلب اور دیگر محاسن و فضائل میں اِس درجہ پر فائز تھے کہ یہ صفات خود ان کی طرف اِنتساب سے ممتاز قرار پائے، الغرض حضرت امام باقرؑ کے فضائل لکھنے کے لیے ایک علیٰحدہ کتاب درکار ہے۔ حضرت امام باقرؑ کی پیدائش معاویہ ابنِ ابی سفیان کے عہد میں ہوئی اور اس کے بعد یزید بن معاویہ، مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک کی حکمرانی رہی جس نے آپ کے والد ماجد کو درجۂ شہادت پر فائز کر دیا تو آپ کی امامت کا آغاز ہوا کیونکہ امام زین العابدینؑ نے آپ ہی کو اپنا وصی مقرّر کیا تھا۔ آپ ہی نے فرائض تجہیز و تکفین سرانجام دیئے، نماز جنازہ پڑھی۔ ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزیدابن عبدالملک اور ھشام بن عبدالملک تک آپ فرائضِ امامت ادا کرتے رہے۔ آپ کی عمر ابھی اڑھائی سال کی تھی کہ آپ کو اپنے دادا امام حسینؑ کے ہمراہ وطنِ مدینہ منوّرہ چھوڑنا پڑا، پھر مدینہ سے مکّہ اور وہاں سے کربلا تک کی صعوبتِ سفر برداشت کرنا پڑی۔ اس کمسن عمر میں واقعہ کربلا کے مصائب دیکھے، کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں کا حال دیکھا اور ایک سال شام میں قید رہے اور پھر مدینہ منوّرہ واپس ہوئے۔ جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، تو آپ ایک دن کنوئیں میں گر گئے۔ لیکن خدا نے آپ کو ڈوبے سے بچالیا۔

باقر، بقرہ سے مشتق اور اسی کا اسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اور وسعت دینے کے ہیں۔ حضرت امام باقرؑ کو اس لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا تھا کہ آپ نے علوم و

ترجمہ، یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے در گزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے)۔ (یہ) سچا وعدہ جو ان سے کیا جاتا ہے ﴿١٦﴾
سورۃ الاحقاف

معارف کو نمایاں فرمایا اور حقائق احکام و حکمت و لطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہر فرمادیئے جو لوگوں پر ظاہر وہویدا نہ تھے۔ علاّمہ سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ کثرت سجود کی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کو باقر کہا جاتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیّت علمیہ کی وجہ سے آپ کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ علاّمہ نورُ اللہ شوشتری کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام باقرؑ علوُم و معارف کو اس طرح شگافتہ کردیں گے، جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔ ایک اور روایت میں حضورؐ نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر امام محمد باقرؑ کی ولادت سے تقریباً ۴۶ سال قبل جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمد باقرؑ کو سلام کہلایا تھا تو جابر بن عبداللہ انصاری کی جب ملاقات امام محمد باقرؑ سے ہوئی تو اُنہوں نے آپ کے جدّنامدار حضرت محمد مصطفٰےؐ کا سلام آپ تک پہنچایا اور آپ سے اپنی شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی تو آپ نے کہا کہ میں تمھارے جنّت میں جانے کا ضامن ہوں۔ امام باقرؑ کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آلِ محمدؐ میں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔

روایت میں ہے امام محمد باقرؑ نے سات سال کی عمر میں سفر حج کیا اور عبدالملک بن مروان نے سنہ ۷۵ ہجری آپ کی صلاح سے اسلامی سکّہ جاری کیا، اس سے پہلے روم و ایران کا سکّہ اسلامی ممالک میں بھی جاری تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کاغذ وغیرہ مصر میں تیّار ہوتے تھے اور وہاں کے کاغذ پر رومی زبان میں (اب۔ ابن۔ روح القدس) لکھا ہوتا تھا جو کہ تمام اسلامی ممالک میں بھی رائج تھا۔ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا اور وہ ایک بڑا ذہین اور ہوشیار شخص تھا انہوں نے مصر کے گورنر کو لکھا کہ تم یہ رومی نشان نہ لگایا کرو بلکہ تمام کاغذ اور کپڑے پر یہ لکھواؤ (اشھد اللہ انہ، لاالہ الاھو) چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد ہوا تو قیصرِ روم کو بے انتہا ناگوار

ترجمہ، جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے ﴿۳﴾ سورۃ الحجرات

گزرا اور اُنہوں نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ تم یہ کلمہ توحید لکھوانا بند کر دو، ورنہ ہم توحید کے جملے کاغذ سے ہٹا کر سکّہ درہم و دینار پر تمھارے رسُول کو گالیاں نقش کرا کے تمام ممالک میں رائج کر دیں گے۔ عبدالملک بن مروان نے اس خط کو پڑھا تو اس نے کمال اضطراب میں علماء، فضلاء، اہل الرائے اور سیاست دانوں کو فوراً مشورہ کیا مگر کوئی حال نہ ملا تو اس کے وزیر اعظم "ابنِ زنباع" نے کہا کہ اسلام کی مشکل کشائی صرف فرزند رسول امام محمد باقرؑ کر سکتے ہیں تو عبدالملک نے ایک پیغام آپ کو مدینہ بھیج کر بلوایا تو آپ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ مجھے بعلمِ امامت معلوم ہے کہ خدائے قادر و توانا قیصر روم کو اس فعل قبیح پر قدرت ہی نہ دے گا اور فرمایا کہ تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بُلاؤ اور ان سے درہم و دینار کے سکے ڈھلواؤ جس پر ایک طرف کلمۂ توحید، دوسری طرف پیغمبرِ اسلام کا نام اور ضرب سکّہ کا سَن لکھ کر تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کر دو۔ عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکّے ڈھلوا لیے اور ایک سخت حکم نافذ کر دیا کہ اسی سکّہ کو استعمال کیا جائے اور رومی سکّے کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔

جب ولید بن عبدالملک کا دور سنہ ۸۶ ہجری میں شروع ہوا تو ایک دفعہ یہ حج کے لیے گئے اور واپسی پر جب مدینہ منوّرہ آیا تو ایک دن منبر رسُول پر خطبہ دیتے ہوئے اس کی نظر جنابِ سیدہ کے گھر پر پڑی تو اُس نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ اس گھر کو خالی کرا لیا جائے اور اسے خرید کر مسجد میں شامل کیا جائے۔ اس وقت اس گھر میں امام حسنؑ کے بیٹے حسن مثنیٰ اور فاطمہ بنت امام حسینؑ اور ان کی اولاد رہا کرتی تھیں اور جب اُنہوں نے گھر چھوڑنے سے انکار کیا تو ولید نے حکم دیا کہ زبردستی اسباب نکال کر پھینک دیا جائے۔ مجبوراً یہ لوگ گھر چھوڑ کر بیرون مدینہ سکونت پذیر ہوئے۔ قریب میں جنابِ حفصہ کا گھر بھی تھا جو کہ اولاد حضرت عمر کے قبضہ

ترجمہ، تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو کہ پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور خدا پاک رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے ﴿۱۰۸﴾ سورة التوبة

میں تھا جب اُن سے گھر خالی کرنے کو کہا گیا تو اُنہوں نے بھی انکار کر دیا تو عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ مکان کا ایک حصّہ چھوڑ دو تا کہ اولاد حضرت عمر وہاں رہ سکیں۔

کسی معصُوم کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالنی بہت دُشوار ہے کیونکہ معصُوم اور امامِ زمانہ کو علمِ لدُنّی ہوتا ہے، وہ خدا کی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپُور متولد ہوتا ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ بھی امام زمانہ اور معصُوم ازلی تھے اس لیے ناممکن ہے کہ آپ کے علمی کمالات کی وضاحت کی جا سکے مگر کچھ علماء کا بیان جو آپ کے مطالق ہے جس علاّمہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خود ارشاد ہے کہ "ہمیں طائروں تک کی زبان سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے" (مناقب شہر آشوب جلد ۵، صفحہ ۱۱)۔ اسیطرح روضتہ الصفاء میں ہے کہ "خدا کی قسم ہم زمین اور آسمان میں خداوند عالم کے خازن علم ہیں اور ہم ہی شجرۂ نبوّت اور معدن حکمت ہیں۔ وحی ہمارے یہاں آتی ہے اور فرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دُنیا کے ظاہری اربابِ اقتدار ہم سے جلتے اور حسد کرتے ہیں"۔ ابُو مریم عبدالغفار کا کہنا ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ سے پوُچھا کہ (۱) مولا کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا جس سے اپنے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے۔ (۲) کونسا خلق بہتر ہے؟ فرمایا صبر اور معاف کو دینا۔ (۳) کون سا مومن کامل ہے؟ فرمایا جس کے اخلاق بہتر ہوں۔ (۴) کون سا جہاد بہتر ہے؟ فرمایا جس میں اپنا خوُن بہہ جائے۔ (۵) کون سی نماز بہتر ہے؟ فرمایا جس کا قنوت طویل ہو۔ (۶) کون سا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا جس سے نافرانی سے نجات ملے۔ (۷) بادشاہانِ دُنیا

ترجمہ، اور خدا نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں۔ ان کے پاس مت بیٹھو۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے ﴿۱٤٠﴾

کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا۔(۸) پوُچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمد و رفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں، (ا) محبّتِ دُنیا، (ب) فراموشی مرگ، (پ) قلت رضائے خدا، (ت) پوُچھا پھر میں نہ جاؤں، فرمایا میں طلب دُنیا سے منع نہیں کرتا۔ البتّہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔ علاّمہ طبری لکھتے ہیں کہ یہ مسلّمہ حقیقت ہے اور اس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم و زہد اور شرف میں ساری دُنیا سے فوقیّت لے گئے ہیں۔ آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنّن اور ہر قسم کے علوم، حکم آداب و غیرہ میں کوئی بھی فوقیت نہیں لے گیا۔ حتّٰی کہ آلِ رسُول میں بھی ابو الائمہ کے علاوہ آپ کے برابر ان علوم کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا۔ بڑے بڑے صحابہ اور نمایاں تابعین، اور عظیم القدر فقہاء آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے۔ آپ کو آنحضرتؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلایا تھا اور اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرا فرزند "باقر العلوم" ہوگا۔ علم کی گتھّیوں کو اس طرح سلجھائے گا کہ دُنیا حیران رہ جائے گی۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۱۵۷)۔ علاّمہ شیخ مفید اور علاّمہ شلبجی تحریر فرماتے ہیں کہ علمِ دین، علمِ سنن اور تفسیرِ قرآن و علم السیرت و علوم و فنوُن، ادب و غیرہ کے ذخیرے جس قدر امام باقرؑ سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسینؑ اور امام حسنؑ کی اولاد میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے، (کتاب الارشاد صفحہ ۲۸۶، نور الابصار صفحہ ۱۳۱، ارجح المطالب صفحہ ۴۴۷)۔ علاّمہ ابن حجر مکّی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ کے علمی فیوض و برکات اور کمالات و احسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہوگئی ہو، جس کا دماغ خراب ہو گیا ہو اور جس کی طینت و طبعیت فاسد ہو گئی ہو، کوئی شخص اِنکار نہیں کر سکتا۔ اِسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ "باقر العلوم" علم کے پھیلانے والے اور جامع العلوم ہیں۔ آپ ہی علوم و معارف میں شہرت عامہ حاصل کرنے اور اس کے مدارج بلند کرنے والے

ترجمہ، اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا۔ اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں (۲۲)
سورۃ یوسف

ہیں۔ آپ کا دل صاف، علم و عمل روشن وتابندہ، نفس پاک اور خلقت شریف تھی۔ آپ کے کل اوقات اطاعتِ خداوندی میں بسر ہوتے تھے۔ عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثار راسخ اور گہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے، جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اور عاجز و ماندہ ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ، آپ کے علوم و معارف آپ کے عبادات و ریاضات اور آپ کے ہدایات و کلمات اِس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصاء اس کتاب میں ناممکن ہے،(صوعق محرقہ صفحہ ۱۲۰)۔

آپ کے علمی ہدایات وارشادات بے شمار ہیں مگر کچھ کا ذکّر کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں جیساکہ علاّمہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابر جعفی کا بیان ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ "اے جابر میں دُنیا سے بالکل بے فکر ہوں، کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہو وہ دُنیا کو کچھ نہیں سمجھتا، اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا چھوڑی ہوئی سواری اُتارا ہوا کپڑا اور استعمال کی ہوئی عورت ہے۔ مومن دُنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور اُس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ مومن کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے۔ سُنو دُنیا ایک سرائے فانی ہے، اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ آج آئے اور کل گئے اور دُنیا ایک خواب ہے جو کمال کے مانند دیکھی جاتی ہے اور جب جاگ اُٹھے تو کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا تکّبر بہت بُری چیز ہے،

ترجمہ، اور جب وہ ان ان مقامات سے داخل ہوئے جہاں جہاں سے (داخل ہونے کے لیے) باپ نے ان سے کہا تھا تو وہ تدبیر خدا کے حکم کو ذرا بھی نہیں ٹال سکتی تھی ہاں وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی۔ اور بے شک وہ صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۶۸﴾ سورۃ یوسف

یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا، اُسی قدر اس کی عقل گھٹے گی۔ کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے۔ ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو۔ میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں۔ آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رُخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ سُستی اور زیادہ تیزی بُرائیوں کی کنجی ہے۔ خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ دُعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔ نیکی بہترین خیرات ہے۔ بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے، اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آے، یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو اور دوسروں کے چھوٹے عیوب اُسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے، صرف دُوسروں کو تعلیم دے۔ جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دُور رہے، وہ تمھارا بھائی اور دوست نہیں ہے (مطالب السوئل صفحہ ۲۷۲)"۔ علاّمہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ "جبکوئی نعمت ملے تو کہو "الحمدِللہ" اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" اور جب روزی تنگ ہو تو کہو "اَستغفراللہ" دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، جتنی محبّت تمھارے دل میں ہوگی، اتنی ہی تمھارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی۔ تین چیزیں

ترجمہ، ہم جس کے لیے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے ﴿۷٦﴾ سورۃ یوسف

خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں، (۱) اپنی رضا اپنی اطاعت میں، کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو، شاید اسی میں خدا کی رضا ہو، (۲) اپنی ناراضی اپنی معصیّت میں، کسی گناہ کو معمولی نہ جانو شاید خدا اسی سے ناراض ہوجائے، (۳) اپنی دوستی یا اپنے وَلی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو۔ (نورالابصار، صفحہ ۱۳۱، اتحاف صفحہ ۹۳)"۔ احادیث آئمہ میں ہے کہ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ " انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب وکتاب ہوگا۔ ایک نفع پہنچانے والا عالم سترّ ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔ عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا اُن عُلما پر رحم وکرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقویٰ کو فروغ دیتے ہیں۔ علم کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کو تعلیم دی جائے۔ قرآنِ مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔ بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اُسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں خاموش ہوجائے۔ علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاؤ۔ اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔ معلّم اور متعلّم کا ثواب برابر ہے۔ جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ علماء سے بحث کرے، جہلا پر رعب جما اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے۔ دینی

ترجمہ، اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو حکومت سے بہرہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت) میں اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو (۱۰۱)

سورۃ یوسف

راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنادو۔ ذاتِ الٰہی وہ ہے۔ جو عقلِ انسانی میں سما نہ سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے۔ اس کی ذات فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو، ورنہ حیران ہو جاؤ گے۔ اجل کی دو قسمیں ہیں ایک اجل محتوم، دوسرے اجل موقوف، دُوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں۔ زمین حجّت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔ اُمّت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے، جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔" اور جب امام محمد باقرؑ سے رُوح کی حقیقت اور ماہیّت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "رُوح ہوا کی مانند متحرّک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے۔ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے رُوح کہا جاتا ہے۔ یہ رُوح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔ رُوح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔ وہ ایسی لطیف شے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شے ہے۔ جو قالبِ کثیف میں پوشدہ ہے۔ اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو۔ ہوا بھرنے سے وہ پُھول جائے گی۔ لیکن اُس کے وزن میں اضافہ نہ ہو گا۔ رُوح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں

ترجمہ، اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم (خدا کے) رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہیں ﴿۴۳﴾ سورة الرعد

ہوتی۔ یہ نفخ صور کے وقت ہی فنا ہو گی۔"

اور جب آپ سے خداوند عالم کے صفات کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "وہ سمیع و بصیر ہے اور آلہ سمع و بصر سُنتا اور دیکھتا ہے۔" رئیس معتزلہ عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحال علیہ غضبی" سے کون سا غضب مراد ہے تو فرمایا "عقاب اور عذاب کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔" ابو خالد کابلی نے آپ سے پُوچھا کہ قول خدا "فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" میں نور سے کیا مرُاد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "واللہ النور الائمہ من آل محمدّ" خدا کی قسم نورُ سے ہم آلِ محمدؐ مرُاد ہے"۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ "یوم ندعوا کل اُناس باماھم" سے کون لوگ مرُاد ہیں تو آپ نے فرمایا "وہ رسُولؐ اللہ ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے، انھیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو اُنھیں دوست رکھے گا اور ان کی تصدیق کرے گا۔ وُہی نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنمّ میں جائے گا۔" ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے امام سے یہ سوال کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اور زیادہ استعمال حرام؟ آپ نے فرمایا کہ "وہ نہر طالوت کا پانی تھا۔ جس کا صرف ایک چلوّ پینا حلال تھا اور پھر پوُچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا؟ فرمایا "وہ جنابِ مریم کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا

ترجمہ، بھلا تم کو ان لوگوں (کے حالات) کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (یعنی) نوح اور عاد اور ثمود کی قوم۔ اور جو ان کے بعد تھے۔ جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں (جب) ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھ دیئے (کہ خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تو تمہاری رسالت کو تسلیم نہیں کرتے اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے قوی شک میں ہیں (۹) سورۃ ابراھیم

حلال تھا"۔ پھر پُوچھا کہ وہ کون سی شے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے اور بڑھتی نہیں ہے؟ فرمایا کہ "وہ عمر ہے۔"پُوچھا وہ کون سی""" شے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں ہے؟ فرمایا"وہ سمندر کا پانی ہے۔"پُوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی اور پھر نہ اڑی؟ فرمایا، "وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکمِ خدا سے اُڑکر بنی اسرائیل کے سروں پر آگیا تھا۔"پُوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچّی گواہی خدا نے جھوٹی قرار دی؟ فرمایا کہ "وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔"پُوچھا، بنی آدم کا ۱/۳ حصّہ کب ہلاک ہوا؟ فرمایا کہ "ایسا کبھی نہیں ہوا، تُم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱/۴ حصّہ کب ہلاک ہوا تو میں تمھیں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا، جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، کیونکہ اس وقت چار آدمی تھے، آدم، حوّا، ہابیل، قابیل۔"پُوچھا پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی؟ فرمایا کہ "جنابِ شیث سے جو قتلِ ہابیل کے بعد بطن حوّا سے پیدا ہوئے۔"

علاّمہ شبلی نعمانی اور علاّمہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ایک مدّت تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور انھیں سے فقہ و حدیث کے متعلّق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ سُنی دونوں نے مانا ہے کہ امام حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ہی کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے ان کے فرزند رشید حضرت جعفر صادق علیہ السّلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اُٹھایا، جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے،(سیرۃ النعمان و اعلام المو قنین جلد ۱ صفحہ ۹۳)۔ علاّمہ شبرادی شافعی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ نے امام حنیفہ سے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم قیاس کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہو کیا یہ سچ ہے؟، اُنھوں نے کہا میں بے شک قیاس کرتا ہوں اور اس کی وجہ حدیث و اخبار ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا

ترجمہ، جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور برائی ہے ﴿۲۷﴾

میں چند سوالات کرتاہوں تم قیاس کرکے جواب دو۔ انھوں نے کہا فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا قتل بڑا گناہ ہے کہ زنا؟ عرض کی قتل، فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ قتل میں صرف دو گواہ کافی ہیں اور زنا کی شہادت میں چار گواہ طلب ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے سکوت اختیار کیا اور اِصرار پر بولے مجھے علم نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، نماز کی عظمت زیادہ ہے یا روزہ کی، کہا نماز کی، کہا پھر کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت کو نماز کی قضا ضروری نہیں اور روزہ کی قضا لازمی ہے۔ اُنھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا بتاؤ۔ پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی، اُنھوں نے کہا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے اور وجہ یہ ہے کہ پیشاب کے بعد وُضو کیا جاتا ہے اور منی کے بعد غُسل واجب ہے۔ کہا مجھے علم نہیں۔ امام حنیفہ کا بیان ہے کہ ان سوالات کے بعد آپ دوسرے کاموں میں لگ گئے تو میں نے عرض کی اے فرزندِ رسُول ان سب مسائل کے بارے میں میری تشفی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اِس شرط سے بتاؤں گا کہ تم آئندہ قیاس کرنے سے باز رہنے کا وعدہ کرو۔ چنانچہ میں نے وعدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ سُنو (۱) قتل کرنے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے، اس لیے صرف دو گواہ کافی ہوتے ہیں۔ اور زنا میں دو شخص ہوتے ہیں اس لیے چار گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۲) حائضہ کو سال میں ایک ہی مرتبہ روزہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کی قضا آسان ہے اور نماز سے ہر ماہ سابقہ پڑتا ہے اس کی قضا مشکل ہے، اس لیے خدا نے یہ سُہولت دی ہے کہ روزہ کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہ کرے۔ (۳) پیشاب صرف مثانہ سے نِکلتا ہے، اور دن میں کئی مرتبہ نِکلتا ہے، اس میں غسل دشوار ہوتا ہے اور منی سارے جسم سے نکلتی ہے بلکہ یُوں سمجھو کہ ہر بُن موُ سے نکلتی ہے اور کبھی کبھی نکلتی ہے اس لیے غسل کرنا آسان ہوتا ہے۔ لٰہذا اِس کے محلّ

ترجمہ، کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہ حق ہے) جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا ہے۔ جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ تھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ﴿۱۰۷﴾ اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا ﴿۱۰۸﴾ اور وہ تھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور اس سے ان کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے ﴿۱۰۹﴾

اخراج کا لحاظ کرتے ہوئے غسل ضروری قرار دیا گیا ہے۔ امام ابُو حنیفہ کی پُوری طرح جواب سے تسلی ہو گئی ،(اتحاف صفحہ ۸۸، طبع مصر)۔ علاّمہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ علاء بن عمر بن عبید نے حضرت امام باقرؑ سے پُوچھا کہ "ان السمٰوٰت والارض کی نتار تقافقتنا ھما" کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا آسمان و زمین دونوں (اپنی فیض رسانی سے) بند تھے پھر خدا نے انھیں کھول دیا، یعنی آسمان سے پانی پر سنے لگا اور زمین سے دانا اُگنے لگا (نور الابصار صفحہ ۱۳۰، اتحاف صفحہ ۵۳، کشف الغمد صفحہ ۵۴)۔ علاّمہ جامی لکھتے ہیں کہ انسانوں کی طرح آپ سے جن بھی علمی فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن بارہ اجنبی اشخاص کو آپ کے پاس دیکھ کر پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، امام محمدّ باقرؑ نے فرمایا یہ جن ہیں میرے پاس مسائلِ شرعیہ پُوچھنے آتے ہیں، (شواہد النبوت صفحہ ۱۸۲)۔

امام محمد باقرؑ کے بعض کرامات جو مورخیں نے تاریخ کی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند لکھے جاتے ہیں۔(۱)، علاّمہ جامیؒ کے مطابق آپ کسی سفر پر تھے تو راستہ میں ایک بھیڑیا بر آمد ہوا اور آپ سے گفتگو کی اور کہا کہ اس کی مادہ کو سخت دردِ زہ عارض ہے جس پر آپ نے دُعا فرمائی تو اس نے مزید درخواست کی کہ آپ یہ بھی دُعا کیجیے کہ میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے شیعوں پر غلبہ و تسلط نہ حاصل ہو، (تاریخ میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں جناب یقوبؑ کا بھی بھیڑیوں سے گفتگو کرنا ملتا ہے)۔(۲)، ایک شب ایک شخص شدید بارش میں آپ کے گھر کے باہر خاموش کھڑا ہوا اور سوچنے لگا کہ آپ کے دروازے پر دستک دے یا نہیں تو اُس دوران آپ نے لونڈی کو اس شخص کا نام بتا کر گھر میں بُلوایا۔(۳)، ایک دفعہ ایک شخص رنجیدہ تھا اور اپنا مذہب کو تبدیل کرنے کے بارے میں سوُچ ہی رہا تھا کہ امام باقرؑ اس کے گھر تشریف لے گئے

ترجمہ، (وہاں) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت (یعنی نبوت یا نعمت ولایت) دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا تھا (۶۵) سورۃ الکھف

اور کہا کہ کسی مذہب پر مت جاؤ، کوئی مذہب دُرست نہیں ہے، آؤ میرے ساتھ چلو یہ کہہ کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ (۴)، ایک دفعہ کسی نے آپ سے معلوم کیا کہ خدا کی نظروں میں کسی مومن کا کیا حق ہے تو آپ نے اسی وقت ایک درخت کو حکم دیا کہ چلا آ اور وہ درخت مقام سے روانہ ہو گیا پھر آپ نے واپس جانے کا حکم دیا۔ (۵)، ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ دیوار ہماری نظروں کے درمیان حائل نہیں ہوتی، (٦)، ایک شخص نے جب اپنے بالوں کو شکایت کی تو آپ نے اپنے ہاتھ مس کیا تو اُس کے بال سیاہ ہو گئے۔ (۷)، آپ ایک دفعہ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے تو منصور دوانقی اور داؤد بن سلیمان مسجد آئے تو آپ نے منصور کو اس کو عنقریب بادشاہِ وقت ہونے کی خبر دی اور چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ (۸)، ابو بصیر نے جب آنکھیں جانے کی وجہ سے آپ سے روشنی پلٹانے کی درخواست کی تو آپ نے اپنے ہاتھ پھیر کر اُنھیں بینا بنا دیا۔ (۹)، ایک کوفی نے آپ سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کے تابع فرشتے ہیں تو آپ نے پُوچھا تو کیا کام کرتا ہے تو اُس سے کہا گندم فروشی، آپ نے فرمایا غلط ہے، پھر اُس نے کہا کبھی کبھی جو بھی بیچتا ہوں۔ فرمایا یہ بھی غلط ہے، تو جب خرمے بیچتا ہے۔ اُس نے کہا کہ آپ سے یہ کس بتایا ہے۔ امام نے فرمایا اسی فرشتے نے جو میرے پاس آتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تو فلاں بیماری میں تین دن کے اندر وفات کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۱۰)، راوی کہتا ہے کہ ایک دفعہ آپ بزبان سریانی مناجات پڑھ رہے ہیں۔ میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ فلاں نبی کی مناجات ہے۔ (۱۱)، روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ سے اہلِ مدینہ کو آگاہ کیا کہ آئیندہ سال یہاں نافع بن ارزق چار ہزار جرار سپاہی لے کر آئے گا اور تین شبانہ روز شدید مقابلہ و مقاتلہ کرے گا اور تم اپنا تحفّظ نہ کر سکو گے۔ سُنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ہو کے رہے گا۔ چنانچہ آئیندہ سال وہی

ترجمہ، تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمان کو سمجھا دیا۔ اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت ونبوت) اور علم بخشا تھا۔ اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کا مسخر کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (مسخر کر دیا تھا اور ہم ہی ایسا) کرنے والے تھے ﴿۷۹﴾ سورة الأنبياء

ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔(۱۲)، زید بن عازم کا بیان ہے کہ ایک دن زید شہید آپ کے سامنے سے گزُرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ضرور کوُفہ میں خروج کریں گے اور قتل ہوں گے اوران کا سر دیار بدیار پھرایا جائے گا، چنانچہ وہی کچھ ہوا(شواہدالنبوت صفحہ ۱۸۵،نورالابصار صفحہ ۱۳۰)۔الغرض، ایک روایت کے مطابق آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مار کر رونے لگ، میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں، آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں۔ارشادہ کیا، اے افلح شاید خدا بھی انھیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اور میری بخشش کا سہارا ہو جائے۔اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب سراُٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے تر تھی۔(مطالب السّئول صفحہ۲۷۱)۔

امام محمد باقرؑ اپنے آباؤاجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے، رات اور دن نماز و روزہ میں گزُارتے تھے۔آپ کی زندگی زاہدانہ تھی، بوریئے پر بیٹھے تھے۔ہدایا جو آتے تھے اُسے فقراء و مساکین پر تقسیم کردیتے تھے۔غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔تواضع اور فروتنی، صبر و شُکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے۔آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی۔آپ فقیروں کی بڑی عزّت کرتے تھے اور اُنھیں اچھے نام سے یاد کرتے تھے، (کشف الغمہ صفحہ ۹۵)۔

ہشام بن عبدالملک جو کہ آلِ محمدؐ کا دشمن تھا اسی کے دُور میں جناب زید شہید کو نہایت بُری طرح قتل کیا گیا اور اسی نے فرزوق جو کہ شاعر امام زین العابدینؑ تھے امام کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قید کیا تھا۔تختِ سلطنت پر بیٹھنے کے بعد جب حج کے لیے گیا تو وہاں پر امام محمد باقرؑ کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پند و نصائح سے بہرہ ور کر رہے ہیں تو

اس کی دُشمنی کی وجہ سے اس نے سوچا کہ انھیں ذلیل کیا جائے تو اس نے ایک شخص کو امام کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کھائیں اور پئیں گے۔ امام علیہ السّلام نے اس کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جہاں حشر و نشر ہوگا وہاں میوے دار درخت ہوں گے، وہ لوگ انھیں چیزوں کو استعمال کریں گے۔ بادشاہ نے جواب سُن کر کہا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشر میں لوگ مصیبتوں اور اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟ جس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے قرآن بھی پڑھا ہے یا نہیں، قرآن میں یہ نہیں ہے کہ "جہنم کے لوگ جنّت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دے دو کہ پی اور کھا لیں، اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنّت کی نعمتیں حرام ہیں"۔ تو جب جہنّم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بُھولیں گے تو حشر و نشر میں کیسے بُھول جائیں گے جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی، اور وہ اُمید و بیم اور جنّت و دوزخ کے درمیان ہوں گے۔ یہ سُن کر ہشام شرمندہ ہو گیا۔ (ارشاد مفید، صفحہ ۴۰۸، تاریخ آئمہ صفحہ ۴۱۴)۔ ایک روایت کے مطابق ہشام بن عبدالملک جب حجِ بیت اللہ کے لیے گیا تو وہاں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ بھی موجود تھے اور امام جعفرؑ نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ "ہم ہی رُوئے زمین پر خدا کے خلیفہ اور اس کی حجت ہیں، ہمارا دُشمن جہنّم میں جائے گا اور ہمارا دوست نعماتِ جنّت سے متنعم ہوگا"۔ اس خطبہ کے وقت ہشام خاموش رہا اور دمشق پہنچنے کے بعد والیِ مدینہ کو فرمان بھیجا کہ محمد بن علی اور جعفر بن محمد کو میرے پاس بھیج دو، چنانچہ آپ حضراتؑ دمشق پہنچے تو ہشام نے تین روز تک ملاقات نہ کی اور چوتھے روز آپ کو بُلوا بھیجا اور

ترجمہ، اور یہ بھی غرض ہے کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ وہ (یعنی وحی) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل خدا کے آگے عاجزی کریں۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں خدا ان کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے ﴿۵۴﴾ سورۃ الحج

کہا کہ آپ ہمارے تیر اندازوں کی طرح آپ بھی تیر اندازی کریں۔ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں مجھے اس سے مُعاف رکھ، لیکن بادشاہ راضی نہ ہوا اور ایک تیر کمان آپ کو دیا تو آپ نے ٹھیک نشانے پر تیر لگائے، تو ہشام یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تو امام نے فرمایا، اے بادشاہ ہم معدنِ رسالت ہیں۔ ہمارا مقابلہ کسی امر میں کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر ہشام کو غصّہ آگیا اور بُولا کہ آپ لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ آپ کے دادا علی بن ابو طالب نے غیب کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا، بادشاہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور حضرت علیؑ امام مبین تھے۔ اُنھیں کیا نہیں معلوم تھا (جلاء العیون)۔ ثقتہ الاسلام علاّمہ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ ہشام نے اہلِ دربار کو حکم دیا تھا کہ میں محمد بن علی (امام باقرؑ) کو سرِ دربار ذلیل کروں گا۔ تم لوگ یہ کرنا کہ جب میں خاموش ہو جاؤں تو اُنھیں کلمات ناسزا کہنا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آخر میں حضرت نے فرمایا۔ بادشاہ، یاد رکھ ہم ذلیل کرنے سے ذلیل نہیں ہو سکتے، خداوندِ عالم نے ہمیں جو عزّت دی ہے، اُس میں ہم منفرد ہیں۔ یاد رکھ عاقبت کی شاہی متّقین کے لیے ہے۔ یہ سُن کر ہشام نے آپ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ قید خانہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے قیدیوں کے سامنے ایک تقریر کی جس کے نتیجہ میں قید خانہ کے اندر کہرامِ عظیم برپا ہو گیا تو ہشام ڈر گیا اور آپ کے رہائی کا حکم دیا اور آپ کو مدینہ کی طرف بغیر کے سامان کے روانہ کر دیا تو آپ تین روز کے بُھوکے پیاسے داخلِ مدینہ ہوئے تو ہشام کے حکم پر بازار بند ہو گئے اور آپ کو کسی قسم کا کھانے پینے کا سامان نہ دیا گیا تو آپ یہ حال دیکھ کر اس مقام پر گئے جہاں حضرت شعیبؑ نبی نے کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کی بددعا کی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر لوگ خوف زدہ ہو گئے اور آپ کو بر خوف حکمِ ہشام غذا کا سامان مہیا کیا تو والیِ مدینہ ابراہیم بن عبد

ترجمہ، اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر نیک (جاری) کر ﴿۸۴﴾ اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں کر ﴿۸۵﴾ اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے ﴿۸۶﴾ اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے مجھے رسوانہ کیجیو ﴿۸۷﴾ سورۃ الشعراء

الملک نے اس واقعہ کے بعد ہشام کو مشورہ دیا کہ امام محمد باقرؑ کو زہر سے شہید کر دے۔(جلاالعیون، صفحہ ۲۶۲)۔ علاّمہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ قید خانۂ دمشق سے رہا ہو کر مدینہ واپسی پر آپ کی نظر ایک مجمع کثیر پر پڑی تو معلوم کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ یہاں پر ایک نہایت ضعیف نصارٰی راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے اور آج اس کے نکلنے کا دن ہے۔ امام محمد باقرؑ بھی اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ راہب باہر آیا تو مجمع پر نظر دوڑائی تو امام سے مخاطب ہوا کہ (۱) کیا آپ ہم میں سے ہیں؟ فرمایا نہیں، میں اُمّتِ محمدّیہ سے ہوں۔ (۲) آپ علماء سے ہیں یا جہلا سے؟ فرمایا، میں جاہل نہیں ہوں۔ (۳) آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں؟ فرمایا نہیں، (۴) جب آپ عالموں میں سے ہیں کیا میں آپ سے کچھ پُوچھ سکتا ہوں؟ فرمایا ضرور پُوچھیے۔ یہ سُن کر راہب نے سوال کیا(۱)، شب و روز میں وہ کونسا وقت ہے جس کا شُمار نہ دن میں ہو، نہ رات میں۔ فرمایا وہ سُورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے۔ جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں ہوتا۔ وہ وقت جنّت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ دَرد کو سکون ہوتا ہے۔ جو رات بھر نہ سو سکے اُسے نیند آتی ہے۔ یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے۔ (۲) آپ کا عقیدہ ہے کہ جنّت میں پیشاب و پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی کیا؟ دُنیا میں اس کی کوئی مثال ہے؟ فرمایا بطنِ مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔ (۳) مُسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہوگا اس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایا "ہاں "ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جائیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی۔ (۴) وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دُوسرے کی ڈیڑھ سو سال کی؟ فرمایا "عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں" یہ

ترجمہ، اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ﴿۱۵﴾ سورۃ النمل

دونوں دُنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے۔ پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا نے عزیر ہی کو مار ڈالا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔ یہ سُن کر راہب نے اپنے ماننے والوں سے کہا کہ جب تک یہ شخص شام کے حُدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دُوں گا۔ سب کو چاہیے کہ اسی عالمِ زمانہ سے سوال کرے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۶۱، طبع ایران سنہ ۱۳۰۱ ہجری)۔

دشمنِ آلِ محمدؐ نے دیدہ و دانستہ آلِ محمدؐ کو نظر انداز کیا تھا لیکن کٹھن مواقع پر اہم مراحل کے لیے ان کی مشکل کشائی کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا۔ علاّمہ مجلسیؒ سے روایت ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں شام و عراق کے آنے والے حجاج کو مکّہ کے راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے سخت مصیبت کا سامنا ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے حجاج اس منزل کی بے آبی کی وجہ سے اپنے ساتھ کچھ انتظامات کرتے تھے مگر پھر بھی انتظامات ناکافی ثابت ہو جاتے تھے اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے جان بحق ہو جاتے تھے۔ آخر کار حجاز کی اس ناقابلِ برداشت مُصیبت پر سلطنتِ ہشام نے ایک کنویں کی تعمیر کا اہتمام کیا اور کام کرنے والے مزدوروں کی ایک بڑی جماعت کو اُس مقام پر بھیجا۔ کیونکہ وہاں کی زمین حجاز کی تمام زمینوں سے زیادہ سنگلاخ تھی اور عرب کی گرمی میں پانی نکالنا آسان نہ تھا مگر خدا خدا کرکے سطحِ آب کے قریب پہنچے تو یکایک وہاں ایک سُوراخ پیدا ہو گیا جس سے نہایت گرم اور جُھلسا دینے والی ہوا نکلی جس نے دو تہائی مزدوروں کو ہلاک کر دیا جس کی وجہ سے کام بند کرکے ہشام کو اطلاع کرنا پڑا۔ بادشاہ نے ہر مکتبِ خیال کے رہنماؤں کو جمع کرکے مشکل کشائی کی خواہش کی مگر کوئی

ترجمہ، اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھرپور (جوان) ہو گئے تو ہم نے اُن کو حکمت اور علم عنایت کیا۔
اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۴﴾ سورۃ القصص

نتیجہ پر نہ پہنچا۔ تو ہشام نے امام محمد باقرؑ سے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ جگہ دیکھوں گا اور موقع پر پہنچ کر فرمایا۔ اے بادشاہ قوم عاد میں سے جو اہل احقاف تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، یہ جگہ انھیں کے معذب ہونے کی ہے اور یہ ریحِ عقیم جو زمین کے ساتویں طبقے سے نکل رہی ہے یہ کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گی، لہٰذا اِس جگہ کو فوراً بند کرادے اور فلاں مقام پر کنواں کھدوادو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لوگوں کی جانیں بھی بچ گئیں اور کنواں بھی تیّار ہو گیا (حیواۃ القلوب جلد ۲، مجمع البحرین صفحہ ۵۷۷، ماثر باقریہ صفحہ ۲۲)۔ رُسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ "ان مقامات سے جلد دُور بھاگو جو معذوب ہو چکے ہیں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی متاثر ہو جاؤ"، (مقدمہ ابنِ خلدون صفحہ ۱۲۵ طبع مصر)۔

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض و برکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے لیکن اِس کے باوجود ہشام بن عبد الملک کے حکم سے ابراہیم بن ولید والیِ مدینہ نے آپ کو زہر کے ذریعہ سے شہید کرادیا اور بتاریخ ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ ہجری یوم دوشنبہ مدینہ منوّرہ میں آپ کا انتقال ہوا اور اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ شہادت سے قبل آپ نے امام جعفر صادق سے بہت سی چیزوں کے متعلّق وصیّت فرمائی اور کہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والد ماجد کی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے جلد بُلا رہے ہیں۔ علاّمہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ ۸۰۰ درھم میری عزاداری اور میرے ماتم پر صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ ۱۰ سال تک منیٰ میں بزمانہ حج میری مظلومیّت کا ماتم کیا جائے۔ آپ نے غسل و کفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی اور یہ بھی کہا کہ میرے بندھ کفن قبر میں کھول دینا اور میری قبر چار اُنگل سے

ترجمہ، اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے (خدا سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ (انہوں نے لاٹھی ماری) تو پھر اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر (کے پانی پی) لیا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) خدا کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی کھاؤ اور پیو، مگر زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا ﴿٦٠﴾

زیادہ اُونچی نہ کرنا۔ آپ کو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی چار بیویاں تھیں اور اُنھیں سے اولاد ہوئیں۔ اُمِّ فروہ، اُمِّ حکیم، لیلیٰ اور ایک اور بیوی اُمِّ فروہ بیت قاسم بن محمد بن ابی بکر، جن سے حضرت امام جعفر صادقؑ اور عبداللہ افطح پیدا ہوئے۔ اور اُمِّ حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم و عبداللہ اور لیلیٰ سے علی اور زینب پیدا ہوئے۔ اور چوتھی بیوی سے اُمِّ سلمیٰ متولہ ہوئی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقرؑ کی نسل صرف امام جعفر صادقؑ سے بڑھی ہے اُن کے علاوہ کسی کی اولاد زندہ اور باقی نہیں رہی۔

ترجمہ، خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ﴿۱۸﴾ سورۃ آل عمران

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/urdu/tid/

”حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا پھر طائف کا رخ کیا اور اس کا آٹھ یا سات دن محاصرہ کئے رکھا پھر صبح یا شام کے وقت اس میں داخل ہو گئے پھر پڑاؤ کیا پھر ہجرت فرمائی اور فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تمہارے لئے تم سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا اور بے شک میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض ہو گا۔۔۔ الحدیث۔“ اِس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 3: خرجه الحاکم في المستدرك، 2 / 131، الرقم: 2559)

"اہل بیت کی محبت سے میری محبت نصیب ہوتی ہے اور میری محبت سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔" (حاکم، المستدرك، 3: 181، رقم: 4776)

اللہ رب العزت ہمیں اہل بیت اطہار کی محبت و تمسک عطا فرمائے، اُن کے طفیل آقا علیہ السلام کی محبت تک پہنچائے اور آقا علیہ السلام کی محبت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

”حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں. ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ کہ یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔“ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 2: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5 / 181، الرقم: 21618، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 162)

آقاؐ نے فرمایا: یعنی اللہ سے محبت کرو اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم پر شفقت، بے حساب رحمت، کرم اور لطف و عطاء فرماتا ہے۔ صبح و شام تم اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سمندروں میں غوطہ زن رہتے ہو، تم پر اللہ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش رہتی ہے، اِس کی وجہ سے اللہ سے محبت کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو۔ اور پھر مزید فرمایا کہ "میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو"۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، 5: 664، رقم: 3789)

صحابہ کرام کے پوچھنے پر آقا علیہ السلام نے امت پر واضح فرمادیا کہ ان پر کن کن کی مؤدت اور محبت واجب و فرض ہے۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم ''۔"

(احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، 2: 669، رقم: 1141)

''اے اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، جسے اس نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے اور آپ کے لیے یہ عظیم مرتبہ ہی کافی ہے کہ آپ وہ ہستیاں ہیں کہ جو شخص آپ پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی''۔

(ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، 1/ 67)

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہمیں محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 14: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 2/ 360، الرقم: 2230، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9/ 172)

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل بیت مصطفی ﷺ کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 19: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس۔ 2/ 142۔ الرقم: 2721)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آخری چیز جو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 59: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4/ 157، الرقم: 3860، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9/ 163)

''حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کو نصیب ہو جائیں تو وہ آخرت کے عمل کا تارک نہیں ہو سکتا (اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں): نیک بیوی، نیک اولاد، لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت اور اپنے ملک میں روزگار اور آل محمد ﷺ کی محبت۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 20: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس۔ 2/ 196۔ الرقم: 2974)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

حضرت امامِ جعفر صادق علیہ السّلام، پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چھٹے جانشین اور سلسلہ عصمت کی آٹھویں کڑی ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقرؑ تھے اور والدہ ماجدہ جنابِ اُمِّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ آپ اپنے آبا و اجداد کی طرح امام منصوص، معصُوم، اَعلمِ زمانہ، اور افضل و اکمل کائنات، سادات اہلبیتؑ سے تھے اور آپ مختلف قسم کے علُوم سے بھرپُور تھے۔ آپ ہی سے قرآن مجید کے معانی کے چشمے پُھوٹتے رہے رہیں آپ کے بحرِ علم سے علوم کے موتی رولے جاتے تھے اور آپ ہی سے علمی عجائب و کمالات کا ظہور وانکشاف ہوا ہے۔ اپنے باپ کے خلیفہ اور وصی قرار پائے اور آپ نے ابتدائ عمر سے آخر عمر تک کوئی گناہ نہیں کیا۔ امام جعفرؑ خود ارشاد فرماتے ہیں "ہم ہیں وحی خدا کے ترجمان، ہم ہیں علمِ خدا کے خزینہ دار اور ہم ہی لوگ معصُوم ہیں۔ خدا نے ہماری اِطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری معصیّت سے دُنیا والوں کو روکا ہے"۔

امام جعفر صادقؑ بتاریخ ۱۷ ربیع الاوّل سنہ ۸۳ ہجری مطابق سنہ ۷۰۲ء، یومِ دو شنبہ مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے اس وقت عبدالملک بن مروان بادشاہ تھا اور آپ کی زندگی میں پھر باشادہِ وقت ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید بن عبدالملک، یزید الناقص، ابراہیم ابنِ ولید، اور مروان الحمار، علی التّرتیب خلیفہ مقرّر ہوئے۔ مروان الحمار کے بعد سلطنتِ بنی اُمیّہ کا چراغ گل ہو گیا اور بنی عباس نے حکومت پر قبضہ کر لیا، بنی عباس کا پہلا بادشاہ ابوالعباس، سفاح اور دوسرا منصور دوانقی ہوا۔ ولادت کے بعد آپ

ترجمہ، اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔ تو (کہہ دو کہ لوگو) اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو۔ یہی سیدھا رستہ ہے (۶۱) سورۃ الزخرف

نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا اور آپ بھی ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ کو خداوندِ عالم نے بڑی عزّت دے رکھی ہے اور روایت ہے کہ اس تاریخ کو روزہ رکھنا ایک سال کے روزہ کے برابر ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی جعفر، آپ کی کنیت ابُو عبداللہ ابواسمٰعیل اور القاب، صادق، صابر، فاضل اور طاہر وغیرہ ہیں اور آنحضرتؐ نے اپنی ظاہری زندگی میں امام جعفرؑ کو لقب صادق سے موسوم فرمایا اور اسمِ "جعفر" کے مطابق علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک شیریں نہر ہے اسی کی مناسبت سے آپ کا یہ لقب رکھا گیا ہے چونکہ آپ کے فیضِ عام نہر جاری کی طرح تھا، اِسی لیے اس لقب سے مُلقب ہوئے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرا یہ فرزندان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود سے خدا نے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور یہی میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔ بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہہ اور حافظ تھے امام مالک اور امام ابُو حنیفہ کے شیخ ہیں مگر امام بخاری کو معلوم نہیں کیا ہوا تھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام جعفر صادقؑ سے کوئی روایت نہیں لی جبکہ انھوں نے کئی خوراج سے تو روایت کی مگر امام جعفر صادقؑ سے جو ابن رسُولؐ اللہ اور جن کا سچ کی وجہ سے "صادق" کا لقب تھا مگر اُن سے بخاری نے روایت کرنے میں شُبہ کرتے ہیں۔ ان کے برعکس آئمہ میں سے ایک جماعت مثل علاّمہ ابن حجر مّکی اور علاّمہ شبلنجی رقمطراز، یحیٰی بن سعید ابنِ جریح، امام مالک، امام سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، امام ابو حنیفہ، ایوب سبحسانی نے آپ سے حدیث اخذ کی ہے۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ امام جعفر صادقؑ ایسے شخصوں (کی نسبت ہیں جن کے لیے) کچھ تحقیق اور استفسار کی

ترجمہ، جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کرے گا۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔ اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہے۔ اور شہد مصفا کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی حلاوت ہے) اور (وہاں) ان کے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے۔ (کیا یہ پرہیز گار) ان کی طرح (ہو سکتے) ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا ﴿۱۵﴾ سورۃ محمد

ضرورت ہی نہیں۔ آپ ریاست کی طلب سے بے نیاز تھے اور ہمیشہ عبادت گزاری میں بسر کرتے رہے، عمرابنِ مقدام کا کہنا ہے کہ جب میں امام جعفر صادقؑ کو دیکھتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ یہ جوہر رسالتؐ کی اصل بنیاد ہیں (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰، نورالابصار صفحہ ۱۳۱، حلیتہ الابرار تاریخ آئمہ صفحہ ۴۳۳)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے بے شمار علمی مناظرے فرمائے ہیں، آپ نے دہریوں، قدریوں، کافروں اور یہودیوں اور نصاریوں کو ہمیشہ شکست فاش دی ہے اور کبھی بھی آپ پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکا۔ عہدِ الملک ابن مروان میں ایک قدریہ مذہب کا ایک شخص اس کے دربار میں آکر علماء سے مناظرہ کیا تو علماء نے اُس سے کافی زور آزمائی کی مگر وہ میدانِ مناظرہ نہ حاصل کر سکے تو جب عبدالملک نے اسلام کی شکست ہوتے ہوئے دیکھا تو امام محمد باقرؑ کو خط لکھا تو امام محمد باقرؑ نے اپنے فرزند امام جعفر صادقؑ کو مناظرہ کے لیے بھیجا تو بادشاہ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ آپ ابھی کم سن ہیں اور دوبارہ شکست نہ ہو جائے اس لیے مناظرہ ختم کرنے کا ارادہ کیا تو امام جعفرؑ نے فرمایا کہ گھبرا نہیں، اگر خدا نے چاہا تو میں کچھ ہی دیر میں مناظرہ ختم کر دُونگا۔ الغرض مناظرہ شروع ہوا اور حضرت نے اُس سے پہل کرنے کو کہا۔ چونکہ قدریوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ ہی سب کچھ ہے، خدا کو بندوں کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں اور نہ خدا کچھ کر سکتا ہے تو امام جعفر صادقؑ نے اُس کے اس اعتقاد کے جواب میں اس سے "سورۂ حمد" پڑھنے کو کہا اور جب وہ "ایاک نعبد وایاک نستعین" پر پہنچا جس کا ترجمہ ہے کہ "میں صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں" تو آپ نے کہا ٹھہر جاؤ اور اس سے پوچھا کہ اگر تمھارے اعتقاد کے مطابق خدا کا تمھارے کسی معاملہ میں کچھ دخل دینے کا حق نہیں تو پھر تم اس سے مدد کیوں مانگتے ہو؟ یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا اور مناظرہ برخواست ہو گیا۔

ترجمہ، (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (۴)
سورۃ الفاتحۃ

اسیطرح کا واقعہ ہے کہ کسی دہریہ شخص نے آپ سے کہا کہ کیا آپ خدا کا تعارف کروا سکتے ہیں تو آپ نے ایک طاؤس کے انڈا لے کر اس سے فرمایا کہ اس کی ساخت اور اندر کی زردی اور سفیدی پر غور کرو اور توجہ دو کہ اس میں رنگ برنگ کے طائر کیوں کر پیدا ہو جاتے ہیں کیا تمھاری عقلِ سلیم اِس کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس انڈے کا اچھوتے انداز میں بنانے والا اور اس سے پیدا کرنے والا کوئی ہے۔ اس شخص نے یہ سوال بھی کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا ساری دُنیا کو ایک انڈے میں سمودے اور نہ انڈا بڑھے نہ دُنیا گھٹے تو آپ نے جواب دیا بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے کہا کوئی مثال؟ فرمایا مثال کے لیے مرُدمک چشم آنکھ کی چھوٹی پتلی کافی ہے۔ اس میں ساری دُنیا سما جاتی ہے، نہ پتلی بڑھتی ہے نہ دُنیا گھٹتی ہے۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا اور دہریت سے باز آیا۔ ایک شخص نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکیم بن عیاش کلبی آپ لوگوں کی ہجو کیا کرتا ہے تو آپ سے فرمایا کہ وہ کیا کہتا ہے تو پتہ چلنے پر آپ نے دُعا کی اگر حکیم کلبی جھوٹا ہے تو اس پر اپنی مخلوق میں سے کسی درندے کو مسلّط فرما۔ چنانچہ اُن کی دُعا قبول ہوئی اور حکیم کلبی کو راہ میں شیر نے ہلاک کر دیا۔ اسی طرح کا علاّمہ ابنِ حجرّ مکی لکھتے آپ نے حج کے دوران خدا سے دُعا کی تو خدا نے بلا فصل انگور اور دو بہترین ردائیں بھجوائیں تو انگور کو آپ نے خود بھی کھایا اور لوگوں کو بھی کھلایا اور ردائیں ایک سائل کو دے دیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعث بن سعد حج کے دوران نماز عصر کے بعد کوہٗ ابو قبیس پر گئے تو دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ نماز میں مشغول ہیں، پھر نماز کے بعد سجدہ میں گئے اور یارب یارب، یاحّی یاحّی، یارحیم یارحیم اور یاارحم الراحمین کہہ کر چُپ ہو گئے پھر دُعا کی کہ خدایا مجھے انگور چاہیے اور میری ردا بوسیدہ ہو گئی ہے، دو ردائیں درکار

ترجمہ، تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اسے اچھی طرح پرورش کیا اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے وہ بولیں خدا کے ہاں سے (آتا ہے) بیشک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے ﴿۳۷﴾

سورۃ آل عمران

ہیں۔ ابھی یہ دُعا ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک تازہ انگوروں سے بھری ہوئی زنبیل آموجود ہوئی اور اس پر دو بہترین چادریں رکھی ہوئی تھیں تو میں نے بھی درخواست کی کہ مجھے بھی انگور کھلائیے تو ہم نے انگور کھایا اور دونوں پہاڑ سے اُتر کر مقام سعی کی طرف گئے تو راستے میں ایک سائل کو آپ نے ایک چادر دے دی۔

فرزندِ رسُول حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام جو عالمِ علمِ لدّنی تھے، آپ کے فیض صحبت سے اربابِ عقل نے علوم حاصل کئے اور آپ کی کنیز حسُینیہ کا ذکر تاریخ میں موجود ہے جس نے بادشاہ کے دربار میں چالیس علماءِ اسلام کو چُپ کرایا اور آپ ہی کے فیض صحبت سے جنابِ نعمان بن ثابت جو کہ عجمی النسل سے تھے انہوں نے علمی مدارج حاصل کئے تھے اور عہد ہارون الرشید عباسی میں کافی عروج حاصل ہوا اور ہشام بن عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں "امام اعظم" کا خطاب ملا جبکہ اُنھوں نے جناب زید شہید کی بیعت کی اور حکومت کی مخالفت کر کے موافقت کی تھی۔ اسیطرح جناب امام اُبو حنیفہ حضرت محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے شاگروں میں سے تھے اور امام ابو حنیفہ نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے فقہ و حدیث سے متعلق بہت فیض اُٹھایا جس کا ذکر تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور تمام حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلِ بیت کے گھر سے نکلے ہیں کیونکہ گھر والے ہی گھر کی تمام چیزوں سے واقف ہوتے ہیں۔ جنابِ ابوُحنیفہ اکثر امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور امام جعفرؑ ان کا امتحان لے کر اُنھیں فائدہ پہنچادیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے جناب اُبو حنیفہ سے پوچھا کہ اے اُبو حنیفہ میں نے سنا ہے کہ تم مسائل دینیہ میں "قیاس" سے کام لیا کرتے ہو؟ عرض کی "جی ہاں"

ترجمہ، اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے یہاں تک کہ (سب کچھ سنتے ہیں لیکن) جب تمہارے پاس سے نکل کر چلے جاتے ہیں تو جن لوگوں کو علم (دین) دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ (بھلا) انہوں نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا رکھی ہے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں (۱۶) سورۃ محمد

جس پر امام جعفرؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو کیونکہ "اوّل من قیاس ابلیس" دین میں قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے اور اسی نے قیاس کی پہل کی ہے۔ایک دفعہ آپ نے پوچھا کہ اے ابُو حنیفہ یہ کہ خداوند عالم نے، آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں تلخی، ناک کے نتھنوں میں رطوبت اور لبوں میں شیرینی کیوں پیدا کی؟ اُنھوں نے کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ سنو، آنکھیں چربی کا ڈھیلا ہیں، اگر ان میں شوریت اور نمکینی نہ ہوتی تو پگھل جاتیں، کانوں میں تلخی اس لیے ہے کہ کیڑے مکوڑے نہ گھُس جائیں۔ناک میں رطوبت اِس لیے ہے کہ سانس کی آمدورفت میں سہولت ہو اور خوشبُو اور بدبُو محسوس ہو، لبوں میں شیرینی اِس لیے ہے کہ کھانے پینے میں لذّت آئے۔پھر آپ نے پوُچھا وہ کونسا کلمہ ہے جس کا پہلا حصّہ کفُر اور دوسرا ایمان ہے، امام حنیفہ نے کہا کہ نہیں معلوم، تو آپ نے فرمایا کہ وہ وہی کلمہ ہے جو تم رات دن پڑھا کرتے ہو یعنی "لاالہ" کفر اور "اِلااللہ" ایمان ہے۔پھر آپ نے پُوچھا کہ عورت کمزور ہے یا مرد اور حالتِ حمل میں عورت کو خون حیض کیوں نہیں آتا جس پر امام ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ تو معلوم ہے کہ عورت کمزور ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ حمل میں خون حیض کیوں نہیں آتا۔آپ نے فرمایا کہ اچھا عورت کمزور ہے تو کیا وجہ ہے کہ میراث میں اس کو ایک حصّہ اور مرد کو دو حصّہ دیا جاتا ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا کہ عورت کا نفقہ مرد پر ہے اور حصولِ آزوقہ اسی کے ذمہّ ہے اس لیے اُسے دوہرا دیا گیا، اور عورت کا عالمِ حمل میں خون حیض اس لیے نہیں آتا کہ وہ بچے کے پیٹ میں داخل ہو کر غذا بن جاتا ہے۔اسیطرح ابنِ خدکان لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے جناب ابوُ حنیفہ سے پوُچھا کہ تم اُس مجرم کے باب میں کیا فتوٰی دیتے ہو جس نے حج کے لیے احرام باندھنے کے بعد ہرن کے وہ دانت توڑ ڈالے ہوں جن کو رُباعی کہتے ہیں۔عرض

ترجمہ، اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطا کیں۔تو انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔بے شک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے فیصلہ کرے گا (۱۷) سورۃ الجاثیۃ

کی فرزندِ رسُول مجھے اس کا حکم معلوم نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اسی علمیّت پر فخر کرتے اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہو، تمھیں یہ تک نہیں معلوم کہ ہرن کے رباعیہ ہوتے ہی نہیں (المصائد، صفحہ ۲۰۳)۔ پھر آپ نے پُوچھا کہ یہ بتاؤ کہ عقلمند کون ہے؟ تو جواب ملا کہ جو اچھے بُرے کی پہچان کرے اور دوست وِدُشمن میں تمیز کر سکے تو امام جعفرؑ نے فرمایا کہ یہ صفت اور تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے وہ بھی پیار کرتے اور مارتے ہیں۔ یعنی اچھے بُرے کو جانتے ہیں، اُنھوں نے کہا پھر آپ ہی فرمائیں تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو دو نیکیوں اور دو بُرائیوں میں یہ امتیاز کر سکے کہ کون سی نیکی ترجیح دینے کے قابل اور دو بُرائیوں میں کون سی بُرائی کم اور کون زیادہ ہے۔

امام جعفر صادقؑ کے بعض ارشادت جو علاّمہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں (۱)، سعید وہ ہے جو تنہائی میں اپنے کو لوگوں سے بے نیاز اور خدا کی طرف جُھکا ہوا پائے۔ (۲)، جو شخص کسی برادر مومن کا دل خوش کرتا ہے، خداوند عالم اُس کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اُس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور قبر میں مونس تنہائی، قیامت میں ثابت قدمی کا باعث، منزلِ شفاعت میں شفیع اور جنّت میں پہنچانے میں رہبر ہو گا۔ (۳)، نیکی کا تکملہ یعنی کمال یہ ہے کہ اس میں جلدی کرو، اور اُسے کم سمجھو، اور چُھپا کے کرو۔ (۴)، عمل خیر نیک نیّت سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں۔ (۵)، توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکا ہے۔ (۶)، چار چیزیں ایسی ہیں جن کی قلّت کو کثرت سمجھنا چاہیے، آگ، دُشمنی، فقیری، مرض۔ (۷)، کسی کے ساتھ بیس دن رہنا عزیز داری کے مترادف ہے۔ (۸)، شیطان کے غلبہ سے بچنے کے لیے لوگوں پر احسان کرو۔ (۹)، جب اپنے کسی بھائی کے وہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔

ترجمہ، ان کے علم کی انتہا یہی ہے۔ تمہارا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا ﴿۳۰﴾

(۱۰)، لڑکی (رحمت) نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے، خدا ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور نعمت پر سوال کرے گا۔(۱۱)، جو تمھیں عزّت کی نگاہ سے دیکھے تم بھی اُس کی عزّت کرو، اور جو ذلیل سمجھے اُس سے خودداری برتو۔ (۱۲)، بخشش سے روکنا خدا سے بد ظنی ہے۔ (۱۳)، دُنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعہ سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعہ سے پہچانے جائیں گے۔ (۱۴)، اِنسان کے بال بچے اُس کے اسیر اور قیدی ہیں نعمت کی وُسعت پر اُنھیں وُسعت دینی چاہیے ورنہ زوالِ نعمت کا اندیشہ ہے۔ (۱۵)، جن چیزوں سے عزّت بڑھتی ہے ان میں تین یہ ہیں، ظالم سے بدلہ نہ لے، اُس پر کرم گُستری جو مخالف ہو، جو اس کا ہمدرد نہ ہو، اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ (۱۶)، مومن وہ ہے جو غصّہ میں جادۂ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے۔ (۱۷)، جو خدا کی دی نعمت پر قناعت کرے گا، مستغنی رہے گا۔ (۱۸)، جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا، وہ ہمیشہ فقیر رہے گا۔(۱۹)، جو راضی برضائے خدا نہیں وہ خدا پر اتہامِ تقدیر لگا رہا ہے۔ (۲۰)، جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نظر میں نہ لائے گا۔ (۲۱)، جو کسی کو بے پردہ کرنے کی سعی کرے گا خود برہنہ ہو جائے گا۔(۲۲)، جو کسی پر ناحق تلوار کھینچے گا تو نتیجہ میں خود مقتول ہو گا۔(۲۳)، جو کسی کے لیے کنواں کھودے گا خود اس میں گرے گا۔ "چاہ کن راچاہ درپیش"۔ (۲۴)، جو شخص بے وقوفوں سے راہ و رسم رکھے گا، ذلیل ہو گا۔ جو علماء کی صحبت حاصل کرے گا عزّت پائے گا، جو بُری جگہ

ترجمہ، جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر خدا کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں۔ تو خدا تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ اور خدا کافروں کو مومنوں پر ہر گز غلبہ نہیں دے گا ﴿۱۴۱﴾ منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) خدا کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم ﴿۱۴۲﴾

دیکھا جائے گا، بدنام ہوگا۔(۲۵)، حق گوئی کرنی چاہیے خواہ وہ اپنے لیے مفید ہو یا مضر۔(۲۶)، چُغل خوری سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں میں دُشمنی اور عداوت کا بیج بوتی ہے۔(۲۷)، اچھوں سے ملو، بُروں کے قریب نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ ایسے پتھر ہیں جن میں جونک نہیں لگتی، یعنی اُن سے فائدہ نہیں ہو سکتا۔(۲۸)، جب کوئی نعمت ملے تو بہت زیادہ شکر کرو تاکہ اضافہ ہو۔(۲۹)، جب روزی تنگ ہو تو استغفار زیادہ کیا کرو کہ ابوابِ رزق کھل جائیں۔(۳۰)، جب حکومت یا غیر حکومت کی طرف سے کوئی رنج پہنچے تو "لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم" زیادہ کہو تاکہ رنج دُور ہو، غم کافور ہو، اور خوشی کا دفور ہو۔(مطالب السوٴل صفحہ ۲۷۴، تا صفحہ ۲۷۵)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کے کرامات اور علمی معلوماتی واقعات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علامہ اربلی، ابو بصیر صحابی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ امام جعفر صادقؑ کی زیارت کے لیے گئے تو آپ نے اشارۃً فرمایا کہ نبی اور امام کے گھر میں حالت جنابت میں داخل نہیں ہونا چاہیے جس پر ابو بصیر نے معذرت کی اور حمام چلے گئے۔ اسیطرح یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دوران گفتگو میں فرمایا کہ زمین کے خزانے ہمارے اختیار میں ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے پیر سے زمین پر ایک خط کھینچا اور ایک بالشت کا ڈبہ اُٹھا کر ہمیں دکھلایا۔ اس میں بہترین سونے کی اینٹیں تھیں، میں نے عرض کی مولا، آپ کے قبضہ میں سب کچھ ہے مگر آپ کے ماننے والے تکلیف اُٹھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا اُن کے لیے جنّت ہے (تذکرۃ لمعصومین، صفحہ ۱۸۳)۔ اسیطرح علامہ ابنِ شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ نے اپنے ایک غلام کو کسی کام سے بازار بھیجا مگر وہ ایک جگہ پر سو گیا تو آپ خود بازار گئے تو دیکھا کہ وہ وہاں سو رہا ہے تو آپ نے اس کو سونے دیا اور جب وہ اُٹھا تو کہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے رات سونے کے لیے ہے اور دن کام کاج کے لیے ہے،

ترجمہ، اور تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے ﴿۳﴾ اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں ﴿۴﴾
سورۃ القلم

آئندہ ایسانہ کرنا۔امام جعفر صادقؑ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوندِ عالم نے نوعِ انسانی کے لیے نمونہ کامل بنا کر پیدا کیا۔ان کے اخلاق واوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیّت رکھتے تھے، خاص خاص اوصاف جن کے متعلّق مورّخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کئے ہیں جن میں مہمان نوازی، خیر وخیرات، مخفی طریقہ پر غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حُسن سلوک، عفو جرائم، صبر وجمیل وغیرہ ہیں۔غلام اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی اور ایک دفعہ آپ نے کسی کام کے لیے اپنے گھر کے لوگ کو منع کیا تو مگر کسی کنیز نے وہی کام انجام دے دیا توجب اس کی نظر آپ پر پڑی خوف طاری ہو گیا تو آپ کو کافی رنج ہوا کہ اس کنیز پر اتنا رُعب وہراس کیوں طاری ہوا پھر آپ نے یہ کہا کہ میں تم کو راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں تاکہ اس کا غلامی کا خوف ختم ہو جائے۔اسیطرح کا ایک واقعہ کتاب مجانی الادب جلد۱ صفحہ ۶۷ میں ہے کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے اور کھانے کے وقت ایک کنیز سالن کا پیالہ لے کر جب دستر خوان کے قریب آئی تو اتفاقاً پیالہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا جس سے آپ کے اور مہانوں کے کپڑے خراب ہو گئے، کنیز کانپنے لگی تو آپ نے راہ خدا میں یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ تو جو میرے خوف سے کانپتی ہے شاید یہی آزاد کرنا کفّارہ ہو جائے۔
ایک مرتبہ ایک مسافر شخص مسجد نبوّی میں سورہا تھا اور جب اُٹھا تو اس نے اپنی تھیلی موجود نہ پائی تو اِدھر اُدھر دیکھا تو امام پر اس کی نظر پڑی وہ امام کو نہیں جانتا تھا اس نے امام سے پُوچھا کہ کیا وہ تھیلی آپ نے لی ہے؟ امام نے دریافت کیا کہ کتنی رقم تھی تو اُس نے بتایا کہ ایک ہزار دینار، امام اس کو اپنے گھر لائے اور ایک ہزار دینار دیا۔ پھر جب واپس مسجد میں گیا اور اپنا اسباب اُٹھانے لگا تو اس کو وہ تھیلی وہاں مل گئی تو یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور واپس آکر امام کو رقم واپس دینا چاہا تو امام

ترجمہ، امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے، اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کروگے تو ہم بھی (وہی پہلا سلوک) کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے ﴿۸﴾

سورۃ الِاسراء

نے فرمایا کہ ہم جو چیز دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔ اسیطرح ایک دفعہ قحط کا اندیشہ تھا اور امام کے پاس اناج کا کافی ذخیرہ تھا تو آپ نے معقب سے کہا کہ تمام اناج لوگوں میں فروخت کر دو تاکہ جو حال سب کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا۔ جب تمام غلّہ فروخت ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے اور جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مالداروں سے زیادہ غریبوں کی عزّت کرتے تھے۔ مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے اور غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفسِ نفیس محنت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کر رہے تھے اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا تھا۔ کسی نے کہا بیلچہ لینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ طلبِ معاش میں دُھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں۔ کتاب تحفہ الزائر، علاّمہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے عادات میں امام حسینؑ کی زیارت کے لیے جانا داخل تھا اور نہر علقمہ کے کنارے باغوں میں "شریعۂ صادق آلِ محمد" اسی زمانہ سے بنا ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ علم ہی انسان کا وہ جوہر غیر فانی ہے جس کے بغیر حقیقی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ملائکہ پر فضیلتِ علم کی بنیاد پر ہی دیا تھا اور آپ کے اس طرز عمل نے ناگزیر طور پر واضح ہو گیا کہ منصوص من اللہ کا عالمِ جید ہونا لازمی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ چونکہ صحیح طور پر منصوص تھے لہٰذا آپ کا عالم زمانہ ہونا لازمی تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ علم کے اُن مدارج پر فائز تھے جن کے عرشۂ بلند کے پایہ کو پرندہ پَر نہیں مار سکتا تھا۔ آپ کا تصانیف کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور آپ کی بے شمار کتابیں و رسالے جوہر علم میں موجود ہے جس

ترجمہ، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا ﴿۲﴾ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے ﴿۳﴾ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا ﴿۴﴾ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا ﴿۵﴾
سورۃ العلق

سے دُنیا والے فیضیاب ہیں۔ آپ نے علمِ دین، علمِ کیمیا، علمِ رجز، علمِ فال، علمِ فلسفہ، علمِ طبیعیات، علمِ ہئیت، علمِ منطق، علمِ طب، علمِ سمیات، علمِ تشریح الاجسام وافعال الاعضا علم الھیات ومابعدالطبیعات وغیرہ شامل ہیں۔ایک روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ سے دو کتابیں لکھوائی تھیں جن میں ایک جفر اور دوسری جامعہ اور یہ دونوں کتابوں میں قیامت تک کے ہونے والے واقعہ موجود ہیں جو کہ آپ کی اولاد میں جو امام گزُرے وہ انھیں کتابوں کو دیکھ کر اکثر امور کی خبر دیتے تھے مگر ایک روایت کے مطابق کتاب الجفر امام جعفر صادقؑ نے لکھی ہے اور علاّمہ اربلی کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں آئندہ اور گذشتہ کا علم اور الہام کی صلاحیّت اور ملائکہ کی باتیں سننے کی طاقت دی گئی ہے۔ میرے خیال میں یہی عالمِ علمِ لدنی ہونے کی دلیل ہے جو جانشینِ پیغمبر ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ الغرض امام جعفر صادقؑ کی کئی کتابیں مختلف علوم میں موجود ہیں اور آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں چند مشہور شخصیات کاذکّر کرناضروری سمجھتا ہوں ۔ امام ابو حنیفہ، یحیٰ بن سعید انصاری، ابن جریح، امام مالک ابن انس، امام سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، ایوب بجستانی اور جابر بن حیان طرسوسی وغیرہ آپ کے شاگرد تھے۔ جنابِ جابر بن حیان جن کا پورانام ابوُموسیٰ جابر بن حیان ہے جو کہ یورُپ میں جبر کے نام سے مشہور ہیں اور انہوں نے اوائلِ عمر میں علمِ طبیعیات کی تعلیم حاصل کیااور امام جعفر صادقؑ اور امام محمد باقرؑ کی صحبت سے امام الفن ہوگئے اور جابر بن حیان نے امام جعفر صادقؑ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہاہے کہ ساری کائنات میں کوئی ایسانہیں جو امام کی طرح سارے علُوم پر بول سکے

ترجمہ، (بھلا مشرک اچھا ہے) یاوہ جوراتوں کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں

اور اپنی کتاب میں امام جعفرؑ کے پانچ سو رسالوں کو جمع کیا ہے۔ جابر بن حیان کی عمر ۹۰ سال سے کچھ زیادہ تھی اور سنہ ۸۰۳ میں انتقال ہوا۔

یُوں تو ہمارے تمام آئمہ اہلبیتؑ علمی فیوض و برکات سے بھرپُور تھے اور علمِ اوّلین و آخرین کے مالک، لیکن دُنیا والوں نے ان سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے اُنھیں قید و بند میں رکھ کر علوم و فنون کے خزانے پر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ناگ بٹھا دیئے تھے، اس لیے ان حضرات کے علمی کمالات کماحقہ، منظرِ عام پر نہ آسکے ورنہ آج دُنیا کسی علم میں خاندان رسالت مآبؐ کے علاوہ کسی کی محتاج نہ ہوتی مگر امام جعفر صادقؑ کا عہد معارف پروری کے لحاظ سے ایک زرّین عہد تھا اور وہ رُکاوٹیں جو آپ سے قبل آئمہ اہل بیت کے لیے پیش آیا کرتیں تھیں ان میں کسی حد تک کمی تھی اور اموری حکومت کی تباہی اور عباسی سلطنت کا استحکام آپ کے لیے سکون دامن کا سبب بنا جس کی وجہ بنی عباسی اس بات پر امادہ ہوگئے کہ بنی اُمّیہ کو ختم کردیں تو اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ آلِ رسُولؐ کی دعوت کا حوالہ دیئے بغیر کام چلنا مشکل ہے لہٰذا وہ امداد و انتقام آلِ محمدؐ کی طرف دعوت دینے لگے اور یہی تحریک کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی سلسلہ میں ابو سلمٰہ جعفر بن سلیمان کوفی آلِ محمدؐ کی طرف سے وزیر تجویز کئے گئے جب کہ انھیں امام وقت کی طرف سے کوئی اجازت حاصل نہ تھی اور جب حالات زیادہ سازگار نظر آئے تو انھوں نے امام جعفر صادقؑ اور ابو محمد عبداللہ ابن حسن کو الگ الگ خط لکھا کہ آپ یہاں آجائیں تاکہ آپ کی بعیت کی جائے تو امام نے خط پڑھے بغیر اس کو نذرِ آتش کردیا اور قاصد سے فرمایا کہ ابو سلمٰہ سے کہنا کہ تمھارے خط کا یہی جواب تھا۔ الغرض امام جعفر صادقؑ کو اسی دور میں مذہب اہلبیتؑ کی اشاعت اور علوم و فنوں کی ترویج کا ایک بہترین موقع ملا جس کی وجہ سے عراق، شام، خراسان،

ترجمہ، انسانوں اور جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔ بے شک خدا غالب (اور) بخشنے والا ہے ﴿۲۸﴾

سورۃ فاطر

کابل، سندھ ہند اور بلادِ روم سے شائقین علم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوئے اور آپ کے درس میں چار ہزار اصحاب تھے جن میں ایک غیر عرب طالبانِ علم میں ایک رومی نسل بزرگ زرارہ بن اعین متوفی قابلِ ذکر ہیں جن کے دادا روم کے ایک مقدس راہب تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ جنھیں راسخین فی العلم میں ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو علم اوّلین و آخرین سے آگاہ اور دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں۔ آپ کے متعلق امام مالک بن انس لکھتے ہیں کہ میری آنکھوں نے علم و فضل و روع و تقویٰ میں امام جعفر صادقؑ سے بہتر دیکھا ہی نہیں جیساکہ اوپر گذرا وہ بہت بڑے لوگوں میں سے تھے اور بہت بڑے زاہد تھے، خدا سے بے پناہ ڈرتے تھے، بے انتہا حدیث بیان کرتے تھے، بڑی پاک مجلس والے اور کثیر الفوائد تھے اور آپ سے مل کر بے انتہا فائدہ اُٹھایا جاتا تھا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵، صفحہ ۵۲، طبع بمبئی)۔

حضرت امام صادقؑ، آلِ محمدؐ کے دیگر آئمہ کی طرح جانوروں کی زبان سے بھی باقاعدہ واقف تھے، جو پرندہ یا کوئی اور جانور آپس میں بات چیت کرتے تھا تو آپ سمجھ جاتے تھے اور بوقت ضرورت اس کی زبان میں تکلّم فرمایا کرتے تھے اور تاریخ کی کتاب میں ایک دفعہ کا واقعہ موجود ہے کہ آپ نے قبرّہ نامی پرندہ جس کو (چکور) کہتے ہیں سے بولتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ "خدایا محمد و آلِ محمدؐ سے بغض کرنے والوں پر لعنت کر، جب کہ فاختہ کی آواز پر آپ سے کہا کہ اسے گھر میں نہ رہنے دو یہ کہتی ہے کہ خدا تمھیں نیست و نابود کرے"۔ ایک عیسائی نے آپ سے علمِ طب کے متعلق سوالات کرتے ہوئے جسمِ انسان کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے انسان کے جسم میں ۱۲ وصل دو سو اڑتالیس ہڈیاں اور تین سو ساٹھ رگیں خلق فرمائی ہیں۔ رگیں تمام جسم کو سیراب کرتی ہیں، ہڈیاں جسم کو،

ترجمہ، اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ خدا کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو۔ اور یہ قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم کو اس کا یقین ہی نہیں تھا ﴿٥٦﴾ سورۃ الروم

گوشت ہڈیوں کو اور اعصاب گوشت کو روکے رہتے ہیں۔ پیغمبرِ اسلامؐ کی مشہور حدیث ہے کہ "میرے اہلبیتؑ میرے علاوہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں"۔ اس کا مطلب یہ ہوا جو معجزات انبیاء کرام خدا کی مرضی سے دکھایا کرتے تھے وہ آپؐ کے اہلبیتؑ بھی دکھا سکتے تھے مگر انبیاءؑ کو یہ معجزات اثباتِ نبوّت کے لیے دُنیا والوں کو دکھانا ضروری تھا، لیکن اہلبیتؑ کو ایسے معجزات دکھلانا ضروری نہ ہو۔ ایک واقعہ کے مطابق ایک شخص نے امام کو سفرِ حج پر جانے سے پہلے کچھ رقم دی اور کہا کہ امام آپ میری واپسی پر میرے لیے کوئی گھر خرید دیجیے گا اور جب وہ واپس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمھارے لیے جنّت میں گھر خرید لیا ہے اور ایک نوشتہ دیا تو وہ گھر چلا گیا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد وہ فوت ہوگیا تو اس کی وصیت کے مطابق وہ نوشتہ اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ دوسرے دن وہ پرچہ قبر کے اوپر ملا اور اس کے پشت پر لکھا ہوا تھا کہ صادق آل محمدؐ نے جو وعدہ کیا تھا درست نکلا اور مجھے مکان مل گیا (شواہد النبوت، صفحہ ۱۹۲)۔ ملاّ جامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے صادق آلِ محمدؐ سے پوچھا کہ مولا حضرت ابراہیم نے جو چار جانوروں کو زندہ کیا تھا تو وہ جانور (پرندے) ہم جنس تھے یا مختلف اجناس کے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح زندہ کیا تھا پھر یہ کر کے بھی دیکھایا۔ (شواہد النبوت صفحہ ۱۹۱، طبع لکھنو سنہ ۱۹۰۵)۔ امام جعفر صادقؑ نے ہدایت فرمائی کے دیکھو اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرو اور بسم اللہ کو دندانے والے "س" سے لکھنا۔ آپ فرماتے ہیں داہنی طرف دوات رکھ کر درخواست لکھو اور خط کو جواب دینا اسیطرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

علاّمہ رشید الدّین ابو عبداللہ نے دربار منصور کا ایک اہم واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک بار امام جعفر صادقؑ منصور کے دربار میں تشریف فرماتھے وہاں ایک طبیب جس کو اپنی قابلیّت پر

ترجمہ، اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔ اور (خدائے) غالب اور سزاوار تعریف کا رستہ بتاتا ہے ﴿٦﴾ سورۃ سبأ

بڑا بھروسہ اور غرور تھا اور طب کی باتیں بیان کر رہا تھا اور حضرت سے کہنے لگا کہ کچھ پوُچھنا ہے تو پوُچھیں، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو میں پوچھ لیتا ہوں تو سُنو، جب کسی مرض کا غلبہ ہو تو اس کا علاج ضد سے کرنا چاہیے یعنی حار "گرم" کا علاج بارد "سرد" سے، تر کا خشک سے، خشک کا تر سے اور ہر حالت میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھے۔ یاد رکھ معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز سو دواؤں کی ایک دَوا ہے۔ جس چیز کا انسان عادی ہو جاتا ہے اس کے مزاج کے موافق اور اس کی صحت کا سبب بن جاتی ہے۔ طبیب نے کہا، بے شک آپ نے جو بیان فرمایا ہے، اصلی طب یہی ہے۔ تو امام نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ میں نے جو بیان کیا ہے یہ طب کی کتابیں پڑھ کر حاصل کیا ہے بلکہ یہ علوم مجھ کو خدا کی طرف سے ملے ہیں۔ اب بتا تو زیادہ علم رکھتا ہے یا میں (طبیب) میں (امام)۔ اچھا میں چند سوال کرتا ہوں ان کا جواب دے، آنسوؤں اور رطوبتوں کی جگہ سر میں کیوں ہے؟ سر پر بال کیوں ہیں؟ پیشانی بالوں سے خالی کیوں ہے؟ پیشانی پر خط اور شکن کیوں ہیں؟ دونوں پلکیں آنکھوں کے اوپر کیوں ہیں؟ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں ہے؟ آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہیں؟ ناک کا سُوارخ نیچے کی طرف کیوں ہے؟ مُنّہ پر دو ہونٹ کیوں بنائے گئے ہیں؟ سامنے کے دانت تیز اور ڈاڑھ چوڑی کیوں ہے اور ان دونوں کے بیچ میں لمبے دانت کیوں ہیں؟ دونوں ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہیں؟ مردوں کی داڑھی کیوں ہوتی ہے؟ ناخن اور بال میں جان کیوں نہیں؟ دل صنوبری شکل کا کیوں ہے؟ پھیپھڑے کے دو ٹکڑے کیوں ہوئے اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتے ہیں؟ جگر کی شکل محدّب کیوں ہے؟ گرُدے کی شکل لوبیئے کے دانے کی طرح کیوں ہوتی ہے؟ گھٹنے آگے کو جھکتے ہیں پیچھے کو کیوں نہیں جُھکتے؟ دونوں پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی کیوں ہیں؟ طبیب نے کہا کہ

ترجمہ، اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس۔ مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے (جو) ثواب خدا (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا

سورۃ القصص ﴿۸۰﴾

میں ان کا جواب نہیں دے سکتا تو امام نے فرمایا کہ بفضل خدا میں ان سب کا جواب جانتا ہوں تو طبیب نے کہا کہ بیان فرمایئے، تو امام نے جواب دینا شروع کیا کہ (۱)، سر اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مرکز نہ ہوتا تو خشکی کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔(۲)، بال اس لیے سر پر ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغ انجرے نکلتے رہیں۔ دماغ گرمی اور زیادہ سردی سے محفوظ رہے۔ (۳)، پیشانی بالوں سے اس لیے خالی کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نُور پہنچتا ہے۔ (۴)، پیشانی میں خطوط اور شکن اس لیے ہیں کہ سر سے جو پسینہ گرے وہ آنکھوں میں نہ پڑ جائے، جب شکنوں میں پسینہ جمع ہو تو انسان اُسے پونچھکر پھینک دے جس طرح زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔(۵)، پلکیں اس لیے آنکھوں پر قرار دی گئی ہیں کہ آفتاب کی روشنی اسی قدر ان پر پڑے جتنی کہ ضرورت ہے اور بوقت ضرورت بند ہو کر مردمک چشم کی حفاظت کر سکیں نیز سونے میں مدد دے سکیں، تم نے دیکھا ہو گا کہ جب انسان زیادہ روشنی میں بلندی کی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے۔(٦)، ناک کو دونوں آنکھوں کے بیچ میں اس لیے قرار دیا ہے کہ مجمع نُور سے روشنی تقسیم ہو کر برابر دونوں آنکھوں کو پہنچے۔(۷)، آنکھوں کو بادامی شکل کا اس لیے بنایا ہے کہ بوقتِ ضرورت سلائی کے ذریعے سے دوا (سرمہ وغیرہ) اِس میں آسانی سے پہنچ جائے، اگر آنکھ چوکور یا گول ہوتی تو سلائی کا اس میں پھرنا مشکل ہوتا دوا اس میں بخوبی نہ پہنچ سکتی اور بیماری دفع نہ ہوتی۔(۸)، ناک کا سُوراخ نیچے کو اِس لیے بنایا کہ دماغ کی رطوتیں آسانی سے نکل سکیں۔ اگر اوپر کو ہوتا تو یہ بات نہ ہوتی اور دماغ تک کسی چیز کی بُو بھی جلدی نہ پہنچ سکتی۔(۹)، ہونٹ اس لیے مُنّہ پر لگائے گئے کہ جو رطوبتیں دماغ سے مُنّہ میں آئیں وہ رُکی رہیں اور کھانا بھی

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو خدا نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن ﴿۲۰﴾ سورة لقمان

انسان کے اختیار میں رہے جب چاہے چھینک اور پھوک دے۔(۱۰)، داڑھی مردوں کو اس لیے دی کہ مرد عورت میں تمیز ہو جائے۔(۱۱)، اگلے دانت اس لیے تیز ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا یا گھٹکنا سہل ہو اور ڈاڑھ کو چوڑا اِس لیے بنایا کہ غذا پیسنا اور چبانا آسان ہو۔اِن دونوں کے درمیان لمبے دانت اِس لیے بنائے کہ دونوں کے استحکام کے باعث ہوں۔ جس طرح مکان کی مضبوطی کے باعث ستون (کھمبے) ہوتے ہیں۔(۱۲)، ہتھیلیوں پر بال اس لیے نہیں کہ کسی چیز کو چھونے سے اِس کی نرمی، سختی۔ گرمی اور سردی وغیرہ آسانی سے معلوم ہو جائے۔ بالوں کی صورت میں یہ بات حاصل نہ ہوتی۔(۱۳)، بال اور ناخن میں جان اِس لیے نہیں کہ ان چیزوں کا بڑھنا بُرا معلوم ہوتا اور نقصان رساں ہے۔اگر ان میں جان ہوتی تو کاٹنے میں تکلیف ہوتی۔(۱۴)، دل صنوبری شکل یعنی سر پتلا اور دم چوڑی (نچلا حصّہ) اِس لیے ہے کہ بآسانی پھیپھڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک پاتا رہے تاکہ اس کے بخارات دماغ کی طرف چڑھ کر بیماریاں پیدا نہ کریں۔(۱۵)، پھیپھڑے کے دو ٹکڑے اِس لیے ہوئے کہ دل ان کے درمیان رہے اور وہ اس کو ہوا دیں۔(۱۶)، جگر محدّب اس لیے ہوا کہ اچھی طرح معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی و گرمی سے غذا کو ہضم کرے۔(۱۷)، گردہ لوبئے کی دانہ کی شکل کا اس لیے ہوا کہ (منی) یعنی نطفۂ اِنسانی پُشت کی جانب سے اِس میں آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سُکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو سبب لذّت ہے۔(۱۸)، گھٹنے پیچھے کی طرف اس لیے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہوا گر ایسا نہ ہوتا تو آدمی چلتے وقت گرِ گرِ پڑتا۔آگے چلنا آسان نہ ہوتا۔(۱۹) دونوں پیروں تلوے بیچ میں سے اس لیے خالی ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے بآسانی پیر اُٹھ سکیں اگر ایسا نہ ہوتا اور پُورے بدن کا بوجھ پیروں پر پڑتا تو سارے بدن کا بوجھ اُٹھانا دُشوار ہو جاتا۔ یہ جوابات سُن کر ہندوستانی طبیب حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے تو امام نے فرمایا کہ

ترجمہ،اے پروردگار مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل کر ﴿۸۳﴾ اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر نیک (جاری) کر ﴿۸٤﴾ سورۃ الشعراء

اپنے دادا سے اُنھوں نے رسُول خدا سے حاصل کیا تھا اور رسُول خدا نے خدا سے سیکھا ہے۔ اس کے بعد اِس طبیب نے کلمہ پڑھا اور کہا کہ آپ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ اس واقعہ سے لوگوں کے قلوب پہلے سے زیادہ آپ کی طرف مائل ہو گئے، دوست اور دشمن آپ کے علمی کمالات کا ذکر کرنے لگے۔ مگر منصور جو خلیفہِ وقت تھا اور دشمنِ اہلبیتؑ میں سے تھا اس کو امام کی اس علمی شہرت دیکھکر اس کے دل میں آگ لگ گئی اور اُس نے آپ کو مارنے کا منصوبہ بنانے لگا کہ اب جلد سے جلد انھیں ہلاک کر دینا چاہیے۔

دراصل حضرت امام باقرؑ کی شہادت کے بعد ہشام بن عبدالملک بن مروان واصل جہنّم ہوا اس کے مرنے کے بعد ولید بن یزید بن الملک بن مروان خلیفہ بنا۔ یہ نہایت ہی اوباش، اخلاقی اوصاف سے معرّا، فاسق و فاجر اور عیاش تھا اور جو دین و ایمان، نماز و مسجد اور قرآن کا احترام نہ کرتا ہو وہ آلِ محمدؐ کا کیا احترام کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے مختصر عہد میں آلِ محمدؐ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی اور تاریخ میں ہے کہ حضرت زید شہید رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے جنابِ یحیٰی کو اسی کے عہد میں بُری طرح شہید کیا گیا اور اُن کا سر ولید کے دربار میں لایا گیا اور جسم خراسان میں میں سُولی پر لٹکایا گیا، (تاریخ اسلام جلد۱ صفحہ ۴۸)۔ جب بنی اُمّیہ کی سلطنت کا زمانہ ختم ہوا تو بنی عباسی کی حکومت کا دور چلا، یہ لوگ بنی اُمّیہ سے بھی زیادہ سادات کے دُشمن ثابت ہوئے۔ اس سلسلہ میں بنی عباسی کا پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح بن عبداللہ عباسی تھا جس نے چار سال چھ ماہ حکومت کر کے وقت وفات اپنے بھائی منصور کو اپنا ولیعہد قرار دیا جو کہ بنی عباسی کا وہ بادشاہ ہے جس کی عاقبت اندیشی اور دُور بینی سے اِس خاندان کو اتنا قیام اور اس قدر اقتدار حاصل ہوا۔ منصور مدّبر منتظم مگر دغاباز، بے رحم اور سفاک تھا اور حضرت علیؑ کی اولادوں کے

ترجمہ، اور جو لوگ خدا سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے اور (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں۔ ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے ﴿۲۵﴾ سورۃ الرعد

ساتھ اس نے جو جو ظلم کئے اس سے تاریخ کے صفحے سیاہ ہیں۔ اُسی نے علویوں اور عباسیوں میں عداوت کا بیج بویا اور سادات سے پُوری دُشمنی کرتا تھا۔ اس نے بنی حسینؑ کی جائدادیں ضبط کیں اور بہت سے سادات قتل کئے، بہتوں کو زندہ دیواروں میں چُنوا دیا۔ امام مالک کو اسی لیے تازیانے لگوائے کہ اُنھوں نے ایک موقع پر سادات کی حمایت میں بیعت کی تھی۔ امام حنیفہ کو اسی لیے قید کیا اور زہر دلوایا کیونکہ انھوں نے ابتداء میں زید شہید کی بیعت کر لی تھی۔ غرضکہ اس کے زمانہ میں بے شمار سادات قتل ہوئے اور بہت سے قید خانوں میں سڑ کے مر گئے۔ اس نے سادات کے خون کے گاروں سے دیواریں تعمیر کرائیں اور بے گناہوں کو دیواروں میں چُنوایا اور اس کے دور میں شیعہ یا سیّد کا شبُہ ہو جانا قتل کے لیے کافی تھا جن میں زیادہ تر حسنی سادات تھے۔ سالہا سال سے غریب سادات ایک عجیب بے کسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ آخر کار ایک بہادر خاندان کا خون سادات کی رگوں میں دوڑ رہا تھا اور رفتہ رفتہ ان کو بھی جوش آ گیا اور امام حسنؑ کی اولاد میں ان کے پوتے جنابِ عبداللہ محض ایک بڑے نیک دل اور جوشیلے سیّد تھے، اُنھوں نے چاہا کہ سادات کو عباسیوں کے مظالم سے کسی طرح چھڑائیں تو امام جعفر صادقؑ نے ان کو روکنا چاہا مگر ان کا جوش کم نہ ہوا اور لوگوں کو منصور کے خلاف اُبھارنے لگے اور جب منصور کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک فوج مدینہ میں بھیج کر سادات حسنی کو گرفتار کروایا جس میں تقریباً ستّر

ترجمہ، جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لانے کے ﴿۶﴾ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب (تیار) ہے ﴿۷﴾ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے ﴿۸﴾ یہ (اپنے پندار میں) خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور اس سے بے خبر ہیں ﴿۹﴾ ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا ﴿۱۰﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ﴿۱۱﴾ دیکھو یہ بلا شبہ مفسد ہیں، لیکن خبر نہیں رکھتے ﴿۱۲﴾

سورة البقرة

پچھتر آدمی تھے جن میں کمسن بچے، نوجوان اور بوڑھے سب شامل تھے۔ جب یہ گرفتار قافلہِ سادات مدینہ سے چلا توان کی بے کسی و مجبوری دیکھ کر امام جعفر صادقؑ بہت روئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم آج کے بعد سے حرمت حرمِ خدا اور رسُول محفوظ نہ رہے گی۔ خدا کی قسم قوم انصار سے جو معاہدہ حضرت رُسول خدا نے لیا تھا (یعنی ان کی اور ان کی اولاد کی حفاظت کا وہ بُھول گئے۔ خداوندا تو انصار سے سخت مواخذہ کرنا)۔ اس واقعہ کا آپ پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ آپ اُسی روز سے بیمار پڑ گئے اور تقریباً بیس روز تک شدید تکلیف اُٹھائی۔ جنابِ عبداللہ کے بیٹے محمد نفس ذکیہ اور ابراہیم ان کے زمانہ میں روپوش ہو گئے تھے اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ اِس ذلّت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر ہے۔ منصور اس وقت کوفہ میں تھا اور جب تمام قیدیوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان سب کو قید سخت کا حکم دیا جہاں وہ سب لوگ مر گئے تو ان کو قید خانہ سے باہر نہ نکالا گیا اور وہ سڑتے رہے جس سے ایسی وبا پھیلی کہ ہر روز لوگ مرنا شروع ہو گئے۔ غریب سادات نے منصور کے قید خانوں میں بڑی عبرتناک حالت میں زندگی بسر کی اور کئی کئی وقت فاقہ سے گزر جاتے تھے اور کوئی پُرسان حال نہ تھا، پانی بھی بقدر ضرورت نہ ملتا تھا مگر اس حالت میں بھی سادات خدا کی یاد سے غافل نہ رہے اور قید خانہ کی تاریکی میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اپنی تلاوت کو پانچ حصّوں میں تقسیم کر دیا تھا اور اُنھیں سے اوقات نماز کا پتہ لگاتے تھے۔

الغرض سادات کشی میں بنی عباسی کے مظالم بنی اُمّیہ سے بھی کہیں زیادہ تھے جب کہ یہ اپنا کہلاتے تھے مگر مال دُنیا کی طمع اور حکومت کی حرص نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ

ترجمہ، اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔ مگر جو در گزر کرے اور (معاملے کو) درست کردے تو اس کا بدلہ خدا کے ذمے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۴۰﴾ اور جس پر ظلم ہوا ہوا گر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں ﴿۴۱﴾ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا ﴿۴۲﴾ اور جو صبر کرے اور قصور معاف کردے تو یہ ہمت کے کام ہیں ﴿۴۳﴾ سورۃ الشوریٰ

نیک وبد کی تمیز باقی نہ رہی اور آخرت کو بُھول گئے۔ ایسے نازک دور میں حضرت امام جعفر صادقؑ کس قدر احتیاط سے اپنی زندگی بسر کی جب کہ اُس کا رویّہ امام کے ساتھ بھی اسی انداز کا تھا۔ مُلاّ جامی اور امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک دن منصور نے کہا کہ میں نے علویوں کی جماعتِ کثیر کو فنا کر دیا مگر ان کے پیشوا جعفر صادق کو باقی رکھا جس کی وجہ سے وہ متفکر تھا۔ جس پر میں نے کہا جعفر بن محمد تو ایسے شخص ہیں جو ہمیشہ عبادت اور یادِ خدا میں مشغول رہتے ہیں اور دُنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ منصور نے کئی بار امام کو ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی جس کے لیے اس نے کئی بار آپ کو دربار میں بھی طلب کیا اور کوشش کی کہ آپ کو کسی طرح لوگوں کے سامنے (معاذ اللہ) نیچا دیکھائیں مگر ہر بار اُس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دفعہ اُس نے مدینہ پہنچ کر اپنے مصاحب خاص ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد کو بُلوادو مگر ربیع نے وعدہ کے باجود ٹال مٹول سے کام لیا تو اُس نے سخت حکم جاری کیا تو ربیع نے امام کو خبر دی کہ منصور کا تیور خراب ہے اور مجھے لگتا ہے کہ وہ آپ کو قتل کروادے گا جس پر امام نے فرمایا کہ اس دفعہ ناممکن ہے اور ربیع کے ساتھ دربار میں گئے۔ منصور آپ کو دیکھکر آگ بگولہ ہوا اور بولا کہ اے دشمنِ خدا تم کو اہلِ عراق امام مانتے ہیں اور تمھیں زکٰوۃ اموال وغیرہ دیتے ہیں اور میری طرف دھیان نہیں دیتے، اور آج میں تمھیں قتل کر کے چھوڑوں گا، تو امام نے فرمایا کہ جنابِ

ترجمہ، اور جس شخص کو خدا گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کا کوئی دوست نہیں۔ اور تم ظالموں کو دیکھوگے کہ جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی بھی کوئی سبیل ہے؟ ﴿۴۴﴾ اور تم ان کو دیکھوگے کہ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے چھپی (اور نیچی) نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور مومن لوگ کہیں گے کہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ دیکھو کہ بے انصاف لوگ ہمیشہ کے دکھ میں (پڑے) رہیں گے ﴿۴۵﴾ اور خدا کے سوا ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے کہ خدا کے سوا ان کو مدد دے سکیں۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کے لئے (ہدایت کا) کوئی رستہ نہیں ﴿۴۶﴾ سورۃ الشوریٰ

سلیمانؑ کو عظیم سلطنت دی گئی توانھوں نے شکر کیا۔ جنابِ ایوبؑ کو بلا میں مبتلا کیا گیا توانھوں نے صبر کیا۔ جنابِ یوسفؑ پر ظلم کیا گیا تواُنھوں نے ظالموں کو معاف کردیا، اے بادشاہ یہ سب انبیاء تھے اورانھیں کی طرف تیرا نسب بھی پہنچتا ہے، تجھے توان کی پیروی لازم ہے جس پر وہ شرمندہ ہوگیا۔ اسیطرح ایک دفعہ منصور نے امام کو دربار میں بُلوایا توجب امام پہنچے تواس وقت بادشاہ کو ایک مکھّی ستارہی تھی اوروہ اُسے بار بار ہنکارہا تھاتو منصور امام کی طرف متوجّہ ہوکر بولا، کہ مکھّی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ امام نے ارشاد کیا کہ خدانے مکھّی اِس لیے پیدا کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جابروں کو ذلیل کرے، اور سرکشوں کا سر جھکائے۔ الغرض خلیفۂ وقت کی ہمیشہ کوشش رہتی تھی کہ کسی طرح امام کو ہلاک یالوگوں کے سامنے شرمندہ کرے اس کے لیے ایک دفعہ اس نے کئی جادو گروں کو دربار میں بُلوایا اوران سے کہا کہ جب امام جعفر صادقؑ یہاں آئیں توسب ایسا کرتب کرنا جس سے وہ ان کی (معاذاللہ) بے عزتی ہو۔ جب امام وہاں پہنچے تووہاں پر ستّر مصنوعی شیر دربار میں بیٹھے تھے جس پر امام نے ان مصنوعی شیروں کی طرف متوجّہ ہوکر کہا کہ اپنے بنانے والوں کو نگل لو، بس اتنا کہنا تھا کہ ان شیروں نے تمام جادوگروں کو نگل لیا جس پر منصور کانپنے لگا اور آپ سے کہنے لگا کہ ابنِ رسُول اللہ ان شیروں کو حکم دیجیۓ کہ ان جادوگروں کو اُگل دیں توآپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر عصائے موسیٰؑ نے سانپوں کو اُگل دیا ہوتا تو یقین ہے کہ یہ بھی اُگل دیتے (دمعہ ساکبہ جلد ۲، صفحہ ۵۱۳، بحوالہ شرح شافیہ ابی فراس)۔ الغرض جب منصور عباسی آپ کی روحانیت سے عاجز آگیا اور کسی طرح آپ کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا تواس نے سوا ایسے افراد تلاش کئے جو کچھ جانتے اور پہنچانتے ہی نہ تھے اوراس نے خیال کیا کہ یہ لوگوں کوامام سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی یہ لوگ امام کو جانتے ہونگے۔ اس نے مال و

ترجمہ، خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدااُن کواُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں (۴۱) کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا ہے۔ ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے (۴۲)
سورۃ الروم

دولت دے کر اس امر پر راضی کیا کہ جب امام جعفر صادقؑ کی طرف اشارہ کیا جائے تو وہ انھیں قتل کر دیں اور پھر امام کو دربار میں حاضری کی دعوت دی تو یہ سب لوگ اپنی تلواریں لے کر وہاں کھڑے تھے۔ جیسے ہی امام دربار میں داخل ہوئے تو سب نے اپنی اپنی تلوار پھینک کر آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر منصور نے امام کو واپس جانے دیا اور ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اِنھوں نے وعدہ کی خلاف ورزی کیوں کی اور قتل کیوں نہیں کیا جس پر وہ سب نے کہا کہ یہ تو وقت کے امام ہیں جو ہماری شب و روز خبر گیری کرتے ہیں اور ہمیشہ ہماری اپنے بچوں کی طرح پرورش کرتے ہیں۔ بالآخر منصُور نے اپنی حکومت کے دو سال گزارنے کے بعد امام کو زہر سے شہید کر دیا۔

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ، بتاریخ ۱۵ شوال سنہ ۱۴۸ ہجری بعمر ۶۵ سال آپ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور آپ کی نمازِ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے پڑھائی اور کافی قمیتی کفن کے ساتھ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور مقامِ وفات پر ہر شب چراغ جلایا جاتا رہا۔ آپ کی مختلف بیویوں سے دس اولاد تھیں، جن میں سے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں، (۱) جنابِ اسمٰعیل، (۲) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، (۳) عبداللہ، (۴) اسحاق، (۵) محمد، (۶) عباس، (۷) علی تھے اور لڑکیوں کے اسماء یہ ہیں، (۱) ام فروہ، (۲) اسماء، (۳) فاطمہ مگر علاّمہ شبلنجی نے صرف سات اولادوں کا ذکّر کیا ہے جن میں صرف ایک لڑکی کا حوالہ دیا ہے جس کا نام "ام فردہ" تھا۔

ترجمہ، اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کائنات ان میں ہے اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔ یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ سو کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ﴿۲۷﴾ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے۔ کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں۔ یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے ﴿۲۸﴾ سورۃ ص

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/urdu/tid/

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔'' اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(الحدیث رقم 8: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: المناقب، باب: مناقب أهل البیت النبی ﷺ، 5 / 664، الرقم: 3789، والحاکم فی المستدرک 3 / 162، الرقم: 4716، والبیهقی فی شعب الإیمان، 1 / 366، الرقم: 408)

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اھلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔'' اسے امام طبرانی اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 13: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ 7 / 75۔ الرقم: 6416۔ وفی المعجم الأوسط۔ 6 / 59۔ الرقم: 5790۔ والبیهقی فی شعب الإیمان۔ 2 / 189۔ الرقم: 1505۔ والدیلمی فی مسند الفردوس۔ 5 / 154۔ الرقم: 7795۔ والهیثمی فی مجمع الزوائد۔ 1 / 88)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اہل بیت مصطفیٰ ﷺ کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 19: أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس۔ 2 / 142۔ الرقم: 2721)

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہمیں محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہو گا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 14: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 2 / 360، الرقم: 2230، والهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 172)

”حضرت زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کو نصیب ہو جائیں تو وہ آخرت کے عمل کا تارک نہیں ہو سکتا (اور وہ پانچ چیزیں یہ ہیں): نیک بیوی، نیک اولاد، لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت اور اپنے ملک میں روزگار اور آل محمد ﷺ کی محبت۔“ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 20: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس، 2 / 196، الرقم: 2974)

”حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہو گی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہو گی۔“ اسے امام دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 25: أخرجه الدارقطني في السنن، 1 / 355، الرقم: 6.7، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 530، الرقم: 3969، وابن الجوزي في التحقيق في أحاديث الخلاف، 1 / 402، الرقم: 544، والشوكاني في نيل الأوطار، 2 / 322)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میری توحید کا اقرار کرے گا اسے یہ بات پہنچا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔“ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 34: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 3/ 4718، والدیلمی فی مسند الفردوس، 4/ 382، الرقم: 7112)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دورانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹنی قصواء پر سوار خطاب فرما رہے ہیں۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت ہیں۔“ اس حدیث کو امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 32: أخرجه الترمذی فی السنن۔ کتاب: المناقب۔ باب: مناقب أهل بیت النبی ﷺ۔ 5/ 662۔ الرقم؛ 3786۔ والطبرانی فی المعجم الأوسط۔ 5/ 89۔ الرقم: 4757۔ وفی المعجم الکبیر۔ 3/ 66۔ الرقم: 2680۔ والحکیم الترمذی فی نوادر الأصول۔ 1/ 258۔ والقزوینی فی التدوین فی أخبار قزوین۔ 2/ 266)

”حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا اور آخری زمانہ میں جو ہمیں (اہل بیت کو) قتل کرے گا گویا وہ دجال کے ساتھ مل کر قتال کرنے والا ہے۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 36: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ 3/ 45۔ الرقم: 2637۔ والقضاعی فی مسند الشهاب۔ 2/ 273۔ الحدیث 1343۔ والهیثمی فی مجمع الزوائد۔ 9/ 168)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام، پیغمبرِ اسلام رسُولِ اکرم حضرت محمد مصطفےٰؐ کے ساتویں جانشین، ہمارے ساتویں امام اور سلسلہ عصمت کی نویں کڑی ہیں۔ آپ کی پیدائش بتاریخ ۷ صفر المظفر سنہ ۱۲۸ ہجری مطابق ۱۰ نومبر سنہ ۷۴۵ یوم شنبہ ایک مقام جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے میں ہوئی۔ آپ نے بھی حضرت رسُولِ خدا کی طرح پیدا ہوتے ہی آسمان کی طرف رُخ کیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا۔ آپ کے داہنے بازو پر کلمہ تمّت (کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً) لکھا ہوا تھا۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام جعفر صادقؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ جنابِ حمیدہ خاتون تھیں جن کی کنیت لولو (موتی) تھی۔ آپ کے بارے میں امام باقرؑ نے فرمایا تھا کہ آپ دُنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی پیدائش پر آپ کے والدین کو بیحد مسرّت ہوئی اور اُنھوں نے اہلِ مدینہ کو دعوتِ طعام دی تھی اور آپ کے والد نے آپ کا نام "موسیٰ" رکھا جو کہ دو لفظوں کا مرکّب ہے، "مو" کے معنی پانی کے اور "سی" درخت کے ہیں۔ یہ نام کلیم اللہ موسیٰؑ کا تھا جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ کو ایک صندوق میں رکھ کر پانی میں بہایا گیا تھا اور پھر یہ صندوق درختوں سے ٹکرا کر رُک گیا تھا اس وجہ سے نبی اللہ موسیٰؑ کو "موسیٰ" کہا جاتا ہے۔ آپ سنہ ۱۲۸ ہجری میں مروان الحمار اموی کے عہد میں پیدا ہوئے۔

ترجمہ، اور ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا ﴿۳۷﴾ جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا جاتا ہے ﴿۳۸﴾ (وہ یہ تھا) کہ اسے (یعنی موسیٰ کو) صندوق میں رکھو پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو تو دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا (اور) میرا اور اس کا دشمن اسے اٹھا لے گا۔ اور (موسیٰ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی ہے (اس لئے کہ تم پر مہربانی کی جائے) اور اس لئے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ ﴿۳۹﴾ سورۃ طٰہ

اس کے بعد سنہ ۱۳۲ ہجری میں سفاح عباسی خلیفہ ہوا۔ سنہ ۱۳۲ ہجری میں منصور دُوانقی عباسی خلیفہ بنا۔ سنہ ۱۵۸ ہجری میں مہدی بن منصور مالک سلطنت ہوا۔ سنہ ۱۶۹ ہجری میں ہادی عباسی کی بیعت کی گئی۔ سنہ ۱۷۰ ہجری میں ہارون الرشید عباسی ابن مہدی خلیفۂ وقت ہوا۔ سنہ ۱۸۳ ہجری میں ہارون کے زہر دینے سے امام علیہ السلام بحالت مظلومی قید خانہ میں شہید ہوئے۔ جب سنہ ۱۴۸ ہجری میں امام جعفر صادقؑ کی وفات ہوئی تو اس وقت سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ بذاتِ خود فرائض امامت کے ذمہ دار ہوئے، اس وقت سلطنتِ عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا۔ یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے۔ تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے، دیواروں میں چنُوائے گئے، قید میں رکھے گئے اور امام جعفر صادقؑ کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے آپ دُنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلّق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومتِ وقت اُسے زندہ نہ رہنے دے گی۔ امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا اور جب حضرت کی وفات کی اطلاع منصُور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت سے اظہار رنج کیا اور کہا کہ بھلا جعفر کا مثل کون ہے؟ اس کے بعد حکم دیا کہ جعفر صادق نے اگر اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فورًا قلم کردو مگر حاکمِ مدینہ نے ایسا نہ کیا اور اس کے بعد دس برس منصور زندہ رہا لیکن امام موسیٰ کاظمؑ سے کوئی تعرض نہ کیا اور آپ مذہبی فرائضِ امامت کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے۔

روایت کے مطابق حضرت امام موسیٰؑ صاحبِ جمال و کمال اور نہایت دیانت دار تھے اور ہر نسوانی آلائش سے پاک تھے۔ حضرت امام موسیٰؑ اپنے آباؤاجداد کی طرح امام منصوص

ترجمہ، اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا ﴿۱۲۱﴾ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی۔ اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے ﴿۱۲۲﴾

سُوْرَۃُ النَّحْلِ

معصُوم، اعلم زمانہ، جملہ صفاتِ حسنہ سے بھرپور، دُنیا کی تمام زبانیں جاننے والے، علمِ غیب سے
آگاہ اور افضلِ کائنات تھے۔ آپ کے فضائل و کرامات بے شمار ہیں اور آپ ہی اپنے پدرِ بزرگوار
کی نص کے مطابق ان کے بعد ولی امر امامت ہوئے جبکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے مگر
خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈتا ہے جس کا ثبوُت یہ
ہے کہ امام حسنؑ کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسینؑ کا امام ہونا اور اولادِ امام جعفر صادقؑ میں
فرزندِ اکبر کے بجائے امام موسُیٰؑ کاظم علیہ السّلام کی طرف امامت کا منتقل ہونا ہے کہ معیارِ امامت
میں نسبی وراثت کو مدِّ نظر نہیں رکھا گیا ہے۔ آپ صرف بیس برس اپنے والد بزرگوار حضرت امام
جعفر صادقؑ کے سایہ تربیت میں گزارے۔ ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے
جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبرِ اسلام کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی
یاد کو بھولی ہوئی دُنیا میں ایسا تازہ کر دیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنالیا اور جس کی بنا پر "ملت
جعفری" نام ہو گیا۔ امام موسُیٰؑ کاظم نے بچپنا اور جوانی کا کافی حصّہ اسی مقدس آغوش میں گزارا،
یہاں تک کہ تمام دُنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات و فضائل روشن ہو گئے۔ آپ کے بارے
میں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ اپنے والد امام جعفر صادقؑ کے علم، معرفت، کمال اور افضلیت
میں وارث و جانشین تھے۔ آپ دُنیا کے عابدوں میں سب سے بڑے عبادت گذار سب سے
بڑے عالم اور سب سے بڑے سخی تھے۔ آپ بڑی عزّت و قدر کے مالک امام اور انتہائی شان و
شوکت کے مجتہد تھے آپ کا اجتہاد میں کوئی نظیر نہ تھا۔ آپ عبادت و اطاعات میں مشہور زمانہ
اور کرامات میں مشہور کائنات تھے اور ان تمام چیزوں میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا اور دُنیا میں منفرد
امام اور زبردست حجتِ خدا تھے۔ کثیرِ نماز کی وجہ سے ساری رات جاگتے اور دن بھر روزہ رکھتے

ترجمہ، ہاں خدا کے بندگان خاص (مبتلائے عذاب نہیں) ہوں گے ﴿۱۲۸﴾ اور ان کا ذکر (خیر)
پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا ﴿۱۲۹﴾ کہ اِل یاسین پر سلام ﴿۱۳۰﴾ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ
دیتے ہیں ﴿۱۳۱﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ﴿۱۳۲﴾ سورۃ الصافات

تھے اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد اور سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ سخی دست اور بُزرگ نفس تھے۔ آپ کی کنیت ابُوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی، ابوعبداللہ تھی اور آپ کے القاب کاظم، عبدِصالح، نفس زکیہ، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ تھے۔ شہرتِ عامہ کاظم کو ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بدسلوک کے ساتھ احسان کرتے اور ستانے والے کو معاف فرماتے اور غصّہ کو پی جاتے تھے۔ بڑے حلیم، بُردبار اور اپنے پر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ علاّمہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ کثرت عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور خدا سے حاجت طلب کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے آپ کو بابُ الحوائج کہا جاتا ہے، کوئی بھی حاجت ہو جب آپ کے واسطہ سے طلب کی جاتی تھی تو ضرور پوری ہوتی تھی (مطالب السؤل صفحہ ۲۷۸، صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۱) اور آپ کی شہادت کے بعد سے آج تک بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور تاریخ میں کئی واقعات ملتے ہیں کہ جس کسی نے بھی آپ کے وسیلے سے دُعا کی اور اُس کی حاجت ہوئی۔ آپ کا ایک لقب باب قضاء الحوائج یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ بھی تھا۔

علاّمہ مجلسی ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ جب امام موسیٰ کاظمؑ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی تو اُس وقت امام ابو حنیفہ کے والد حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام موسیٰ کاظمؑ بھی وہاں آئے تو امام ابُو حنیفہ نے امام موسیٰ کاظمؑ سے کچھ دریافت کیا اور کہا کہ اے صاحبزادے یہ بتاؤ کہ انسان فاعل مختار ہے یا ان کے فعل کا خدا فاعل ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ، سُنو! بندوں کے افعال تین حالتوں سے خالی نہیں، یا ان کے افعال کا فاعل صرف خدا ہے یا صرف بندہ ہے یا دونوں کی شرکت سے افعال واقع ہوتے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو خدا کو بندہ پر عذاب کا حق نہیں، اگر تیسری صورت ہے تو بھی یہ انصاف کے خلاف ہے کہ بندہ کو سزا دے اور

ترجمہ، اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور جو بھلائی اپنے لیے آگے بھیج رکھو گے، اس کو خدا کے ہاں پالو گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۱۰﴾ سورۃ البقرۃ

اپنے کو بچالے کیونکہ ارتکابِ دونوں کی شرکت سے ہوا ہے۔ اب لامحالہ دوسری صورت ہوگی، وہ بندہ خود فاعل ہو اور ارتکابِ قبیح پر خدا اُسے سزا دے۔ اسیطرح ابوُحنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے اس صاحبزادہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اُن کے سامنے سے لوگ برابر گزُر رہے تھے تو اُن کے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ لوگوں کے گزُرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے، وہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل تو نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ تو "رگِ جان" سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق عبداللہ ابنِ مسلم اور ابوحنیفہ دونوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کے بچپن کے زمانے میں آپ سے سوال کیا کہ صاحبزادے یہ تو بتاؤ کہ اگر تمھارے شہر میں کوئی مسُافر آجائے اور اُسے قضا حاجت کرنی ہو تو کیا کرے اور اس کے لیے کونسی جگہ مناسب ہوگی تو حضرت نے برجستہ فرمایا کہ "مسُافر کو چاہیے کہ مکانوں کی دیواروں کے پیچھے چُھپے، ہمسایوں کی نگاہوں سے بچے، نہروں کے کناروں سے پرہیز کرے۔ جن مقامات پر درختوں کے پھل گرتے ہوں اُن سے حذر کرے۔ مکانوں کے صحن سے علیٰحدہ، شاہراہوں اور راستوں سے الگ مسجدوں کو چھوڑ کر، نہ قبلہ کی جانب مُنہ کرے نہ پیٹھ۔ پھر اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کرے۔" یہ سُن کر امام ابوحنیفہ حیران رہ گئے جس پر عبداللہ کہنے لگے کہ میں کہتا تھا کہ یہ فرزندِ رسُولؐ ہیں انھیں بچپن ہی میں ہر قسم کا علم ہوا کرتا ہے۔ علامہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ بیٹے! ذرا اس مصرعہ پر مصرعہ لگا "(۱)، بُری باتوں سے دُور رہو، اور اُن کا ارادہ بھی نہ کرو (۲)، جس کے ساتھ بھلائی کرو، بھرپور کرو " (۱)، تو آپ نے اس پر مصرعہ لگایا کہ "تمھارا دشمن ہر قسم کا مکروفریب کرے گا۔(۲)، جب دُشمن مکرو

ترجمہ، ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گرو ہے ﴿۳۸﴾ مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ) ﴿۳۹﴾ (کہ) وہ باغہائے بہشت میں (ہوں گے اور) پوچھتے ہوں گے ﴿۴۰﴾

قریب کرے تب بھی اُسے بُرائی کے قریب نہیں جانا چاہیے"

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے بعض کرامات مختلف مورخین نے تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ علاّمہ محمد بن طلحہ شافعی نے سنہ ۱۴۹ ہجری میں شقیق ملنجی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ان کی پہلی ملاقات آپ کے ساتھ ہوئی تو میں امام کو نہیں جانتے تھے اور میں امام کو دیکھ کر کچھ بدگمان ہوئے اور جب امام کے قریب پہنچے تو امام نے کہا، "اے شقیق، بدگمانی مت کیا کرو یہ اچھا شیوہ نہیں ہے "تو میں حیران ہوا کہ انھوں نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب کیا اور میرے دل کی بات جان لی۔ اس واقعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہو نہ ہو یہ کوئی عبدِ صالح ہے اور میں ان کے پیچھا گیا تو "وادیِ فضہ "پر پھر ملاقات ہوئی اور امام اس وقت نماز میں مشغول تھے اور اُن کے اعضاء وجوارح بید کی مانند کانپ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں یہ سوچ کر اُن کے قریب گیا کہ اب اُن سے مُعافی طلب کروں گا مگر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بولے اے شفیق ! خدا کا قول ہے کہ جو توبہ کرتا ہے میں اُسے بخش دیتا ہوں اس کے بعد پھر روانہ ہوگئے۔ اب میرے دل میں یہ آیا کہ یقیناً یہ بندہ عابد ہے کیونکہ دو بار یہ میرے ارادہ سے اپنی واقفیّت ظاہر کرچکا ہے پھر جب میری ملاقات منزل زبالہ پر ہوئی تو اس وقت یہ جوان ایک کنوئیں سے پانی نکال رہے تھے کہ ناگاہ ان کے ہاتھ سے کُوزہ چھوٹ کر کنوئیں میں گر گیا۔ میں نے دیکھا کہ کوزہ گرنے کے بعد اُنھوں نے آسمان کی طرف مُنہ کرکے بارگاہِ احدیت میں کہا، میرے پالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو ہی سیراب کرتا ہے اور جب بُھوکا ہوتا ہوں، تو ہی کھانا دیتا ہے۔ خدایا! اِس کوزہ کے علاوہ میرے پاس اور کوئی برتن نہیں ہے۔ میرے

ترجمہ، ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا (۴۶) اور ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے (۴۷)

سورۃ ص

مالک! میرا کُوزہ پُر آب برآمد کردے۔ اُس جوان صالح کا یہ کہنا تھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا اور اوپر تک آگیا اور اُنہوں نے کُوزہ لے لیا اور وضُو کرکے نماز پڑھی۔ اُس کے بعد آپ نے ریت کی ایک مُٹھی اُٹھائی اور پانی میں ڈال کر کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر میں عرض پرواز ہوا، جنابِ والا! مجھے بھی کچھ عنایت ہو میں بُھوکا ہوں۔ آپ نے وہی کُوزہ میرے حوالہ کر دیا جس میں ریت بھری تھی۔ جب میں نے اُس میں سے کھایا تو اُسے میں ایسا لذیذ ستّو تھا جسے میں نے کبھی نہیں کھایا تھا اور اس ستّو میں خاص بات یہ تھی کہ میں جب تک سفر میں رہا، بُھوکا نہیں ہوا۔ جب میں مکّہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز اور طواف میں مشغول ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ کے گرد بیشمار حضرات ہیں اور سب بے انتہا تعظیم و تکریم کر رہے ہیں۔ میں چونکہ سفر کے دوران اِن کے کئی کرامات دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے بہت زیادہ فکر تھی کہ کہ معلوم کروں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ چنانچہ میں نے اُن کے گرد جو لوگ جمع تھے اُن سے پُوچھا کہ یہ صاحبِ کرامات کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ یہ فرزندِ رسُول حضرت امام موسیٰ کاظم ہیں، جس پر میں نے کہا کہ بے شک ایسے کرامات اسی گھرانے کے لیے سزاوار ہیں۔ علاّمہ محمد بن طلحہ شافعی ایک مرتبہ کا واقعہ عیسٰی مدائنی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عیسٰی مدائنی مدینہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں موجود تھے کہ بارش ہو رہی تھی تو امام نے تھوڑی دیر بعد عیسیٰ سے فرمایا کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمھارا مکان تمھارے اثاثہ پر گر چکا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں۔ یہ سُن کر وہ فوراً مکان کی طرف گئے تو دیکھا کہ گھر گر

ترجمہ، جس کے پاس مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں ﴿۲۱﴾ بے شک نیک لوگ چین میں ہوں گے ﴿۲۲﴾ تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے ﴿۲۳﴾ تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کر لوگے ﴿۲۴﴾ ان کو خالص شراب سربمہر پلائی جائے گی ﴿۲۵﴾ جس کی مہر مشک کی ہو گی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں ﴿۲۶﴾ اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہو گی ﴿۲۷﴾ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقرب پیئیں گے ﴿۲۸﴾
سورۃ المطففین

چکاہے اور لوگ سامان نکال رہے تھے۔ دوسرے دن جب وہ حاضر ہوئے تو امام نے دریافت کیا کہ کوئی چیز چوری تو نہیں ہوئی جس پر اُنہوں نے کہا کہ صرف ایک طشت نہیں ملا جس میں وضُو کیا کرتا تھا تو امام کہا کہ وہ چوری نہیں ہوا ہے بلکہ تم اُس کو بیت الخلاء میں رکھ کر بھُول گئے ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ علاّمہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سو دینار حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں بطورِ نذر ارسال کیا۔ جب یہ شخص مدینہ پہنچا تو اس نے امام کی خدمت میں پیش کرنے سے پہلے دینار کا شمار کیا تو ایک دینار کم تھا تو اُس شخص نے اپنی طرف سے ایک دینار شامل کر کے امام کی خدمت میں پہنچا تو امام نے تمام دینار میں سے وہی اُس کا دینار نکال کر اُس کو دیا اور کہا کہ بھیجنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ کیا ہے جو ۹۹ میں پُورا ہوتا ہے۔

علی بن یقطین جو کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے اور سنہ ۱۲۱ ہجری میں بمقام کُوفہ پیدا ہُوئے اور سنہ ۱۸۲ ہجری میں بمقام بغدار بعمر ۵۷ سال میں فوت ہوئے اُنھوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ مجھے علی بن یقطین نے ایک خط دے کر امام کی خدمت میں بھیجا۔ جب انہوں نے امام کی خدمت میں پہنچ کر اُن کا خط دیا تو امام نے خط پڑھے بغیر مجھے ایک خط دیا اور کہا کہ اُنھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے۔ ابو بصیر کا کہنا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ دل کی باتیں جانتے تھے اور ہر سوال کا جواب رکھتے تھے، ہر جاندار کی زبان سے واقف تھے۔ ابو حمزہ بطائنی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضرت کے ساتھ حج پر جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شیر بر آمد ہوا، اُس نے اپنی زبان میں آپ سے کچھ کہا تو آپ نے بھی اُس کی زبان میں جواب دیا اور وہ چلا گیا۔ ہمارے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اُس نے اپنی شیرنی کی ایک تکلیف کے لیے دُعا کی خواہش کی، میں نے دُعا کر دی اور وہ واپس چلا گیا۔

ترجمہ، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے

سورۃ العنکبوت ﴿۹﴾

خلیفہ مھدی عباسی نے قتل کی نیّت سے جب امام موسیٰؑ کو مدینہ سے گرفتار کروایا اور اس کے سپاہی آپ کو لے کر جارہے تھے تو راستہ میں منزل "زبالہ" پر ابو خالد کی ملاقات ہوئی تو امام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ فلاں فلاں چیزیں خرید کر اپنے پاس رکھ لینا جب میں واپس آؤں گا تو لے لوں گا۔ پھر فرمایا کہ ابو خالد رنجیدہ کیوں ہو؟ مولا! آپ دُشمنوں کے منہ میں جارہے ہیں، ڈرتا ہوں کہ نہ جانے وہ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں، میں انشاءاللہ واپس آؤں گا اور فلاں تاریخ بوقتِ شام میرا انتظار کرنا۔ مھدی عباسی نے آپ کو قید کر کے قتل کرنا چاہا مگر اُس نے ایک رات ایسا خواب دیکھا جس کی وجہ سے خوف زدہ ہوا اور آپ کو رہا کرنا پڑا اور امام مدینہ کے لیے روانہ ہوئے اور اِسی دن ابو خالد کی ملاقات ہوئی جس دن امام نے اُن سے ملاقات کرنا کو کہا تھا مگر امام نے اُن سے فرمایا کہ ابو خالد ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب میں بغداد جاؤں گا مگر واپس نہیں آؤں گا۔ مھدی عباسی کے بعد اس کا بیٹا ہادی عباسی تختِ خلافت پر متمکّن ہوا اور اپنے آباؤ واجدد کی طرح اولادِ اہلبیتؑ کو قید کرتا اور قتل کرتا رہا اور اس نے بھی امام موسیٰ کاظمؑ کو قید خانہ میں رکھا۔ ہادی عباسی کے بعد مھدی عباسی کا بیٹا ابو جعفر ہارون رشید عباسی ۱۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۷۰ ہجری کو خلیفہِ وقت بنایا گیا۔ یہ اپنے دادا منصور دوانقی کے نقشِ قدم پر چلتا تھا بس فرق یہ تھا کہ وہ بخیل تھا اور یہ سخی۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے راگ راگنی اور موسیقی کو شریف پیشہ قرار دیا تھا اور میدان میں گیند بازی کی اور شطرنج کے کھیل کا شوق کیا۔ (احادیث میں ہے۔ کہ شطرنج کھلینا بہت بڑا گناہ ہے۔ جامع الاخبار میں ہے کہ جب امام حسینؑ کا سر دربارِ یزید میں پہنچا تھا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا)۔ اُس کی پیشانی پر سادات کشی کا بھی نمایاں داغ ہے اور تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ہارون رشید نے اپنے باپ کی مدخولہ لونڈی کے ساتھ بدفعلی کی اور قاضی ابو یوسف نے اس بدفعالی اور بادشاہ کے دوسرے بُرے کاموں کو اُجرت لے کر فتویٰ

ترجمہ، میرا مددگار تو خدا ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی۔ اور نیک لوگوں کا وہی دوستدار ہے

کے ذریعے جائز قرار دیا جو کہ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں تھا۔ ہارون رشید نے ہی امام موسیٰ کاظمؑ کو قید کیا اور زہر کے ذریعے شہید کروایا۔ علاّمہ مجلسی تحفۃ الزائر میں لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے دوسری صدی ہجری میں امام حسینؑ کی قبر مطہر کی زمین جتوائی تھی اور قبر پر جو بیری کا درخت بطورِ نشان موجود تھا اُسے کٹوا دیا تھا۔ ہارون رشید نے اپنے دور میں جب پہلا حج کیا تو وہاں پر اس کی ملاقات امام موسیٰ کاظمؑ سے ہوئی تو اس نے آپ سے پُوچھا کہ تم ہی ہو جس سے لوگ چھُپ چھُپ کے بیعت کرتے ہیں جس پر آپ نے جواب دیا کہ ہم دل کے امام ہیں اور تم جسموں کے، تو ہارون رشید نے پُوچھا کہ تم کس دلیل سے اپنے کو رسُولؐ اللہ کی ذریّت کہتے ہو، حالانکہ تم علی کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا، نانا سے منتسب نہیں ہوتا؟۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "وَ من ذریّۃِ داؤد و سُلیمان و ایّوب و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ" اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو جس طرح محض اپنی والدہ کی نسبت سے ذریّت انبیاء میں ملحق ہوئے، اُسی طرح ہم بھی اپنی مادرِ گرامی جنابِ فاطمہؑ کی نسبت سے جنابِ رسُول خداؐ کی ذریّت میں ٹھہرے، پھر فرمایا کہ جب آیۃ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلے کے وقت پیغمبرِ خداؐ نے سوا علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے کسی کو نہیں بلایا اور بفحوائے "ابناءنا" حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ ہی رسُولؐ اللہ کے بیٹے قرار پائے۔ اور جب وہ حج کے بعد مدینہ گیا تو اس کے گرد قریش اور دیگر قبائلِ عرب جمع تھے تو اُس نے فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مُبارک پر یوں کہا، "سلام ہو آپ پر اے رسُول اللہ! اے ابن عم (میرے چچا زاد بھائی)" تو اُس وقت امام موسیٰ کاظمؑ نے یوں سلام کیا "سلام ہو، آپ پر اے میرے پدرِ بزرگوار"۔ یہ سُن کر ہارون رشید کے چہرہ کا

ترجمہ، خدا ان ہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں (۹) سورۃ الممتحنۃ

رنگ فق ہوگیا اور اُس نے امام کو اپنے ہمراہ لے جا کر قید کر دیا اور آپ کا امتحان کرنے کے لیے ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی کو آپ کی خدمت کرنے کے لیے بھیجا تو جو شخص اس لڑکی کو لایا تھا اس سے امام نے فرمایا کہ ہارون سے جا کر کہہ دینا کہ اُنھوں نے یہ ہدیہ واپس کر دیا ہے۔ جب ہارون کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ ابن جعفر سے کہہ دو کہ نہ تو میں نے اُن کی مرضی سے قید کیا ہے اور نہ ہی تمھاری مرضی سے ایسے واپس لونگا اور جو حکم میں دوں تمھیں وہ کرنا ہوگا۔ پھر اُس لڑکی کو واپس قید خانہ میں بھیجوا دیا۔ چند دنوں کے بعد ایک شخص کو ہارون نے حالات معلوم کرنے کے لیے قید خانہ میں بھیجا تو وہ حیران رہ گیا اور واپس آکر ہارون کو بتایا کہ وہ لونڈی زمین پر سجدے میں پڑی ہوئی "سُبوحٌ قدوسٌ" کہہ رہی ہے۔ ہارون نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو اُس کے سامنے پیش کیا جائے اور جب وہ آئی تو ہارون نے قید خانہ کے حالات معلوم کیے تو اُس نے کہا کہ میں جب امام کے پاس گئی تو اُنہوں نے مجھ سے خدمت لینے سے انکار کر دیا اور مجھے جنّت کا مقام اور حُور اور غلماں ان کی خدمت کے لیے موجود تھیں۔ اُن کا حُسن و جمال دیکھ کر میں سجدہ میں گر پڑی اور عبادت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ الغرض اس واقعہ کے بعد یہ لڑکی تاحیات مشغول عبادت رہی اور جب کوئی اس سے عبادت کے بارے میں پُوچھتا تو کہتی کہ میں نے عبد صالح امام موسیٰ کاظمؑ کو اسی طرح عبادت کرتے دیکھا ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ قید خانہ میں تکالیف سے دو چار تھے اور ہر طرح کی سختیاں آپ پر کی جارہی تھیں کہ ناگاہ باشادہ نے ایک خواب دیکھا اور پھر مجبور ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔ روایت کے مطابق اسی شب کو امام موسیٰ کاظمؑ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بھی خواب میں دیکھا تھا۔ قید خانہ سے رہا ہو کر امام واپس مدینہ منوّرہ پہنچے اور بدستور اپنے فرائض امانت کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔

ترجمہ، اور جو (سختیاں) اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے ﴿۷﴾ ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب (اور) قابل ستائش ہے ﴿۸﴾

سورۃ البروج

یہ مسُلّم بات ہے کہ حضرت محمدؐ و آل محمد کے معجزات، کمالات اور امور خرق عادات میں یکتائے کائنات تھے، رجعتِ شمس، شق القمر اور حضرت علی کا ایک گروہ سمیت چادر پر بیٹھ کر غارِ اصحاب کہف تک سفر کرنا، ان سب کے شواہد ہیں۔ اسی طرح امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی کئی مقامات پر معجزات دیکھائے ہیں۔ علی بن یقطین بن کوفی بغدادی امام موسیٰ کاظمؑ کے خاص ماننے والے تھے اور اپنی کار کردگی کی وجہ سے ہارون رشید کے بھی مقربین اور وزیروں میں سے تھے جس کی وجہ سے ایک دفعہ بادشاہ نے علی بن یقطین کو بہت سے چیزیں دیں جن میں ایک عمدہ قسم کا چُغہ بھی تھا جس پر سونے کے تاروں سے پھُول گڑھے ہوئے تھے جو صرف خلفاء اور بادشاہ وغیرہ پہنا کرتے تھے۔ علی بن یقطین نے یہ تحفہ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت بھیج دیا تو آپ نے تمام چیزیں قبول کرلیں اور لباس واپس کردیا اور کہا کہ یہ اپنے پاس رکھو یہ تمھارے اُس وقت کام آئے گا جب "جان جوکھم" میں پڑی ہو گی۔ علی بن یقطین کو سمجھ نہ آیا کہ امام کس واقعہ کی طرف نشاندہی کررہے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد علی بن یقطین کسی بات پر اپنے ایک غلام سے ناراض ہو گئے اور اُسے گھر سے نکال دیا تو یہ غلام بادشاہ کے پاس گیا اور کہا کہ آپ نے جو تحفہ علی بن یقطین کو دیا تھا وہ سب اُنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کو دے دیا ہے اور وہ امام کے شیعوں میں سے ہیں۔ ہارون رشید بہت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ علی بن یقطین کو اسی وقت حاضر کیا جائے اور جب سپاہی اُن کو لے کر دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے اپنا چُغہ طلب کیا تو کہا کہ اگر یہ ابھی پیش نہ کیا تو تمھارا سر قلم کروادونگا۔ علی بن یقطین نے کہا کہ آپ سپاہی بھیجیں تاکہ وہ میرے گھر سے ایک صندوق لے آئے۔ جب صندوق لایا گیا اور اُس کو کھولا گیا تو چُغہ موجود تھا جس پر

ترجمہ، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔ دیکھو خدا کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے ﴿٢١٤﴾ سورة البقرة

بادشاہ شرمندہ ہوا اور آپ کو مزید تحفہ دے کر واپس روانہ کیا اور غلام کو کوڑے لگانے کو کہا تو یہ غلام کوڑے کھاتے کھاتے مر گیا۔ایک دفعہ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظمؑ کو وضو کے بارے میں کچھ سوال لکھا تو آپ نے جواب میں علی بن یقطین کو لکھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے اُلٹے طریقے سے وضو کریں جیسے بادشاہ کیا کرتا تھا جس کا مقصد علی بن یقطین کو سمجھ نہ آیا مگر پھر بھی امام کے کہنے پر اُنھوں نے عمل کیا۔ کیونکہ لوگ بادشاہ سے علی بن یقطین کے بارے میں شکایت کرتے رہتے تھے کہ یہ امام موسیٰ کاظمؑ کے شعیہ میں سے ہیں جس کی وجہ سے بادشاہ ان پر نظر رکھتا تھا اور ایک دن اس نے چھُپ کر علی بن یقطین کے حجرہ میں نظر ڈالی تاکہ یہ معلوم کرسکے کہ یہ وضو اہل سنّت کے مطابق کرتے ہیں یا اہلبیتِ رسولؐ کے مطابق کیونکہ اہل سنّت وضو اُلٹا کرتے ہیں اور ہاتھوں کو نیچے سے اُوپر کی جانب پانی سے دھوتے ہیں جبکہ اہلبیتِؑ ہاتھوں کو اوپر سے نیچے کی جانب دھوتے ہیں۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ علی بن یقطین نے اہل سنّت کی طرح وضو کیا تو پھر اس کو یقین ہوا کہ وہ اہلبیتؑ کے شیعہ نہیں ہیں۔ جب یہ واقعہ ہوگیا تو امام موسیٰ کاظمؑ نے پھر علی بن یقطین کو خط لکھا کہ اب خدشہ دُور ہوگیا، اب تم اسی طرح وضو کرو جس طرح خدا نے حکم دیا ہے یعنی اب اُلٹا وضو نہ کرنا بلکہ سیدھا اور صحیح وُضو کرنا اور ساتھ ہی ان کے سوال کا جواب بھی دیا جو علی نے پہلے خط کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ اُنگلیوں کے سرے سے کعبین تک پاؤں کا مسح ہونا چاہیے۔ کیونکہ بادشاہ اہلبیتؑ کے دُشمنوں میں سے تھا اور علی بن یقطین بادشاہ کے قریب تھے اس لیے احتیاط زیادہ کرتے تھے کہ کہیں بادشاہ کو یہ شک نہ ہو کہ وہ امام موسیٰ

ترجمہ، مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تم منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمم) کر لو۔ خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو ﴿٦﴾ سورۃ المائدۃ

کاظمؑ کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ایک دفعہ امام کا ایک شیعہ صحابی ابراہیم جمال نے اُن سے ملاقات کے لیے وقت چاہا تو اُنھوں نے نہیں دیا۔جب علی بن یقطین اِس حج کے لیے گئے تو امام بھی حج میں موجود تھے اور علی بن یقطین نے جب امام سے ملاقات کرنا چاہا تو آپ نے ملنے سے انکار کردیا۔ مگر جب راستے میں ان کی ملاقات امام سے ہوئی تو اُنہوں نے امام سے دریافت کیا کہ آپ نے ملاقات سے کیوں انکار کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ابراہیم سے ملاقات سے انکار کیا تھا اس لیے میں بھی تم سے نہیں ملا اور اُس وقت تک نہ ملوں گا جب تک تم اُن سے معافی نہ مانگو گے اور انھیں راضی نہ کروگے۔ علی بن یقطین نے پھر مدینہ سے کوفہ اُن کے گھر پر جاکر ملاقات کی خواہش کی اور کہا کہ میں سخت مصیبت میں مبتلا ہوں خدا کے لیے ملنے کا وقت دو۔ چنانچہ اُنھوں نے ملاقات کی اور ابراہیم کے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور ابراہیم نے معافی دی تو پھر مدینہ آکر امام سے بھی معافی مانگی تو امام نے بھی معاف کردیا۔کیونکہ امامِ برحق زمین پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہوتا ہے اس لیے اس کا اختیار بھی وسیع ہوتا ہے اور جب چاہیے زمین پر اپنے معجزات دکھا سکتا ہے اور اپنے ماننے والوں کی مدد کرسکتا ہے۔علاّمہ محمد بن علی شہر آشوب ایک واقعہ خالد بن سماں کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں جس کو میں یہاں پر مختصراً بیان کررہا ہوں کہ ایک دن ہارون رشید نے ایک شخص کو طلب کیا جس کا نام علی بن صالح طالقانی اور اُس سے دریافت کیا کہ توُہی ہے جس کو بادل چین سے طالقان تک اُٹھا کرلایا تھا؟ کہا، ہاں۔ پھر اس سے تمام واقعہ دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ میں کشتی پر سوار تھا کہ ناگاہ میری کشتی ٹوٹ گئی اور تین روز تک میں تختوں پر پڑا رہا اور آخرکار موجیوں نے مجھے خشکی پر پھینک دیا اور وہاں ایک درخت

ترجمہ، مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں ﴿۱۱﴾ سورۃ الحجرات

کے سائے میں میں سو گیا۔ اسی اثنا میں میں بیدار ہوا اور دیکھا کہ وہاں ایک غار تھا جہاں سے تسبیح و تحلیل، تکبیر اور تلاوتِ قرآن کی آواز آرہی تھی۔ جب میں اس غار کے قریب گیا تو اندر سے آواز آئی کہ "اے علی بن صالح طالقانی" غار کے اندر آجاؤ۔ جب میں غار کے اندر گیا تو دیکھا کہ وہاں پر ایک کھدر پوش عظیم شخص تھا۔ میں نے سلام کیا تو اس نے جواب دیا اور کہا کہ خدا تم پر رحم کرے اور پھر فرمایا کہ اے علی بن صالح طالقانی تم معدن الکنور ہو، بھوک، پیاس اور خوف کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ہے تمھیں نجات دی ہے اور تمھیں پاکیزہ پانی پلایا ہے۔ پھر اُس عظیم شخص نے میرا سارا واقعہ جو پیش آیا تھا سب مجھے بتایا اور کہا میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب تم کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ میں نے اُس شخص سے پوچھا کہ میرا سارا واقعہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، تو کہا اس ذات نے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ پھر فرمایا تم بُھوکے ہو پھر ایک دستر خوان رومال سے ڈھکا ہوا حاضر ہو گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق دیا ہے اسے کھاؤ۔ میں نے ایسا پاکیزہ کھانا اور پانی کبھی نہیں پیا اور کھایا تھا۔ پھر اُنھوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور مجھ سے پوُچھا کہ گھر جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہاں سے کیسے جاسکتا ہوں اور کون میری مدد کرے گا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ہم اپنے دوستوں کی مدد کیا کرتے ہیں، ہم تمھاری مدد کریں گے۔ پھر اُنھوں نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا، ناگاہ بادل کے ایک ٹکڑے نے غار کے دروازے کو گھیر لیا، تو اُنھوں نے فرمایا اے خدائے وحدہ لاشریک کا اطاعت گزار ابر، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ودِلعیت کردہ چیزیں اُٹھا کر لیے جارہا ہے۔ اِسی طرح اس بندۂ مومن کو بھی لے جا پھر میرے بازو کو پکڑ کر اس پر بٹھا دیا تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم اور محمد مصطفےؐ اور آئمہ طاہرینؑ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ یہ

ترجمہ، اور بادل کا تم پر سایہ کئے رکھا اور (تمہارے لیے) من و سلویٰ اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں، ان کو کھاؤ (پیو) مگر تمہارے بزرگوں نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی (اور) وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے ﴿۵۷﴾ سورۃ البقرۃ

فرمایئے کہ آپ کون ہیں؟"۔ ارشاد فرمایا، اے علی بن صالح طالقانی میں زمین پر اللہ کی حجّت ہوں اور میرا نام "موسیٰ بن جعفر" ہے۔ بادل چل پڑا اور نہ مجھے کوئی تکلیف پہنچی اور نہ خوف لاحق ہوا اور میں تھوڑی دیر میں اپنے وطن "طالقان" ٹھیک اپنے گھر پر جا پہنچا۔ اس واقعہ کے بعد ہارون رشید نے اس خوف سے کہ کہیں یہ واقعہ دوسروں تک نہ پہنچے علی بن صالح کو قتل کروا دیا، (مناقبِ ابنِ شہر آشوب جلد ۳، صفحہ ۱۲۱، طبع ملتان)۔

ہارون رشید کے لیے تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے سب سے پہلے یہ ہی تصّور پیدا ہوا کہ اس روحانیّت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے، مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظمؑ کا محتاط اور خاموش طرزِ عمل اور دوسری طرف سلطنت کی اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون رشید کو بھی کسی کُھلے ہوئے تشدّد کا امام کے خلاف موقع نہ ملا۔ مگر اِسی دوران میں عبد اللہ ابن حسن کے فرزند یحییٰ نے حکومتِ وقت کی مخالفت شروع کر دی جس کو امام موسیٰ کاظمؑ نے منع فرمایا تھا۔ الغرض یحییٰ کو دَردناک طریقہ سے قید کر کے قتل کر دیا گیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا اس مخالفت سے کوئی تعلق نہ تھا مگر ہارون رشید نے اس واقعہ کا بہانہ بنا کر اپنے آبائی جذبات کو بُروئے کار لاتے ہوئے زمین پر آلِ محمدؐ کا کوئی بیج بھی باقی نہ رہنے پائے چنانچہ ہر ممکن انھیں تباہ و برباد کیا اور غنڈوں کے گروہ قتل سادات کے لیے مقرر کر دیئے تھے اور خصوصی حکم دیا کہ پوری طاقت سے سادات کی تلاش کی جائے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ علاّمہ مجلسی عبد اللہ بزار نیشاپوری کے حوالہ سے "حاکم ایران حمید ابن قحطبہ طوسی" کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ابن قحطبہ کہتا ہے کہ میں اس لیے روزہ و نماز وغیرہ نہیں کرتا کہ مجھے علم ہے کہ میں بخشا نہیں جا سکتا اور بہر

ترجمہ، لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے ﴿۱۳﴾ سورۃ الحجرات

صُورت جہنمّ میں جاؤں گا۔ اے عبداللہ! تم سے کیا بتاؤں کہ ہارون رشید نے مجھے ایک رات بلایا اور مجھے حکم دیا کہ میری تلوار ہمراہ لے کر اس غلام کے ساتھ جاؤ اور یہ جو کہے وہ کرو۔ غلام مجھے ایک ایسے مکان میں لے گیا جس میں فاطمہؑ بنت رسُول اور علی زوجہِ بتول کی اولاد قید تھی، غلام نے دروازہ کھولا اور مجھ سے کہا کہ ان سب کو قتل کر کے اس کنویں میں ڈال دو، میں نے ان سب قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا، جن میں چھوٹے، بڑے بوڑھے اور جوان سادات سب ہی تھے جن کی تعداد ساٹھ تھی۔ اب میری نماز اور میرا روزہ مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ الغرض ہارون رشید نے اس حکومت مخالفت کے بہانے سے امام موسیٰ کاظمؑ کو بھی محفوظ نہ رہنے دیا اور جب ہارون رشید اس سال حج پر گیا تو وہاں پر امام موسیٰ کاظمؑ بھی موجود تھے۔ جب ہارون رشید نے اپنی آنکھوں سے اس عظمت و مرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسیٰ کاظمؑ کے متعلّق پائی جاتی تھی تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسماعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کر دیا۔ دوسری طرف محمد بن اسماعیل جو کہ امام جعفر صادقؑ کے پوتے اور اسماعیل بن جعفر کے بیٹے تھے اور اِن کا بھی کچھ لوگوں کی طرح خیال تھا کہ اسماعیل چنانچہ امام صادقؑ کے بڑے بیٹے تھے اور ان کا انتقال امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا مگر پھر بھی مختصر سی تعداد نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور امامت کی جانشینی کا حق اسماعیل اور ان کی اولاد سمجھا، نہ کہ امام موسیٰ کاظمؑ کو، اسی لیے ان لوگوں کو اسمٰعیلیہ فرقہ سے کہا جاتا ہے۔ چنانچہ محمد، اسماعیل کے بیٹے تھے اس لیے یہ بھی امام موسیٰ کاظمؑ کے مخالفوں میں سے تھے تو ہارون رشید نے ان کو بغداد بلوایا۔ ان کے پاس بغداد جانے کے لیے رقم نہ تھی تو امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رقم کی درخواست کی۔ امام جانتے تھے کہ یہ بغداد جانے کے مقصدّ کے لیے

ترجمہ، اور (اے محمد ﷺ اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) خدا چال چل رہا تھا۔ اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے ﴿۳۰﴾ سورۃ الانفال

رقم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے انہیں روکنے کی کوشش کی مگر اُنہوں نے دُنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے بادشاہ سے ملاقات کو ترجیح دی تو امام نے ان کو نصیحت کی کہ "بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا، اور میرے بچّوں کی یتیمی کا باعث نہ بننا"۔ الغرض محمد بن اسماعیل بغداد پہنچے اور وزیرِاعظم برمکی کے مہمان ہوئے۔ جب ان کی ملاقات بادشاہ ہارون رشید سے ہوئی اور اُس نے مدینہ اور امام موسیٰ کاظمؑ کا حال دریافت کیا تو انہوں نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ "میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سُنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں"۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ بالکل اسیطرح مدیّنہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کی حکومت ہے، جیسے بغداد میں آپ حکومت کر رہے ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کو بھی اطراف ملک سے اُن کے پاس خراج پہنچا ہے۔ ہارون رشید نے ان کو یہ اطلاع دینے پر دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا مگر یہ دینار محمد کے کام نہ آئے اور وہ اسی رات حلق میں درد پیدا ہونے سے مر گئے اور بادشاہ نے تمام دینار واپس لے لیا اور ہارون رشید خود مدیّنہ گیا اور وہاں پر امام موسیٰ کاظمؑ کو نماز کی حالت میں مسجدِ نبوّی سے گرفتار کروایا اور دو محملیں تیار کرائیں۔ ایک میں امام موسیٰ کاظمؑ کو سوار کر فوج کے ہمراہ کئی ہیر پھیر راستوں سے ایک مہینہ سترہ روز میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اُسے بھی اسیطرح بغداد روانہ کیا تاکہ آپ کے محل، قیام اور قید کی جگہ کو لوگوں سے مشکوک بنادیا جائے۔ یہ نہایت حسرتناک واقعہ تھا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے اہل حرم اور بچے وقتِ رخصت آپ

ترجمہ، کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا رستہ ہے ﴿٦٤﴾ پھر کتنے فرقے ان میں سے پھٹ گئے۔ سو جو لوگ ظالم ہیں ان کی درد دینے والے دن کے عذاب سے خرابی ہے ﴿٦٥﴾ یہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہو اور ان کو خبر تک نہ ہو ﴿٦٦﴾

سورۃ الزخرف

کو دیکھ بھی نہ سکے جس سے بیویوں اور بچّوں میں کہرام برپا ہو گیا اور یقیناً امام کے دل پر بھی اس کا صدمہ ہوا مگر آپ نے ضبط و صبر سے کام لیا۔ ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے جہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسیٰ بن جعفر تھا۔ جب عیسیٰ نے امام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق و اوصاف کو دیکھا تو اس کے دل پر آپ کے اخلاق اور حسن کردار کا اثر ہوا تو اُس نے ہارون کو بھی اپنے امام کے بارے میں خیالات سے آگاہ کیا تو ہارون کو بد گمانی پیدا ہوئی اور اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ کو بغداد میں بُلوا کر فضل بن ربیع کی حراست میں بھیج دیا مگر جب اُس نے دیکھا کہ فضل کا رجحان بھی شیعیت کی طرف ہو رہا ہے تو سندی بن شاہک جیسے بے رحم اور سخت دل کی قید میں امام کو رکھا۔ علاّمہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قید خانہ کی سختیاں برداشت فرما رہے تھے تو امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ابو یوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحرِ علم کا پتہ لگائیں اور دیکھیں کے آپ کا علم کتنے پانی میں ہے۔ ابھی یہ لوگ آپ سے کچھ حلال اور حرام کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے تھے کہ ایک قید خانے کا ملازم امام کے پاس آیا اور معلوم کیا کہ کل کی آپ کی کیا ضرورت ہے جو میں اپنے ساتھ لے آؤں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اور جب وہ چلا گیا تو امام نے فرمایا کہ یہ مجھ سے کل کی ضرورت کا معلوم کر رہا تھا جب کہ یہ آج کل فوت ہو جائے گا۔ یہ سُن کر یہ دونوں شاگرد وہاں سے چلے گئے اور سُوچا کہ ہم تو ان کے حلال و حرام، واجب اور سنّت کا امتحان لینا چاہتے تھے مگر یہ تو علمِ غیب کو بھی جانتے ہیں۔ پھر دونوں حضرات نے اس ملازم کے حالات کا پتہ کیا تو وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات کر گیا۔ علاّمہ اربلی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے

ترجمہ، بیشک ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب خدا کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں (۴۴) سورۃ المائدۃ

بعد یہ دونوں پھر امام کی خدمت میں پیش ہوئے اور کہا کہ ملازم کی وفات کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ آپ علمِ المنایا اور علمِ غیب بھی جانتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ یہ علم ہمارے لیے مخصوص ہے اور اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفیٰؐ نے علی علیہ السلام کو دی تھی اور اُن سے یہ علم ہم تک پہنچا ہے۔

ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کو قید خانے میں تاحیات رکھا اور بالآخر والیِ بصرہ عیسیٰ بن جعفر کو لکھا کہ موسیٰ کاظمؑ کو قتل کر کے بادشاہ کو ان کے وجود سے سکون دے تو عیسیٰ نے انکار کر دیا کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ میں کوئی بھی بُرائی نہیں پائی ہے اور اُن کو شب و روز نماز و روزے میں مصروف و مشغول پایا ہے تو کیونکر میں ان کو قتل کر کے اپنی عاقبت بگاڑوں، بلکہ ان کو رہا کر دے۔ بالآخر ہارون رشید نے سندی بن شاہک کے حوالے سے آپ کو زہر دلوا کر انتہائی مظلومی کی حالت میں شہید کروا دیا۔ ایک روایت کے مطابق اپنے وزیرِ اعظم یحییٰ بن خالد برمکی کے ذریعہ خرمہ میں زہر دے کر شہید کروایا ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کو جب زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج مجھے زہر دیا گیا، کل میرا بدن زرد ہو جائے گا اور تیسرے روز سیاہ ہو گا اور اُسی دن میں اس دُنیا سے رُخصت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات کے بعد آپ کی نعش مُبارک قید خانہ سے ہتھکڑی اور بیڑی سمیت نکال کر بغداد کے پُل پر ڈال دی گئی اور نہایت توہین آمیز الفاظ میں آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو یاد کیا گیا۔ لوگ اگرچہ بادشاہ کے خوف سے مزاحمت کی جرات نہ کرتے تھے، مگر پھر بھی ایک گروہ نے جس کے سردار سلیمان بن جعفر ابن ابی جعفر

ترجمہ، جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی۔ اور خدا کو (نیت) نیک (اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں ان کو دوچند ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا صلہ ہے ﴿۱۸﴾ اور جو لوگ خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا۔ اور ان (کے ایمان) کی روشنی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں ﴿۱۹﴾

تھے، انہوں نے ہمت کی اور نعشِ مُبارک دُشمنوں سے چھین کر غُسل و کفن کا بند وبست کیا۔ ڈھائی ہزار کا قیمتی ایسا کفن دیا، جس پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا، نہایت تزک واحتشام سے جنازہ کو مقبرہ قریش تک لے کر چلے۔ ان لوگوں کے گریبان غمِ امام مظلوم میں چاک تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السّلام مدیّنہ سے آئے اور نماز پڑھائی اور اپنے والد ماجد کو سپردِ خاک کیا۔

امام علی رضا علیہ السّلام جب واپس مدیّنہ تشریف لے گئے تو مدیّنہ والوں کو آپ کی شہادت کی اطلاع ملی تو کہرام برپا ہو گیا اور ماتم اور ادائے تعزیت کا سلسلہ مدّتوں جاری رہا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے ۳۷ اولاد مختلف بیویوں سے تھیں، جن میں ۱۹ لڑکے اور ۱۸ لڑکیاں تھیں۔ (۱)، حضرت امام علی رضا۔ (۲)، ابراہیم۔ (۳)، عباس۔ (۴)، قاسم۔ (۵)، اسماعیل۔ (۶)، جعفر۔ (۷)، ہارون۔ (۸)، حسن۔ (۹)، احمد۔ (۱۰)، محمد۔ (۱۱)، حمزہ۔ (۱۲)، عبداللہ۔ (۱۳)، اسحاق۔ (۱۴)، عبیداللہ۔ (۱۵)، زید۔ (۱۶)، حسن (صغیر)۔ (۱۷)، فضل۔ (۱۸)، حسین۔ (۱۹)، سلیمان۔ (۲۰)، فاطمہ کبریٰ۔ (۲۱)، فاطمہ صغریٰ۔ (۲۲)، رقیہ۔ (۲۳)، علیمہ۔ (۲۴)، رقیہ صغریٰ۔ (۲۵)، کلثوم۔ (۲۶)، اُمّ جعفر۔ (۲۷)، لبابہ۔ (۲۸)، زینب۔ (۲۹)، خدیجہ۔ (۳۰)، علیہ۔ (۳۱)، آمنہ۔ (۳۲)، حسنہ۔ (۳۳)، بریہہ۔ (۳۴)، اُمّ سلمٰی۔ (۳۵)، میمونہ۔ (۳۶)، اُمّ کلثوم۔ (۳۷)، اُمّ ابیہا و بقولے اُمّ عبداللہ۔ (حوالے: اعلام الوریٰ صفحہ ۱۸۱، کشف الغمہ صفحہ ۱۰۹، ارشاد صفحہ ۳۳۰، نور الابصار صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ، اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں سے تھے انہیں عذاب دیتا۔ اور ایسا نہ تھا کہ وہ بخششیں مانگیں اور انہیں عذاب دے ﴿۳۳﴾ سورۃ الأنفال

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/, https://www.minhajbooks.com/, https://www.valiasr-aj.com/

حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل بیت سے بے پناہ عقیدت و محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا: جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندر میں غرق ہیں تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینے میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کا سفینہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ (الصواعق المحرقہ، احمد بن حجر الہیتمی، ص54)

ایک مرتبہ اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح فرمایا: ان کان رفضا حب آل محمد، فلیشھد الثقلان انی رافضی "یعنی اگر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ میں بے شک رافضی ہوں"۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون، ص166)

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جب عباسی حاکم جعفر بن سلیمان نے زدوکوب کیا اور کوڑوں سے آپ کے جسم مبارک کو مارنا شروع کیا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حاضرین سے فرمایا: میں نے اس اذیت دینے والے کو معاف کر دیا ہے تو لوگوں نے اس معافی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ اگر اسی حالت میں میری موت واقع ہو جائے اور حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہو جائے تو مجھے اس وقت ندامت و شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کہ میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قرابت دار کو عذاب دوزخ کا مزہ چکھنا پڑے۔

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہل بیت اطہار کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جب کوئی اولاد اہل بیت سے ان کے پاس آتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتے اور انہیں مقدم فرمایا کرتے اور خود ان کے پیچھے بیٹھتے تھے۔
(تاریخ کربلا، محمد امین القادری، ص73)

"اہل بیت کی محبت سے میری محبت نصیب ہوتی ہے اور میری محبت سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔" (حاکم، المستدرک، 3: 181، رقم: 4776)

صحابہ کرام کے پوچھنے پر آقا علیہ السلام نے امت پر واضح فرمادیا کہ ان پر کن کن کی مؤدت اور محبت واجب و فرض ہے۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل قرابت سے کون لوگ مراد ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہم"۔" (احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، 2: 669، رقم: 1141)

آقا علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اللہ سے محبت کرو اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا، وہ تم سے محبت کرتا ہے، تم پر شفقت، بے حساب رحمت، کرم اور لطف و عطاء فرماتا ہے۔ صبح و شام تم اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے سمندوں میں غوط زن رہتے ہو، تم پر اللہ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش رہتی ہے، اِس کی وجہ سے اللہ سے محبت کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو۔ اور پھر مزید فرمایا کہ "میری اہل بیت سے محبت کرو تاکہ تمہیں میری محبت مل سکے۔ میری محبت کے حصول کے لئے میری اہل بیت سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کے حصول کے لئے مجھ سے محبت کرو"۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، 5: 664، رقم: 3789)

''اے اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ! آپ سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، جسے اس نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے اور آپ کے لیے یہ عظیم مرتبہ ہی کافی ہے کہ آپ وہ ہستیاں ہیں کہ جو شخص آپ پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز مکمل نہیں ہوتی''۔ (ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، 1/ 67)

اللہ رب العزت ہمیں اہل بیت اطہار کی محبت و تمسک عطا فرمائے، اُن کے طفیل آقا علیہ السلام کی محبت تک پہنچائے اور آقا علیہ السلام کی محبت کے صدقے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں. ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ کہ یہ دونوں اس وقت تک ہر گز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے۔'' اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 2: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/ 181، الرقم: 21618، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9/ 162)

''حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا پھر طائف کا رخ کیا اور اس کا آٹھ یا سات دن محاصرہ کئے رکھا پھر صبح یا شام کے وقت اس میں داخل ہو گئے پھر پڑاؤ کیا پھر ہجرت فرمائی اور فرمایا: اے لوگو! بے شک میں تمہارے لئے تم سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا اور بے شک میں تمہیں اپنی عترت کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں اور بے شک تمہارا ٹھکانہ حوض ہو گا۔۔۔ الحدیث۔'' اِس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 3: خرجه الحاكم في المستدرك۔ 2/ 131۔ الرقم: 2559)

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام، رسُول کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آٹھویں جانشین، مسلمانوں کے آٹھویں امام اور سلسلۂ عصمت کی دسویں کڑی ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب اُمّ البنین عرف نجمہ تھیں اور آپ کے والد کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ آپ کا شمار اشرافِ عجم میں تھا اور آپ عقل و دیانت کے لحاظ سے افضل النساء تھیں۔ حمیدہ خاتون یعنی امام موسیٰ کاظمؑ کی والدہ کا کہنا ہے کہ میں نے اُمّ البنین سے بہتر کسی عورت کو نہیں پایا۔ علی بن میثم کہتے ہیں کہ حمیدہ خاتون کو حضرت رسُول خداؐ نے خواب میں حکم دیا تھا کہ اُمّ البنین کی شادی امام موسیٰ کاظمؑ سے کر دو، کیونکہ ان سے عنقریب ایک ایسا فرزند پیدا ہونے والا ہے جو مادر گیتی کی آغوش میں بسنے والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔ علاّمہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ جنابِ اُمّ البنین ۔ حسن و جمال، زہد و تقویٰ میں اپنی آپ نظیر تھیں۔ امام علی رضاؑ کی پیدائش بتاریخ ۱۱ ذی قعدہ سنہ ۱۸۳ ہجری یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منّورہ متولد ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت کے مطابق جنابِ اُمّ البنین کا کہنا جب تک امام علی رضاؑ میرے بطن میں رہے، مجھے حمل کی گرانباری مطلقاً محسوس نہیں ہوئی۔ میں اکثر خواب میں تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید کی آوازیں سُنا کرتی تھی۔ جب امام علی رضاؑ پیدا ہوئے تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور اپنا فرق مُبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا۔ آپکے لبھائے مُبارک جنبش کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں

ترجمہ، یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں؟ تو انہوں نے (ان کو) نہ مانا اور منہ پھیر لیا اور خدا نے بھی بے پروائی کی۔ اور خدا بے پروا (اور) سزاوار حمد (وثنا) ہے ﴿٦﴾ سورة التغابن

کرر ہے ہیں اور جب امام موسیٰ کاظمؑ تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ تمھیں خداوندِ کریم کی یہ عنایت و کرامت مُبارک ہو۔ پھر میں نے مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دے دیا۔ آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد کیا کہ اسے لے لو یہ زمین پر خدا کی نشانی ہے اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے۔ ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہ السّلام کی طرح مختون اور ناف بریدہ متوّلد ہوئے تھے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کا "علی" نام رکھا۔ آپ آلِ محمدؐ میں سے تیسرے علی ہیں۔ آپ کی کنیت "ابوالحسن" تھی اور آپ کے القاب صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے مگر مشہور ترین لقب "رضا" تھا۔ علاّمہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو "رضا" اس لیے کہ نیز تمام مخالطین و موافقین آپ سے راضی تھے، خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق و مخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام اپنے آباؤاجداد کی طرح امام منصوص "معصُوم" اعلمِ زمانہ اور افضلِ کائنات تھے اور تمام لوگوں میں جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے۔ آپ کی باتیں پُراز حکمت اور آپ کا عمل دُرست اور آپ کا کردار محفوظ عن الخطاء تھا۔ آپ علم و حکمت سے بھرپُور تھے اور روئے زمین پر آپ کی مثال و نظیر نہ تھی اور آپ اشرفِ مخلوق زمانہ تھے۔ علاّمہ عبیداللہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن عباس کا کہنا ہے کہ میں نے اِن سے بڑا عالم دیکھا ہی نہیں۔ آپ کو علم آباؤاجداد سے وراثتاً پہنچا تھا اور آپ ہر زبان اور ہر لغت میں فصیح اور داناترین تھے اور جو شخص جس زبان میں باتیں کرتا تھا، اس کو اسی زبان میں جواب دیتے تھے۔ علاّمہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کا ایمان حد سے بڑھا ہوا تھا، آپ کی شان انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کا قصرِ فضیلت

ترجمہ، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ ان (پیغمبر آخرالزماں) کو اس طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں، مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے

سورۃ البقرۃ ﴿١٤٦﴾

نہایت بلند تھا اور آپ کے امکانات کرم نہایت وسیع تھے۔ آپ کے مددگار بے شمار اور آپ کے براہین شرف و امامت نہایت روشن تھے۔ اسی وجہ سے خلیفۂ وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنے حکومت میں شریک کیا اور اپنی لڑکی کی شادی آپ کے ساتھ کردی۔ آپ کے مناقب و صفات نہایت بلند، آپ کے مکارم اور آپ کے اخلاق نہایت عظیم تھے۔ مختصر یہ کہ صفاتِ حسنہ کی جو منزلیں تھیں، ان سے آپ کا درجہ بلند تھا۔ آپ کے والد حضرت موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ میرا یہ فرزند میرے ساتھ جفر جامعہ کو دیکھتا اور اسے سمجھتا ہے جسے نبی اور وصی کے علاوہ کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ آپ اعلم اہلِ زمانہ اور کثیر الصوم والعبادۃ تھے۔ آپ کی نشو و نما اور تربیت اپنے والدِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے زیرِ سایہ ہُوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپنا اور جوانی کی متعدّد منزلیں طے ہوئی اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی۔ اگرچہ آخری چند سال اس مدّت کے وہ تھے جب امام موسیٰ کاظمؑ عراق میں قید ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۴ یا ۲۵ برس آپ کو برابر اپنے پدرِ بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام موُسیٰ کاظمؑ کو معلوم تھا کہ آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے دی جائے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آپ کی عمر کے آخری حصّے میں اور دُنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستانِ اہلبیت کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے رہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا، اس لیے نے انھیں آزادی کے دنوں میں جب آپ مدینہ میں تھے پیروانِ اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی، چنانچہ اولادِ علی و فاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیّت رکھتے تھے انھیں جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا علیہ السّلام کو وصیت اور جانشینی کا اعلان فرما دیا اور ایک وصّیت نامہ تحریراً بھی مکمل فرمایا۔ امام رضاؑ نے اپنی زندگی کی پہلی

ترجمہ، اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے ﴿۴۵﴾ ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا ﴿۴۶﴾ اور ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے ﴿۴۷﴾ سورۃ ص

منزل سے تابہ عہدِ وفات ۱۵۸ بہت سے بادشاہوں کے دور دیکھے۔ سنہ ۱۵۳ میں یہ عہد منصور دوانقی متوّلد، سنہ ہجری میں مہدی عباسی، سنہ ۱۶۹ ہجری میں ہادی عباسی، سنہ ۱۷۰ ہجری میں ہارون رشید عباسی، سنہ ۱۹۸ ہجری میں مامون الرشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے۔ آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا اور آپ پدرِ بزرگوار نیز دیگر اولادِ علی و فاطمہ کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا، اُسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے۔ جب آپ کے پدرِ بزرگوار کی شہادت ہوئی تو اُس وقت آپ کی عمر تیس سال کی تھی اور والد بزرگوار کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ‌داریاں آپ کی طرف منتقل ہو گئیں، یہ وہ وقت تھا جب کہ بغداد میں ہارون رشید تختِ خلافت پر تھا اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناسازگار تھے۔ اس کا دور دس سال تک رہا مگر طویل مدّت تک تشدد اور ظلم ہونے کی وجہ سے اس حکومتِ وقت کی عام بدنامی ہو گئی تھی۔ حضرت کے عہدہ امامت کو سنبھالتے ہی ہارون رشید نے آپ کا گھر لٹوا دیا اور عورتوں کے زیورات اور کپڑے تک اُتروا لیئے تھے۔ جس کی وجہ آپ کے چچا حضرت محمد بن جعفر علیہ السّلام کے واقعے سے تھا حالانکہ امام رضا علیہ السّلام کا محمد بن جعفر کے واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اکثر چچا کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے چچا نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کے متعلق ناساز الفاظ تھے، یہی آپ کے خروج کا سبب بنا اور لوگوں نے آپ کی بیعت لفظ امیر المومنین سے کی گئی جو کہ بادشاہ کو پسند نہ آیا اور اُس نے ایک عظیم فوج عیسی جلودی کے ماتحت میں مدینہ منوّرہ بھیج کر حکم دیا کہ علی و فاطمہ کی تمام اولاد کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا جائے، ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے، ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اور انھیں اس درجہ مفلوج اور

ترجمہ، بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے منہ سے برے عذاب کو روکتا ہو (کیا وہ ویسا ہو سکتا ہے جو چین میں ہو) اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کرتے رہے تھے اس کے مزے چکھو ﴿۲۴﴾

سورۃ الزمر

مفلوک کر دیا جائے کہ پھر ان میں کسی قسم کے حوصلہ اُبھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکے اور محمد بن جعفر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ عیسیٰ جلودی نے مدینہ پہنچ کر تعمیل کی اور سادات کو لوٹنا شروع کر دیا۔ عورتوں کے کپڑے اور زیورات تک اُتار لیے گئے۔ الغرض جب اس کی حکومت بدنام ہو گئی یا واقعی ظالم کو بدسلوکیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیّت تھی جس کی وجہ سے کھُلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی اور حالات نے اُسے کچھ اِس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا کہ وہ امام رضاؑ کو قتل نہ کر سکا مگر پھر بھی اس نے امام رضاؑ کو ستانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں اور اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ نہ تھا اور نہ ہی امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آ سکتے تھے اور امام کو سچّے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔ ہارون رشید کے دو بیٹوں میں باہمی رقابت تھی جس میں امین جو کہ عرب سردار خاندان سے تھا اور عیاش، لاابالی اور کمزور طبیعت کا تھا جبکہ مامون الرشید ایک عجمی کنیز کا بیٹا تھا اور امین کے مطابق میں سُوجھ بُوجھ رکھنے والا تھا۔ ہارون رشید اپنے بیٹوں کی رقابت اور اولادِ علیؑ اور فاطمہ پر ظلم کرنے کی وجہ سے حکومت کی بدنامی اور آخری وقت میں ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس نے امام رضاؑ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اور خاموشی اختیار کر لی تھی۔ امام رضاؑ کے دس سال ہارون رشید کے دور میں گزرے اور اُس نے اپنے زمانے میں ہی دونوں بیٹوں کو اپنی سلطنت میں سے ایک ایک حصّہ دے دیا تھا مگر ہارون رشید کی موت کے بعد دونوں میں چار سال تک اقتدار کی جنگ ہوتی رہی اور بآلا خر امین مارا گیا اور مامون الرشید کی پوری سلطنت قائم ہو گئی۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کے اخلاق و عادات اور شمائل و خصائل بے شمار ہیں جن

ترجمہ: اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب (مال ومتاع) ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور ہو تو قیامت کے روز برے عذاب (سے مخلصی پانے) کے بدلے میں دے دیں۔ اور ان پر خدا کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا ﴿٤٧﴾ سورۃ الزمر

کا لکھنا دُشوار ہے۔ حضرت امام رضاؑ نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں فرمایا، جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کرلیتا تب اپنی طرف سے آغازِ کلام فرماتے۔ کسی کی حاجت روائی کو رد نہیں کیا۔ کبھی اپنے ہمنشیں کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے اور نہ اہل محفل کے رُوبرو تکیہ لگا کر بیٹھے تھے۔ کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی۔ کبھی کسی کے سامنے ناک صاف اور تھوکا نہیں کرتے تھے۔ آپ قہقہ لگا کر ہستے نہیں تھے۔ خندہ زنی کے موقع پر آپ تبسّم فرمایا کرتے تھے۔ محاسنِ اخلاق اور تواضع واِنکساری کی یہ حالت تھی کہ دستر خوان پر سائل اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھالیتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے اور اکثر راتوں کو شب بیداری کرتے تھے۔ اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے مگر ہر مہینے کے تین روزے توآّ سے کبھی قضا نہیں ہوئے، آپ فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔ آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے اور اکثر رات کے تاریک پردہ میں اس استحبات کو ادا فرمایا کرتے تھے۔ موسمِ گرما میں آپ کا فرش بوریا کا ہوتا تھا جس پر آپ بیٹھ کر فتویٰ دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے اور سرما میں کمبل آپ کا یہی طرز اُس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے۔ آپ کا لباس گھر میں موٹا اور خشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضور اتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیراہن دکھلا کر فرمایا۔ اچھا لباس دُنیا والوں کے لیے اور کمبل کا پیراہن خدا کے لیے ہے۔ آپ اپنے ساتھ دستر خوان تمام غلاموں کو جن میں حبشی بھی شامل ہوتے تھے اور کبھی کوئی آپ سے کہتا بھی تھا کہ ان کو علیٰحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے تو آپ نے

ترجمہ، بھائیو یہ دنیا کی زندگی (چند روزہ) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے۔ اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے ﴿۳۹﴾ جو برے کام کرے گا اس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا۔ اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے شمار رزق ملے گا ﴿٤٠﴾

فرمایا کہ سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں اور جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے، تو پھر تفرقہ کیا اور بزرگی تقویٰ سے ہے جو مجھ سے زیادہ متّقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔ آپ کا حکم تھا کہ اگر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں ہو تو میری تعظیم کو نہ اُٹھے۔ آپ اپنے ہر کھانے میں سے کچھ حصّہ مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیّت کے مطابق کچھ مال دُنیا سے دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ مشکل ہے۔ پھر اُس نے عرض کی اچھا میری حیثیّت کے مطابق عنایت کیجیے، فرمایا یہ ممکن ہے، چنانچہ آپ نے اُسے دو سو اشرفی عنایت فرمادی۔ ایک دن ایک شخص پھل کھا رہا تھا اور کچھ کھاتا اور کچھ پھینک دیتا تھا تو آپ نے اس عمل کو دیکھ کر فرمایا کہ نعمتِ خدا کو ضائع نہ کرو۔ ٹھیک سے کھاؤ اور جو بچ جائے اُسے کسی محتاج کو دے دو۔ ایک دفعہ یوم عرفہ آپ نے راہِ خدا میں سارا گھر لُٹا دیا، یہ دیکھ کر مامون کے وزیر نے کہا کہ حضرت یہ تو اپنے آپ کو (غرامت) نقصان پہنچانا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ غرامت نہیں ہے غنیمت ہے۔ میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اور حسنہ لوں گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہیے، کیونکہ چُکائی ہوئی اُجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا، پانے والا اُس کو انعام سمجھے گا۔ آپ اکثر عود ہندی کا بخور کرتے اور مُشک و گلاب کا پانی استعمال کرتے تھے۔ عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا اور خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ نماز صبح اوّل وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اور نہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پند و نصائح فرماتے۔ آپ شب و روز کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تو قرآن مجید کے سورۃ پڑھا کرتے تھے۔ آپ اکثر میّت میں

ترجمہ، صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿٦٠﴾

سورۃ التوبۃ

شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا کہنا ہے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا یہ منافق اور اگر کوئی سوال کرتا تھا تو آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزآنہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ روایتوں کے مطابق آپ کے قول و فعل سے بے انتہا کرامات کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔ (۱)، ایک دن حضرت امام رضاؑ نے امین اور مامون پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب امین کو مامون قتل کر دے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امین عباسی ۲۳ محرم سنہ ۱۹۸ ہجری کو چار سال آٹھ ماہ سلطنت کرنے کے بعد مامون الرشید کے ہاتھوں قتل ہوا۔ (۲)، حضرت امام رضاؑ نے جعفر بن عمر العلوی کے بارے میں فرمایا کہ یہ عنقریب دولت مند اور رئیس ہو جائے گا اور اس کی حالت یکسر تبدیل ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ ایک ماہ کے اندر مدینہ کا گورنر ہو گیا۔ (۳)، جعفر بن صالح سے آپ نے فرمایا کہ تیری بیوی کے دو جوڑواں بچے ہوں گے، ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام اُمِ عمر رکھنا۔ جب اس کے یہاں ولادت ہوئی ہے تو ایسا ہی ہوا۔ جعفر بن صالح نے اپنی ماں سے کہا کہ حضرت امام رضاؑ نے یہ امِ عمر کا نام تجویز فرمایا ہے تو اس کی ماں نے کہا کہ تیری دادی کا نام امِ عمر تھا اور حضرت نے اسی کے نام پر اسے موسوم فرمایا۔ (۴)، ایک دفعہ ایک شخص کو مشورہ دیا کہ وصیّت کر لے اور اس مشورے کے تین دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ (۵)، ایک لڑکی نے اپنے باپ کو جو سفر پر جا رہا تھا اُس کو ایک حلہ دیا اور کہا کہ اسے فروخت کر کے میرے لیے فیروزہ لیتے آئے گا۔ راستہ میں اس شخص کو حضرت امام رضاؑ کا خادم ملا اور اس سے وہ حلہ کسی کے کفن کے لیے لینا چاہا تو اس شخص نے انکار

ترجمہ، اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ﴿۲۷۱﴾ سورۃ البقرۃ

کر دیا۔ جب یہ خادم امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو بتایا کہ کفن کا انتظام نہ ہو سکا جس پر حضرت امام رضاؑ نے اس خادم کو اس شخص کے پاس دوبارہ بھیجا اور کہا کہ میرا پیغام پہنچا دے کہ تیری لڑکی نے جو حلہ برائے خرید فیروزہ دیا ہے وہ فروخت کر دے۔ اس نے بڑا تعجّب کیا اور حلہ اس کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد وہ شخص امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کہ کچھ سوال کر سکے مگر وہاں پر اتنا اژدحام تھا کہ وہ امام تک نہ پہنچ سکا اور دُور کھڑا ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ امام رضاؑ کے خادم نے ایک پرچہ اس کو دیا کہ امام نے تمھارے سوالات کے جوابات اس پرچہ میں دیے ہیں۔ جب اس نے پرچہ دیکھا تو واقعاً ان سوالات کے جوابات موجود تھے۔(۶)، ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ امام سے درخواست کرونگا کہ وہ مجھے ایک جامے اور وہ درہم مانگونگا جس پر آپ کا اسمِ گرامی کندہ تھا۔ میرے حاضر ہوتے ہی آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ یہ جامے اور سکّے چاہتے ہیں۔ انھیں دو جامے اور میرے نام کے تیس سکّے دے دو۔(۷)، ایک شخص کے مُنّہ میں بیماری ہو گئی جس کی وجہ سے اس کی زبان اور جبڑا از کار رفتہ ہو گیا۔ اس نے بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو اس نے سوچا کہ امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کرنی چاہیے۔ ایک دن امام رضاؑ اس کے خواب میں آئے اور اُنھوں نے فرمایا کہ "کمونی سعتر اور نمک کو پانی میں بھگو کر تین چار بار غرارہ کرو، انشاءاللہ شفا ہو جائے گی"۔ خواب سے بیدار ہو کر یہ امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے وہی بتایا جو اس کو خواب میں بتایا تھا۔ علاّمہ اربلی لکھتے ہیں کہ حضرت نے جو دَوا بتائی تھی اُس کے اجزاء یہ ہیں زیرہ کرمانی، سعتر نمک۔(۸)، ابواسماعیل سندھی نے عربی زبان سیکھنے کی خواہش کی تو امام رضاؑ نے اُس کے لبوں پر دستِ مُبارک پھیر کر

ترجمہ، پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور برائی ہے ﴿۲۷﴾

اُسے عربی میں گویا بنادیا۔(۹)،ایک حاجی نے آپ سے بہت سے سوالات کئے،آپ نے سب کا جواب دے کر فرمایا کہ وہ سوال تم نے نہیں کیا جو احرام کے لباس سے متعلّق تھا، جس میں تمھیں شک ہے۔اُس نے کہا، ہاں مولا اسے بُھول گیا تھا۔آپ نے فرمایا اس مخصوص لباس میں احرام درست ہے۔(۱۰)، آپ نے خاک زمین سُونگھ کر اپنی قبر کی جگہ بتادی۔(۱۱)،ایک شخص معتمد کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کے پاس کھڑا تھا کہ چڑیوں کا ایک جھُنڈ امام کے پاس آکر چیخنے لگا،امام نے مجھ سے کہا جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے، میں نے کہا کہ خدا اور رسُولؐ اور فرزندِ رسُول ہی اسے جان سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ اس جھنڈ کا کہنا یہ ہے کہ ایک سانپ آیا ہوا ہے اور وہ میرے بچّوں کو کھانا چاہتا ہے۔تم جاؤ اور اُسے تلاش کر کے مار ڈالو۔چنانچہ میں اُس مقام پر گیا اور سانپ کو مار ڈالا۔(۱۲)،ایک مرتبہ جب قحط پڑا تو آپ نے دُعا کی تو ابر نمودار ہوا، لوگ خوش ہو گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ ابر کا ٹکڑا فلاں مقام کے لیے ہے۔اسیطرح کئی بار ہوا، آخر میں آپ نے ایک ابر کے نمودار ہونے پر فرمایا کہ یہ یہاں برسے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(۱۳)، ایک روز آپ اپنی زمینداری پر تشریف لے گئے، جاتے وقت فرمایا کہ میرے ہمراہی کو چاہیے کہ بارش کا سامان لے لے، جس پر حسن بن موسیٰ نے کہا کہ حضُور سخت گرمی ہے۔بارش کے تو آثار نہیں ہیں۔فرمایا بارش ضرور ہو گی اور چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد ہی بارش کا نزُول شروع ہو گیا اور خوب پانی برسا۔اسیطرح کا ایک واقعہ محمد بن عیسیٰ بن حبیب سے منصوب ہے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب انھوں نے حضرت رسُول کریمؐ کو خواب میں اپنے شہر کی اُس مسجد میں دیکھا تو حضورؐ کو سلام کیا، حضورؐ کے پاس طبق دیکھا جس میں نہایت عمدہ کھجُوریں رکھی ہوئی تھیں اور حضورؐ نے اس میں سے اٹھارہ دانے مجھے دیے۔کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت

ترجمہ،اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا (۱۰) سورۃ المنافقون

امام رضاؑ مدینہ سے تشریف لائے اور اسی مسجد میں اُترے۔ جب میں ان کو سلام کرنے پہنچا تو دیکھا کہ آپ اُسی جگہ تشریف فرماہیں جہاں میں نے حضورؐ کو تشریف فرمادیکھا تھااور ایک ویسی طبق کھجور کا آپ کے سامنے بھی رکھا ہوا ہے۔جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب کے بعد مجھے اٹھارہ کھجوریں مرحمت فرمائیں جس پر میں نے کہا حضرت کچھ مرحمت فرمائیں تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر رسولِ خداؐ نے تم کو خواب میں اس سے زیادہ دیئے ہوتے تو میں بھی زیادہ دیتا۔

امام موسیٰ کاظمؑ اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمھارے بھائی علی رضا عالم آلِ محمدؐ ہیں اور ان سے اپنے دینی مسائل کو ان سے دریافت کرلیا کرو اور جو کچھ کہیں اُسے یاد رکھو۔امام موسیٰ کاظمؑ کی وفات کے بعد جب امام رضاؑ مدینہ میں روضۂ رسُول پر تشریف رکھا کرتے تھے جہاں عام لوگوں اور علمائے اِسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمد بن عیسٰی یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو امام رضاؑ سے پُوچھے گئے تھے اور آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا۔اکٹھا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے۔ موّرخین کا بیان ہے آلِ محمدؐ کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلند ترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دُشمن سب کو ماننا پڑتا تھا۔یہ اور بات ہے کہ کسی کو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقعہ دیا اور کسی کو زیادہ۔چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفرؑ کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ وموقع حاصل ہوا ہے تو وہ امام رضاؑ ہیں۔جناب

ترجمہ،اور پیغمبر نے ان سے (یہ بھی) کہا کہ خدا نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔وہ بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔پیغمبر نے کہا کہ خدا نے اس کو تم پر فضیلت دی ہے اور (بادشاہی کے لئے) منتخب فرمایا ہے اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن وتوش بھی (بڑا عطا کیا ہے) اور خدا (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے۔وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے ﴿۲٤۷﴾ سورۃ البقرۃ

امام رضاؑ کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم و عمل کے اظہار کے زیادہ مواقع پیش آئے کیونکہ مامون الرشید عباسی جب تک حکومت میں رہا اس نے بڑے بڑے علماء و فضلا علوم سے آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا اور یہ سب کچھ صرف اسلامی علماء و فضلا پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہود و نصاریٰ سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا مگر ان تمام مناظروں و مباحثوں میں آپ کی تمام لوگوں پر فضیلت و فوقیّت ظاہر ہوئی۔ خود مامون الرشید بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا تھا مگر باوجود اس کے آپ کے علم کا لوہا مانتا تھا اور اس کا اعتراف اور اقرار بھی کرتا تھا۔ آپ جلالتِ قدر عزّت و شرافت میں معروف و مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے مامون آپ کو بمنزلہ اپنی رُوح و جان جانتا تھا۔ اُس نے اپنی دُختر کا نکاح آپ سے کیا اور ملک و ولایت میں اپنا شریک گردانا۔ ابو الصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ امام علی رضاؑ سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا۔ امام علی رضاؑ نے حروف تہجی کی حقیقت حضرت علیؑ کے حوالے سے ارشاد کیا کہ حضرت امام علیؑ فرماتے تھے "ا" سے آلآء اللہ، خدا کی نعمتیں۔ "ب" سے بھاء اللہ، خدا کی خوبیاں بہجتہ اللہ خدا، مومنین سے خوش ہوا۔ "ت" سے تمام الامر بقائم آلِ محمدؑ، دُنیا کا خاتمہ امام مہدیؑ کے عہد میں ہوگا۔ "ث" سے ثواب المومنین علی اعمالہم الصالحتہ، مومنین کو اچھے اعمال کا بھرپُور ثواب ملے گا۔ "ج" سے جمال اللہ، اللہ کا جمال اور اللہ کا جلال۔ "ح" سے حلم اللہ عن المذنبین، گناہ گار سے اللہ کا حلم۔ "خ" سے خموں ذکر اہل المعاصی عند اللہ، خدا کا گناہگاروں کے گناہوں سے بُلوا دینا۔ "د" سے دین اللہ، اللہ کا دین اسلام۔ "ذ" ذوُالجلال اللہ کا صاحب جلال ہونا۔ "ر" سے الرّؤف الرّحیم، اللہ کا رؤف و رحیم ہونا۔ "ز" سے زلازل القیامۃ، قیامت کے دن کے عظیم زلزلے۔ "س" سے سناء اللہ، اللہ کی اچھائیاں۔ "ش" سے شاء اللہ، ماشاء اللہ، جو خدا چاہے وہی ہوگا۔ "ص" سے صادق الوعد، اللہ کا وعدہ سچّا اور لوگوں کو سچ بولنا چاہیے۔ "ض" سے ضل من

ترجمہ، اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچادی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے (اور) وہ مومن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۵۲﴾ سورۃ الأعراف

خالف محمدؐ وآلِ محمدؑ، وہ شخص گمراہ ہے جو محمدؐ وآلِ محمد کا مخالف ہے۔ "ط" سے طوبیٰ المومنین، مومنین کے لیے جنّت کی مبُارکباد۔ "ظ" سے ظن المومنین باالله خیرا، مومنین کو خدا کے ساتھ اچھا ظن رکھنا چاہیے۔ "ع" سے علم یعنی خدا عالمِ مطلق ہے، اور علم انسان کے لیے بہترین زیور ہے۔ "غ" سے الغنی، خدا سب سے مستغنی ہے اور غنی کو غریبوں پر خرچ کرنا چاہیے۔ "ف" سے فوج من افواج النّار، لوگ اگر گناہ کریں گے تو فوج در فوج جہنّم میں جائیں گے۔ "ق" سے قرآن یہ الله کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جو ہدایت سے پُر ہے۔ "ک" سے الکافی خدا بندوں کے لیے کافی ہے۔ "ل" سے لغوا الکافرین فی افترائہم علی الله الکذب، خدا پر جھوٹ کا الزام دینا یہ کافروں کا کام نہایت لغو ہے۔ "م" سے ملک الله لیوم لا مالک غیرہ، ایک دن صرف الله کی حکومت ہوگی اور کوئی بھی زندہ نہ ہوگا اور نہ اس کے سوا کوئی مالک ہوگا، اس دن خدا فرمائے گا، لمن الملک الیوم، آج کے دن کس کی حکومت ہے تو ارواحِ آئمہ جواب دیں گے۔ "لله الواحد القھار"، آج صرف خدائے واحد قہار، کی حکومت ہے۔ "ن" سے نوال الله للمومنین و نکالہ بالکافرین، مومنین پر خدا کا کرم اور کافروں پر اُس کا عذاب محیص ہوگا۔ "و" سے ویل لمن عصی الله ویل، تباہی ہے اس کے لیے جو خدا کی نافرمانی کرے۔ "ل" سے ہان علی الله من عصاہ، جو خدا کا گناہ کرتا ہے وہ اُس کی توہین کرتا ہے۔ "لا" سے لا الٰہ الا الله، یہ وہ کلمۂ اخلاص ہے کہ جو اُسے خلوص و اعتقاد اور شرائط کے ساتھ زبان پر جاری کرے۔ وہ ضرور جنّت میں جائے گا۔ "ی" سے ید الله، الله کا ہاتھ جو مخلوقات کو روزی پہنچاتا ہے مراد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ انھیں حروف پر مشتمل قرآن مجید نازل ہوا اور نزول چونکہ خدا کی طرف سے تھا، اس لیے دعویٰ کر دیا گیا کہ جو کتاب ہم نے حروف والفاظ میں بھیجی ہے اس کا جواب جن وانس سب مل کر بھی نہیں دے سکتے۔

ترجمہ، اے پروردگار مجھے علم ودانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل کر ﴿۸۳﴾ اور پچھلے لوگوں میں میرا ذکر نیک (جاری) کر ﴿۸۴﴾ اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں کر ﴿۸۵﴾ الشعراء

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔(۱)، جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ تزویج و نکاح کس وقت ہونا چاہیے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح رات کو کرنا سُنت ہے، اس لیے کہ رات لذّت و لُطف اور سکون کے لیے بنائی گئی ہے اور عورتیں مردوں کے لیے لُطف و لذّت اور سکون کا مرکز ہیں۔(۲)، بچّوں کے لیے ماں کے دُودھ سے بہتر کوئی دُودھ نہیں۔(۳)، سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔(۴)، ہر انار میں ایک دانہ جنّت کا ہوتا ہے۔(۵)، منقّٰی صفرا کو دُرست کرتا ہے، بلغم کو دُور کرتا ہے، پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے، نفس کو پاکیزہ بناتا ہے اور رنج و غم کو دُور کرتا ہے۔(۶)، شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو۔(۷)، گلاب جنّت کے پھُولوں کا سردار ہے۔(۸)، بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیے، اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔(۹)، جو زیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔(۱۰)، صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔(۱۱)، اپنے بچّوں کا ساتویں دن ختنہ کر دیا کرو، اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے۔(۱۲)، جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہوتا۔(۱۳)، جو کسی عورت کا مہر نہ دے یا مزدُور کی اُجرت روکے یا کسی کو فروخت کر دے وہ بخشا نہ جاوے گا۔(۱۴)، قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دُودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔(۱۵)، گوشت کھانے سے شفا ہوتی ہے اور مرض دُور ہوتا ہے۔(۱۶)، کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے ستّر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔(۱۷)، جو دُنیا میں زیادہ کھائے گا، قیامت میں بھُوکا رہے گا۔(۱۸)، مسور ستّر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں۔(۱۹)، جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بداخلاق ہو جائے گا۔

ترجمہ، بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے اُن کے سینوں میں (محفوظ) اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں ﴿٤٩﴾ سورۃ العنکبوت

(۲۰)، کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہیے۔(۲۱)، کھانا پیالے کے کنارے سے کھانا چاہیے۔ (۲۲)، طول عمر کے لیے اچھا کھانا، اچھی جُوتی پہننا اور قرض سے بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔(۲۳)، اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔ (۲۴)، جنّت میں متقّی اور حسن خلق والوں کی اور جہنّم میں پیٹو اور زناکاروں کی کثرت ہوگی۔ (۲۵)، امام حسینؑ کے قاتل بخشے نہ جائیں گے، ان کا بدلہ خود خدا لے گا۔(۲۶)، حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنّت کے سردار ہیں اور ان کے پدرِ بزرگوار دونوں سے بہتر ہیں۔(۲۷)، اہلِ بیت کی مثال سفینۂ نوح جیسی ہے، نجات وہی پائے گا جو اس پر سوار ہوگا۔(۲۸)، حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی، اُس دن ان کے ہاتھ میں امام حسینؑ کا خوُن بھرا پیراہن ہوگا۔(۲۹)، خدا سے روزی صدقہ دے کر مانگو۔(۳۰)، سب سے پہلے جنّت میں وہ شہداء اور عیال دار جائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے اور سب سے پہلے جہنّم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے۔(۳۱)، ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیّت کا باعث ضرور ہوگا۔(۳۲)، بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصّے سے شروع ہونا سلامتی اور اقبال مندی کی دلیل ہے اور رخساروں کی ڈاڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اور گیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہے اور گدّی سے شروع ہونا نحوست ہے۔(۳۳)، قضاوقدر کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل آزاد ہے۔

علاّمہ مجلسی سے روایت ہے کہ شاعرِ آلِ محمدؐ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ نے اپنے پہلو میں جگہ دی اور فرمایا کہ ہم تمھارا ہی انتظار کررہے تھے کیونکہ آج یومِ عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لیےِ انتہائی رنج و غم کا دن ہے، لہٰذا تم میرے جدّ

ترجمہ، اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔ اور (خدائے) غالب اور سزاوار تعریف کا رستہ بتاتا ہے ﴿۶﴾ سورۃ سبأ

مظلوم امام حسینؑ کے مریثہ کے کچھ شعر پڑھو۔ اے دعبل، جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے۔ اے دعبل، جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہو گا۔ اے دعبل، جو شخص ہمارے جدّ نامدار کے غم میں روئے گا، خدا اُس کے گناہ بخش دے گا۔ جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کا دل مُردہ نہ ہو گا جس دن جب کہ سب کے دل مردہ ہونگے۔ یہ کہہ کر امام اُٹھے اور پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بُلا کر اس میں بٹھا دیا۔ پھر کہا، اے دعبل، اب میرے جد امجد کا مریثہ شروع کرو۔ مریثہ سُن کر آلِ محمد میں رونے کا کہرام عظیم برپا تھا اور آپ کی ہمشیرہ معصومہِ قم جناب فاطمہ اور خود امام رضاؑ اس قدر روئے کہ آپ کو غش آ گیا۔ اس اجتماعی طریقہ سے ذکرِ حسینی یعنی مجلس کو امام رضاؑ نے مدینہ سے شروع کیا تھا اور اب امام رضا کو تبلیغ حق کے لیے نامِ حسین کی اشاعت کو ترقی دینے کا موقع حاصل ہو گیا جس کی بنیاد پہلے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے قائم کی تھی۔ ادھر محرم کا چاند نکلتا اور ایران کے اطراف کے لوگ یہاں آتے اور انکھوں سے آنسو جاری ہونے لگتے۔ امام کبھی خود بھی ذاکر ہوتے اور کبھی دوسروں سے واقعہِ کربلا کو سُنتے تھے۔ شاعرِ اہلبیتؑ دعبل نے امام رضاؑ کی شان میں کئی شعر اور قصیدہ بیان کئے ہیں اور ایک دفعہ امام نے اِن کو ایک اشرفی سے بھری ہوئی تھیلی دینی چاہی تو دعبل نے کہا کہ مولا میں نے قصیدہ قربتہ الی اللہ کہا ہے اور میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا البتّہ حضور اگر مجھے اپنے اُترے ہوئے کپڑے سے کچھ عنات فرمادیں تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہو گا۔ جس پر آپ نے ایک جُبّہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی لے لو، یہ تمھارے کام آئے گی تو دعبل نے اسے لے لیا۔ علاّمہ شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ دعبل نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "طبقات الشعرا" تھا۔

ترجمہ، اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا۔ اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں (۲۲) سورۃ یوسف

مامون الرشید کے دُور میں جب باغیوں کی کثرت اور علویوں کے طلب خلافت میں اُٹھنے کی خبر بادشاہ کو پہنچی تو گھبرا گیا۔ حالات سے متاثر ہو کر مامون الرشید نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں علماء، فضلا، زعماء اور اُمراء سب ہی کو مدعو کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو اصل راز دل میں رکھتے ہوئے اُن سے یہ کہا کہ چونکہ شہر خراسان میں ہماری طرف سے کوئی حاکم نہیں ہے اور امام رضاؑ سے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضاؑ کو بُلا کر وہاں کی ذمہ داری ان کے سپُرد کر دیں، مامون الرشید کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنا کر علویوں کی بغاوت اور ان کی چابکدستی کو روک دے، لیکن یہ بات اُس نے مجلسِ مشاورت میں ظاہر نہیں کی تو سلیمان بن ابراہیم کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے مامون میں ڈرتا ہوں کہ امام رضاؑ کو بُلا کر ان کے ساتھ وہ سلوک نہ ہو جو کوفیوں نے امام حسینؑ کے ساتھ کیا تھا، جس پر مامون الرشید نے کہا کہ میں ان کی عظمت سے واقف ہوں اور جو انھیں ستائے گا قیامت میں حضرت رسُول کریمؐ اور حضرت علیؑ کو کیونکر مُنہ دکھائے گا، انشاءاللہ ان کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو گا۔ یہ کہہ کر اُس نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز اولادِ پیغمبر پر کوئی ظلم نہ کروں گا۔ اس کے بعد تمام لوگوں نے قسم دے کر بیعت کی اور ایک بیعت نامہ تیار کیا گیا جس پر اہلِ خراسان کے دستخط لیے گئے جن کی تعداد چالیس ہزار تھی اور سلیمان بن ابراہیم اس بیعت نامہ کو لے کر مدینہ گئے۔ امام رضاؑ کو علم تھا کہ ان کا وہاں جانا مفید نہیں ہے اور آپ نے انکار کیا تو سلیمان نے کہا کہ مولا ہم سب نے قسم کھا کر بیعت کی ہے۔ مامون الرشید کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ولی عہد بنانے سے انکار کیا ہے تو اس نے اپنی فوج کے ذریعے امام کو خراسان بُلوانے کا کہا۔ رجب سنہ ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منوّرہ سے بصرہ اور اہواز سے ہوتے ہوئے "خراسان" کی جانب روانہ ہوئے

ترجمہ، جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں۔ اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا ﴿۱۰﴾ سورۃ فاطر

جو کہ ایک غیر متعارف راستہ تھا۔امام رضاؑ نے اپنے اہل و عیال اور متعلقین سب کو مدینہ ہی میں چھوڑا جس میں امام محمد تقیؑ بھی تھے جن کی عمر اُس وقت پانچ برس کی تھی اور آپ بھی مدینہ ہی میں رہے۔ غرضکہ مراحل اور منازل طے کرتے ہوئے جب آپ کی سواری نیشاپُور کے قریب پہنچی تو جملہ علماء و فضلانے بیرونِ شہر حاضر ہو کر آپ کا استقبال کیا اور جب شہر میں داخل ہوئے تو تمام لوگ شوق زیارت میں اُمنڈ آئے اور زمین پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔امام رضاؑ قاطر نامی خچر پر ایک عماری پر سوار تھے جس کے دونوں طرف پردے پڑے ہوئے تھے۔ اُس وقت المدثین حافظ ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی آگے آئے اور امامؑ کو مخاطب کیا۔اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام اماموں کے امام، اے مرکزِ پاکیزگی آپ کو رسُولِ اکرم کا واسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں ہمیں اپنے دیدار کا موقع دیجئے اور کوئی حدیث اپنے جد نامدار کی بیان فرمایئے۔ توامام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ "لَااِلٰہ اِلاّاللہ "میرے (اللہ کا) قلعہ ہے جو اسے زبان پر جاری کرے گا۔ میرے قلعہ میں داخل ہوجائے گا اور جو میرے قلعہ رحمت میں داخل ہو گا، میرے عذاب سے محفوظ ہوجائے گا۔ یہ فرما کر آپ نے فرمایا "بشرطھا و شروطھا وانا من شروطھا" کہ "لَا اِلٰہ اِلاّاللہ " کہنے والا نجات ضرور پاجائے گا، لیکن اس کے کہنے اور نجات پانے میں چند شرطیں ہیں، جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں، یعنی اگر آلِ محمدؐ کی محبت دل میں نہ ہو گی تو "لَااِلٰہ اِلاّ اللہ " کہنا کافی نہ ہو گا۔ علمانے تاریخ نیشاپور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں ۲۴ ہزار قلمدان استعمال کئے گئے۔اور جب آپ نے نیشاپُور سے آگے کا سفر کیا تو راستہ میں شہر طوس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک پہاڑ سے لوگ پتھّر تراش کر ہانڈی وغیرہ بناتے ہیں۔ آپ نے اُس کے نرم ہونے کی دُعا کی تو وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھّر بالکل نرم ہو گیا اور

ترجمہ، کہ تمہارا معبود ایک ہے ﴿٤﴾ جو آسمانوں اور زمین اور جو چیزیں ان میں ہیں سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے ﴿٥﴾

بڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔ جب آپ خراسان پہنچے تو دن ڈھل چکا تھا۔ آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا تو ابوالصلت نے کہا کہ مولا اس وقت یہاں پانی نہیں ہے۔ یہ سُن کر آپ نے ایک زمین پر پڑے ہوئے پتھّر کے نیچے سے چشمہ جاری فرمایا اور وضو کر کے نماز ادا فرمائی۔ طے مراحل اور قطع منازل کرنے کے بعد جب مرَد پہنچے جسے سکندر ذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آباد کیا تھا اور جو اُس وقت دارالسلطنت تھا تو مامون نے چند روز ضیافت و تکریم کے مراسم ادا کرنے کے بعد قبولِ خلافت کا سوال پیش کیا۔ حضرت نے اس سے انکار کیا تو آپ کو مزید مجبور کیا گیا تو امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبوراً قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دُوں گا، ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے گا تو نیک مشورہ ضرور دُوں گا۔ جب مامون نے آپ کی شرطیں قبول کر لیں تو اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہِ احدیت میں عرض کی پروردگارا، تو جانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبوری و ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔ خداوندا تو میرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوُسفؑ اور جناب دانیال سے باز پُرس نہیں فرمائی۔ اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں، اور تیری عطا کی ہوئی حیثیّت کے سوا کوئی عزّت نہیں۔ خدایا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرما۔ الغرض مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دو ماہ جاری رہا۔ اِس کے بعد یکم رمضان سنہ ۲۰۱ ہجری بروز پنجشنبہ ولی عہدی قبول کی گئی اور سب نے بیعت کی اور جو تحریر ولیعہدی کے متعلق لکھی گئی وہ امام رضاؑ نے خود لکھوائی جس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے

ترجمہ، مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے ﴿۵۹﴾ سورۃ النساء

ہمارے ان حقوق کو تسلیم کرلیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہنچانا تھا، لہٰذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کرلی۔ اگرچہ جفر و جامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا" اس تحریر پر گواہوں نے بھی دستخط کئے۔ بس اس طرح یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنتِ وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی دقعت نہ رکھتی تھی اور امام کی حیثیّت اپنے فرائض کے انجام دینے میں تھی اور کبھی کبھی مشورہ دے دیتے مگر اس مجبوراً ولیعہدی کو قبول کرنے سے مامون کی حکومت کو صحیح و جائز نہیں بن جاتی ہے۔ الغرض امام رضا علیہ السّلام کو مدینہ سے بُلا کر باوجود ان کے سخت انکار کے اپنا ولی عہد بنالیا اور مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکّہ تیار کیا جائے جو کہ آپ کے عقیدت مندوں کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیّت رکھتا تھا، اس سکّہ کو سفر و حضر میں حرز جان کے لیے ساتھ رکھنا تحفّظ اور آپ کے توسل کا یقینی امر تھا، اسی کی یادگار میں بطور ضمانت بعقیدہ تحفّظ آج بھی سفر میں بازو پر امام ضامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔ اس کے بعد مامون نے آپ سے اپنی بیٹی اُمِ حبیب کی شادی کردی اور اُن کا نام درہم و دینار میں مسکوک کرایا اور ملکی ضرورت کا حوالہ دے کر انھیں خراسان کا حاکم بنایا۔ شاہی وردی سے عباسیوں کا سیاہ رنگ دُور کرکے، بنی فاطمہ کا سبز رنگ اختیار کیا۔

امام رضاؑ جب ولی عہدِ خلاقت مقرّر ہوئے تو مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اور دل تنگ ہوگئے اور اُن پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت بنی عباسی سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف

ترجمہ، کہو کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۶﴾ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے ﴿۲۷﴾ سورۃ آل عمران

چلی جائے گی اور اسی تصوّر نے انھیں حضرت سے سخت متنفر کر دیا۔ لوگوں میں اس درجہ بغض و حَسد اور کینہ پیدا ہو گیا کہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پر اس کا مظاہرہ کر دیتے تھے۔ ولی عہدی کے بعد امام رضاؑ، مامون سے اکثر ملنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہوتا یہ تھا جب آپ دہلیز کے قریب پہنچتے تھے تو تمام دربان اور خدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور سلام کر کے پردہ در اُٹھایا کرتے تھے۔ ایک دن سب نے مل کر طے کیا کہ کوئی پردہ نہ اُٹھائے گا تاکہ آپ کی توہین کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا مگر جب امام رضاؑ تشریف لائے تو اُنھوں نے پردہ نہ اُٹھایا، لیکن اللہ کے ولی کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ جب ایسا موقعہ آیا تو ایک تُند ہوا نے پردہ اُٹھایا اور امام داخل دربار ہو گئے اور جب آپ واپس جانے لگے تو اسیطرح ہوا اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک ہوتا رہا۔ بالآخر وہ سب کے سب شرمندہ ہو گئے۔ ایک دفعہ عید کا موقع آ گیا تو مامون نے سواروں اور پیادوں کو حضرت کے دروازے پر بھیج کر اصرار کیا کہ آپ عید کی نماز پڑھائیں ۔ آپ جب نماز کے لیے روانہ ہوئے تو اپنے جدامجد حضرت محمدؐ رسُول اللہ کی طرح تیار ہوئے اور خود بھی پیدل روانہ ہوئے اور تمام لوگوں کو بھی اسی طرح چلنے کو کہا۔ دو تین قدم چل کر ننگے پاؤں کھڑے ہوئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" کی تکبیر کہی تو معلوم ہوتا تھا کہ زمین اور آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سُنائی دیتا تھا۔ حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبیر کہی اور اس ہیبت کو دیکھ کر سب کی حالت بدل گئی اور سب نے جلدی جلدی جوُتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہو گئے اور ایک کہرام بپا ہو گیا۔ اس کی خبر جب مامون الرشید کو ہوئی تو مامون کو خوف ہوا کہ سب لوگ امام کی طرف ہو جائیں گے تو

ترجمہ، یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے درجے) اور بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿٤﴾ (ان لوگوں کو اپنے گھروں سے اسی طرح نکلنا چاہیئے تھا) جس طرح تمہارے پروردگار نے تم کو تدبیر کے ساتھ اپنے گھر سے نکالا اور (اس وقت) مومنوں ایک جماعت ناخوش تھی ﴿٥﴾ سورۃ الانفال

اُس نے گھبرا کر ایک شخص کو امام کے پاس بھیجا کہ وہ عید گاہ تشریف نہ لائیں کیونکہ جو شخص پہلے نماز پڑھاتا تھا وہی نماز جماعت کرے گا۔ یہ سُن کر حضرت امام رضاؑ واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے۔

مامون الرشید اپنے عہد حکومت میں مذاہب عالم کے علمی مناظرے، مباحثے، اور دیگر مناظرے اپنے دربار میں کرواتا رہتا تھا اور خود بھی علمی ذوق رکھتا تھا۔ اب اس کی وجہ یا یہ ہو کہ شہرتِ عامہ ہو جائے اور علوی سرنگوں رہیں اور عَلَم خروج بلند نہ کریں یا یہ ہو کہ عباسیوں پر حجّت قائم ہو جائے اور حضرت کی اہلیت و قابلیت سے مرعُوب ہو کر وہ لوگ مخالفت اور تمرد و سرکشی کا قصد نہ کریں اور ٹھیک سے مامون کو حکومت کرنے دیں۔ یا یہ ہو کہ امام رضاؑ اور اُن کے ماننے والوں کے دل صاف ہو جائیں اور کسی کو بعد کے آنے والے واقعات میں یہ شُبہ نہ ہو کہ ان کی ذمّہ داری مامون الرشید پر ہے۔ بہرحال سبب جو بھی ہو مگر امام رضاؑ کی ولی عہدی کے بعد اس کو کافی علمی استفادہ ہوا۔ اس کے دور میں نصاریٰ کا ایک بہت بڑا عالم جو کہ مناظر کی شہرت رکھتا تھا جس کا نام "جاثلیق" تھا۔ اس شخص کی عادت تھی کہ مسلمانوں سے کہتا تھا کہ عیسائی اور مسلمان دونوں نبوّتِ عیسیٰؑ اور اُن کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ تو اختلاف ہے تو صرف حضرت محمدؐ میں اور اب وہ وفات پا گئے ہیں۔ تو اسی صورت میں تمھارے پاس کون سی دلیل باقی ہے کہ ہمارے لیے حجّت ہو؟۔ (یعنی اس زمانے میں حضرت محمدؐ وفات پا گئے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ ابھی زندہ ہیں)۔ یہ سُن کر اکثر مناظر خاموش

ترجمہ، میرے بندو آج تمہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہوگے ﴿٦٨﴾ جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہو گئے ﴿٦٩﴾ (ان سے کہا جائے گا) کہ تم اور تمہاری بیویاں عزت (واحترام) کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ ﴿٧٠﴾ ان پر سونے کی پرچوں اور پیالوں کا دور چلے گا۔ اور وہاں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے (موجود ہو گا) اور (اے اہل جنت) تم اس میں ہمیشہ رہو گے ﴿٧١﴾ اور یہ جنت جس کے تم مالک کر دیئے گئے ہو تمہارے اعمال کا صلہ ہے ﴿٧٢﴾ وہاں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے ﴿٧٣﴾ سورۃ الزخرف

ہو جایا کرتے تھے۔ مامون الرشید کے اشارے پر ایک دن یہ امام رضاؑ سے ہم کلام ہوا۔ اس نے امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ آپ حضرت عیسٰیؑ اور ان کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ، میں اس عیسٰی کی نبوّت کا یقیناً اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفٰےؐ کی نبوّت کی اپنے حوارین کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے۔ یہ سُن کر جاثلیق خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق ہم اُس عیسٰی کو جس نے حضرت محمد مصطفٰےؐ کی نبوّت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان تنقیص کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے۔ جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا، عیسٰیؑ تو بنا بر اعتقاد نصارٰی خود معاذاللہ خدا تھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے۔ یہ سُن کر جاثلیق مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ البتّہ یہ کہنے لگا کہ جو مرُدوں کو زندہ کرے، جذامی کو شفاء دے، نابینا کو بینا بنائے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اُس کی پرستش کی جائے اور اُسے معبود سمجھا جائے۔ آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے۔ اندھے کوڑھی کو شفاء دیتے تھے، اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا۔ قومِ اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا، بہت دنوں کے بعد ایک نبی وہاں سے گزرے تو خداوند تعالیٰ نے اُن پر وحی نازل کی کہ انھیں آواز دو۔ اُنھوں نے کہا اے عظام بالیہ (استخوان مرُدہ) اُٹھ کھڑے ہو، وہ سب بحکمِ خدا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسٰیؑ کے

ترجمہ، اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۷۴﴾ سورۃ الانفال

کوہِ طور پر لے جانے اور رسول خدا کے احیائے الموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات و انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے۔ اگر مُردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ یہ سُن کر وہ چُپ ہو گیا اور اُس نے اِسلام قبول کر لیا۔ اسیطرح علمائے یہود میں سے ایک عالم جس کا نام "راس الجالوت" تھا اس کو اپنے علم پر بڑا غرور اور تکبّر و ناز تھا۔ ایک دن اس کا مناظر اور مباحثہ امام رضاؑ سے ہو گیا۔ جب اس نے اپنے خیال میں بہت سخت سوالات کئے اور جن کے تسلّی بخش اور اطمینان آفریں جوابات سے بہرہ ور ہو گیا تو امام رضاؑ نے اُس سے پوچھا کہ اے راس الجالوت! تم تورات کی اِس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ "آیا نور سینا سے اور روشن ہوا جبل ساعیر سے اور ظاہر ہوا کوہِ فاران سے"۔ اس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نُور سے وحی مرُاد ہے، طور سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موُسیٰؑ خدا سے کلام کرتے تھے۔ جبل ساعیر سے محل و مقام عیسیٰؑ مراد ہے۔ کوہِ فاران سے جبل مکّہ مراد ہے جو شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پھر فرمایا تم نے حضرت موسیٰؑ کی یہ وصیّت دیکھی ہے کہ تمھارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا، اس کی بات ماننا اور اس کے قول کی تصدیق کرنا۔ اس نے کہا ہاں دیکھی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے۔ اُس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولادِ اسمٰعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورثِ اعلیٰ حضرت اسحاق بن ابراہیمؑ کے بھائی ہیں اور انھیں سے حضرت محمدؐ ہیں۔ اور جبل فاران کی تشریح فرما کر کہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکوُر ہے کہ میں دو سوار دیکھے کہ جن کے پر تو سے دُنیا روشن ہو گئی، ان میں ایک گدھے پر سواری کئے تھا اور ایک

ترجمہ، اور جو تم میں سے خدا اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور عمل نیک کرے گی۔ اس کو ہم دونا ثواب دیں گے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے (۳۱)

اُونٹ پر۔ اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ ان سے کون مراد ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسٰیؑ اور راکب الجمل سے حضرت محمدؐ مراد ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الٰہی کی (آوازوں) سے بھر گیا اس کی اُمّت اور اسکے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کریں گے، ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمھارے پاس حضرت موسٰیؑ کی نبوّت کی کیا دلیل ہے۔ اس نے کہا کہ اُن سے وہ اُمور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے۔ مثلاً دریائے نیل کا شگافتہ ہونا۔ عصا کا سانپ بن جانا۔ ایک پتھرّ سے بارہ چشموں کا جاری ہونا اور یدِ بیضا وغیرہ آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرے اور نبوّت کا مُدّعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیے، اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ کہا اِس لیے کہ موسٰیؑ کو جو قربت یا منزلت حق تعالٰی کے نزدیک تھی وہ کسی کو نہیں ہوئی، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات و کرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوّت کا اقرار نہ کریں۔ ارشاد فرمایا کہ تم موسٰیؑ سے پہلے انبیاء مرسُلین کی نبوّت کا کس طرح اقرار کرتے ہو، حالانکہ اُنھوں نے نہ کوئی دریا شگافتہ کیا، نہ کسی پتھرّ سے چشمے نکالے، نہ ان کا ہاتھ روشن ہوا اور نہ اُن کا عصا اژدہا بنا۔ راس الجالوت نے کہا کہ جب ایسے امور و علامات خاص طور سے ان سے ظاہر ہوں، جس کے اظہار سے عموماً تمام خلائق عاجز ہو، تو وہ اگرچہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یا نہ ہوں، ان کی تصدیق ہم پر واجب ہو جائے گی۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰیؑ بھی مردوں کو زندہ کرتے۔ کور مادر زاد کو بینا

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو خدا ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا نہیں۔ بے شک خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۱۸﴾ سورۃ الحج

بناتے۔ مبروص کو شفا دیتے۔ مٹی کی چڑیا بنا کر ہوا میں اُڑاتے تھے وہ یہ امور ہیں جن سے عام لوگ عاجز ہیں پھر تم ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتے؟ راس الجالوت نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں مگر ہم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا نہیں ہے۔ فرمایا تو کیا آیات و معجزات موسیٰؑ کو تم نے بچشمِ خود دیکھا ہے؟ آخر وہ بھی تو معتبر لوگوں کی زبانی سُنا ہی ہوگا ویسا ہی اگر عیسیٰؑ کے معجزات ثقہ اور معتبر لوگوں سے سُنو، تو تم کو اُن کی نبوّت پر ایمان لانا چاہیے اور بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نبوّت و رسالت کا اقرار آیات و معجزات کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ سُنو اُن کا ایک عظیم معجزہ قرآن مجید ہے جس کی فصاحت و بلاغت کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکے گا۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہوگیا۔ اسی طرح جب مجوسی یعنی آتش پرست کا ایک مشہور عالم حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی گفتگو کرنے لگا اور سوالات کئے تو آپ نے مکمل جوابات دینے کے بعد اس سے سوال کیا کہ تمھارے پاس زرتشت کی نبوّت کی کیا دلیل ہے؟ اس نے کہا کہ انھوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کے طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی۔ ہمارے اسلاف کہا کرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امور مباح کئے ہیں کہ اُن سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس امر میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی نبی اور رسُول کے فضائل و کمالات تم پر روشن کرے اور تم اس کے ماننے میں پس و پیش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبر لوگوں سے سُن کر زرتشت کی نبوّت مان لی، اسیطرح معتبر لوگوں سے سُن کر انبیاء اور رسل کی نبوّت کے ماننے میں تمھیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ سُن کر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

امام رضا علیہ السّلام جو اپنے آباؤ اجداد اور ابناء و احفاد کی طرح معصُوم تھے اور جب مامون نے امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ جب خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کے لیے واضح طور پر فرما

ترجمہ، حکم ہوا کہ بہشت میں داخل ہو جا۔ بولا کاش! میری قوم کو خبر ہو ﴿۲٦﴾ کہ خدا نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں کیا ﴿۲۷﴾ سورۃ یٰس

دیا۔ "فعمیٰ آدم ربہ فغویٰ" کہ آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور وہ بہک گئے، تو پھر وہ معصُوم کہاں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا حکم تھا۔ کہ اے آدم تم دونوں بہشت میں رہو اور جو چاہو کھاؤ پیو۔ "ولا تقربا ھدہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین"۔ لیکن اِس درخت کے نزدیک نہ جانا، ورنہ اپنا خود بگاڑو گے۔ یعنی اُن سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس شجر اور اس کے جنس دیگر سے بھی نہ کھانا اور اُنھوں نے اس درخت ممنوعہ سے کھایا بھی نہیں، مگر شیطان کے وسوسے سے ایک اور ویسے ہی درخت سے کھالیا، کیونکہ شیطان نے ان سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے تم کو خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے۔ اس قسم کے درختوں سے ممانعت نہیں فرمائی اور اس کے پاس جانے سے بھی ممانعت نہیں فرمائی، کھانے کا ذکر ارشاد خداوندی میں موجود نہیں۔ پھر شیطان نے ان سے قسم کھائی کہ تمھارا ناصح مشفق ہوں۔ حضرت آدمؑ و بی بی حوّا نے اس سے پہلے کسی کو جُھوٹی قسم کھاتے نہیں سُنا تھا۔ اُن کو دھوکا ہوگیا اور اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس کے مرتکب ہوگئے اور یہ اضطراب بھی ان حضرت سے قبل نبوّت ہوا، اور گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جس سے مستحق دخول جہنّم ہوتے۔ یہ صرف صغائر موہوبہ سے تھا۔ جو انبیاء علیہم السّلام سے قبل از وحی جائز ہے۔ جب خداوندِ عالم نے ان برگزیدہ کیا اور نبی گردانا تو وہ معصُوم تھے۔ گناہِ کبیرہ و صغیرہ ان حضرات سے صادر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ثمہ اجتباہ ربہ فتاب علیہ" پھر خدا نے ان کو برگزیدہ کیا، اور ان کی توبہ قبول کرلی۔ اِسی طرح آپ نے حصرت ابراہیمؑ، حضرت موُسیٰؑ، حضرت یوُسفؑ اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کی عصمت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ان حضرات سے گناہوں کا صادر ہونا امکان و قدرت کے باوجود محال تھا۔ ان سے کبھی کوئی گناہِ صغیرہ ہو یا کبیرہ صادر نہیں ہوا۔ علاّمہ طبرسی فرماتے ہیں کہ صغائر موہوبہ سے ترکِ اولیٰ مراد ہے جو انبیاء کے لیے قبل از نزول وحی جائز ہے۔

ترجمہ، اس لئے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو بدلہ دے۔ یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿٤﴾ سورۃ سبأ

ایک دفعہ عہدِ مامون الرشید میں شدید ترین قحط پڑا اور بُھوک و پیاس سے لوگ مرنے لگے تو مامون نے آپ سے دُعا کی درخواست کی تو امام نے فرمایا کہ گھبرا نہیں مجھے اپنے پروردگار سے بڑی توقع ہے اور انشاءاللہ نزولِ باراں ہوگا۔ پھر آپ صحرا کی طرف گئے اور مصلّٰی بچھایا اور دستِ دُعا بارگاہ احدیت میں بلند کر کے دُعا کی۔ ابھی دُعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلنے لگے اور بادل چھاگئے اور بے حد بارش ہوئی۔ سب خوش ہوگئے اور بادشاہ بھی ممکن ہوگیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر سب لوگ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے مگر بہت سے لوگ اس کرامت خاص کو دیکھکر جل بُھن گئے اور ان کی حسد میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ایک دن جب دربار آراستہ تھا تو اُنھیں حاسدوں میں سے ایک نے امام سے کہا کہ لوگ آپ کے بارے میں بہت سے خرافات نشر کرتے ہیں اور سب چاہتے ہیں کہ آپ کا پایہ بادشاہ سلامت کے پایہ سے بلند کردیں۔ میں کہتا ہوں کہ جبکہ بارش عرصہ سے نہیں ہوئی تھی تو اُس کو ہونا ہی تھا چاہیے آپ دُعا کرتے یا نہیں کرتے۔ لہٰذا میری نظر میں آپ کی یہ کرامت کوئی حیثّیت نہیں رکھتی، ہاں کرامت اور معجزہ تو یہ ہے کہ پیش نظر قالین اور مسند پر جو شیر کی تصویر بنی ہوئی ہے اسے مجسم کردیجئے اور حکم دیجئے کہ مجھے پھاڑ کھائے۔ امام نے فرمایا کہ دیکھ میں نے کسی سے نہیں کہا کہ میری کرامت بیان کرے اور مجھے بڑھائے اور اب رہ آب بارانی کا واقعہ، وہ خدا کی مہربانی اور عنایت سے عمل میں آیا ہے اور اُسے دُنیا نے دیکھا ہے۔ میں کوئی تعریف نہیں چاہتا، یہ سب خدا کی عنایت ہے۔ البتّہ جو تجھے یہ حوصلہ ہے کہ شیر قالین و مسند مجسّم ہوجائے اور تجھے پھاڑ کھائے تو لے یہ کہ کئے دیتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے شیر کی تصویروں کی طرف متوّجہ ہوئے اور آپ نے

ترجمہ، مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۲﴾ (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں ﴿۳﴾ یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے درجے) اور بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۴﴾ سورۃ الانفال

فرمایا" اس فاسق و فاجر کو چیر پھاڑ کر اس طرح کھا جاؤ کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے"۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ دونوں شیر کی تصویریں مجسّم ہو گئیں اور اُنھوں نے ہمہمہ بھر کر کافرازلی پر حملہ کر دیا جس کا نام حمید بن مہران تھا اور اُسے پارا پارا کر کے کھاڈالا۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر مامون بے ہوش ہو گیا۔ حضرت نے شیروں کو حکم دیا کہ اپنی اصلی حالت و صورت میں ہو جاؤ، چنانچہ وہ پھر قالین و مسند کی تصویریں بن گئے۔ (ایک روایت کے مطابق مامون سے امام سے کہا کہ آپ اس حسدی شخص کو واپس کروادیں جس پر آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰؑ کے اژدہا نے جادوگروں کے سانپوں کو واپس کیا ہوتا تو یہ شیر بھی اس کو واپس کر دیتے)۔

جب امام رضاؑ کی مشہوری اور علمی کامیابیوں کو لوگوں میں بڑھتے دیکھا تو اس نے امام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور جب عراق میں مامون الرشید کے خلاف بغاوت ہوئی اور اس نے عراق کا سفر کرنے سے پہلے اپنی بیٹی امّ حبیب کی شادی کی تقریب دربار میں منعقد کروائی اور اپنی بیٹی کا عقد امام رضاؑ کے ساتھ کر دیا، تاکہ کسی شُبہ گنجائش نہ رہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد حضرت امام رضاؑ کو زہر دے دیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر معصوم ارباب اقتدار ہوس حکمرانی میں کسی قسم کا صرفہ نہیں کرتے اور اگر حصولِ حکومت یا تحفّظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یا مقدّس سے مقدّس ترین ہستیوں کو بھنیٹ چڑھانا پڑے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ اسی لیے عربوں میں مثل مشہور ہے کہ "الملک عقیم" یعنی بادشاہت بانجھ ہوتی ہے۔ بس اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بس مامون الرشید نے بھی کئی قتل کئے جن میں پہلے اس کا اپنے بھائی امین جس کی ماتحتی قبول کرنے کے بعد قتل کر دیا۔ اور اسیطرح

ترجمہ، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں ﴿۳۴﴾ یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے ہوں گے ﴿۳۵﴾ سورۃ المعارج

فضل بن سہل کو وزیرِ جنگ بنایا پھر اُسے بمقام سرخس حمام میں قتل کرادیا۔ اسیطرح طاہر کو وزیرِاعظم بنایااوراسی کی وجہ سے استقرار خلافت حاصل کیا پھر اُسے قتل کر دیا۔ بالکل اسی طرح ضرروت کے وقت حضرت امام رضاؑ کو خلافت کا ولی عہد بنایااوراپنی لڑکی کی شادی کی اور کام نکلنے کے بعد انہیں اپنے ہاتھوں سے زہر دے کر شہید کر دیا۔ یعنی جب علویوں کا زور ہوا، تو ان کی بغاوت کو روکنے کے لیے شدید انکار کے باوجود امام رضاؑ کو ولی عہد بنایااور جب عباسیوں کا زور بڑھاتوانھیں راضی کرنے کے لیے امام رضاؑ کو شہید کر دیا۔ اسے کہتے ہیں سیاست جس میں ہر قسم کا حربہ استعمال کرنا جائز ہے۔

حضرت امام رضاؑ کی شہادت ۲۳ ذی قعدہ سنہ ۲۰۳ ہجری میں یوم جمعہ بمقام طوس واقع ہوئی ہے۔ آپ کے پاس اُس وقت کوئی عزیز واقربا اولاد وغیرہ میں سے موجود نہ تھا۔ ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الاوطن ہو کر آئے اور دوسرے یہ کہ دارالسلطنت میں بھی آپ نے وفات نہیں پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالمِ غربُت فوت ہوئے۔ اسی لیے آپ کو غریب الغربا کہتے ہیں۔ واقعہ شہادت کے متعلق مورّخین لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا تھا "خدا کی قسم مجھے مامون کے سوا کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبُور ہوں"۔ یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ایک دن مامون الرشید نے قاصد بھیج کر امام رضاؑ کو اپنے پاس بلوایااور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک خوشا پیش کیا اور کہا کہ ابن رسُول اللہ یہ انگوروں نہایت ہی عمدہ ہیں، تناول فرمایئے۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ جنّت کے انگوروں اس سے بہتر ہیں۔ اس نے شدید اصرار کیااور آپ نے اُس میں سے تین دانے کھالیے۔ یہ انگور کے دانے زہر آلوُد تھے۔ انگور

ترجمہ، اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں ﴿۳٤﴾ یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے ﴿۳۵﴾ سورۃ المعارج

کھانے کے بعد آپ اُٹھ کھڑے ہوئے تو مامون نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جا رہا ہوں۔ امام رضا تین دنوں تک تڑپتے رہے۔ حضرت امام محمد تقیؑ باعجاز خداوند عالم امام رضاؑ کی علالت پر تشریف لائے اور جب اُن کا انتقال ہو گیا تو آپ نے ہی غسل و کفن اور حنوط کا انتظام فرمایا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ مامون الرشید کو جب امام رضاؑ کی شہادت کی خبر ہوئی تو وہ بھی آیا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ بادشادہ نے بڑی کوشش کی کہ امام تقی علیہ السّلام سے ملے مگر نہ مل سکا اور آپ واپس مدینہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کو حکم دیا کہ امام علیہ السّلام کا ماتم کریں۔ امام رضا علیہ السّلام کو بمقام طوس محلّہ سناباد میں ہارون رشید کے سرہانے دفن کیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کا مرکز ہے۔ ظاہر ہے جب مامون الرشید نے خود فرزندِ رسُولؐ کو زہر دیا تھا تو اتنی بڑی شخصیّت کے قتل کی تحقیقات نہ کرائی اور صرف روپیٹ کر "مگرمچھ" کے آنسوؤں کی طرح آنسو بہانا ارباب نظر کی نگاہوں میں اپنے کو الزام قتل سے برّی کرنے سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ امام کی شہادت کے بعد اُس نے اہل بغداد کو لکھا کہ اب کیا چیز باقی ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو، یعنی اب اپنی بغاوت کو ختم کردو اور اہلِ بغداد کی بغاوت کا خاتمہ ہو گیا اور عباسی قبضے میں آگے اور حکومت از سرِنو جم گئی۔

امام رضاؑ علیہ السّلام کی اولادوں کی تعداد میں شدید اختلاف ہے۔ جن میں مورّخین سے مختلف تعداد ملتی ہے جس میں ایک اولاد سے لے کر آٹھ تک کی تعداد کا ذکّر ملتا ہے۔ کچھ مورّخین نے تو اولادوں کے نام تک بھی بیان کئے ہیں۔ کہیں ایک لڑکے کی روایت ملتی ہے تو

ترجمہ، اور اگر خدا تم پر فضل کرے تو اس طرح سے کہ گویا تم میں اس میں دوستی تھی ہی نہیں (کہ افسوس کرتا اور) کہتا ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو مقصد عظیم حاصل کرتا ﴿۷۳﴾ تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ خدا کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص خدا کی راہ میں جنگ کرے اور شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے ﴿۷۴﴾ سورۃ النساء

کسی نے دو، یا تین، یا چار، یا پانچ، یا چھ اور آٹھ تک بچوّں تک کی تعداد بتائی جاتی ہے مگر لڑکی کی تعداد صرف ایک ہی بتائی گئی ہے۔ الغرض جس لڑکے کا نام ہر روایت میں ملتا ہے وہ امام محمد تقی علیہ السّلام ہیں اور ان ہی سے آپ کی نسل چلی ہے۔ امام رضاؑ کی ایک ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت حضرت امام موسیٰ کاظمؑ بھی تھیں جنہوں نے امام رضاؑ کی محبت بے چین ہو کر ملاقات کے لیے مدینہ سے سنہ ۲۰۰ ہجری میں نکل پڑی تھیں۔ یہ وہ دُور تھا جب مامون الرشید نے امام رضاؑ کو بجبر و اکراہ ولی عہد بنانے کے لیے دارالخلافہ مرؔو میں بُلایا تھا۔ چنانچہ مراحل سفر طے کرتے ہوئے بمقام "سادہ" پہنچیں تو علیل ہو گئیں۔ جب آپ کی علالت کی خبر موسیٰ بن خزرج بن سعد قمی کو پہنچی تو وہ فوراً حاضرِ خدمت ہو کر عرض پرواز ہوئے کہ آپ شہرِ قم لے گئے اور اُنھیں ایک مکان میں قیام کروایا۔ جنابِ معصومہِ قم کا بھائی کی جدائی کا صدمہ شدّت پکڑتا گیا اور علالت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ صرف ۱۷ یوم کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو غسل و کفن سے فراغت کے بعد بمقام "بابلان" میں دفن کرنے کے لیے لے جایا گیا جہاں پہلے سے ہی قدرتی طور پر قبر تیار تھی۔ جب آپ کو قبر میں اتارنے کے لیے باہمی گفتگو شروع تھی کہ کون اُتارے گا تو اسی دور دو نقاب پوش نمودار ہوئے اور انھوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور وہی قبر میں اُترے، پھر تدفین کے فوراً بعد واپس چلے گئے اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ دونوں کون تھے؟ بعد میں اسی جگہ ان کا روضہ بنایا گیا ہے۔ آپ کے روضہ کی زیارت کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ کئی اماموں سے روایت ہے کہ جو معصُومہِ قم کی زیارت کرے گا اس کے لیے جنّت واجب ہو گی اور ان کی شفاعت سے کثیر شیعہ جنّت میں جائیں گے۔ خود سرزمینِ قم کی تاریخ میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے جہاں آپ کو دفن کیا گیا ہے۔ علاّمہ شیخ عباس قمی تحریر کرتے ہیں کہ کوفہ کو تمام شہروں پر

ترجمہ، اور جو شخص خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص خدا اور رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب خدا کے ذمے ہو چکا اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے ﴿۱۰۰﴾ سورۃ النساء

فضیلت ہے لیکن قم اور اہلِ قم کو تمام دنیا پر فضیلت ہے اور اس کے باشندوں کو مشرق و مغرب اور جن و انس پر فضیلت ہے۔ خدا نے یہاں کے لوگوں کو دین اور ایمان میں ہمیشہ عظیم توفیق دی ہے۔ تمام بلائیں قم اور اہلِ قم سے دُور رکھی گئی ہیں۔ یہاں ملائکہ دفع بلا کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ کسی دُشمن نے کبھی قم پر غلبہ حاصل نہیں کیا۔ قم اللہ کی طرف سے علم و فضل کا مرکز بنایا گیا ہے۔ جب ساری دُنیا میں فتنہ پھیل جائے تو قم میں پناہ لینا چاہیے۔ اہلِ قم ہمارے خاص مددگاروں میں سے ہیں۔ کہ قم آلِ محمّد کا مرکزِ سکون اور شیعوں کا ملجاو ماویٰ ہے۔ جنّت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ قم میں ہے، قم کے باشندے قابل مبارکباد ہیں۔ قم امام کے شیعوں اور دوستوں کا گڑھ ہے۔ قم موضع قدم جبرئیلؑ ہے، یہاں ایک ایسا چشمہ ہے کہ جو اس سے پانی پی لے شفایاب ہو جائے۔ یہی وہ چشمہ ہے جس سے حضرت عیسٰی نے ان مٹی کو گوندھا تھا۔ جس سے بحکم خدا طائر بنایا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ اہلِ قم کا حساب و کتاب سب قبر ہی میں ہوگا اور وہیں سے وہ جنّت میں چلے جائیں گے۔ ایک جگہ بیان ہے کہ حساب و کتاب کے بغیر ہی جنّت میں چلے جائیں گے۔ ایک اور روایت کے مطابق اگر اہل قم نہ ہوتے تو دین ضائع ہو جاتا۔ اہلِ قم بخشے ہوئے ہیں۔ معصوم سے روایت ہے کہ قم کی مٹی مقدس ہے، اس کے باشندے ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں، جو دُشمن قم کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے گا واصلِ جہنّم ہوگا۔ قم ہمارا اور ہمارے شیعوں کا پاک اور پاکیزہ اور مقدس شہر ہے۔ یہ ہمارے قائم کی مدد کرنے والے ہیں اور ہمارے حق کے پہچاننے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے خمس ادا کیا اور سب سے پہلے ہمارے نام پر جائدادیں وقف کیں۔ عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ قم اور اس کے باشندے کائنات پر خدا کی حجت ہوں گے اور یہ زمانہ غیبت امام آخر الزمان میں آئے گا اور ظہور تک ممتد ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوگا تو زمین پانی میں ڈوب جائے گی۔

ترجمہ، جو زمین پاکیزہ (ہے) اس میں سے سبزہ بھی پروردگار کے حکم سے (نفیس ہی) نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں جو کچھ ہے ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم آیتوں کو شکر گزار لوگوں کے لئے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ﴿۵۸﴾ سورۃ الأعراف

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/urdu/tid/

’’حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یوں) کہو: اے اللہ تو درود بھیج محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت طاہرہ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور برکت عطا فرما محمد ﷺ کو اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اور آپ ﷺ کی ذریت طاہرہ کو جیسا کہ تو نے برکت عطا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے شک تو حمید مجید ہے۔‘‘ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 23: أخرجه البخاري في الصحيح۔ كتاب: الأنبياء۔ باب: يزفان النسلان في المشي۔ 3 / 1232۔ الرقم: 3189۔ ومسلم في الصحيح۔ كتاب: الصلاة۔ باب: الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد۔ 1 / 306۔ الرقم: 407۔ و مالك في الموطأ۔ 1 / 165۔ الرقم: 395۔ و النسائي في السنن الكبرى۔ 1 / 384۔ الرقم: 1217۔ و أبو عوانة في المسند۔ 1 / 546۔ الرقم: 4039۔ و البيهقي في السنن الكبرى۔ 2 / 150۔ الرقم: 2685)

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دورانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ ﷺ اونٹنی قصواء پر سوار خطاب فرما رہے ہیں۔ پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت ہیں۔‘‘ اس حدیث کو امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 32: أخرجه الترمذي في السنن۔ كتاب: المناقب۔ باب: مناقب أهل بيت النبي ﷺ۔ 5 / 662۔ الرقم؛ 3786۔ و الطبراني في المعجم الأوسط۔ 5 / 89۔ الرقم: 4757۔ و في المعجم الكبير۔ 3 / 66۔ الرقم: 2680۔ والحكيم الترمذي في نوادر الأصول۔ 1 / 258۔ و القزويني في التدوين في أخبار قزوين۔ 2 / 266)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ خوشی حاصل کرنا ہو کہ اس کے نامہ اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو اسے چاہئے کہ یوں کہے: اے اللہ! تو درود بھیج حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپ ﷺ کی ذریت اور اہل بیت پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا رب ہے۔‘‘ اس حدیث کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 24: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: الصلاة على النبي بعد التشهد، 1 / 258، الرقم: 982، و البيهقي في السنن الكبرى، 2 / 151، الرقم: 2686، و في شعب الإيمان، 2 / 189، الرقم: 1504، و المزي في تهذيب الكمال، 5 / 348)

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آخری چیز جو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ مجھے میرے اہل بیت میں تلاش کرو۔‘‘ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 59: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4 / 157، الرقم: 3860، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 163)

’’حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ (ان میں سے ایک) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری چیز) میرے گھر والے ہیں۔‘‘ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔

(الحديث رقم 31: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ، باب: في مناقب أهل بيت النبي ﷺ، 5 / 662، الرقم: 3786، و الطبراني في المعجم الأوسط، 5 / 89، الرقم: 4757، و في المعجم الكبير، 3 / 66، الرقم: 2680، و ابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 4 / 114)

’’حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایمان نام ہے دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا۔ (راوی) **ابو صلت ہروی فرماتے ہیں: اگر اس حدیث کی سند پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔**‘‘ **اسے امام ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔**

(الحديث رقم 54 : أخرجه ابن ماجة فی السنن، المقدمة، باب : فی الإيمان، 1 / 25، الرقم : 65، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 6 / 226، الرقم : 6254، وفی المعجم الأوسط، 8 / 262، الرقم : 8580، والبيهقی فی شعب الإيمان، 1 / 47، الرقم : 16، والمروزی فی تعظيم قدر الصلاة، 2 / 742، والسيوطی فی شرح سنن ابن ماجة، 1 / 8، الرقم : 65، وابن القيم فی حاشية علی سنن أبي داود، 2 / 294)

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اہلِ بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟‘‘ اسے امام ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(الحديث رقم 52 : أخرجه الترمذی فی السنن، كتاب : المناقب عن رسول الله ﷺ، باب : فی مناقب أهل بيت النبی ﷺ، 5 / 663، الرقم : 3788 / 3786، والنسائی فی السنن الكبری، 5 / 45، الرقم : 8148، 8464، وأحمد بن حنبل فی المسند، 3 / 14، 26، 59، الرقم : 11119، 11227، 11578، والحاكم فی المستدرك، 3 / 118، الرقم : 4576، والطبرانی عن أبي سعيد رضی الله عنه فی المعجم الأوسط، 3 / 374، الرقم : 3439، وفی المعجم الصغير، 1 / 226، الرقم : 323، وفی المعجم الكبير، 3 / 65، الرقم : 2678، وابن أبي شيبة فی المصنف، 6 / 133، الرقم : 30081، وأبويعلی فی المسند، 2 / 303، الرقم : 10267، 1140، وابن أبي عاصم فی السنة، 2 / 644، الرقم : 1553، والديلمی فی مسند الفردوس، 1 / 66، الرقم : 194، والهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 163)

حضرت امام محمدؑ تقی علیہ السّلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نویں جانشین، امامت کے سلسلے میں نویں امام اور سلسلہ عصمت کی گیارھویں کڑی ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد ولی عہد سلطنت عباسیہ کے غریب الغربا، شہید جفا، حضرت امام رضا علیہ السّلام تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جنابِ خیزران عرف سکینہ تھیں۔ علماء کا بیان ہے کہ آپ اُمّ المومنین جناب ماریہ قبطیہ یعنی والدہ جنابِ ابراہیم بن رسُول کریمؐ کی نسل سے تھیں۔ امام محمد تقیؑ بتاریخ ۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۹۵ ہجری بمطابق سنہ ۸۱۱ عیسوی یوم جمعہ بمقام مدینہ منوّرہ متولد ہوئے تھے، اس وقت بادشاہِ وقت امین ابن ہارون رشید عباسی تھا۔ چونکہ حضرت امام علیؑ کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لیے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں۔ امام رضاؑ فرماتے تھے کہ میرے یہاں مسندِ امامت کا وارث پیدا ہوگا وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا اور ایک دن امام رضاؑ نے اپنی بہن جنابِ حکیمہ خاتون کو بلا کر فرمایا کہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا اور جب نصب شب ہوئی کو وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے اور امام محمد تقیؑ پیدا ہوئے اور میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں اور حجرہ میں روشنی ہوگئی۔ حکیمہ خاتون نے انہیں غسل دیا تو تھوڑی دیر میں امام رضاؑ تشریف لائے تو اُنھوں نے بچّہ کو کپڑے میں لپیٹ کے ان کی آغوش میں دے دیا۔ آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دے کر پھر بہن کو واپس کر دیا۔ دو دن تک بچّہ کی آنکھیں بند رہی اور تیسرے

ترجمہ، ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (۳۸) سورۃ البقرۃ

دن جب آپ نے کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی اور داہنے بائیں دیکھ کر کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ میں سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تعجّب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجّتِ خدا اور وصی رسُول ہدیٰ ہے۔ اس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، اُن میں تعجب کیا؟ امام محمد تقیؑ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرین ہوا کرتی تھیں۔

امام محمد تقیؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح، امام منصوص، معصُوم اعلم زمانہ اور افضل کائنات تھے، آپ جملہ صفاتِ حسنہ میں یگانہ روزگار اور ممتاز تھے۔ آپ اگرچہ تمام معصُومین میں سب سے کمسن اور چھوٹے تھے لیکن آپ کی قدر و منزلت آپ کے آباؤ اجداد کی طرح نہایت ہی عظیم تھی اور کمسنی کے باوجود فضائل سے بھرپُور تھے اور آپ کا بلند تذکرہ بر سر نوک زبان تھا اور اس منزلت میں ان مدارج پر فائز تھے جن پر آپ کے سن اور عمر کے سادات اور غیر سادات میں سے کوئی بھی فائز نہ تھا اور اس عہد میں بڑے بڑے لوگ فضائل و کمالات میں آپ کی برابری نہیں کر سکتے تھے۔ علم و فضل، ادب و حکمت میں امام محمد تقیؑ کو وہ کمال حاصل تھا جو کسی کو بھی نصیب نہ تھا۔ آپ کے مناقب و مدائح بے شمار ہیں۔ آپ کا اسم گرامی، لوحِ محفوظ کے مطابق اُن کے والد ماجد حضرت امام رضاؑ نے "محمدؐ" رکھا۔ آپ کی کنیت "ابو جعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع، مرتضیٰ تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا۔ یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقیؑ کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا

ترجمہ، اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کر لو۔ (ان سے) کہہ دو کہ خدا کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے۔ اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی خدا) کے آ جانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) خدا سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۰﴾ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے، وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں، اور جو اس کو نہیں مانتے، وہ خسارہ پانے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾ سورۃ البقرۃ

پڑااور انھیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں باپ کی محبت اور شفقت و تربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا۔آپ کو صرف پانچ سال کے تھے تو امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور جانا پڑا اور پھر پوری زندگی امام محمد تقیؑ کو اپنے والد سے ملاقات کا موقع نہ ملا اور جدائی کے تیسرے سال ہی امام رضاؑ کا وفات ہو گی۔یوں تو عمومی طور پر کسی کے باپ کے مرنے سے سایۂ عاطفت سے محرومی ہوا کرتی ہے لیکن حضرت امام محمد تقیؑ اپنے والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے اُن کی زندگی ہی میں محروم ہو گئے تھے اور ابھی آپ چھ سال کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ پدرِ بزگوار کی شفقت سے محروم کر دیئے گئے اور آپ کو بغیر بال بچّوں کے خراسان طلب کر لیا گیا اور وہیں عالم غربت میں مامون رشید کے ہاتھوں شہید ہو کر دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔امام محمد تقیؑ کے لیے اپنے والد امام رضاؑ اور اپنی پھُوپھی سے محروم ہونے کا کمسنی میں صدمے انتہائی تکلیف دہ تھے لیکن مشیتِ ایزدی میں چارہ نہیں، آخر آپؑ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر و ضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔الغرض امام رضاؑ کے شہادت کے بعد مامون رشید نے اپنی سیاستی ضرورت اور امام کے قتل کا الزام اس پر نہ آئے اُس کی توجہ امام محمد تقیؑ کے ہوئی اور اُن کو ولی عہدی کے دعوت نامہ ارسال کیا اور اُنھیں مجبُور کر بعداد بُلایا لیا جس طرح امام رضاؑ کو بلوایا تھا۔امام محمد تقیؑ کی عمر اُس وقت نو سال کی تھی۔دُنیا سمجھتی تھی کہ امام محمد تقیؑ کو علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کو ذریعہ نہیں رہا مگر خلق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی

ترجمہ، اور اس نے آدم کو سب (چیزوں کے) نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ ﴿۳۱﴾ انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے ﴿۳۲﴾ (تب) خدا نے (آدم کو) حکم دیا کہ آدم! تم ان کو ان (چیزوں) کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو (فرشتوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو (سب) مجھ کو معلوم ہے ﴿۳۳﴾
سورۃ البقرۃ

جب اس کمسن بچّے کو تھوڑے دن بعد مامون کے دربار میں بڑے بڑے علماء سے فقہ و حدیث، تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور اُن کو قائل ہو جاتے دیکھا تو ان کی حیرت اُس وقت تک دُور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم و تربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمّہ نہ حل ہوا اور نہ کبھی حل ہو سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امام کو علم لدّنی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے طرف سے ہوتا ہے۔ یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اور تمام صلاحیتوں سے بھرپُور پیدا ہوتے ہیں۔ انھوں نے سرورِ کائنات کی طرح کبھی کسی سے علم حاصل نہیں کیا ہوتا اور نہ یہ اس کے محتاج ہوتے ہیں کہ آباؤ و اجداد یا کوئی استاد اُن کو تعلیم دیں، یہ اور بات ہے کہ علومِ مخصوصہ کی تعلیم دے دی جائے جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے درمیان استاد و شاگرد کا راستہ قائم ہوا تھا اور وہ کسی خاص علم کے لیے ان کے پاس گئے تھے۔ الغرض ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امام محمد تقیؑ ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی تو سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر امام اپنی جگہ پر کھڑے رہے تو مامون نے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں بھاگے تو امام نے بلاتامّل جواب دیا کہ مجھے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا، جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ ڈرتا نیز میرا حُسنِ ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے۔ مامون کو یہ انداز بیان بہت پسند آیا۔ مامون وہاں سے شکار پر چلا گیا اور وہاں اُس نے اپنے باز کو شکار کے لیے چھوڑا تو باز ایک چھوٹی سے مچھلی چونچ میں لایا۔ مامون جب شکار سے واپس آیا تو پھر امام سے راستے میں ملاقات ہوئی تو اُس نے مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے

ترجمہ، اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ﴿۷۰﴾ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو (خوش ہو ہو کر) پڑھیں گے اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا ﴿۷۱﴾ سورۃ الاسراء

بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ امام تقیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے اُن مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالتؑ کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سُن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسیٰ رضا کے فرزند ہوں اور امام کو اپنے ساتھ لے گیا اور ارادہ کیا کہ امام تقیؑ کو بھی کسی رشتہ میں لے کر اپنا رشتہ دار بنایا جائے۔ یہ بات بنی عباس کو ناقابلِ برداشت ہوئی کیونکہ امام رضاؑ کی وفات سے ایک حد تک انھیں اطمینان حاصل ہوا تھا کہ اب کوئی اہلبیتؑ میں سے مامون کے قریب نہ ہوگا مگر پھر اُن لوگوں کو تشویش ہوئی اور ایک وفد مامون الرشید کے پاس آیا اور صاف صاف کہا کہ امام رضا کے ساتھ جو آپ نے طریقہ اختیار کیا، وہی ہم کو ناپسند تھا مگر خیر وہ کم از کم اپنے اوصاف و کمالات کے لحاظ سے قابلِ عزّت سمجھے بھی جاسکتے تھے، مگر یہ اُن کے بیٹے "محمد" تو ابھی بالکل کمسن ہیں۔ ایک بچّے کو بڑے بڑے علماء اور معززین پر ترجیح دینا اور اس قدر اس کی عزّت کرنا ہرگز خلیفہ کے لیے زیبا نہیں ہے اور پھر ام حبیبہ کا نکاح جو امام رضاؑ کے ساتھ کیا گیا تھا، اُس سے ہم کو کیا فائدہ پہنچا جو اب ان سے رشتہ دار بنا کر ہوگا؟ مامون الرشید نے کہا کہ "محمد" کمسن ضرور ہیں، مگر میں نے خوب اندازہ کرلیا ہے کہ اوصاف و کمالات میں وہ اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں اور عالمِ اسلام کے بڑے بڑے علماء جن کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ علم میں اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اگر تم چاہو تو امتحان لے کر دیکھ لو، پھر تمھیں بھی میرے فیصلہ سے متفق ہونا پڑے گا۔ یہ جواب ایک طرح کی للکار تھی جس پر مجبوراً اُن لوگوں کو مناظرہ کی دعوت منظور کرنا پڑی اور بغداد کے سب سے بڑے عالم یحییٰ بن اکثم کو امام تقیؑ سے بحث کے لیے منتخب کیا گیا۔ مامون نے ایک عظیم الشّان جلسہ اس مناظرہ کے لیے منعقد کروایا اور عام اعلان کروایا گیا کہ ہر شخص اس میں شرکت کرسکتا ہے جس میں ایک طرف نو سال کا بچّہ تھا اور دوسری طرف ایک بڑے قاضی جس کی وجہ سے ایک بڑا

ترجمہ، حالانکہ عزت خدا کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے ﴿۸﴾
سورۃ المنافقون

ہجوم جمع ہو گیا۔ مامون الرشید نے امام محمد تقیؑ کو اپنے پہلو میں مسند بچھوائی اور سامنے یحییٰ بن اکثم بیٹھے۔ یحییٰ نے پہلا سوال امام سے کیا کہ یہ فرمائیے کہ حالتِ احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام نے جواب دیا کہ "اے یحییٰ! تمھارا سوال بالکل مُبہم اور مہمل ہے۔ سوال کے ذیل میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شکار حل میں تھا یا حرم میں، شکار کرنے والا مسئلہ سے واقف تھا یا ناواقف، اس نے عمداً اُس جانور کو مارڈالا، یا دھوکے سے قتل ہو گیا۔ وہ شخص آزاد تھا یا غلام کمسن تھا یا بالغ۔ پہلی مرتبہ ایسا کیا تھا، یا اُس کے پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ شکار پرند کا تھا یا کوئی اور چھوٹا تھا یا بڑا۔ وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے۔ رات کو یا پوشیدہ طریقہ پر اُس نے یا شکار کیا یا دن دھاڑے اور علانیہ۔ احرام عمرہ کا تھا یا حج کا۔ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائے جائیں اِس مسئلہ کا کوئی معیّن حکم نہیں بتایا جاسکتا"۔ امام نے اس طرح سوال کے گوشوں کی الگ الگ تحلیل فرمائی جیسے آپ کے علم کی گہرائیوں کا یحییٰ اور تمام اہلِ محفل کو اندازہ ہو گیا۔ یحییٰ خود کو سُبک پانے لگا اُس کے چہرے پر ایسی شکستگی کے آثار پیدا ہوئے جن کا تمام دیکھنے والوں نے اندازہ کر لیا اور اب اُس کی زبان خاموش تھی اور وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ مامون نے اُس کی یہ کیفیّت کا صحیح اندازہ کر کے اُس سے کچھ کہنا بیکار سمجھا اور حضرت سے عرض کیا کہ پھر آپ ان تمام شقوں کے احکام بیان فرمادیجیے تاکہ ہم سب کو استفادہ کا موقع

ترجمہ، (اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو ﴿۲۲﴾ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے ﴿۲۳﴾ بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ رہے ہیں ﴿۲۴﴾ سورۃ محمد

مل سکے۔ امام علیہ السّلام نے تفصیل کے ساتھ ہر ایک احکام کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر احرام باندھنے کے بعد "حِل" میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اُس کا کفّارہ ایک بکری ہے اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں، اور اگر کسی چھوٹے پرندہ کا حِل میں شکا کیا تو دُنبے کا ایک بچّہ جو اپنی ماں کا دُودھ چھوڑ چکا ہو، کفّارہ دے گا، اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اُس پرندہ کی قیمت اور ایک دُنبہ کفّارہ دے گا، اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اس کی کئی قسمیں ہیں، اگر وہ وحشی گدھا ہے تو ایک گائے اور اگر شُتر مرغ ہے تو ایک اُونٹ، اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفّارہ دے گا۔ یہ کفّارہ توجب ہے کہ حِل میں شکار کیا ہو۔ لیکن اگر حرم میں کئے ہوں تو یہی کفّارے دُگنے دینے ہوں گے اور اُن جانوروں کو جنھیں کفّارے میں دے گا۔ اگر احرام عمرہ کا تھا، تو خانہ کعبہ تک پہنچائے گا اور مکّہ میں قربانی کرے گا اور اگر احرام حج کا تھا تو منٰی میں قربانی کرے گا اور ان کفّاروں میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں اور ارادے سے شکار کرنے میں کفّارہ دینے کے علاوہ گناہگار بھی ہوگا۔ ہاں بُھولے سے شکار کرنے میں گناہ نہیں ہے اور آزاد اپنا کفّارہ خود دے گا۔ اور غلام کا کفّارہ اُس کے مالک دے گا اور چھوٹے بچّے پر کوئی کفّارہ نہیں ہے اور بالغ پر کفّارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہو آخرت

ترجمہ، اور خدا نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں۔ ان کے پاس مت بیٹھو۔ ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ خدا منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے ﴿١٤٠﴾

کے عذاب سے بچ جائے گا، لیکن اگر اس فعل پر اصرار کرے گا تو آخرت میں بھی اُس پر عذاب ہوگا"۔ یہ تفصیلات سُن کر یحییٰ ہکا بکّا رہ گیا اور سارے مجمع سے احسنت احسنت کی آواز بلند ہونے لگی۔ مامون الرشید نے جب یہ دیکھا تو یحییٰ کو رسُوائی سے بچانے کے لیے امام سے کہا کہ آپ بھی کوئی سوال یحییٰ سے فرمائیں تو امام نے سوال کرنے سے پہلے اخلاقاً یحییٰ سے دریافت کیا کہ میں بھی کوئی سوال کر سکتا ہوں جس پر اُس نے کہا کہ حضور فرمائیں اگر میں جواب دے سکا تو جواب دونگا ورنہ میں خود ہی آپ سے معلوم کر لونگا۔ حضرت نے سوال کیا کہ "اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے صبح کو ایک عورت کی طرف نظر کی تو وہ اُس پر حرام تھی دن چڑھے حلال ہو گئی، پھر ظہر کے وقت حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ غروب آفتاب پر پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو حرام ہو گئی، صبح کے وقت پھر حلال ہو گئی، بتاؤ ایک ہی دن میں اتنی دفعہ وہ عورت اُس شخص پر کس طرح حرام و حلال ہوتی رہی؟"۔ قاضی یحییٰ کوئی جواب نہ دے سکا اور عاجزی کے ساتھ کہا کہ فرزند رسُولؐ آپ ہی اس کی وضاحت فرمادیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ "سُنو! وہ عورت کسی کی لونڈی تھی، اُس کی طرف صبح کے وقت ایک اجنبی شخص نے نظر کی، تو وہ اس کے لیے حرام تھی۔ دن چڑھے اُس نے وہ لونڈی خرید لی (تو) حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت اُس کو آزاد کر دیا (تو) وہ حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اس نے نکاح کر لیا پھر حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت اُس سے ظہار کیا تو

ترجمہ، اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کی باتوں سے آزردہ نہ ہونا (کیونکہ) عزت سب خدا ہی کی ہے وہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے ﴿٦٥﴾

سورۃ یونس

پھر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت ظہار کا کفّارہ دے دیا تو پھر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کو اُس شخص نے اس عورت کو طلاق رجعی دی، جس سے پھر حرام ہو گئی اور صبح کے وقت اُس طلاق سے رُجوع کر لیا، (تو) حلال ہو گئی۔"۔ لوگ حیران رہ گئے اور مامون کو اپنی بات کے اونچا رہنے کی خوشی تھی، اس مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ یہ گھرانا ہے جو قدرت کی طرف سے علم کا مالک قرار دیا گیا ہے، یہاں کے بچّوں کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جس پر مجمع سے کہا کہ یقیناً ابو جعفر محمد بن علیؑ کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اس عظیم الشّان مناظرہ میں حضرت امام تقیؑ کی شاندار کامیابی سے مامون کو آپ کا اور گرویدہ بنا دیا اور اُس کی منزل اعتراف میں انتہائی بلندی پیدا ہو گئی، اس کے ہر قسم کے حُسنِ ظن میں یقین کی روح دوڑ گئی اور اسی جلسہ میں اپنی بیٹی ام الفضل کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت امام محمد تقیؑ نے خطبہ اور نکاح پڑھا اور یہ تقریب پوری کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔ اس شادی کا پس منظر جو بھی ہو، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لختِ جگر اُم الفضل کو حضرت امام تقیؑ کے حبالۂ نکاح میں دے دیا۔ نکاح کے بعد ایک سال امام بغداد میں رہے اور پھر اپنی زوجہ کے سمیت مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جناب مسیب کے مکان پر قیام کیا اور نماز مغرب ایک نہایت قدیم مسجد میں ادا کی۔ نماز کے لیے ایک خشک درخت کے نیچے وضو کیا تو مدّتوں سے سر سبزی اور شادابی سے محروم تھا وہ اُسی رات بعد سر سبز و شاداب ہو گیا اور پھل دینے لگا۔

مدینہ پہنچ کر آپ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں منہمک و مشغول ہو گئے۔ پند و نصائح، تبلیغ و ہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کا عملی درس دینا شروع کر دیا۔ خاندانی طرّۂ امتیاز

ترجمہ، تاکہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور خدا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے

سورۃ الاحزاب ﴿۷۳﴾

کے بموجب ہر ایک سے جھک کر ملنا، ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا، مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیشِ نظر رکھنا۔ غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا۔ مہمانوں کی خاطر داری میں انہماک اور علمی و مذہبی پیاسوں کے لیے فیض کے چشموں کو جاری رکھنا۔ الغرض مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس سے پہلے تھا، نہ پہرہ دار، نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک و احتشام، نہ اوقات مُلاقات، نہ مُلاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق اور زیادہ تر نشست مسجدِ نبوی رہا کرتی تھی جہاں لوگ حضرت کے وعظ و نصیحت سے فائدہ اُٹھاتے تھے اور یہ سب آپ کی سیرتِ زندگی کے نمایاں پہلو تھے۔ اہلِ دُنیا جو آپ کی بلندیِ نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے، اُنھیں یہ تصّور ضرور ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچّے کا عظیم الشّان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا، یقیناً اس کے چال ڈھال، طور طریقے کو بدل دے گا اور اُس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا کیونکہ بنی اُمّیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کو آلِ رسُولؐ کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا، جتنا اُن کی صفات سے تھا، اسی لیے مامون کے نقطۂ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضاؑ کا جانشین ایک آٹھ، نو برس کا بچّہ ہے جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا۔ حکومتِ وقت کی سیاسی سُوجھ بُوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچّہ کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومتِ وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ سوائے

ترجمہ، کیا جو اہل عالم کے سینوں میں ہے خدا اس سے واقف نہیں؟ ﴿۱۰﴾ اور خدا اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا ﴿۱۱﴾ اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے طریق کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اُٹھا لیں گے۔ حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اُٹھانے والے نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں ﴿۱۲﴾ اور یہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی۔ اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن اُن کی اُن سے ضرور پرسش ہو گی ﴿۱۳﴾

سورۃ العنکبوت

اُن لوگوں کے جوان مخصوص افراد کے خدادار کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقیناً مامون ہی کا ہم خیال تھا مگر دُنیا کو حیرت ہوگئی جب یہ دیکھا کہ نو برس کا بچّہ اس عمر میں بھی اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محلِ شاہی میں قیام سے انکار کردیتا ہے اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا ہے تو ایک علیٰحدہ مکان کرایہ پر لے کر ان میں قیام فرماتے ہیں اور ایک سال بعد ہی بادشاہ کے داماہونے کے باوجود مامون کا شہر بھی چھوڑ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اُمورِ خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حُدود میں رکھا ہوا تھا انھیں حدود میں آپ نے اُم الفضل کو بھی رکھا اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہِ وقت کی بیٹی ہے اور اُم الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے دوسری شادی عماریاسے کی نسل سے ایک محترم خاتون سے کی اور قدرت امامت اسی خاتون سے باقی رہی اور یہی امام علی نقیؑ کی ماں ہوئیں۔ جب شہنشاہ کی بیٹی نے اس کی شکایت اپنے والد کو کی تو اُس نے بھی مجبوراً یہ جواب دیا کہ میں نے تمھارا عقد ابو جعفر کے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ اُن پر کسی حلالِ خدا کو حرام کردوں۔ خبردار! مجھ سے اب اِس قسم کی شکایت نہ کرنا۔ امام کو اس کی شکایت کی خبر تھی۔ حقیقت میں یہ جواب دے کر اُس نے اپنی خفت مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ آلِ محمد کا طرزِ عمل اِسلام کی رُوح کے خلاف نہیں ہوتا۔ روایت ہے کہ آخرکار ایک دن ام الفضل نے مامون کو حضرت کے قتل پر آمادہ کرلیا، مگر وہ قتل نہ کرسکا۔

امام محمد تقیؑ اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتے تھے لیکن فرائض کی وُسعت نے آپ کو مدینہ ہی لیے محدود نہیں رکھا تھا اور آپ مدینہ میں رہ کر اطرافِ عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مدینہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اُس مقام پر

ترجمہ، منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق نافرمان ہیں ﴿٦٧﴾ سورة التوبة

عبادت میں مصروف و مشغول پایا جس جگہ امام حسینؑ کا سر مُبارک لٹکایا گیا تھا تو آپ نے اس شخص کو اپنے ساتھ لیا اور چشمِ زون میں کوُفہ کی مسجد میں لے گئے وہ نماز ادا کرنے کے بعد مدینہ منوّرہ کی زیارت اور نماز میں شرکت کے بعد اُسے شام کی مسجد میں واپس پہنچا دیا۔ یہ واقعہ جب دوسرے سال ہوا تو اس شخص نے آپ کے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن علی ہوں۔ جب یہ واقعہ اُس شخص نے لوگوں کو بتایا تو یہ بجلی کی طرح تمام پھیلا تو والی شام محمد بن عبد الملک نے اس پر یقینا نہ کیا اور اُس شخص کو قید کر کے عراق منتقل کر دیا اور کہا کہ اب جس شخص نے تجھ شام و کوفہ اور مدینہ پہنچایا تھا اُس سے کہہ کہ وہ قید خانہ سے بھی رہ کروا ئے۔ دوسرے دن یہ شخص تمام سختی اور سخت ترین پہرہ کے باوجود قید خانہ سے غائب ہو گیا اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس وقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نمایدوں کے اختیار میں زمین و آسمان بلکہ ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے اور انھیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی زمینی سفر کے مراحل کو طے کریں، بس یہی کافی ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشمِ زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلاً محال بھی نہیں ہے۔ ایسے خاصانِ خدا کے اس قسم کے واقعات قرآن مجید میں بھی ملتے ہیں۔ آصف بن برخیا وصی جنابِ سلیمانؑ کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے۔

مختلف کُتب میں امام محمد تقیؑ کے کرامات کا تذکرہ بے شمار ہیں جس میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱)، مامون رشید کے اِنتقال کے بعد حضرت امام محمد تقیؑ نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ۳۰ ماہ

ترجمہ، ایک شخص جس کو کتاب الہیٰ کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں۔ جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے ﴿۴۰﴾ سورۃ النمل

بعد میرا ابھی اِنتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(۲)،ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (اُم الحسن) نے آپ سے دراخوست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجئے تاکہ میں اُسے اپنے کفن میں رکھوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ شخص یہ پیغام لے کر واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ۱۳-۱۴دن پہلے یہ مسماۃ انتقال کر چکی ہے۔(۳)،ایک شخص (اُمّیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسٰی ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رُخصت ہولیں،آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کردو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرے ساتھی حماد بن عیسٰی نے کہا کہ میں نے سارا اسامانِ سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کروں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے سکی حصّہ میں عظیم الشّان سیلاب آگیا اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا۔(۴)، معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منّورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہوگیا۔ حضرت نے مدینہّ سے باہر ایک وادی میں جاکر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے۔ واپسی پر آپ بے انتہا ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا، فرزندِ رسُولؐ! آپ کے چہرہ مُبارک سے آثار حزن و ملال کیوں ہویدا ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہا ہوں۔ وہاں میرے والد ماجد حضرت امام رضا زہر سے شہید کر دیئے گئے ہیں۔ میں اُن پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔(۵)، قاسم بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں، میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس

ترجمہ، اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک خدا منکروں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۶۷﴾ سورة المائدة

آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابو جعفر محمد بن علیؑ ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اُس کی طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انھیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزّت و توقیر کرتے ہیں، یہ تو بچّے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی۔ میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے قریب آکر فرمایا کہ اے قاسم بن عبدالرحمٰن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے جو جہنّم میں جائے گا۔ آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادُو گر ہیں کہ انھوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کر لیا ہے، جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا، آپ نے فرمایا کہ تمھارا خیال بالکل غلط ہے تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو۔ یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔ (٦)، قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکّہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوک الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اُسے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اُڑا کر لے گئی۔ میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہوئی۔ جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقیؑ سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمھاری پگڑی ہوا اُڑا لے گئی۔ میں نے عرض کی "جی حضور!" آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ۔ غلام نے پگڑی حاضر کی۔ میں نے بڑے تعجّب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو راہِ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اُسے خدا نے قبول فرما لیا ہے۔ اے قاسم خداوندِ عالم یہ نہیں چاہتا کہ جو اُس کی راہ میں صدقہ دے وہ اُسے

ترجمہ، مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار اُنہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا ﴿٢٣﴾ تاکہ خدا سچّوں کو اُن کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے اور (چاہے) تو اُن پر مہربانی کرے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿٢٤﴾

سورۃ الاحزاب

نقصان پہنچنے دے۔

حضرت امام تقی علیہ السّلام سے بہت بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی اور آپ کے ایسے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علیؑ کے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے بعد امام محمد تقیؑ کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔ بعض علماء نے آپ کے مقولوں کی تعداد کئی ہزار بتائی ہے جن میں سے (۱)، خداوندِ عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اُس سے وہ اس وقت زائل ہو جاتی ہے، جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔(۲)، ہر نعمت خداوندی میں مخلوق کا حصّہ ہے جب خدا کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر اگر صاحبِ نعمت (مالدار) عہدہ برآ ہو سکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے۔(۳)، جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اُس سے ڈرتا ہے۔ (۴)، جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی، اس کا جسم موٹا ہوگا۔ (۵)، صحیفہِ حیات مسلم کا سرنامہ "حسن خلق" ہے۔(۶)، جو خدا کے بھروسہ پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اُس کے محتاج ہوں گے۔ (۷)، جو خدا سے ڈرے گا لوگ اُسے دوست رکھیں گے۔ (۸)، اِنسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔(۹)، انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے۔(۱۰)، اِنسان کے

ترجمہ، (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کس طرح کا مال خرچ کریں۔ کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو لیکن) جو مال خرچ کرنا چاہو وہ (درجہ بدرجہ اہل استحقاق یعنی) ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کروگے خدا اس کو جانتا ہے ﴿۲۱۵﴾ سورۃ البقرۃ

لیے فقر کی زینت "عفت" ہے۔ خدائی امتحان کی زینت "شکر" ہے۔ حسب کی زینت "تواضع اور فروتنی" ہے، کلام کی زینت "فصاحت" ہے۔ روایات کی زینت "حافظہ" ہے۔ علم کی زینت "انکسار" ہے۔ ورع و تقویٰ کی زینت "حسن ادب" ہے۔ قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے۔ ورع و پرہیز گاری کی زینت "تمام مہملات سے کنارہ کشی" ہے۔ (۱۱)، ظالم اور ظالم کا مدد گار اور ظالم کے فعل کو سراہنے والے ایک ہی زمرے میں ہیں، یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔ (۱۲)، جو زندہ رہنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنالے۔ (۱۳)، خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ اوّل، استغفار، دوم، نرمی و فروتنی، سوم، کثرتِ صدقہ۔ (۱۴)، جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا، لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ رکھے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ (۱۵)، اگر جاہل زبان بند رکھے تو اختلافات نہ ہوں۔ (۱۶)، تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں، ا، معاشرے میں انصاف، ب، مصیبت میں ہمدردی، ج، پریشان خاطری میں تسلّی۔ (۱۷)، جو کسی بُری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ (۱۸)، کفرانِ نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیتا ہے۔ (۱۹)، جو تمھارے کسی

ترجمہ، اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگو) تم سے عنقریب پرسش ہوگی ﴿٤٤﴾ اور (اے محمد ﷺ) جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں ان سے دریافت کرلو۔ کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے ﴿٤٥﴾

عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اُس نے تمھیں اُس سے زیادہ دے دیا۔
(۲۰)، جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اُس کا محسن ہے، اور جو
علانیہ نصیحت کرے، گویا اُس نے اُس کے ساتھ بُرائی کی۔ (۲۱)،
عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے
پر انسان غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پُورے ہوجاتے ہیں تو
استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور راہ معیّن ہوجاتی ہے۔ (۲۲)، جب کسی بندہ
پر نعمت کا نزول ہو اور وہ اس نعمت سے متاثر ہوکر یہ سمجھے کہ یہ
خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوندِ عالم شکر کرنے سے پہلے
اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ
یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس
طرح چاہے عذاب کر سکتا ہے تو خداوندِ عالم اُسے استغفار سے
قبل بخش دیتا ہے۔ (۲۳)، شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقلمند وہ
ہے جو متقّی ہے۔ (۲۴)، جلد بازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو،
جب تک تکمیل نہ ہوجائے۔ (۲۵)، اپنی خواہشات کو اتنا نہ
بڑھاؤ کہ دل تنگ ہوجائے۔ (۲۶)، اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور اُن پر ترحم
کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔ (۲۷)، عام
موت سے بُری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو، اور عام زندگی سے
خیر وبرکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔ (۲۸)، جو خدا کے لیے اپنے

ترجمہ، اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہوگا ﴿۴۷﴾ اور کافروں اور منافقوں کا کہانہ ماننا اور نہ ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور خدا پر بھروسہ رکھنا۔ اور خدا ہی کارساز کافی ہے ﴿۴۸﴾

کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اُس نے اپنے لیے جنّت میں گھر بنالیا۔(۲۹)، جو خدا پر اعتماد رکھے اور اُس پر توکّل اور بھروسہ کرے، خدا اُسے ہر بُرائی سے بچاتا ہے اور اُس کی ہر قسم کے دُشمن سے حفاظت کرتا ہے۔ (۳۰)، دین عزّت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نورُ ہے۔(۳۱)، زہد کی انتہا درع اور تقویٰ ہے۔(۳۲)، دین کو تباہ کردینے والی چیز بدعت ہے۔ (۳۳)، انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے۔ (۳۴)، حاکم کی صلاحیّت رعایا کی خوشحالی کا دار و مدار ہے۔(۳۵)، دُعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل سکتی ہے۔ (۳۶)، جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ (۳۷)، جو دُنیا میں تقویٰ کا بیج بوئے گا، آخرت میں دلی مُرادوں کا پھل پائے گا۔ایک جگہ آپ نے اپنے آباؤاجداد کی وصیّت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے کاموں میں استخارہ کرلیا کرے گا، وہ خائب و خاسر نہ ہوگا اور جو اپنے مخلص دوستوں سے مشورہ کیا کرے گا وہ نادم و شرمندہ نہ ہوگا اور جو اپنے بھائی کو فی سبیل اللہ فائدہ پہنچائے گا، وہ جنّت میں اپنا گھر بنوائے گا۔

کیونکہ امام محمد تقیؑ شادی کے بعد مدینہ میں پُرسکون زندگی بسر کررہے تھے یعنی آپ کو وہ خدشہ نہ تھا جو حکومتِ وقت کی طرف سے آپ کے آباؤاجداد کو ہر وقت لگا رہتا تھا اور جس کے نتیجہ میں شہادت کا درجہ نصیب ہوتا رہتا تھا۔آپ کو جو تکلیف تھی وہ صرف مامون کی بیٹی اُم الفضل سے تھی کیونکہ وہ اپنے شکائتی خطوط کے ذریعہ مامون کو آپ کی مخالفت کی طرف موڑنا چاہتی تھی۔چونکہ مامون ہوشیار بھی تھا اور اس نے عباسیوں کی تمام تر مخالفتوں کے باوجود

ترجمہ، اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور اور رستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) خدا کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو ﴿۱۵۳﴾ الأنعام

آپ کو اپنا داماد بنایا تھا اور اپنے کئے کو نبھانا چاہتا تھا اس لیے وہ اس کی شکائیت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ مگر سنہ ۲۱۸ ہجری میں جب اس کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد آنے والا خلیفہ جو کہ مامون کا بھائی اور ام الفضل کا چچا موتمن تھا اور معتصم باللہ عباسی کے نام سے مشہور تھا۔ وہ امام رضاؑ کی ولی عہدی کا سخت مخالف تھا اور امام رضاؑ کی شہادت کے بعد ولی عہد بھی بنایا جاچکا تھا۔ اور مامون کے بعد تختِ سلطنت پر بیٹھتے ہی ام الفضل کے شکائتی خطوط کی رفتار امام محمد تقیؑ کے خلاف بڑھ گئی۔ معتصم جو کہ امام رضاؑ کی ولی عہدی کا داغ اپنے سینے پر لیے ہوئے تھا اُس نے ان خطوط کو اہمیت دینی شروع کردی اور امام کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور اپنی سلطنت کے دوسرے سال ہی امام محمد تقیؑ کو مدینہ سے بُلوا کر بغداد میں قید کردیا۔ امام محمد تقیؑ نے مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے اپنے فرزند امام علی النقیؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ قرار دے کر کتب علوم الٰہی اور آثار جنابِ رسالت انھیں سپُرد فرما کر نویں محرّم سنہ ۲۲۰ ہجری کو بغداد پہنچے۔ معتصم نے ایک سال تک امام محمد تقیؑ کو انتہائی کڑی نگرانی اور نظر بندی میں قید میں رکھا اور اس قدر سختیاں کیں کہ آپ اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے۔ بالآخر اس نے ۲۵ سال اور ۳ ماہ ۱۲ یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخر ذی قعد بتاریخ ۲۹ ذی قعدہ سنہ ۲۲۰ ہجری یومِ سہ شنبہ کو معتصم کے زہر سے شہید کردیا گیا۔ امام کی شہادت کے بعد اُم الفضل معتصم کے پاس چلی گئی اور آخر میں دیوانی ہوکر مری۔

امام محمد تقیؑ علیہ السّلام کی شہادت کے بعد حضرت امام علی نقیؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آپ مقابر قریش میں اپنے جد نامدار

ترجمہ، جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی۔ اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۰۰﴾ سورۃ التوبۃ

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ چونکہ آپ کے دادا کا لقب کاظم اور آپ کا لقب جواد بھی تھا، اس لیے اُس شہر کو آپ کی شرکت سے "کاظمین" اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہا جاتا ہے۔ کاظمین میں جو شاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دَور گزرے لیکن اس کی تعمیری تکمیل شاہ اِسماعیل صفوی نے سنہ ۹۲۶ ہجری مطابق سنہ ۱۵۲۰ عیسوی میں کرائی اور سنہ ۱۲۵۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۶ عیسوی میں محمد شاہ قاچار نے اُسے جواہرات سے مرصّع کیا۔ علماء کے مطابق حضرت امام محمد تقیؑ کی چند بیویاں تھیں جن میں اُم الفضل بنت مامُون الرشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیّت رکھتی تھیں۔ جنابِ سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں اور صرف انہی سے اولاد ہوئی اور باقی کسی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی اولاد کے بارے میں علماء میں اتفاق ہے جن کے نام یہ تھا (۱)، حضرت امام علی نقیؑ۔ (۲)، جنابِ موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ۔ (۳)، جنابِ فاطمہ اور (۴)، جنابِ امامہ۔

علماء کا کہنا ہے کہ کیونکہ امام رضا علیہ السّلام کی امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں تھی اس لیے سِلسلۂ سادات رضویہ بھی آپ سے ہی چلی ہے اور امام محمد تقیؑ کی اولاد کو "رضوی" کہا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے سادات "رضوی" کہلاتے ہیں وہ دراصل تقوی ہیں اور اگر حضرت امام رضاؑ کی اور اولاد ہوتی تو امتیاز کے لیے وہ اپنے کو "رضوی" کہتی اور امام تقیؑ کی اولاد اپنے کو تقوی کہتی مگر چونکہ امام رضاؑ کی شخصی شہرت سلطنت عباسیہ کے ولی عہد ہونے کی وجہ سے جمہور مسلمین میں بہت تھی، اس لیے تمام اولاد کا امام رضاؑ سے منسُوب کرکے تعارف کیا جانے لگا۔ حضرت امام تقیؑ کی نسل دو بیٹوں سے بڑھی، ایک امام علی نقیؑ اور دوسرے موسیٰ

ترجمہ، بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتائے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے ﴿٤١﴾ سورۃ النساء

مبرقع علیہ الرحمۃ، امام علی نقیؑ کی اولاد اپنے کو نقوی اور موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ کی اولاد مذکورہ وجہ سے بناپر اپنے کو "رضوی" کہتی ہے۔ موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ حضرت امام علی نقیؑ کے برادرِ عزیز تھے، آپ کی کنیت ابو جعفر اور ابو احمد تھی۔ آپ کمال حسن و جمال کی وجہ سے ہمیشہ چہرہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے اسی لیے آپ کے نام کے ساتھ "مبرقع" بھی لگایا جاتا ہے۔ آپ بہترین عالمِ دین سخی اور بہادر تھے اور آپ اپنے بھائی امام علی نقیؑ کے پیرو تھے اور انھیں بے حد مانتے تھے اور مسائل کے جواب دینے میں بوقت ضرورت انھیں سے مدد لیا کرتے تھے۔ موسیٰ مبرقع علیہ الرحمۃ ۱۰ رجب المرجب سنہ ۲۱۷ ہجری کو مدینہ منوّرہ پیدا ہوئے۔ پھر ۳۸ سال کی عمر میں سنہ ۲۵۵ ہجری میں کُوفہ تشریف لے گئے، پھر وہاں سے سنہ ۲۵۶ ہجری میں قم منتقل ہوگئے۔ علماء کا بیان ہے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سادات رضویہ سے قم میں مستقل قیام کا ارادہ کیا تھا مگر بھرپُور کوشش کے باوجود آپ قم میں نہ قیام کرسکے اور وہاں کے کچھ لوگوں نے آپ کے قیام کی مخالفت کی تو آپ "کاشان" کی طرف روانہ ہوگئے۔ کاشان کے لوگوں نے آپ کی نسلی عظمت اور تبلیغی سرگرمیوں کی شہرت کی وجہ سے بڑی آؤ بھگت کی اور پوری عزّت و توقیر کے ساتھ ان کو اپنی آنکھوں پر جگہ دی، اور ان کے سربراہ احمد بن عبدالعزیز بن دلف عجلی نے سالانہ وظیفہ مقرّر کیا اور آپ کی آمد کو خوش قسمتی سمجھتے تھے۔ جب یہ خبر قم تک پہنچی تو وہاں کے باشندوں کو ہوش آیا اور اُن کے بعض معزّز حضرات آپ کی خدمت میں شرمندہ ہوکر آئے اور اس عذر و معذرت کے بعد اپنے لوگوں کی مذمّت کی اور آپ کو واپس قم لے جانے پر راضی کرلیا۔ آپ نے شب چہار شنبہ ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۲۹۶ میں بعمر ۷۹ سال میں وفات پائی اور آپ کی نماز جنازہ امیر قم عباس نے پڑھائی۔

ترجمہ، اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔ اور تم انہیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لوگے! اور خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے (۳۰)

سورة محمد

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے والے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اور جب کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔'' اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(الحدیث رقم 33: أخرجه الحاکم في المستدرك، 3 / 162، الرقم: 4715)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا اور آخری زمانہ میں جو ہمیں (اہل بیت کو) قتل کرے گا گویا وہ دجال کے ساتھ مل کر قتال کرنے والا ہے۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

(الحدیث رقم 36: أخرجه الطبراني في المعجم الکبیر، 3 / 45، الرقم: 2637، و القضاعي في مسند الشهاب، 2 / 273، الحدیث 1343، و الهیثمي في مجمع الزوائد، 9 / 168)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ جو مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اسے کثرت مال اور کثرت اولاد سے نواز یہ ان کی گمراہی کے لئے کافی ہے کہ ان کا مال کثیر ہو جائے پس (اس کثرت مال کی وجہ سے) ان کا حساب طویل ہو جائے اور یہ کہ ان کی وجدانیات (جذباتی چیزیں) کثیر ہو جائیں تاکہ ان کے شیاطین کثرت سے ہو جائیں۔'' اس کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 46: أخرجه الدیلمي في مسند الفردوس، 1 / 492، الرقم: 2007)

”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر میرے بعد تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہر گز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اہلِ بیت اور یہ دونوں ہر گز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟“ اسے امام ترمذی، نسائی اور احمد نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(الحديث رقم 52: أخرجه الترمذی فی السنن، كتاب: المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: فی مناقب أهل بيت النبی صلى الله عليه وآله وسلم، 5 / 663، الرقم: 3788 / 3786، والنسائی فی السنن الكبرى، 5 / 45، الرقم: 8148، 8464، وأحمد بن حنبل فی المسند، 3 / 14، 26، 59، الرقم: 11119، 11227، 11578، والحاكم فی المستدرك، 3 / 118، الرقم: 4576، والطبرانی عن أبی سعيد رضی الله عنه فی المعجم الأوسط، 3 / 374، الرقم: 3439، وفی المعجم الصغير، 1 / 226، الرقم: 323، وفی المعجم الكبير، 3 / 65، الرقم: 2678، وابن أبی شيبة فی المصنف، 6 / 133، الرقم: 30081، وأبويعلى فی المسند، 2 / 303، الرقم: 10267، 1140، وابن أبی عاصم فی السنة، 2 / 644، الرقم: 1553، والديلمی فی مسند الفردوس، 1 / 66، الرقم: 194، والهيثمی فی مجمع الزوائد، 9 / 163)

”حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم (روزِ قیامت) اس وقت تک استقامت نہیں پاتے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کر لیا جائے اس کے جسم کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو امتحان میں ڈالا اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو فنا کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس نے اسے کمایا؟ اور کس چیز میں اس نے اس کو خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے۔ پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر مارا۔“ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایمان نام ہے دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا۔ (راوی) ابو صلت ہروی فرماتے ہیں: اگر اس حدیث کی سند پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔“ اسے امام ابن ماجہ، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 54: أخرجه ابن ماجة فی السنن۔ المقدمة۔ باب: فی الإيمان۔ 1 / 25۔ الرقم: 65۔ والطبرانی فی العمجم الأوسط۔ 6 / 226۔ الرقم: 6254۔ و فی المعجم الأوسط۔ 8 / 262۔ الرقم: 8580۔ والبيهقی فی شعب الإيمان۔ 1 / 47۔ الرقم: 16۔ والمروزی فی تعظيم قدر الصلاة۔ 2 / 742۔ والسيوطی فی شرح سنن ابن ماجة۔ 1 / 8۔ الرقم: 65۔ وابن القيم فی حاشية علی سنن أبی داود۔ 2 / 294)

”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لئے مکہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے خُم کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا اے لوگو! میں تو بس ایک آدمی ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ (کی تعلیمات پر عمل کرنے پر) ابھارا اور اس کی ترغیب دی پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں. میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔“ اسے امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 48: أخرجه مسلم فی الصحيح۔ كتاب: فضائل الصحابة: من فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه۔ 3 / 1873۔ الرقم: 2408۔ وأحمد بن حنبل فی المسند۔ 4 / 366۔ الرقم: 19265۔ والبيهقی فی السنن الكبری۔ 2 / 148۔ الرقم: 2679۔ وابن حبان فی الصحيح۔ 1 / 145۔ الرقم: 123۔ واللالكائی فی إعتقاد أهل السنة۔ 1 / 79۔ الرقم: 88۔ وابن كثير فی تفسير القرآن العظيم۔ 3 / 487)

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام

حضرت امام علی نقیؑ علیہ السّلام پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دسویں جانشین اور ہمارے دسویں امام اور سلسلۂ معصومین کی بارہویں کڑی ہیں۔ چہاردہ معصُومین کے اسماء لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں جس کے مطابق سرورِ کائناتؐ نے جو اپنے بارہ جانشین اپنی ظاہری حیات کے زمانہ میں معیّن فرمائے تھے اُن میں سے ایک آپ کی ذات گرامی تھی۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب سمانہ خاتون تھیں جو کہ "سیدہ ام الفضل" کے نام سے مشہور تھیں۔ امام علی نقیؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصُوم اعلمِ زمانہ اور افضل کائنات تھے، آپ علم سخاوت طہارت نفس، بلندی کردار اور جملہ صفات حسنہ میں اپنے والدِ ماجد کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ بتاریخ ۵ رجب المرجب سنہ ۲۱۴ ہجری یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منّورہ جہاں ایک قریہ ہے جس کا نام صرّیا ہے، میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی "علی" آپ کے والد نے رکھا تھا اور آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں نقی، ناصح، متوکل، مرتضٰی اور عسکری زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے کئی عباسی باشاہوں کا دُور دیکھا اور آپ جب سنہ ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے تو اُس وقت بادشاہ وقت مامون رشید تھا اور اُس کے انتقال کے بعد معتصم خلیفہ ہوا، اس کے بعد واثق ابن معتصم، پھر متوکلّ عباسی، پھر منتصر بن متوکلّ، پھر مستعین، پھر زبیر ابنِ متوکل المکنی بہ "معتز باللہ" بالترتیب خلیفہ آئے اور سنہ ۲۵۴ ہجری میں معتز کے زہر دینے سے امام علی نقی علیہ السّلام شہید ہوئے۔

ترجمہ، اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لو؟ ﴿۱۴۴﴾ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔ اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے ﴿۱۴۵﴾ سورۃ النساء

حضرت امام تقیؑ کو بادشاہِ وقت معتصم نے بغداد بُلوایا تو آپ کو اپنے علمِ لدُنّی سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اب آپ کا آخری سفر ہے تو آپ نے مدینہ سے چلتے وقت اپنے فرزند حضرت علی نقیؑ علیہ السّلام کو اپنا جانشین مقرّر کر دیا اور وہ تمام تبرکات جو امام کے پاس ہوا کرتے ہیں، آپ نے امام نقیؑ کے سُپرد کر دیئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میرے بعد علی نقی کو اپنا امام جاننا اور صبر و ضبط سے کام لینا۔ جب امام تقیؑ کی شہادت ہوئی تو اُس وقت امام نقیؑ کی عمر ۶-۷ سال کی تھی مگر اپنے علم کی وجہ سے آپ مدینہ میں مرجع خلائق بن گئے تھے جس کو دیکھ کر لوگ جو آلِ محمد سے دلی دُشمنی رکھتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کسی طرح ان کی مرکزیت کو ختم کیا جائے اور کوئی ایسا معلّم ان کے ساتھ لگا دیا جائے جو انھیں تعلیم بھی دے اور ان کی اپنے اصول پر تربیت کرنے کے ساتھ ان کے پاس لوگوں کے پہونچنے کا سدِّ باب کرے۔ بالآخر حکومت کے دباؤ سے ایسا انتظام کیا گیا کہ حضرت امام علی نقیؑ کو تعلیم دینے کے لیے عراق کا سب سے بڑا عالم، ادیب عبید اللہ جنیدی کو مشاہرہ پر لگایا گیا جو کہ آلِ محمدؐ کی دُشمنی میں خاص شہرت رکھتا تھا اس کو یہ امر کی ہدایت کر دی کہ امام کو اپنے شیعوں سے ملنے نہ دیا جائے جس کی وجہ سے آپ کے ماننے والوں کی آمد منقطع ہو گئی اور آپ کا فیض جاری نہ رہ سکا اور لوگ آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ سے محروم ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ ایک دن اُس نے جنیدی سے کہا کہ "غلام ہاشمی کا کیا حال ہے؟" جس پر اُس نے نہایت بُری صورت بنا کر کہا کہ اُنھیں غلامِ ہاشمی نہ کہو، وہ رئیس ہاشمی ہیں اور اس کمسنی میں مجھ سے کہیں زیادہ علم رکھتے ہیں۔ "سنُو! میں اپنی پوری کوشش کے بعد جب اَدب کا کوئی باب اُن کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے

ترجمہ، یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم اُن سے خوش ہو جاؤ گے تو خدا تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ﴿۹۶﴾ دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام (شریعت) خدا نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف (ہی) نہ ہوں۔ اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۹۷﴾

ابواب کھول دیتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتاہوں، لوگ سمجھتے ہیں میں ان کو تعلیم دے رہاہوں لیکن میرے بس میں نہیں کہ میں اُنھیں تعلیم دے سکوں بلکہ بات اس کے برعکس ہے اور میں ان سے تعلیم حاصل کررہاہوں۔ وہ صرف حافظِ قرآن ہی نہیں وہ اُس کی تاویل و تنزیل کو بھی جانتے ہیں اور وہ زمین میں بسنے والوں میں سب سے بہتر اور کائنات میں سب سے افضل ہیں۔
امام علی نقیؑ تقریباً ۲۹ سال مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر رہے اور آپ نے اس مُدتِ عمر میں کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ تقریباً ہر ایک نے آپ کی طرف رُخ کرنے سے احتیاط کیا جس وجہ سے آپ کو امورِ امامت کو انجام دینے میں کامیابی حاصل ہوئی، یعنی تبلیغِ دین اور مذہب کے تحفّظ میں مصروف رہے۔ چونکہ آپ کو اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمِ باطن اور علمِ غیب بھی حاصل تھا۔ آئمہ طاہرین کے اولوالامر ہونے پر قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے۔ ان کے ہاتھوں اور زبان میں خداوندِ عالم نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ جو کہیں، ہو جائے اور جو ارادہ یا حکم کریں اُس کی تکمیل ہو جائے۔ اسی لیے آپ اپنے ماننے والوں کو ہونے والے واقعات سے باخبر فرمادیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے کرامات بے شمار ہیں جن میں سے ہم اس مقام پر چند کرامات بیان کئے جارہے ہیں۔

(۱)، ایک دفعہ امام علی نقیؑ نے محمد بن فرج رحجی کو تحریر فرمایا کہ اپنے تمام امور و معاملات کو راست اور نظام خانہ کو دُرست کرلو اور اپنے اسلحوں کو سنبھال لو۔ محمد بن فرج نے امام کے حکم کے مطابق تمام امور دُرست کرلیا لیکن اُن کے سمجھ میں یہ حکم نہ آیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محمد بن فرج کو مصر کی پولیس نے گرفتار کرکے قید کرلیا اور اُن کے پاس جو کچھ تھا سب لے لیا۔ وہ آٹھ سالوں تک قید خانہ میں پڑے رہے۔ ایک دن اُن کو قید خانہ میں امام کی تحریر ملی جس میں تحریر تھا کہ تم اُس ناحیہ کی طرف نہ جانا جو مغرب کی طرف واقع ہے۔ محمد بن فرج کو حیرانی ہوئی

کہ میں قید میں ہو کر وہاں کیونکر جاسکتا ہوں۔ مگر دو چار ہی یوم گزرے تھے کہ ان کی رہائی ہو گئی تو اُنھوں نے حضوُر کی خدمت میں لکھا کہ آپ میرے لیے دُعا کریں کہ میرا مال معضُوبہ واپس مل جائے، تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ عنقریب تمھارا سارا مال تمھیں واپس مل جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۲)، ایک دفعہ امام علی نقیؑ اور علی بن حصیب ساتھ ہی راستہ چل رہے تھے تو علی بن حصیب آپ سے کچھ آگئے بڑھ گئے تو آپ سے کہنے لگے کہ آپ بھی قدم بڑھا کر جلد آجایئے تو امام نے فرمایا کہ "تمھیں پہلے جانا ہے، تم جاؤ"۔ اس واقعہ کے چار دن کے بعد علی بن حصیب کا انتقال ہو گیا۔ (۳)، ایک شخص محمد بن فضل بغدادی نے امام علی نقیؑ کو اپنی دکان فروخت کرنے کے لیے لکھا، مگر جب جواب نہ آیا تو اس کو افسوس ہوا مگر جب یہ واپس بغداد آیا تو دیکھا کہ دکان میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل چکی تھی۔ (۴)، ابو ایوب نامی شخص کو امام نقیؑ نے بشارت دی کہ تمھارے یہاں لڑکے کی پیدائش ہو گی اور تم اُس کا نام محمد رکھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۵)، اس کے برعکس یحیٰ بن زکریا نے جب امام سے درخواست کی کہ اس کے لیے دُعا کریں کہ اُس کے گھر لڑکا پیدا ہو تو آپ نے جواب دیا کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ یحیٰ کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ (۶)، ایک دفعہ امام کو اطلاع ہوئی کہ ترکوں کی فوج یہاں سے گذر رہی ہے تو امام نے اپنے ہمراہ ابو ہاشم کو لیا اور لشکریوں تک پہنچا۔ حضرت نے ایک سپاہی سے ترکی زبان میں کافی دیر تک بات کی، اس کے بعد اُس سپاہی نے امام کے قدموں کا بوسہ دیا۔ ابو ہاشم نے جب اُس سپاہی سے دریافت کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تجھے امام کا گرویدہ بنا دیا ہے، اُس نے کہا امام نے مجھے اُس نام سے پکارا جس کا جاننے والا میرے باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

ترجمہ، سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے ﴿۳۸﴾ جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں اور میں اس (کے اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہوں (اور) امانت دار ہوں ﴿۳۹﴾ سورۃ النمل

(۷)۔ابوہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے اُن سے ہندی زبان میں گفتگو کی تو میں جواب نہ دے سکا تو امام نے ایک سنگریزہ اُٹھایا اور اُسے اپنے مُنہ میں رکھ کر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اسے چوُسو، میں نے مُنہ میں رکھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ میں تہتّر زبانوں کا عالم بن گیا اور مجھے کسی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت نہ ہوئی۔ (۸)۔ایک دفعہ ابوہاشم نے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تو امام علی نقیؑ نے ریت کی ایک مُٹھی زمین سے اُٹھا کر ابوہاشم کے دامن میں ڈال دی اور فرمایا کہ اِسے فروخت کرکے کام نکالو۔ اُنھوں نے جب دیکھا تو یہ سونا تھا۔ (۹)۔ حضرت ثقتہ الاسلام علاّمہ کلینی لکھتے ہیں کہ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ، اسم اللہ الاعظم تہتّر [۷۳] حروف میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کو دیا گیا تھا جس کے ذریعہ اُنھوں نے چشمِ زدن میں ملکِ سبا سے تختِ بلقیس منگوا لیا تھا اور اس کے منگوانے میں ہوا یہ تو کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اے نوفلی (راوی) خداوندِ عالم نے ہمیں اسمِ اعظم کے بہتر حروف دیئے ہیں اور اپنے لیے صرف ایک حرف محفوظ رکھا ہے جو علمِ غیب سے متعلّق ہے اور خداوندِ عالم نے اپنی قدرت اور اپنے اذنِ علم سے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو حیرت انگیز اور تعجّب خیز ہیں۔ (۱۰)۔ جب اسحاق بن عبداللہ علوی امام نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیہ السّلام نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تمھارے باپ اور تمھارے تمام چچا کے درمیان یہ امر زیرِ بحث ہے کہ سال کہ وہ کونسے روزے ہیں جن کا رکھنا بہت زیادہ ثواب رکھتا ہے اور تم اسی کے متعلّق مجھ سے سوال کرنے آئے ہو تو سنو وہ چار روزے ہیں جن کے رکھنے کی تاکید ہے [ا] یوم ولادت حضرت پیغمبرِ اسلام ۱۷ ربیع الاوّل، [ب] یوم بعثت و معراج ۲۷

ترجمہ، ایک شخص جس کو کتابِ الہٰی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں۔ جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے ﴿۴۰﴾ سورۃ النمل

رجب المرجب، [پ] یوم وحوالارض یعنی جس دن کعبہ کے نیچے سے زمین بچھائی گئ اور سفینۂ نوح کوہ جودی پر ٹھہرا جس کی تاریخ ۲۵ ذی قعدہ ہے، [ت]، یوم الغدیر یعنی جس دن حضرت رسُولِ خداؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کو اپنے جانشین ہونے کا اعلان عام فرمایا جس کی تاریخ ۱۸ ذِوالحجہ ہے۔ جو ان دنوں میں سے کسی دن بھی روزہ رکھے، اُس کے ساتھ اور ستّر سالہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (۱۱)، ایک دفعہ ایک مُنہّ چڑھا رفیق اسباطی ایک دن عراق سے مدینہ منوّرہ پہنچا اور امام سے ملا۔ آپ نے خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ واثق باللہ خلیفۂ وقت کا کیا حال ہے، اُس نے کہا وہ بالکل بخیریت ہے اور میں اُسی کا بھیجا ہوا ہوں جس پر آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر اسباطی نے سکوت اختیار کیا اور سمجھا کہ یہ جو آپ نے فرمایا ہے بعلمِ امامت فرمایا ہے، ہو سکتا ہے کہ دُرست ہو۔ پھر آپ نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ ابنِ الزیات کس حال میں ہے۔ اُس نے عرض کی کہ وہ بھی بالکل خیریت سے ہے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ اے اسباطی سنُو! حکمِ خدا کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور قلمِ قدرت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ مات الواثق وجلس جعفر المتوکلّ واثق کا انتقال ہو گیا ہے اور متوکلّ تخت نشین خلافت ہو گیا ہے۔ وقتل ابن الزیات اور ابن زیات قتل کر دیا گیا ہے۔ اسباطی نے چونک کر پوچھا، یا حضرت یہ سب کب ہو گیا میں تو سب کو خیریت و عافیت میں چھوڑا کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمھارے عراق سے نکلنے کے چھ یوم بعد یہ انقلاب آیا ہے۔ اس کے بعد اسباطی آپ سے رخصت ہو کر شہر میں کسی مقام پر جا ٹھہرا۔ چند دنوں کے بعد متوکلّ کا نامہ بر مدینہ پہنچا تو بالکل انھیں حالات کا انکشاف ہوا جن کی خبر امامِ زمانہ دے چکے تھے۔ (۱۲)، حضرت امام علی نقیؑ کے ایک صحابی سبع بن حمزہ قمی نے آپ کو تحریر کیا کہ مولا مجھے خلیفہ معتصم کے وزیر سے بہت دُکھ پہنچ رہا ہے اور مجھے یہ اندیشہ

ترجمہ، اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے جس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہی ان کے لائق ہے۔ اور خدا نے ان پر لعنت کر دی ہے۔ اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب (تیار) ہے ﴿٦٨﴾ سورة التوبة

ہے کہ کہیں وہ میری جان نہ لے لے۔ امام نے اُن کو دعائے "صحیفہ کاملہ "(یامن تحل بہ عقد المکارہ الخ) پڑھنے کو کہا۔ صحابی کا بیان ہے کہ امام کے حکم کے مطابق نماز صبح کے بعد اس دُعا کی تلاوت کی جس کا پہلے ہی دن یہ نتیجہ نکلا کہ وزیر خود میرے پاس آیا مجھے اپنے ہمراہ لے جاکر باشادہ کے پہلو میں بٹھادیا۔

روایت ہے کہ واثق کا ایک مُنّہ چڑھا رفیق اسباطی ایک دن عراق سے مدینہ منورّہ پہنچا اور امام علی نقیؑ سے ملا، آپ نے خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ واثق باللہ خلیفہِ وقت کا کیا حال ہے۔ اُس نے کہا بالکل بخیریت ہے اُسی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے اسباطی سُنو! حکمِ خدا کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور قلمِ قدرت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ مات الواثق و جلس جعفر المتواکل واثق کا انتقال ہوگیا ہے اور متوکل تخت نشینِ خلافت ہوگیا ہے۔ و قتل ابن الزیات اور ابن زیات قتل کردیا گیا ہے۔ اسباطی نے چونک کر پوچھا، یاحضرت یہ سب کب ہوگیا، میں سب کو خیریت و عافیت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمھارے عراق سے نکلنے کے چھ یوم بعد یہ انقلاب آیا ہے۔ اس کے بعد اسباطی آپ سے رخصت ہوکر شہر میں کسی مقام پر جا ٹھہرا۔ چند دنوں کے بعد متوکل کا نامہ بر مدینہ پہنچا تو بالکل انھیں حالات کا انکشاف ہوا جن کی خبر امام زمانہ دے چکے تھے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السّلام مدینہ ہی میں تھے کہ ذی الحجہ سنہ ۲۲۲ ہجری میں ابوالفضل جعفر متوکل عباسی تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے وہ حرکتیں شروع کیں جنھوں نے یزید کو بھی شرما دیا۔ مورّخین کی نگاہ میں متوکل عباسی کو وہی درجہ حاصل ہے جو بنی اُمّیہ میں یزید کو حاصل تھا اور یہ دونوں علی بن ابوطالب اور اُن کے اہل

ترجمہ، اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۵۳﴾ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے ﴿۱۵۴﴾ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنادو ﴿۱۵۵﴾ سورۃ البقرۃ

بیت سے سخت بغض رکھتے تھے اور ان دونوں نے اپنے ذاتی کردار کے علاوہ جو کچھ آلِ محمدؐ کے ساتھ کرتے رہے اُس سے تاریخِ اسلام سخت شرمندہ ہے۔ متوکل نے شاعر ابن سکیت کی زبان اِس جرم میں گدی سے کھینچوالی تھی کہ انہوں نے متوکل کو کہا کہ تیرے بیٹوں کو میں حسنینؑ کے غلام قنبر کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ متوکل ایک بڑا ظالم اور عیاش بادشاہ تھا جس کی چار ہزار کنیزیں تھیں، ان سب سے مجامعت کر چکا تھا۔ متوکل کے دربار میں مسخرہ پن بہت ہوتا تھا، جو تمسخر میں بڑھ کر ہوتا وہی اس کا زیادہ مقرب ہوتا تھا۔ محفلِ بزم میں لوگوں کے ساتھ مسخرہ پن کرتا اور محفلوں میں کبھی شیر کو چھوڑ دیتا تو کبھی کسی کی آستین میں سانپ اور بچھّور چھوڑ دیتا تھا۔ متوکل کی زندگی کا ایک بد ترین اور سیاہ کارنامہ آلِ محمدؐ کی قبروں کا مسمار کرنا ہے اور کوئی زائر حیدرِ کرار اور اُن کی اولاد کی زیارت کو نہ جایا کرے، امام حسین اور شہداء کربلا کے روضے ہموار کر کے اُن پر زراعت کے لیے پانی چھوڑ دیا مگر کوشش کے باوجود پانی امام اور تمام شہداء کی قبروں پر جاری نہ ہوسکا۔ مگر اس کے گرد میں زراعت کی جانے لگی۔ سادات بے چارے مصیبت کے مارے جلاوطن ہوگئے اور کربلا کے روضے کے گرد کے مکانات اُس نے مسمار کروادیئے اور لوگوں کو زیارت سے منع کیا اور اس نے بنی فاطمہ سے باغِ فدک بھی چھین لیا تھا۔ مسلمانوں کو اس حرکت سے سخت صدمہ ہوا تو اہل بغداد نے مسجدوں اور گھروں کی دیواروں پر اُس نے گالیاں لکھیں اور بے حرمتی میں اشعار کہے۔ اولادِ علی کے ساتھ ساتھ اس نے غیر مسلموں کو عہدوں سے برطرف کر دیا تھا۔ نصاریٰ کو حکم دیا کہ گھوڑے پر سوار نہ ہوں بلکہ گدھے اور خچر پر سوار ہوں۔ اس کے دور میں بڑی بڑی آفتیں نازل ہوئیں، بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے، زمینیں دھنس گئیں اور آسمان سے ہولناک آوازیں سُنائی دیں اور پتھّر برسے، آسمان سے کثرت

ترجمہ، (اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دورخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے ﴿۱۳۸﴾ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے ﴿۱۳۹﴾ سورۃ النساء

سے ستارے ٹوٹے اور بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ سنہ ۲۳۴ ہجری میں اُس نے تمام محدثین کو سامرہ میں جمع کیا اور انعام و اکرام دے کر حکم دیا کہ صفات و رویت و خلق قرآن کے متعلّق حدیثیں بیان کریں، چنانچہ اسی لیے ابو بکر ابنِ شیبہ کو جامع مسجد "رصافہ" میں اور اُن کے بھائی "عثمان" کو جامع منصور میں مقرّر کیا۔ متوکل وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شافعی مذہب کو وجود میں لایا اور اسی مذہب کو اختیار کیا۔ جو لوگ اہلِ بیتؑ اور اولادِ علیؑ سے انتہائی دُشمنی رکھتے تھے وہ اس کے قریب رہتے اور اولادِ علیؑ کے قتل پر آمادہ رکھتے جیسے ابنِ جہم شاعر، عمر بن فرج رحجی، ابوالحظ ابنِ اترجہ ابوالعبر وغیرہ شامل ہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت سے متوکل نے پوُچھا کہ تم اتنے عرصے سے کہاں گئی ہوئی تھیں تو اُس نے کہا کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے گئی تھی جس پر متوکل نے اس عورت کو قید خانہ میں ڈال دیا اور ایک یہودی کو بلوا کر حکم دیا کہ امام حسینؑ کی قبر کا نشان مٹادے اور لوگوں کو زیارت امام حسینؑ سے قطعاً روک دیا جائے اور اس جگہ کھیت بنوادے۔ جب یہ یہودی وہاں اس ارادے سے گیا اور کام شروع کیا تو مسلمان لوگوں نے اس کا ساتھ نہ دیا اور کہا کہ یہ نواسے رسول کی قبر ہے اور وہ شہید ہیں جس پر اُس نے یہودیوں سے مدد لی مگر پھر بھی کامیاب نہ ہو سکا تو اُس نے نہر کاٹ کر پانی کو قبر امام حسینؑ کے قریب لایا مگر پانی قبر کے قریب پہنچا تو رواں نہ ہوا بلکہ ارد گرد جاری ہو گیا مگر قبر خشک رہی۔ وہ جگہ جہاں پانی پھیلا تھا اس کو حائر کہتے ہیں جس کے معنٰی پست کے ہیں جہاں پانی رُک جائے۔ واقعہ انہدام قبر امام حسینؑ سنہ ۲۳۶ ہجری کا ہے۔ تاریخ میں بنی اُمّیہ نے اہلبیتؑ اور نواسہِ رسول کو کربلا میں بھوکا اور پیاسا ظلم و جور کے ساتھ قتل کیا تو بنی عباسی نے جو رسُول اللہؐ کے چچا کی اولاد میں سے تھے اُنہوں نے بھی اہلبیتؑ اور اولادِ علیؑ پر ظلم کی کمی

ترجمہ، اس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے اور جو شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے تو خدا غالب حکمت والا ہے ﴿۴۹﴾
سورۃ الانفال

نہیں کی اور اُن کی قبر کھدوا کر اُسی قسم کے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔ الغرض متوکل نے امام حسینؑ کی زیارت سے روکنے کے لیے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا مگر پھر بھی لوگ بعض نہ آئے۔

اسی عرصہ میں متوکل سامرہ کی تکمیل میں مشغول ہو گیا اور دس سال تک خاموش رہنے کے بعد ایک بار پھر سے سنہ ۲۴۳ ہجری میں امام علی نقیؑ کو ستانے کی طرف متوجّہ ہوا اور اس نے حاکمِ مدینہ عبداللہ بن محمد کو خفیہ حکم دے کر بھیجا کہ فرزندِ رسُول امام علی نقیؑ کو ستانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کرے اور یہ ستانے کا کام پُورے انہماک کے ساتھ شروع ہو گیا اور حاکمِ مدینہ تمام حالات سے باشادہ کو خط کے ذریعے اطلاع کرتا رہا اور ساتھ ہی امام علی نقیؑ کی شکایاتیں بھی بھیجتا رہا۔ آخر کار امام نے بھی ایک خط اپنے اوپر ہونے والے ظلموں کا باشادہ کو لکھا جس پر متوکل نے آپ کو نہایت نرم لہجہ میں خط کا جواب دے کر سامرہ آنے کو کہا اور ساتھ ہی حاکمِ مدینہ کے عمل کی معذرت بھی تھی اور اس کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد بن فضل کو مقرر کرنے کا بھی لکھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو بہانے سے سامرہ بُلوایا جائے۔ اس کے بعد متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ تین سو کا لشکر امام کو سامرہ لانے کے لیے بھیجا۔ اس لشکر میں ایک کاتب بھی تھا جو امامیہ مذہب رکھتا تھا جس سے ایک لشکر کے افسر جس کا نام "شادی") سے راستہ بھر مذہبی مناظرہ ہوتا رہا۔ جب یہ لشکر ایک ایسی وادی میں داخل ہوا جہاں سے انسان کا مشکل سے گزر ہوتا تھا بالکل جنگل اور بے آب و گیاہ صحرا تھا۔ اس افسر نے کاتب سے کہا کہ تمھارے امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ دُنیا کی کوئی ایسی وادی نہ ہو گی جس میں قبر نہ ہو یا عنقریب قبر نہ بن جائے۔ کاتب نے کہا بے شک ہمارے امام علیہ السّلام غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے۔ افسر نے کہا کہ بتاؤ اس زمین پر کسی کی قبر ہے جس پر سب ہنس پڑے اور کاتب شرمندہ ہو گیا۔

ترجمہ، اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے گواہ کھڑا کریں گے تو نہ تو کفار کو (بولنے کی) اجازت ملے گی اور نہ اُن کے عذر قبول کئے جائیں گے ﴿۸۴﴾

غرض لشکر مدّینہ کے لیے پھر روانہ ہوااور سخت گرمی میں مدّینہ پہنچ گیا۔ابنِ ہر ثمہ نے امام نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کراُن سے سامرہ چلنے کی درخواست کی توامام لشکر کو دیکھ کر سمجھ گئے اور اپنے ملازمین سے کہاکہ گرم کپڑے، گرم ٹوپیاں اور برساتی وغیرہ تیار کرو۔یحییٰ ابنِ ہر ثمہ دل میں سوچاکہ اس شدید گرمی کے زمانہ میں سردی اور برسات کا سامان ہمراہ لینا (معاذاللہ) کیسی بیوقوفی ہے۔ مختصر یہ کہ سامرہ کے لیے روانگی ہونے لگی تو ابوہاشم نے امام کہاکہ مولا میرا دل نہیں مانتاکہ میں ایک دن بھی آپ کی زیارت سے محروم رہوں، بلکہ جی چاہتاہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں، جس پر حضرت نے پُوچھاکہ اس کے لیے تمھیں کونسی رکاوٹ ہے ؟انہوں نے کہاکہ میری سواری کمزور ہے جس پرامام نے فرمایاکہ " جاؤ"اب تمھاری سواری کا جانور طاقتور ہو جائے گا۔سامرہ جانے کے بعد ابوہاشم کا کہنا ہے کہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ میں فجر کی نماز بغداد میں ادا کرتا تھااور ظہر سامرا میں اور پھر مغرب بغداد میں ہوتی تھی۔الغرضجب امام نقیؑ کی سامرا کے لیے روائنگی ہوئی تو پھر اسی وادی سے گذر ہوا جہاں کاتب اور ایک فوجی افسر کی حضرت علیؑ کے قول کے مطابق بات ہوئی تھی۔جب اس وادی میں داخل ہوئے تو قیامت آگئی اور بادل گرجنے لگے، بجلی چمکنے لگی اور دوپہر کے وقت اس قدر تاریکی چھائی کہ کوئی ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھااور اتنی ٹھنڈی ہوااور ایسی موسلادھار بارش سردی کے ساتھ ہوئی کہ عمر بھر نہ دیکھی تھی۔امام نے حکم دیاکہ برساتی اور ٹوپیاں پہن لو اور ایک جاڑے کا لباس اور برسات یحییٰ ابنِ ثمہ کو بھی دیا۔جب بادل چھٹنے تو دیکھاکہ ۸۰ فوجی ہلاک ہو گئے اور ان کو وہاں ہی دفن کر دیا گیا تو امام نے فرمایاکہ اے یحییٰ بن ہر ثمہ جان لو کہ اس طرح خداوندِ عالم ہر بقعہ ارض کو قبروں سے پر کرتاہے،اسی لیے میرے جد نامدار حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایاہے کہ

ترجمہ، بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لاچکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں۔حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکاہے۔ تو تم معاف کردو اور درگزر کرو۔ یہاں تک کہ خدا اپنا (دوسرا) حکم بھیجے۔بے شک خدا ہر بات پر قادر ہے ﴿۱۰۹﴾ سورۃالبقرۃ

"زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ ہوگا جس میں قبر نہ بنی ہو"۔ یہ سُن کر یحییٰ نے کہا کہ مولا میں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتا ہوں اور یوں کلمہ پڑھا اور دل میں یقین کر لیا کہ یہی حضرت خدا کی زمین پر خلیفہ ہیں اور اگر امامؑ نے جاڑے اور برسات کا سامان نہ لیا ہوتا اور اگر مجھے نہ دیا تو میرا کیا حشر ہوتا۔ اس کے بعد وہ آپ کی امامت کا قائل رہ کر زندہ رہا۔ امام نقیؑ دو سو سے زائد افراد کے گھیرے میں سامرہ پہنچے تو وہ آپ کو فقیروں کی جگہ پر ٹھہرایا گیا وہ جگہ بدترین اور شرفاء کی نہیں تھی۔ ایک دن آپ کے ایک ماننے والے صالح بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس جگہ کو دیکھ کر بہت دل تنگ ہو تو امام نے فرمایا کہ اے صالح تم دل تنگ نہ ہو میں اُس کی عزّت افزائی کا خواہاں اور ان کی کرم گستری کا جویاں نہیں ہوں، خداوندِ عالم نے آلِ محمدؐ کو جو درجہ دیا ہے اور جو مقام عطا فرمایا ہے اُسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اے صالح بن سعید میں تمھیں خوش کرنے کے لیے بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام پر دیکھ کر پریشان نہ ہو، خداوندِ عالم نے یہاں بھی میرے لیے بہشت جیسا بندوبست فرمایا ہے، یہ کہہ کر آپ نے اُنگلی سے اشارہ کیا اور صالح کی نظر میں بہترین باغ اور بہترین نہریں وغیرہ نظر آنے لگیں۔ متوکل نے امام نقیؑ کو سامرہ میں بُلوا کر تازندگی نظربند رکھا اور باہر نہ نکلنے دیا۔ امام اپنی نظربندی وجہ سے سامرہ سے باہر تو نہ جاسکے مگر سامرہ کے لوگوں کا آپ کے پاس آمد کا تانتا بندھا رہا کرتا تھا۔ لوگ آپ سے فائدے اُٹھاتے اور دینی اور دُنیاوی امور میں آپ سے مدد چاہتے اور آپ ہر مشکل میں اُن کے کام آتے تھے۔ ایک دن ایک سائل نے آپ سے ملاقات کی اور کہا کہ مولا میں غریب آدمی ہوں اور مجھ پر دس ہزار درہم کا قرض ہو گیا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں ہے، مولا خدا کے لیے مجھے اس بلا سے نجات دلائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ انشاءاللہ تمھارے قرضہ کی

ترجمہ، مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے۔ اور اگر خیرات تم کو میسر نہ آئے تو خدا بخشنے والا مہربان ہے (۱۲)

ادائیگی کا بندوبست ہو جائے گا اور میں جو کہوں اس پر عمل کرنا اور ذرا بھی مخالفت نہ کرنا۔ پھر آپ نے ایک خط لکھ کر دیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "میں دس ہزار درہم اس کے ادا کرڈوں گا" اور فرمایا کہ کل جس وقت میں بڑے بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم مجھ سے روپے کا تقاضا کرنا۔ جس پر اُس شخص نے کہا کہ حضور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں لوگوں میں آپ کی توہین کروں۔ کوئی حرج نہیں، میں تم سے جو کہوں وہ کرو۔ غرض سائل نے ایسا ہی کیا اور جب اعیال شہر آپ سے ملنے آئے اور آپ لوگوں سے محوِ ملاقات تھے تو سائل بھی پہنچ گیا اور ہدایت کے مطابق آپ سے رقم کا تقاضہ کیا تو آپ نے نہایت نرمی سے اُسے ٹالنے کی کوشش کی، مگر وہ نہ ٹلا اور بدستور رقم مانگتا رہا۔ آخر کار آپ نے اس سے تین دن کا وعدہ کیا اور وہ واپس چلا گیا۔ یہ خبر جب بادشاہِ وقت کو ہوئی تو اُس نے تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے۔ تیسرے دن جب وہ سائل آیا تو آپ نے تیس ہزار درہم اُس کو دے دیا جس پر اُس نے کہا کہ مولا میرا قرضہ تو دس ہزار درھم ہے تو آپ نے فرمایا جو قرضہ کی ادائیگی سے بچے اُسے اپنے بچّوں پر صرف کرنا۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت وامامت کا کون اہل ہے۔اسی طرح ایک دفعہ متوکل نے اپنے صحتیابی کے لیے ایک نذر مانی تھی کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو راہِ خدا میں مال کثیر دونگا۔ پھر جب صحتیاب ہوا تو تمام علماء اسلام کو جمع کر کے پُوچھا کہ مالِ کثیر کتنا ہونا چاہیے جس پر مختلف علماء نے مختلف تعداد بتائی کسی نے ایک ہزار درھم تو کسی نے دس ہزار درھم تو کسی نے ایک لاکھ درھم بتایا تو ایک دربان اجازت لے کر امام نقیؑ کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا تو امام نے اَسّی (۸۰) درہم بتائے۔ باشادہ نے جب دلیل دریافت کی تو امام نے قرآن سے دلیل دی کہ قرآن مجید میں آنحضرت علیہ السّلام کے لیے آیا ہے کہ "لقد نصرکم اللہ فی

ترجمہ، اگر تم خدا کو (اخلاص اور نیت) نیک (سے) قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دوچند دے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ اور خدا قدر شناس اور بردبار ہے ﴿۱۷﴾ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے ﴿۱۸﴾ سورۃ التغابن

مراطن کثیرۃ"اے رسُول! اللہ نے تمھاری مدد مواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پر کی ہے۔ جب ہم نے ان مقامات کا شمار کیا جن میں خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے تو وہ حساب سے اسی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ کثیر کا اطلاق اسّی (۸۰) پر ہوتا ہے۔ یہ سُن کر متوکل خوش ہوا اور اُس نے اسّی (۸۰) درہم صدقہ نکال کر دس ہزار درہم دربان کو انعام دیا۔ اسیطرح ایک دفعہ متوکل کے دربار میں ایک نصرانی کو پیش کیا گیا جو مسلمان عورت سے زنا کرتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ جب وہ دربار میں آیا تو کہنا لگا کہ مجھ پر حد جاری نہ کی جائے کیونکہ میں اس وقت مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ سُن کر قاضی یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اسے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ مسلمان ہو گیا ہے تو دوسرے فقیہہ نے کہا کہ حد جاری ہونی چاہیے۔ جب یہ مسئلہ کا امام سے معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے اتنا مارنا چاہیے کہ مرَجائے۔ جس پر یحییٰ بن اکثم قاضیِ شہر جو کہ فقیہِ سلطنت تھا اس نے اس کی دلیل قرآن سے طلب کی تو آپ نے قرآن کی یہ آیت کا ترجمہ تحریر کیا کہ "(جب کافروں نے ہماری سختی دیکھی تو کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اپنے کُفر سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ اُن کا کہنا اُن کے لیے مفید نہ ہوا، اور نہ ایمان لانا کام آیا)"۔ متوکل نے تمام فقہا کے اقوال کو مسترد کر دیا اور امام کی دلیل کے مطابق نصرانی کے لیے حکم دیا کہ اسے اس قدر مارا جائے کہ مر جائے۔ جب کبھی علماء ناکام ہوتے تو کوشش کرتے کہ امام سے کچھ ایسے سوالات کئے جائیں جس کا جواب وہ نہ دے سکیں۔ ایک دفعہ متوکل نے اپنے دربار میں ابنِ سکیت سے کہا کہ تم امام نقیؑ سے کچھ سخت سوال کرو تو ابنِ سکیت نے اپنی قابلیّت بھر سخت سوال کرنے کی کوشش کی تو امام نے مفصّل اور مکمل جواب دیا تو یحییٰ

ترجمہ، اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی موت آموجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے ﴿۱۸﴾ سورۃ النساء

بن اکثم جو قاضیِ سلطنت تھے اُنہوں نے ابنِ سکیت سے کہا کہ تم نحو، شعر، لغت کے عالم ہو تمھیں مناظرہ سے کیا دلچسپی، ٹھہرو میں سوال کرتا ہوں، اس کے بعد اُس نے ایک سوالنامہ امام کو دیا جس کا جواب امام نے اسی وقت تحریر کی شکل میں دے دیا۔ اس کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں "سبعۃ ابحر" اور "مانفدت کلمات اللہ" جو ہے ان میں کن سات دریاؤں کی طرف اشارہ ہے اور کلمات اللہ سے کیا مراد ہے؟ جس کا جواب امام نے تحریر کیا کہ وہ سات دریا یہ ہیں (۱)، عین الکبریت۔ (۲)، عین الیمن۔ (۳)، عین البرہوت۔ (۴)، عین الطبریہ۔ (۵)، عین السیدان۔ (۶)، عین الافریقہ۔ (۷)، عین الیاحوران۔ اور کلمات سے ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ مراد ہیں جن کے فضائل کا احصانا ممکن ہے۔

علاّمہ محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ بادشاہِ رُوم نے خلیفہِ وقت کو لکھا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جو شخص اس سُورہ کی تلاوت کرے جس میں یہ سات لفظ نہ ہوں (۱) ث، (۲) ج، (۳) ح، (۴) ز، (۵) ش، (۶) ظ، (۷) ف۔ وہ جنّت میں جائے گا۔ اِسے دیکھنے کے بعد میں نے توریت و زبُور کا اچھی طرح مطالعہ کیا، لیکن اس قسم کا کوئی سُورہٗ اس میں نہیں ملا، کیا آپ ذرا اپنے علماء سے تحقیق کر کے بتا سکتے ہیں کہ شاید یہ بات آپ کے قرآن مجید میں ہو۔ بادشاہ نے بہت سے علماء سے تحقیقاً معلوم کیا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ جب سب سے مایوس ہو گیا تو امام علی نقیؑ کی طرف توجّہ کی اور آپ نے معلوم کیا تو آپ نے بِلا تاخیر فرمایا وُہ سورہٗ حمد ہے۔ اب جب غور کیا گیا تو یہ بات بالکل ٹھیک نکلی تو بادشاہ نے کہا کہ ابنِ رسُول اللہؐ کیا ہی بہتر ہوتا اگر آپ اس کی وجہ

ترجمہ، خدا (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہمیشہ زندہ رہنے والا ﴿۲﴾ اس نے (اے محمد ﷺ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل نازل کی ﴿۳﴾ (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے پہلے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے ﴿٤﴾ سورۃ آل عمران

بھی بیان کر دیتے کہ یہ حروف اس سُورۂ میں کیوں نہیں ہیں؟۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سُورۂ رحمت و برکت ہے اس میں یہ حروف اس لیے نہیں لائے گئے کہ (ث) سے ثبور ہلاکت تباہی، بربادی کی طرف، (ج) سے جحیم (جہنّم) کی طرف، (خ) خیبت یعنی خسران کی طرف، (ز) سے زقوم یعنی تھوہڑ کی طرف، (ش) سے شقاوت کی طرف، (ظ) سے ظلمت کی طرف، (ف) سے فرقت کی طرف تبادر ذہنی ہوتا ہے اور یہ تمام چیزیں رحمت و برکت کے منافی ہیں۔ خلیفۂ وقت نے جب یہ تفصیلی جواب شاہِ رُوم کو بھیجا تو بادشاہِ رُوم نے جونہی اسے پڑھا وہ مسُرور ہو گیا اور اسی وقت اسلام لایا اور تاحیات مسلمان رہا۔ اسیطرح قضاو قدر کے بارے میں تقریباً تمام فرقے جادہ اِعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں اس کی وضاحت کوئی جبر کا قائل نظر آتا ہے تو کوئی مطلقاً تفویض پر ایمان رکھتا ہے مگر امام علی نقیؑ نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح قضاو قدر کی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی ہے کہ "نہ انسان بالکل مجبور ہے نہ بالکل آزاد ہے، بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان ہے"۔ (دمعہ ساکبہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ میں حضرت کا مطلب یوں بیان ہوا ہے کہ انسان اسباب و اعمال میں بالکل آزاد ہے اور نتیجہ کی برآمدگی میں خدا کا محتاج ہے۔ اسیطرح ایک دفعہ متوکل کے بیٹھنے کی جگہ یعنی کمر کے نیچے جسم کے پچھلے حصّہ میں ایک زبردست زہریلا پھوڑا نکل آیا، ہرچند کوشش کی گئی مگر کسی صُورت سے شفا کی اُمید نہ ہوئی تو متوکل کی ماں نے منّت مانی کہ اگر متوکل اچھا ہو گیا تو وہ ایک مال کثیر نذر کرے گی۔ فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں ابنِ رضا سے اس کے علاج کی کوئی دوا تجویز کرالاؤں۔ اجازت ملنے پر وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حالات بیان کئے تو امام نے فرمایا

ترجمہ، یہ اس لئے کہ جس چیز سے خدا ناخوش ہے یہ اس کے پیچھے چلے اور اس کی خوشنودی کو اچھا نہ سمجھے تو اُس نے بھی ان کے عملوں کو برباد کر دیا (۲۸) کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ خدا ان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا؟ (۲۹) اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔ اور تم انہیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لوگے! اور خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے (۳۰) سورۃ محمد

کہ "کسب غنم (بکری کی مینگنیاں)" لے کر گلاب کے عرق میں حل کر کے لگادو، انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ جب فتح بن خاقان نے یہ دوا آکر دربار میں بتائی تو سب ہنس پڑے جس پر فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا کہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے جس کے بعد یہ دوا لگائی گئی تو پھوڑا پُھوٹا اور متوکل کو آرام ہوا اور تین یوم میں شفا کامل ہو جانے کے بعد متوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی تھیلی امام علیہ السّلام کی خدمت میں بھجوائی۔

حضرت امام علی نقیؑ کی تمام تر نظر بندی کے باوجود اپنے فرائض امامت ادا کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں فرمایا اور فریضۂ منصبی تبلیغ دینِ اسلام برابر فرماتے رہے۔ آپ یہ تہیّہ کئے ہوئے تھے کہ اُمور سلطنت میں کوئی دخل کسی طرح سے نہ دیں گے اور اپنے کو ہر وقت مشغولِ حق رکھیں گے۔ آپ نے شیعہ علماء کے بارے میں فرمایا کہ "ہمارے علماء غیب قائم آلِ محمدؐ کے زمانہ میں محافظِ دین اور رہبر علم و یقین ہوں گے، ان کی مثال شیعوں کے لیے بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کشتی کے لیے ناخدا کی ہوتی ہے۔ وہ ہمارے ضعیفوں کے دلوں کو تسلّی دیں گے۔ وہ افضل ناس اور قائدِ ملت ہوں گے"۔ کیونکہ امام علی نقیؑ فرزند رسُول اور اعلم اہل زمانہ تھے اس لیے آپ کا وقار لوگوں کی نگاہوں میں روز بروز بڑھتا گیا تو یہ بات دُشمنوں کو کب پسند آتی اور اُنہوں نے بادشاہ سے امام کی چغلی شروع کر دی کہ امام کے گھر میں ہتھیار اور خطوط وغیرہ ان کے شیعوں کے بھیجے ہوئے ہیں اور وہ اپنے لیے امر خلافت کے طالب ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن بادشاہ نے امام کے گھر کی تلاشی کے لیے سپاہیوں کو بھیجا جنہوں نے تلاشی کے بعد امام کو گرفتار کر کے

ترجمہ، یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھادیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے ﴿۳۲﴾ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں ﴿۳۳﴾ سورۃ المائدۃ

بادشاہ کے دربار میں لائے تو بادشاہ اس وقت محوِ شراب تھا۔ سپاہیوں نے کہا کہ امام کے گھر سے کچھ برآمد نہیں ہوا جس کے بعد بادشاہ نے امام کو شراب پینے کو کہا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ "میرا گوشت وخون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے اس سے معاف رکھ"۔ جس پر بادشاہ نے کہا کہ اچھا پھر کوئی اشعار سُنائیں جس پر امام نے فرمایا کہ مجھے اشعار سے کم دلچسپی ہے مگر متوکل نہ مانا تو امام نے مجبوراً چند اشعار ارشاد فرمائے جن کا حاصل مقصد یہ ہے کہ "جن لوگوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سکونت اختیار کی ان کو بھی موت نے نہ چھوڑا، اور عزّت کی بلندی سے خاکِ مذلت پر گرا کر کشاں کشاں قبروں پر پہنچا دیا، بعد ازاں اُن کو ہاتف نے آواز دی کہ اے قبر والوں! کہاں گئے تمھارے تخت و تاج اور کہاں ہیں تمھارے لباس نفیس اور کیا ہوئے وہ ناز پر دروہ چہرے جن کے لیے خیمے اور سراپردے نصب کئے جاتے تھے۔ اس وقت قبر نے ان کی جانب سے جواب دیا کہ دُنیا میں وہ مُدّت تک کھاتے پیتے رہے آخر کار خود لقمۂ حشرات الارض ہو گئے اور اب ان پر کیڑے رینگ رہے ہیں"۔ امام علیہ السّلام کے اشعار نے متوکل اور حاضرین پر بڑا اثر کیا اور اُس نے شراب اُٹھوا کر ہاتھ سے جام زمین پر پھینک دیا اور حکم دیا کہ امام علیہ السّلام کو گھر پہنچا دیا جائے مگر اس کے دل میں جو اولادِ علیؑ اور اہلبیتؑ کی نفرت کی آگ تھی وہ کم نہ ہوئی تھی اور ایک دن متوکل کے دربار میں ایک عورت نے زینب بنت علیؑ ہونے کا دعوہ کیا تو بادشاہ نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے جب کہ تو جوان ہے اور زینب بنت علی کو پیدا ہوئے اور وفات پائے عرصہ دراز گذر گیا۔ اگر تجھے زینب تسلیم کر لیا جائے تو یہ کیسے مانا جائے کہ اتنی عمر تک جوان

ترجمہ، لیکن اگر (ایسا) نہ کر سکو اور ہر گز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور جو) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے ﴿۲۴﴾

رہ سکتی ہیں؟ جس پر اُس نے کہا کہ مجھے رسُولِ خدا نے دُعا دی تھی کہ میں ہر چالیس اور پچاس سال کے بعد جوان ہو جاؤں، اسی لیے میں جوان ہوں۔ متوکل نے جب علماء نے اس مسئلہ کا حال دریا فت کیا تو وہ عجز تھے تو فتح ابنِ خاقان وزیرِ متوکل نے کہا کہ "ابنِ رضا" سے معلوم کرتے ہیں۔ جب امام سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ جھوٹی ہے۔ متوکل نے کہا کوئی دلیل دیجئے کہ میں اِسے جھوٹی ثابت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جدِ نامدار کا ارشاد ہے کہ "حرم لحرم اولادی علی السباع" یعنی درندوں پر میرے اولاد کا گوشت حرام ہے۔ اے بادشاہ اس عورت کو درندوں میں ڈال دے، اگر سچی ہو گی اور زینب ہو نا تو درکنار اگر یہ "سیدہ" بھی ہو گی تو جانور اسے نہ چھیڑیں گے ورنہ درندے اسے پھاڑ کھائیں گے۔ اس دلیل پر امام کے دُشمنوں نے متوکل کو مشہورہ دیا کہ یہ امتحان خود امام کے ساتھ ہونا چاہیے مطلب یہ تھا کہ اگر امام کو جانوروں نے پھاڑ کھایا تو متوکل کی منشا پوُری ہو جائے گی اور اگر یہ بچ گئے تو آپ کی یہ عورت والی اُلجھن دور ہو جائے گی۔ جس پر بادشاہ نے امام سے کہا کہ آپ خود اس امتحان کو کر کے دیکھائیں کہ آیا درندے "سیدوں" کو کھاتے ہیں یا نہیں، جس پر امام راضی ہو گئے اور بادشاہ کے بنائے ہوئے شیر خانہ میں آپ کو ڈال کر پھاٹک بند کر دیا گیا اور بادشاہ خود مکان کے بالاخانہ سے حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔ روایت کے مطابق جب درندوں نے دروازہ کے کھلنے کی آواز سُنی تو خاموش ہو گئے اور آپ کی طرف بڑھے اور آپ کے گِرد پھرنے لگے اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ امام نے اپنی آستین اُن پر ملتے تھے اور متوکل یہ باتیں دیکھتا رہا پھر امام جب باہر آئے تو متوکل نے آپ کے پاس گران بہا صلہ بھیجا۔ لوگوں نے کہا کہ متوکل اب تو بھی ایسا کر کے دکھلا دے جس پر اُس نے کہا کہ شاید تم میری جان لینا چاہتے ہو۔ ایک روایت کے مطابق زینب کذابہ نے اپنے جھوُٹ

ترجمہ، اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں اور جس شخص نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا اور وہ صریح نقصان میں پڑ گیا ﴿۱۱۹﴾

کا اعتراف کرلیا تو اُسے توبہ کی ہدایت کرکے چھوڑ دیا گیا اور دوسری روایت کے مطابق اس کو درندوں میں ڈالوا کر پھڑوا ڈالا۔ درندوں کی جھبہ سائی اور متوکل کے علاج میں امامؑ کی شاندار کامیابی نے دُشمنوں کے دلوں میں حسد کی لگی ہوئی آگ کو اور بھڑکا دیا تو انہوں نے متوکل کو آپ سے مزید دُور کرنے کی کوشش شروع کردی اور متوکل کے صحت مند ہونے کے چند ہی دنوں کے بعد لوگوں نے بادشاہ سے امام کے بارے میں چغلی کھائی تو متوکل کو آپ کی جان کا دُشمن بنادیا اور متوکل نے سعید حاجب کو بُلا کر حکم دیا کہ رات کو جا کر امام کے مکان کی تلاشی لے اور جو چیز برآمد ہو اُسے میرے پاس لے آ۔ سعید رات کے اندھیرے میں امام کے گھر گئے تو امام اُس وقت اپنے مصلّی پر عبادت کررہے تھے۔ سعید نے جب تلاشی لی تو وہاں پر ایک شمشیر اور وہ تھیلی جو متوکل کی میں نے بادشاہ کے صحت مند ہونے پر بھیجی تھی اور کچھ نہ ملا۔ سعید نے جب یہ چیزیں متوکل کے سامنے پیش کی تو وہ شرمندہ ہوا اور یہ چیزیں واپس کردیں۔ مگر متوکل جو کہ پہلے سے آلِ محمدؐ کا شدید دُشمن تھا اور یہ خوف رکھتا تھا کہ کہیں امام کی طرف سے کوئی قدم اس کی حکومت کے خلاف نہ لیا جائے آپ پر پُوری سختی شروع کردی اور قید کردیا۔ حضرت کی سیرت زندگی اور اخلاق و کمالات وہی تھے جو اس سلسلۂ عصمت کی ہر فرد کے اپنے اپنے دَور میں امتیازی طور پر مشاہدہ میں آتے رہے تھے۔ قید خانہ اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت ہر حال میں یادِ الٰہی، عبادت، خلق خدا سے استغناء، ثباتِ قدم، صبر و استقلال، مصائب کے ہجوم میں ماتھے پر شکن کا نہ ہونا۔ دُشمنوں کے ساتھ حلم و مروّت سے کام لینا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا۔ یہی اوصاف ہیں جو امام علی نقیؑ کی سیرت زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ قید خانہ میں آپ کے مصلّے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ

ترجمہ، (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے (۱۶۲) جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں (۱۶۳)

سورۃ الأنعام

میں اپنے دل میں موت کا خیال رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں۔ حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبۂ اطاعت اور اسلام کے حقیقی تعلیمات کی نشرو اشاعت کے ترک کردینے کی خواہش کا ایک عملی جواب تھا۔ یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا، مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو کہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سرِ تسلیم خم کرنے پر کیسے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ایک دن بادشاہ نے بر سرِ دربار امام علی نقیؑ کے قتل کا فیصلہ کر کے آپ کو پھر دربار میں طلب کیا گیا۔ عبدالرحمٰن مصری کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں تھا تو معلوم ہوا کہ دربار میں ایک علوی کے قتل کا حکم دیا گیا ہے تو میں دربار کے دروازے پر تھا تو دیکھا کہ امام علی نقیؑ تشریف لا رہے ہیں۔ جب میری نظر ان پر پڑی تو میں نے دُعا کی کہ خدایا متوکل کے شر سے اس شریف علوی کو بچانا۔ اتنے میں امام علی نقیؑ قریب آپہنچے اور مجھے بلا جانے پہنچانے فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن تمھاری دُعا قبول ہوگئی ہے اور میں انشاءاللہ محفوظ رہوں گا اور ایسا ہی ہوا آپ اس دن محفوظ رہے اور کوئی ہاتھ اُٹھا نہ سکا۔ پھر آپ نے مجھ کو بھی دُعا دی تو میں صاحبِ اولاد اور مالامال ہو گیا۔

امام علی نقی علیہ السّلام نے حکومت اور اُس کے خلاف ہونے والی سازشوں دونوں سے اپنے دامن کو اس طرح بری رکھا کہ باوجود دارالسلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی انتظام کے کبھی آپ کے خلاف کوئی الزام صحیح ثابت نہیں ہو سکا اور کبھی

ترجمہ، کہو کیا میں خدا کے سوا اور پروردگار تلاش کروں اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے اور جو کوئی (برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کا جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتائے گا ﴿۱٦٤﴾ اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش ہے بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے ﴿۱٦۵﴾

سلاطین وقت کو کوئی دلیل آپ کے خلاف تشدّد کے جواز کی نہ مل سکی۔ باوجودیکہ سلطنتِ عباسیہ کی بُنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دارالسلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا اور یہانتکہ کے متوکل سے خود اس کے بیٹے کی مخالفت اور اس کے انتہائی عزیز غلام باغر رومی کی اس سے دُشمنی منظر عام پر آچکی تھی جس کی وجہ سے متوکل کے بیٹوں کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ اور حسن بن زید الملقب بہ داعی الحق کا علاقہ طبرستان پر قبضہ کر لینا اور سلطنت قائم کر لینا شامل ہے۔ ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام شورشوں، ان تمام بے چینیوں اور جھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقیؑ کی شرکت کا شُبہ تک نہ پیدا ہونا، کیا اس طرزِ عمل کے خلاف نہیں ہے جبکہ ان کے ہاتھوں امام کو جلاوطنی۔ قید اور اہانتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے، مگر وہ جذبات سے بلند اور عظمت نفس کے کامل مظہر دُنیاوی ہنگاموں اور وقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کا فائدہ اُٹھانا آپ اپنی بے لوث حقانیت اور اور صداقت کے خلاف سمجھتے تھے اور مخالفت پر پس پُشت حملہ کرنے کو اپنے بلند نقطۂ نگاہ اور معیار عمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتے تھے۔ اس کے برعکس دُشمن کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح آپ پر ظلم و ستم کیا جائے، اسی لیے امام علی نقیؑ کو قید کرنے کے بعد متوکل نے ایک بار پھر قبرِ امام حسینؑ کو انہدام کر کے نیست و نابود کرنا چاہا کیونکہ اس کی اہلبیتؑ سے تمام تر دُشمنی اور رکاوٹ کے باوجود قبرِ امام حسینؑ کی زیارت میں عقیدت مندوں کی آمد میں کمی نہ ہوتی تھی۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ بقول پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سترّ ہزار فرشتے آسمان سے اُتر کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد قبرِ امام حسینؑ پر جاتے ہیں اور وہاں روتے ہیں اور یہ مجاورت کے فرائض روز آنہ ادا کرتے ہیں (غنیتہ الطالبین، صفحہ ۳۷۴، مجمع البحرین، صفحہ ۵۰۲)۔
الغرض متوکل نے اپنی فوج کے دستے کو زیارت کے روکنے اور نہر علقمی کو کاٹ کے قبر پر سے

ترجمہ، جو لوگ خدا کی راہ میں (ایسے طور پر) پرے جما کر لڑتے کہ گویا سیسہ پلائی دیوار ہیں وہ بے شک محبوب کردگار ہیں ﴿٤﴾ سورۃ الصف

گذارنے کو بھیجا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ جو شخص زیارت کے لیے آئے تو پہلے اُس کا ہاتھ کاٹا جائے اور اگر باز نہ آئے تو قتل کر دیا جائے۔ حضرت زید مجنون جو مصر سے آئے تھے اور حضرت بہلول دانا دونوں جو کہ دوست دارانِ آلِ محمدؐ میں سے تھے، انہوں نے اس حکم کے بعد قبرِ امام حسینؑ کی زیارت کا ارادہ کیا اور وہاں کے لیے روانہ ہو گئے اور اس بات کی پروا نہیں کی کہ ہاتھ کاٹے جائیں یا قتل کیا جائے تو ہو جائیں گے لیکن زیارت ضرور کریں گے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ پانی قبر تک پہنچ کر پھٹ جاتا ہے اور قبر سے کترا کر اطراف سے قبر کا بوسہ لے کر گزر جاتا ہے۔ ابھی یہ لوگ یہ حال دیکھ رہے تھے کہ اُس شخص کی نظر ان دونوں پر پڑی جو متوکل کی طرف سے انہدامِ قبر پر متّعین تھا۔ اُس نے پوُچھا تم کیوں آئے ہو تو جواب میں دونوں نے کہا کہ زیارت کے لیے۔ جس پر اُس شخص نے کہا کہ زیارت کے لیے جو بھی آئے گا اُس قتل کر دیا جائے گا، جس پر ان حضرات نے کہا کہ ہم قتل ہی ہونے کی تمنّا میں آئے ہیں۔ یہ سُن کر اوران کی جذبۂ محبّت دیکھکر متوکل کے پاس واپس گیا اور اس کام سے انکار کر دیا۔ متوکل نے اُسے قتل کرا کے سُولی پر چڑھوا دیا اور پھر پیروں میں رسّی باندھ کر بازاروں میں کھنچوایا، بعد میں زید نے اُس کی لاش دفن کی اور اُس پر قرآن مجید پڑھا۔ زید ابھی سامرہ ہی میں تھے کہ اور مصر واپس نہیں گئے تھے کہ ایک دن دیکھا کہ کسی کنیز کا جنازہ بڑی دُھوم دھام سے اُٹھایا جا رہا ہے جس ارکانِ دولت اور عمائدین سلطنت ہمراہ تھے اور چاروں طرف سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جس کو دیکھ کر زید نے افسوس کیا کہ نواسے رسُول کی قبر کا نشان کو مٹانے کے بھی یہ لوگ درپے ہیں مگر ایک منحوس کنیز کا یہ احترام ہے۔ اس کے بعد اسی قسم کے مضامین پر مشتمل چند اشعار لکھ کر حضرت زید مجنون نے متوکل کے پاس بھجوا دیا تو اُس نے انھیں مقید کر دیا۔ الغرض متوکل کے ظلم نے لوگوں کو زندگی سے بے زار کر دیا تھا اور ایک دن

ترجمہ، اے نبی! خدا تم کو اور مومنوں کو جو تمہارے پیرو ہیں کافی ہے ﴿٦٤﴾ سورۃ الانفال

متوکل نے حکم دیا کہ میری سواری کے ساتھ تمام لوگ پیدل تفریح کے لیے چلیں اور یہ حکم خاص طور پر امام علی نقیؑ کے لیے تھا۔ چنانچہ آپ بھی کئی میل پیدل چل کر واپس تشریف لائے اور آپ سخت علیل ہوگئے۔ متوکل کے مظالم کی اب حالت یہ ہو چکی تھی کہ بر سرِعام آلِ محمدؑ کو گالیاں دینے لگا تھا۔ ایک اُس نے اپنے بیٹے مستنصر کے سامنے حضرت فاطمہ زہراؑ کے لیے ناسزا الفاظ استعمال کئے تو جب علماء سے معلوم کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بنتِ رسولؐ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے تو کیا حکم ہے جس پر علماء نے کہا وہ واجبُ القتل ہے۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ متوکل کا بیٹا مستنصر اور کچھ لوگوں نے مل کر متوکل کو رات میں قتل کر دیا اور اس کے بعد مستنصر پھر مستعین پھر سنہ ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا۔ معتز ابنِ متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنّت کو نہیں چھوڑا اور حضرت امام علی نقیؑ کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا اور آخر میں امام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ آپ بتاریخ ۳ رجب سنہ ۲۵۴ ہجری یوم دوشنبہ انتقال فرما گئے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام نے اپنی شہادت سے قبل امام حسن عسکری علیہ السّلام کو مواریث انبیاء وغیرہ سپُرد فرما دیا تھا۔ آپ کی وفات انتہائی کسمپرسی کی حالت میں ہوئی اور انتقال کے وقت آپ کے پاس کوئی نہ تھا۔ وفات کے بعد امام حسن عسکریؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کو سامرہ ہی میں دفن کیا۔ امام حسن عسکریؑ نے گریبان چاک کیا تو لوگ معترض ہوئے جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ سنّت انبیاء ہے، حضرت موسیٰؑ نے وفات حضرت ہارون پر اپنا گریبان پھاڑا تھا۔ حضرت علی نقیؑ کی کئی بیویاں تھیں، اُن سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں

ترجمہ، اور خدا (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں۔ اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور خدا کے دین کی (رسی کو) پکڑے رہو۔ وہی تمہارا دوست ہے۔ اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے ﴿۷۸﴾ سورۃ الحج

(۱)،امام حسن عسکری۔(۲)، حسین بن علی۔(۳)، محمد بن علی۔(۴)، جعفر بن علی۔(۵)،دختر موسومہ عائشہ بنت علی۔راوی لکھتے ہیں کہ آپ کی نسل آپ کے دو بیٹے جعفر اور حسن عسکریؑ سے چلی ہے ابو عبداللہ جعفر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے بھائی حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ کذاب کا لقب بھی لگایا جانے لگا۔

ترجمہ، مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ ﴿۷۷﴾ سورۃ الحج

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/, https://www.minhajbooks.com/, https://www.valiasr-aj.com/

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس جب ستارے چلے گئے تو اہل آسمان بھی چلے گئے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے امان ہیں پس جب میرے اہل بیت چلے گئے تو اہل زمین بھی چلے گئے۔" اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 38: أخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس، 4 / 311، الرقم: 6913)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے کوئی آدمی نفرت نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال کر دیتا ہے۔" اس حدیث کو امام ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 40: أخرجه ابن حبان فی الصحیح، 15 / 435، الرقم: 6978، والحاکم فی المستدرک، 3 / 162، الرقم: 4717، والذھبی فی سیر أعلام النبلاء، 2 / 123، والھیثمی فی موارد الظمآن، 1 / 555، الرقم: 2246)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے میں وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی میری توحید کا اقرار کرے گا اسے یہ بات پہنچا دی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔" اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(الحدیث رقم 34: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 3 / 4718، والدیلمی فی مسند الفردوس، 4 / 382، الرقم: 7112)

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آل رسول ﷺ کی ایک خادمہ تھی جو ان کی خدمت بجالاتی اسے ''بریرہ'' کہا جاتا تھا پس اسے ایک آدمی ملا اور کہا: اے بریرہ اپنی چوٹی کو ڈھانپ کر رکھا کرو بے شک محمد ﷺ تمہیں اللہ کی طرف سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ راوی بیان کرتے ہیں پس اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس واقع کی خبر دی پس آپ ﷺ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے درآنحالیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دونوں رخسار مبارک سرخ تھے اور ہم (انصار کا گروہ) حضور ﷺ کے غصے کو آپ ﷺ کے چادر کے گھسیٹنے اور رخساروں کے سرخ ہونے سے پہچان لیتے تھے پس ہم نے اسلحہ اٹھایا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آگئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ جو چاہتے ہیں ہمیں حکم دیں پس اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں ہماری ماؤں۔ آباء اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم ان میں بھی آپ ﷺ کے قول کو نافذ کر دیں گے پس آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں، میں وہ پہلا شخص ہوں جس سے قبر پھٹے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس کے سر سے مٹی جھاڑی جائے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا ہوں لیکن کوئی فخر نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رحم (نسب و تعلق) فائدہ نہیں دے گا ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان

کرتے ہیں۔ بے شک میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول بھی ہو گی یہاں تک کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ یقیناً دوسروں کی شفاعت کرے گا اور اس کی بھی شفاعت قبول ہو گی یہاں تک کہ ابلیس بھی اپنی گردن کو بلند کرے گا شفاعت میں طمع کی خاطر (یا کسی طور اس کی شفاعت بھی کوئی کر دے)۔ ‘‘اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

الحدیث رقم 15: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 5 / 203، الرقم: 5082، و الهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 376

’’حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کے لئے مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جسے خُم کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تو بس ایک آدمی ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا فرشتہ (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ (کی تعلیمات پر عمل کرنے پر) ابھارا اور اس کی ترغیب دی پھر فرمایا: اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں. میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔‘‘ اسے امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 48: أخرجه مسلم في الصحيح۔ كتاب: فضائل الصحابة: من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه۔ 3 / 1873۔ الرقم: 2408۔ وأحمد بن حنبل في المسند۔ 4 / 366۔ الرقم: 19265۔ والبيهقي في السنن الكبرى۔ 2 / 148۔ الرقم: 2679۔ وابن حبان في الصحيح۔ 1 / 145۔ الرقم: 123۔ واللالكائي في إعتقاد أهل السنة۔ 1 / 79۔ الرقم: 88۔ وابن كثير في تفسير القرآن العظيم۔ 3 / 487)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام پیغمبرِ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گیارھویں جانشین اور سلسلہ عصمت کی تیرھویں کڑی ہیں۔ آپ بتاریخ ۱۰ ربیع الثّانی سنہ ۲۳۲ ہجری یومِ جمعہ بوقت صبح بمقام مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام علی نقی علیہ السّلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب حدیثہ خاتون تھیں، آپ عفیفہ کریمہ نہایت سنجیدہ اور ورع و تقویٰ سے بھرپُور تھیں۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والد نے آپ کا نام حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رکھے ہوئے نام "حسن" سے موسُوم کیا، آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں "عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا" زیادہ مشہور ہیں، جس میں "عسکری" اس لیے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلّہ میں بمقام "سر من رائے" رہتے تھے اور یہ سامرہ میں واقع ہے اور اُسے عسکر بھی کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفۂ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اُسے "عسکر" کہنے لگے تھے، نیز ایک مرتبہ خلیفۂ وقت نے امام زمانہ کو اسی مقام پر نوّے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے اُسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کروایا تھا، اِنھیں وجوہ کی بنا پر اس مقام کا نام عسکر ہو گیا تھا۔ آپ کے والد امام علی نقیؑ اور آپ خود مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہو گئے۔ جب امام حسن عسکریؑ کی ولادت ہوئی تو اس وقت واثق باللہ بن معتصم بادشاہِ

ترجمہ، پھر خدا نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے ﴿۲۶﴾ پھر خدا اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۷﴾ سورۃ التوبۃ

وقت تھا اور اس کے بعد متوکل بادشاہ بنا اور یہ سب بنی عباسیہ کے ظالم بادشاہ تھے اور یہ سب حضرت علی اور اُن کی اولاد سے سخت بغض و عناد رکھتے تھے۔ جب متوکل حضرت امام علی نقیؑ کو جبراً مدینہ سے سامرہ لایا تو اُس وقت آپ کے ہمراہ امام حسن عسکریؑ بھی تھے جن کی عمر اس وقت چار سال چند ماہ کی تھی۔

حضرت امام حسن عسکریؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلمِ زمانہ اور افضل کائنات تھے۔ آپ کو صفاتِ حسنہ علم و سخاوت وغیرہ اپنے والد کے ورثہ میں ملے تھے۔ آپ کو خداوندِ عالم نے جن فضائل و مناقب اور کمالات اور بلندی سے سرفراز کیا ہے، ان میں مکمل دوام موجود ہے، نہ وہ نظرانداز کئے جاسکتے ہیں اور نہ ان میں کمی آسکتی ہے۔ آلِ محمدؐ جو تدّبرِ قرآنی اور عروجِ فکر میں خاص مقام رکھتے ہیں ان میں سے ایک بلند مقام بزرگ حضرت امام حسن عسکریؑ ہیں اور آپ کا ایک اہم شرف یہ بھی ہے کہ امام مہدی علیہ السّلام آپ ہی کے اکلوتے فرزند ہیں جنہیں پروردگارِ عالم نے طویل عمر عطا کی ہے۔ حضرت امام علی نقیؑ کی اولادوں میں امام حسن عسکریؑ سب سے زیادہ اجل وارفع اعلیٰ و افضل تھے۔ جب آپ کی عمر جب چار ماہ کے قریب ہوئی تو آپ کے والد نے اپنے بعد کے لیے منصب امامت کی وصّیت کی اور فرمایا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہوں گے اور اس سلسلے میں بہت سے لوگوں کو گواہ بھی کیا۔ ایک دفعہ امام حسن عسکریؑ نہ جانے کس طرح اپنے گھر کے کنوئیں میں گر گئے تو گھر والوں میں کہرام برپا ہو گیا تو آپ کے والد نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کیونکہ حجتِ خدا کو کوئی گزند نہ پہنچے گی اور اِسی دوران پانی کی سطح بلند ہوئی اور آپ باہر نکل آئے۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن آپ ایک ایسی جگہ کھڑے تھے جس جگہ کچھ بچّے کھیل رہے تھے کہ اتفاقاً اُدھر سے عارف آلِ محمدؐ جناب

ترجمہ، اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ اور انہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ نہ تھا (۲۰)

سورۃ یوسف

بہلول دانا گذرے، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ سب بچّے کھیل رہے ہیں اور سرخ و سفید خوبصورت بچّہ کھڑا رو رہا ہے جس پر بہلول دانا سمجھے کہ شاید ان کے پاس کھلونا نہیں ہے جس کی وجہ سے رو رہے ہیں اور کہا کہ میں تمھارے لیے کھلونا لے کر آتا ہوں۔ جس پر آپ کمسنی کے باوجود بولے کہ دانا نہ سمجھ! ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کئے گئے، ہم علم و عبادت کے لیے خلق ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے پُوچھا کہ تمھیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم و عبادت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف قرآن مجید رہبری کرتا ہے کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے کہ "کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (کھیل کود) کے لیے پیدا کیا ہے، اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے"۔ یہ سُن کر بہلول حیران رہ گئے اور پوچھا پھر تم کیوں رو رہے تھے، گناہ کا تصّور تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تم ابھی کمسن ہو جس پر انہوں نے جواب دیا کہ کمسنی سے کیا ہوتا ہے۔ میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ بڑی لکڑیاں کو جلانے کے لیے چھوٹی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جہنّم کے بڑے ایندھن کے لیے ہم چھوٹے اور کمسن لوگ استعمال نہ کئے جائیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السّلام نے اپنی ہی زندگی میں امام حسن عسکری علیہ السّلام کی شادی جنابِ نرجس خاتون سے کردی تھی جو قیصرِ روم کی پوتی اور شمعون وصی عیسٰیؑ کی نسل سے تھیں۔ جب آپ کے والد ۳ رجب کو سنہ ۲۵۴ کو درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو امام حسن عسکریؑ کی امامت کا آغاز ہوا اور آپ کے تمام معتقدین نے آپ سے ہر قسم کا استفادہ شروع کردیا اور آپ کی خدمت میں آمد و رفت اور سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ آپ نے جوابات میں ایسے حیرت انگیز معلومات کا انکشاف فرمایا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ آپ نے علمِ غیبت اور علم

ترجمہ، اور ہم نے آسمان اور زمین کو جو اور (مخلوقات) ان دونوں کے درمیان ہے اس کو لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا (۱٦) اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں یعنی زن و فرزند) بنائیں تو اگر ہم کو کرنا ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے (۱۷) سورۃ الأنبیاء

بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اور اس کی وضاحت کی کہ فلاں شخص کو اتنے دنوں میں موت آجائے گی۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح آپ کو بھی حکومتِ وقت کی طرف سے ہمیشہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور ہر خلیفۂ وقت کو یہ خیال رہا کہ دُنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں کیونکہ یہ فرزندِ رسُولؐ اور اعمالِ صالح کے تاج دار ہیں لہٰذا ان کو انظارِ عامہ سے دُور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ اُنھیں اپنا بادشاہِ وقت تسلیم کرلیں گے کیونکہ آلِ رسُولؐ کی عزّت بادشاہِ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور امام حسن عسکریؑ کو یہ اہمیت بھی حاصل تھی کہ امام مہدی علیہ السّلام انھیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا انقلاب لائیں گے۔ انھیں تصوّرات نے جس طرح آپ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا اور ہمیشہ مصائب نے گھیرے رکھا اسی طرح آپ کے عہدِ کے بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا۔ آپ عہدِ واثق میں پیدا ہوئے اور عہدِ متوکل میں کچھ ایّام میں بچپنا گزرا جو کہ بدترین دُشمنِ آلِ محمدؐ میں سے تھا اور اُس نے صرف اس جُرم میں ابن سکیت شاعر کی زبان گدّی سے کھنچوالی کہ انہوں نے آلِ محمدؐ کی تعریف کی تھی اور امام حسن عسکریؑ پر پہلا ظلم یہ کیا تھا کہ چار سال کی عمر میں آپ کو اپنے والد کے ساتھ مدینہ سے سامرہ ترکِ وطن پر جبراً مجبور کیا اور مسلسل آپ کے والد پر ظلم کرتا رہا اور کبھی آپ کے گھر کی تلاشی کرواتا تو کبھی آپ کے والد ماجد کو جانوروں سے پھڑواڈالنے کی کوشش کرتا اور تمام تر سعی آلِ محمدؐ کو ستانے کی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ بنا اور یہ بھی اپنے باپ متوکل کے نقشِ قدم پر چلا۔ مستنصر کے بعد مستعین باللہ خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے والد امام علی نقیؑ کو قید میں رکھا اور اس کی یہ بھی کوشش تھی کہ کسی طرح امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کو شہید کروا دے اور اس کے لیے مختلف راستے تلاش کیئے۔ ایک دفعہ مستعین باللہ خلیفہ نے ایک گھوڑا لیا جو

ترجمہ، اور تمہارے گردونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے۔ ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾

سورة التوبة

کافی سرکش نکلااور کسی کو بھی اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا تھااور جو اس کے قریب جاتا اُس کو زمین پر دے مارتااور ٹاپوں سے کچل ڈالتا۔ کسی نے بادشاہ کو مشہورہ دیا کہ اس گھوڑے پر امام حسن عسکری کو سوار کروایا جائے اگر اُنھوں نے اس کو قابو کرلیا تو بہتر ورنہ ان کا بھی یہی حال ہوگا اور گھوڑے کے ٹاپوں میں کچل کر مارے جائے گے اور تیرا مقصد اس طرح حل ہو جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو جب امام حسن عسکریؑ اُس گھوڑے کے قریب گئے تو اُس نے کچھ نہ کیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ حیران رہ گیا اور اپنی شرمندگی کو لوگوں کے سامنے ختم کرنے کے لیے اس نے یہ گھوڑا امام کے حوالے کردیا۔ مستعین باللہ کے بعد بنی عباسی میں سے معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اُس نے بھی آلِ محمدؐ سے وہی خوف رکھتے ہوئے اُن کو ستانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور عباسیہ کی سنّت جاری رکھی کہ کسی طرح وقت کے دونوں اماموں کو درجۂ شہادت پر فائز کردے اور بلا آخر یہ ہی ہوا اور اس نے آپ کے والد بزرگوار امام علی نقیؑ کو زہر سے شہید کرادیا۔ اس واقعہ سے امام حسن عسکریؑ کو انتہائی مایوسی ہوئی اور اس کا بہت اثر آپ پر پڑا اور آپ خطرات میں محصور ہوگئے کیونکہ حکومت کا رُخ اب آپ ہی کی طرف رہ گیا۔ معتز باللہ نے ایک شقی اوّلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکریؑ کو دے دیا۔ اس نے امام کو ستانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑی مگر آپ کی عبادت گزاری اور روزہ داری کو دیکھ کر یہ بعد میں آپ کا معتقد بن گیا اور آپ کی خدمت میں آکر معافی مانگی اور آپ کو آزاد کردیا۔ علی بن محمد زیاد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ تم خانہ نشین ہو جاؤ کیونکہ ایک بہت بڑا فتنہ اُٹھنے والا ہے، چنانچہ تھوڑے دنوں میں ایک ہنگامہ برپا ہوا اور حجاج بن سفیان نے معتز باللہ کو قتل کردیا اور اس کے بعد مہدی باللہ کا عہد آیا تو اس نے بھی عباسی حکومرانوں کی

ترجمہ، (اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دورخے لوگوں) کو بشارت سنادو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے ﴿۱۳۸﴾ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے ﴿۱۳۹﴾

سنّت کو قائم رکھتے ہوئے آلِ رسُول سے دُشمنی رکھی اور صالح بن وصیف نامی ناصبی نے مہدی باللہ کے حکم کے مطابق ایک بدترین حجرہ میں امام حسن عسکریؑ کو قید میں رکھا اور ہر ممکن ستایا اور کھانا و پانی سے بھی تنگ کیا کرتا تھا تو امام تیمّم سے نماز ادا فرماتے رہے۔ اُس کی بیوی بھی اس کو کہتی تھی کہ فرزندِ رسُولؐ پر رحم کا برتاؤ کیا کر مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اس کے برعکس بنی عباسیہ لوگ جو دُشمنِ اہلبیتؑ تھے اُن کی خواہش ہوتی کہ امام پر اور سختی رکھی جائے جس کی وجہ سے مہدی نے دو ایسے شخصوں کو امام پر مسلّط کر دیا تھا جن کا ظلم و تشدّد میں کوئی جواب نہ تھا مگر یہ اشخاص بھی امام حسن عسکریؑ کے تقویٰ اور ان کی عبادت گذاری سے متاثر ہو گئے اور جب مہدی نے ان سے جواب طلبی کی تو اُنھوں نے قلبی مجبوری ظاہر کی۔ غرضکہ مہدی باللہ کا ظلم و تشدّد زوروں پر تھا اور یہی نہیں بلکہ امام کے ماننے والوں کو برابر قتل کر رہا تھا تو ایک دن آپ کے ایک صحابی احمد بن محمد نے کسی طرح امام کو اس کی شکایت پہنچائی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کہ مہدی کی عمر اب صرف پانچ یوم باقی رہ گئی ہے اور ایسا ہی ہوا چھٹے دن اس کو نہایت ذلّت و خواری سے قتل کر دیا گیا۔ ایک دن قید خانہ میں آپ نے عیسیٰ بن فتح سے فرمایا کہ تمھاری عمر اس وقت ۶۵ سال، ایک ماہ اور دو یوم کی ہے اور خدا تم کو اولادِ نرینہ عطا کرے گا۔ عیسیٰ بن فتح نے اپنی عمر کی تصدیق کی اور خوش ہو کر کہا کہ مولا! کیا آپ کو خدا فرزند نہ دے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب مجھے مالک ایسا فرزند دے گا جو ساری کائنات پر حکومت کرے گا اور دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ مہدی باللہ کے بعد جب معتمد خلیفہ ہوا تو اُس نے امام علیہ السّلام پر ظلم و جور و ستم کا خاتمہ کر دیا۔

ترجمہ، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو مالک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں

امام حسن عسکری علیہ السّلام کی پوری زندگی بالواسطہ یا بلاواسطہ خلفائے عباسیہ کے ساتھ ظالموں کے دستِ استبداد سے متاثر رہی اور آپ نے عمر صرف ۲۸ سال پائی۔ تاہم ان حالات میں بھی آپ نے اپنے علم لدُنی، نیز اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کردہ علم کے سہارے تجربہِ علمی کے ساتھ بڑے بڑے علمی کارناموں سے لوگوں کو حیران کردیا ہے۔ آپ کے پاس معتقدین کی آمدورفت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا اور لوگ اپنی حاجتیں لے کر آتے رہے۔ روایت کے مطابق ایک دن ایک شخص نے یہ خواہش کی کہ اگر امام حسن عسکریؑ اُس کو تین سو درہم اور اس کے باپ کو پانچ سو درہم دے دیں تو سارے کام ہو جائیں۔ ایک دن امام کی ان سے راہ میں ملاقات ہوئی مگر یہ امام کو پہنچانتے نہ تھے تو امام نے خود ان سے دریافت کیا کہ تمھیں آٹھ سو درہم کی ضرورت ہے، آؤ میں تمھیں دے دوں۔ دونوں امام کے ساتھ گئے اور رقم حاصل کرلی۔ اسیطرح ایک دفعہ ایک شخص نے قید خانے سے امام کو قید خانے کی سختیوں کے بارے میں تحریر کیا مگر شرم سے اپنی تنگدستی کا ذکر نہ کیا تو امام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے اور تم نے جو شرم سے تنگدستی کا ذکر نہیں کیا اس کے متعلّق میں سو دینار بھیج دوں گا۔ ایک اور شخص نے اپنی تنگدستی کی شکایت کی تو آپ نے ایک سو اشرفی کی تھیلی اُس کے حوالے کردی۔ ایک شخص نے قسم کھا کر امام سے کہا کہ اس کے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے جس پر آپ نے فرمایا کہ قسم مت کھاؤ، تمھارے گھر میں دو سو دینار مدفون ہیں۔ یہ سُن کر وہ حیران رہ گیا مگر پھر بھی امام نے اُس کو سو اشرفیاں دیں۔ کسی شخص نے آپ سے مشکوٰۃ کے معنٰی

ترجمہ، اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزماں) تم پر گواہ بنیں۔ اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے، اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں، کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے، اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی، مگر جن کو خدا نے ہدایت بخشی (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور خدا ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان کو یونہی کھودے۔ خدا تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحبِ رحمت ہے ﴿۱۴۳﴾

سورۃ البقرۃ

معلوم کیا اور پُوچھا کہ اس کے گھر جو ولادت ہونے والی ہے اس کا نام کیا رکھوں۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ مشکوٰۃ سے مراد قلبِ محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اولاد کے نام کے بارے میں جواب دیا کہ خدا تمھیں اجر دے اور نعم البدل عطا کرے۔ چنانچہ اُس کے گھر میں اُس کا مُردہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے بعد اُس کی بیوی حاملہ ہوئی، فرزند نرینہ متولدؓ ہوا۔ حسن ابنِ ظریف نامی ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا کہ قائم آلِ محمدؑ پوشیدہ ہونے کے بعد کب ظہور کریں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب خدا کی مصلحت ہوگی۔ اس کے بعد لکھا کہ تم تپ ربع کا سوال کرنا بُھول گئے جسے تم مجُھ سے پوچھنا چاہتے تھے تو دیکھو ایسا کرو کہ جو اس میں مبتلا ہو اُس کے گلے میں آیۂ "یانار کونی برداو سلاماً علیٰ ابراہیم" لکھ کر لٹکا دو شفایاب ہو جائے گا۔ علی بن زید ابنِ حسین کو ان کے گھوڑے کے بارے میں بتایا کہ تمھارے گھوڑے کی عمر صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے، چنانچہ وہ صبح ہونے سے پہلے مر گیا۔ عبدی کا کہنا ہے کہ میں نے امام سے اپنے بیٹے کی بیماری سے شفاء کے سلسلے میں دُعا پُوچھی تو آپ نے تحریر فرمایا کہ "خدا اس پر رحم فرمائے"۔ جس دن یہ خط اُسے ملا اُسی دن اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ نصر بن جابر اپنے نابینا فرزند کو لے کر امام کی خدمت میں آئے تو حضرت نے اس کے چہرہ پر دستِ مُبارک پھیر کر اُسے بینائی عطا کی۔ محمد بن افرغ نے ایک تحریر کے ذریعہ سوال کیا کہ "کیا آئمہ کو بدی اِحتلام ہوتا ہے؟" پھر ان کو خیال آیا کہ اِحتلام تو شیطانی وسوسۂ ہوتا ہے اور امام تک شیطان پہنچ نہیں سکتا۔ بہر حال جواب آیا کہ امام نوم اور بیدی دونوں حالتوں میں وسوسۂ شیطانی سے دُور ہوتے ہیں جیسا کہ تمھارے دل میں بھی

ترجمہ، اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرند بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (قدرت خدا کی) نشانی ہے ﴿۴۹﴾ سورۃ آل عمران

خیال پیدا ہوا ہے پھر احتلام کیونکر ہو سکتا ہے۔ جعفر بن محمد کا کہنا ہے کہ ایک دن امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو خیال آیا کہ اس کی عورت جو حاملہ ہے اس کے یہاں بیٹا ہو تو بہت اچھا ہو مگر آپ نے فرمایا کہ اے جعفر لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دن ایک شخص نے آپ کو ایک خط بغیر روشنائی سے لکھا جس کا جواب آپ نے مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا نام اور والدیت بھی لکھی جس کو دیکھ کر وہ شخص مسلمان ہو گیا اور آپ کی امامت کا معتقد بن گیا۔ جعفر بن شریف حج کے بعد امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کی کہ مولا! اہلِ جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار اور خواہش مند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوّے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہنچو گے اسی دن شام میں میں بھی پہنچوں گا، تم اُنھیں باخبر کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام علیہ السّلام کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ نے سب سے ملاقات کی تو لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں اور امام نے سب کو مطمئن کر دیا پھر آپ اُسی روز واپس تشریف لے گئے۔ روایت کے مطابق مجمع بن الصلت بن عقبہ بن سمعان ابنِ غانم ابنِ اُمّ غانم امام کی خدمت میں ایک سنگ بار یعنی پتھّر کا ٹکڑا لے کر حاضر ہوئے مگر وہ امام کو پہنچانتے نہیں تھے اور دل میں خیال کیا کہ کاش میں ان کو جانتا ہوتا ابھی یہ خیال آنا ہی تھا کہ امام نے ان سے فرمایا کہ مہر لگوانے کے لیے وہ سنگِ پارہ لایا ہے، جس پر میرے باپ دادا کی مہرُیں لگی ہوئی ہیں، چنانچہ اُس نے پیش کیا اور کہا کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر کر دیں تو آپ نے مہر لگا دی۔ آپ کا اسمِ گرامی اسی طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں امام نے فرمایا کہ یہ

ترجمہ، اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی ﴿١٢٤﴾ اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے۔ اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسوں (مسلمان) تھے اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا ﴿١٢٥﴾

وہی سنگِ پارہ ہے جس پر اس کے خاندان کی ایک عورت اُمّ غانم نے تمام آئمہ طاہرین سے مہر لگوار کھی تھی۔ اُس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعویٰ کرتا تھا تو وہ اُس سنگ کو لے کر اُس کے پاس چلی جاتی تھی۔ اگر اس مدّعی نے پتھّر پر مہر لگا دی تو اُس نے سمجھ لیا کہ یہ امامِ زمانہ ہیں اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی۔ الغرض مجمع ابن الصلت یہ آیۃ "ذریۃ بعضھا من بعض" پڑھتے ہوئے چلے گئے۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام کا کوئی لمحہ حیات پُر سکون نہیں گزرا اور بچپن سے ہی بنی عباسی حکومرانوں کے ظلم و ستم کے نشانہ بنتے رہے اور کبھی قید میں تو کبھی نظر بندی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ انھیں وجوہ سے آپ کے کمالات علمیہ کا کماحقّہ اظہار وانکشاف نہ ہو سکا۔ اِسی بناء پر آپ دُنیا میں اتنے دنوں بقیدِ حیات رہے ہی نہیں کہ آپ کے فضائل و مناقب اور علوم و حکم لوگوں پر ظاہر ہو سکیں مگر پھر بھی آپ نے مخالفینِ اسلام اور عظیم جاثلیقوں سے اہم مناظرے کئے اور علم و حکم کے دریا بہائے ہیں۔ آپ نے اپنی قلمی صلاحیّت کو محل افتخار میں اکثر ذکر فرمایا ہے اور آپ کا کہنا تھا کہ "ہم وہ ہیں جنھیں خدا نے صاحبِ قلم قرار دیا ہے"۔ آپ علم فضل، زہد و تقویٰ، عقل و عصمت، شجاعت و کرم، اعمال و عبادت میں افضل اہل زمانہ تھے اور اپنے آباؤ واجداد کی طرح تمام زبانوں سے واقف تھے۔ آپ ترکی رومی غرضکہ ہر زبان میں تکلّم کیا کرتے تھے۔ خدا نے ہر زبان سے بہرہ ور فرمایا تھا اور آپ علم رجال، علم حوادث میں کمال رکھتے تھے۔ عبداللہ ابن محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کو بھیڑیئے سے بات چیت کرتے ہوئے خود سُنا ہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ قرآن مجید کی تفسیر ہے جو کہ آپ کے نام سے موسُوم و مشہور ہے۔ یہ تفسیر علوم قرآنی اور حکمِ نبوی سے مملوک ہے۔ ایک دفعہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید

ترجمہ، نٓ۔ قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی قسم ﴿۱﴾ سورۃ القلم

میں تناقض ثابت کرے اور یہ بتادے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے، اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے۔ اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کر کے ایک کتاب "تناقض القرآن" لکھنا شروع کر دیا۔ امام حسن عسکریؑ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ سے اُس کے اس خبط کو دُور کرنے کا ارادہ فرمایا اور آپ نے اس خیال سے کہ اگر اس پر کوئی ایسا اعتراض کر دیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے اور مجبوراً اپنے ارادے سے باز آجائے۔ ایک دن اُس کا ایک شاگرد آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو "تناقض القرآن" لکھنے سے باز رکھ سکے، اُس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں اس کے سامنے لب کشائی کیسے کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کر سکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اُس تک پہنچادو مگر پہلے تم اس سے موانست پیدا کرو اور اس پر اعتبار جماؤ، جب وہ تم سے مانوس ہو جائے اور تمھاری بات توجّہ سے سُننے لگے تو اُس سے کہنا کہ مجھے ایک شُبہ پیدا ہو گیا ہے، آپ اِس کو دور فرمادیں۔ جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ "اِنَ اِتاکَ ھذا المتکلم بھذا القرآن ھل یجوزان یکون مرادہ بما تکلمہ منہ عن المعانی التی قد ظننتھا اِنکَ ذھبتھا الیھا"۔ اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمھارے پاس اِسے لائے تو کیا ہو سکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو، وہ تمھارے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمھارا یہ اعتراض سُنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے۔ فوراً کہے گا کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے۔ جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب "تناقض القرآن" لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہے ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو۔ ایسی صورت میں تمھاری محنّت ضائع اور برباد ہو جائے گی، کیونکہ تناقص تو جب ہو سکتا ہے کہ تمھارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصُود خداوندی

ترجمہ، یہ قرآن تو اہل عالم کے لئے نصیحت ہے ﴿۸۷﴾ اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا ﴿۸۸﴾

کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقض کہاں رہا؟ الغرض وہ شاگرد اسحاق کندی کے پاس گیا اور اس نے امام کے بتائے ہوئے اصُول پر اُس سے مذکورہ سوال کیا تو وہ حیران رہ گیا اور تھوڑی دیر کے لیے محوِ تفکّر ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکر وتدّبر ممکن ہے۔ اس نے شاگرد سے پوُچھا کہ یہ سوال تم سے کسی نے کہا تھا جس پر پہلے تو اُس نے کہا کہ اُس کے اپنی طرف سے ہے پھر سچ بتا دیا۔ جس پر اسحاق کندی بولا کہ سچ ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندانِ رسالت ہی سے برآمد ہو سکتی ہیں۔ پھر اس نے کتاب تناقص القرآن کا سارا مسودہ نذرِ آتش کر دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے مذہب میں اُن لوگوں کا شمار ہو گا جو اصول وفروع اور دیگر لوازم کے ساتھ ساتھ ان دس چیزوں کے قائل بلکہ ان پر عامل ہوں۔(۱)، شب وروز میں ۵۱ رکعت نماز پڑھنا۔(۲) سجدہ گاہ کربلا پر سجدہ کرنا۔(۳)، داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔(۴)، اذان واقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہنا۔(۵)، اذان واقامت میں حی علی خیر العمل کہنا۔(۶)، نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا۔(۷)، ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا۔(۸)، آفتاب کی زردی سے پہلے نماز عصر اور تاروں کے ڈوب جانے سے پہلے نمازِ صبح پڑھنا۔(۹)، سر اور ڈاڑھی میں وسمہ کا خضاب کرنا۔(۱۰)، نماز میّت میں پانچ تکبیر کہنا۔ امام علیہ السّلام کے پند ونصائح اور مواعظ میں سے مشتے نموُنہ از خروارے یہ ہیں۔(۱)، میں اپنے ماننے والوں کو وصیّت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں، دین کے بارے میں پرہیز گاری کو شعار بنالیں، خدا کے متعلّق پُوری سعی کریں اور اُس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں، سچ بولیں، امانتیں چاہے مومن کی ہوں یا کافر کی، ادا کریں اور اپنے سجدوں کو طول دیں، سوالات کے شیریں جواب دیں، تلاوت قرآن مجید کیا کریں، موت اور خدا کے ذکّر سے کبھی غافل نہ ہوں۔(۲)، دو بہترین

ترجمہ، اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۲۷﴾ سورۃ الزمر

عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔(۳)، اچھّوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔(۴)، تواضع ادر فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزُرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔(۵)، بِلا وجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔(۶)، پڑوسیوں کی نیکی کو چھُپانا اور بُرائیوں کو اُچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔(۷)، یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز روزے ادا کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے بارے میں سوچ بچار کرے۔(۸)، وہ شخص بدترین ہے جو دو مونہا اور دو زبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تو اپنی زبان سے خوش کردے اور جب وہ چلا جائے تو اُسے کھا جانے کی تدبیر سوچے۔ جب اُسے کچھ ملے تو یہ حَسد کرے اور جب اُس پر کوئی مصیبت آجائے تو قریب نہ پھٹکے۔(۹)، غصّہ ہر بُرائی کی کنجی ہے۔(۱۰)، حَسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا۔ (۱۱)، پرہیزگار وہ ہے کہ جو شب کے وقت توقف وتدبّر سے کام لے اور ہر امر میں محتاط رہے۔ (۱۲)، بہترین عبادت گذار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے۔(۱۳)، بہترین متقّی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقاً چھوڑدے۔(۱۴)، جو دُنیا میں بوؤ گے وُہی آخرت میں کاٹو گے۔(۱۵)، موت تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھا بوؤ گے تو اچھا کاٹو گے، بُرا بوؤ گے تو ندامت ہو گی۔(۱۶)، حرص اور لالچ سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا۔(۱۷)، ایک مومن دُوسرے مومن کے لیے برکت ہے۔(۱۸)، بیوقوف کا دل اُس کے مُنہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا مُنہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔(۱۹)، دُنیا کی تلاش میں کوئی فریضہ نہ گنوادینا۔(۲۰)، طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیر مدوح ہے۔(۲۱)، کوئی کتناہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑدے گا ذلیل تر ہو جائے گا۔(۲۲)،

ترجمہ، اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی۔ کہ خدا کا شکر کرو۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے تو خدا بھی بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے ﴿۱۲﴾ اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے ﴿۱۳﴾

معمولی آدمی کے ساتھ اگر حق ہو تو وہی بڑا ہے۔(۲۳)، جاہل کی دوستی مصیبت ہے۔(۲۴)، غمگیں کے سامنے ہنسنا بے آدبی اور بد عملی ہے۔(۲۵)، وہ چیز موت سے بدتر ہے جو تمھیں موت سے بہتر نظر آئے۔(۲۶)، وہ چیز زندگی سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تم زندگی کو بڑا سمجھو۔(۲۷)، جاہل کی دوستی اور اس کے ساتھ گزارا کرنا معجزہ کے مانند ہے۔(۲۸)، کسی کی پڑی ہوئی عادت کو چُھڑانا اعجاز کی حیثیّت رکھتا ہے۔(۲۹)، تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جاسکتا۔(۳۰)، اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو جسے وہ بُرا سمجھے۔(۳۱)، اپنے بھائی کی پوشیدہ نصیحت کرنی اس کی زینت کا سبب ہوتا ہے۔(۳۲)، کسی کی اعلانیہ نصیحت کرنا بُرائی کا پیش خیمہ ہے۔(۳۳)، ہر بلا اور مصیبت کے پسِ منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے۔(۳۴)، جو شخص دُنیا سے دل کا اندھا اُٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا (اور) دل کا اندھا ہونا ہماری مودّت سے غافل رہنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے "میرے پالنے والے ہم تو دُنیا میں بینا تھے، ہمیں یہاں اندھا کیوں اُٹھایا ہے"۔ جواب ملے گا" ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا"۔ لوگو!

ترجمہ، (لقمان نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں۔ خدا اُس کو قیامت کے دن لاموجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا باریک بین (اور) خبردار ہے ﴿۱٦﴾ بیٹا نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا امر اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا۔ بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ﴿۱۷﴾ اور (ازراہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔ کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا ﴿۱۸﴾ اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اُونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے ﴿۱۹﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو خدا نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن ﴿۲۰﴾ سورة لقمان

اللہ کی نعمت (اور) اللہ کی نشانیاں ہم آلِ محمدؐ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے شر و نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اولی میں سورۂ "ھل اتی" پڑھنا چاہیے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار مُنّہ خربوزہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کے چند عظیم اصحاب میں سے احمد بن اسحاق بھی تھے۔ ایک دن ان سے ملاقات کے لیے محمد بن ابی علاء ہمدانی اور یحییٰ بن محمد بن جریح بغداد گئے تو وہ اعمالِ ۹ ربیع الاوّل میں مصروف تھے اور انھوں نے بتایا کہ ابھی میں غسل عید سے فارغ ہوا ہوں اور امام علی نقیؑ سے روایت کی کہ ۹ ربیع الاوّل ہمارے لیے اور ہمارے دوستوں کے لیے یوم عید ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ابھی وہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ امام اور آپ کے گھر کے لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، خوشبُو لگائے ہوئے تھے اور امام نے فرمایا کہ آج ۹ ربیع الاوّل ہے، ہم اہلبیت اور ہمارے ماننے والوں کے لیے یومِ عید ہے اور آپ نے اس دن کے یومِ عید ہونے اور رسُولِ خدا اور امیر المومنین کے طرزِ عمل کی نشان دہی فرمائی۔

ایک دفعہ سامرہ میں جو قحط تین چار سالوں سے پڑا ہوا تھا اس میں مزید شدّت اختیار کرلی اور لوگوں کا یہ حال ہوا کہ مرنے کے قریب پہنچ گئے، بھُوک اور پیاس کی شدّت نے زندگی سے عاجز کردیا تو خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک سب لوگ باہر نماز استسقا پڑھیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر پھر بھی پانی نہ برسا تو چوتھے روز ایک نصاریٰ کی جماعت اپنے راہب کے ساتھ صحرا میں آئی اور راہب نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا تو بادل چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوگیا۔ اسیطرح راہب نے تین دن تک یہ کیا اور ہر دفعہ جب وہ ہاتھوں کا بلند

ترجمہ، بھلا جس شخص کو اس کے اعمال بد آراستہ کرکے دکھائے جائیں اور وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے)۔ بے شک خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ان لوگوں پر افسوس کرکے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے واقف ہے ﴿۸﴾

سورۃ فاطر

کرتا تو بادل چھا جاتا۔ یہ دیکھ کر جاہل مسلمانوں لوگوں کے دل اور ایمان شک میں پڑ گئے اور بعض مرتد ہو گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر خلیفہ نے امام حسن عسکری کو طلب کر کے کہا، اے ابو محمد اپنے جد کے کلمہ گویوں کی خبر لو گمراہی سے بچاؤ۔ امام نے فرمایا کہ راہب سے کہو کہ وہ میدان میں آکر دُعا باران پھر کریں، انشاءاللہ تعالیٰ میں لوگوں کے شکوک زائل کر دُوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دوسرے دن راہب اور لوگ پھر میدان میں دُعا کے لیے جمع ہوئے تو راہب نے دُعا کے لیے ہاتھوں کو بلند کیا تو پھر بادل آئے اور برسنے لگے تو امام نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز راہب کے ہاتھ میں ملے، لے لے۔ اُس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی تھی وہ اُس سے لے لیا تو امام نے راہب سے فرمایا کہ اب تو ہاتھ اُٹھا کر بارش کی دُعا کر، اُس نے اب جب ہاتھ اُٹھایا تو بجائے بارش ہونے کے مطلع صاف ہو گیا اور دُھوپ نکل آئی۔ لوگ حیران ہوئے تو خلیفہ نے امام حسن عسکری سے پُوچھا کہ اے ابو محمدّ یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مُدّعا میں کامیاب ہوتا رہا۔ کیونکہ نبی کی ہڈّی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیرِ آسمان کھل جائے گی، تو بارانِ رحمت ضرور نازل ہوگا۔ جس پر اُس ہڈّی کا امتحان کیا گیا تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ امام نے فرمایا تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں کے وہ شکوک زائل ہو گئے۔ امام نے اس ہڈّی کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا اور خود آپ نے نماز ادا کی اور دُعا فرمائی تو جب آپ نے دُعائے باران کی اور ابر آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں ملک کے لیے ہے اور وہ وہیں چلا گیا، اسی طرح کئی بار ہوا اور پھر یہاں پر امام کی دُعا سے خداوندِ عالم نے اتنی بارش کی کہ قحط جاتا رہا۔ روایت میں ہے کہ امام نے اس واقعہ سے پہلے کچھ اپنے قید خانہ کے ساتھیوں کی رہائی

ترجمہ، اور خدا ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو اُبھارتی ہیں پھر ہم ان کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں۔ پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مردوں کو جی اُٹھنا ہوگا ﴿۹﴾ جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں۔ اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا ﴿۱۰﴾ سورۃ فاطر

کا خلیفہ سے مطالبہ بھی فرمایا تھا جو کہ منظور ہو گیا تھا اور وہ لوگ بھی راہب والے واقعہ میں ہمراہ تھے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ خلفائے بنی عباسیہ خوب جانتے تھے کہ سلسلہ آلِ محمد کے وہ افراد جو رسُول اللہ کی صحیح جانشینی کے مصداق و حقدار ہو سکتے ہیں وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارھویں ہستی امام حسن عسکری علیہ السّلام کی ہے اور اُن کا فرزند وہ ہو سکتا ہے جس کے بارے میں رسُول اللہؐ کی پیشین گوئی ہے کہ اُس اُمّت کے بارہ امام ہونگے جن میں سے آخری امام مہدیؑ ہونگے۔ لہٰذا کوشش یہ تھی کہ ان کی زندگی کا دُنیا سے خاتمہ ہو جائے تاکہ ان کا جانشین دُنیا میں موجود نہ ہو، یہی سبب تھا کہ امام حسن عسکری کے لیے پہلے تو نظر بندی اور پھر گھر بار سے الگ قید تنہائی میں رکھا جاتا تھا۔ لیکن واقعہ قحط کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام کا چرچا تمام عالم میں پھیل گیا اور آپ تقریباً ایک سال باہر رہے۔ ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری میں بطن جنابِ نرگس خاتون سے قائم آلِ محمد حضرت امام مہدی علیہ السّلام کی ولادت باسعادت ہوئی، امام حسن عسکریؑ نے دُشمنوں کے خوف سے آپ کی ولادت کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور روایت کے مطابق ولادت کے بعد جبرئیلؑ اُٹھا کر لے گئے اور آپ تین سال کی عمر میں دیکھے گئے اور آپ نے حجۃ اللہ ہونے کا اظہار کیا۔ آپ کے وہ ماننے والے جن کے دِلوں میں آلِ محمدؐ کی مودت کمال کو پہنچی ہوئی تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ کسی صورت سے امام کی خدمت میں امام مہدیؑ کی ولادت کی مُبارکباد پیش کریں مگر امام کو زیادہ تر قید اور حراست میں رکھا جاتا تھا اور کسی کو اُن سے ملاقات کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ مگر واقعہِ قحط کے بعد موافق و مخالف سب ہی کا میلان اور رحجان

ترجمہ، ﴿ یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے ﴿۳۲﴾ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں ﴿۳۳﴾ سورۃ التوبۃ

آپ کی طرف ہونے لگااور جو لوگ زیارت کے مشتاق تھے اُنھوں نے آپ کی زیارت اور خفیہ تہنیّت ولادت پیش کی اور لوگوں نے مسائل وغیرہ دریافت کیئے۔٧٠ آدمی مدائن سے سامرہ پہنچے اور امام کی خدمت میں حاضر ہو کر تہنیّت گذار ہوئے، تو امام نے فرطِ مسّرت سے آنکھوں میں آنسو بھر کران کا استقبال کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام نے اپنی زندگی میں ہی امام مہدی علیہ السّلام کو تبرکات سپُرد فرمادیا تھا۔ آپ کی مختصر زندگی جو دَورِ امامت کے بعد تھی اس کا بیشتر حصّہ قید و بند ھن میں گزرا۔ یہ حالات دیکھتے ہوئے خلیفہ معتمد نے آپ پر نگرانی کے لیے بے شمار جاسُوس مقّرر کردیئے جس کی وجہ سے امام خاموشی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے اور ملکی معالات پر کوئی تبصرہ نہ کیا کرتے تھے اور صرف دینی امور سے بحث کرتے۔ مگر پھر بھی خلیفہ مطمئن نہ ہوا اور حسبِ عادت روک ٹوک شروع کردی اور خمس پر بندش لگادی اور خلیفہ معتمد نظر بندیوں سے مطمئن نہ ہوسکا تو اُس نے سنہ ٢٥٨ ہجری میں امام علیہ السّلام کو پھر ایک ایسے قید خانے میں مقید کیا جس میں رہ کر زندہ رہنے سے موت بہتر تھی۔ اس کے زمانہ میں قید کی سختی بہت بڑھ گئی تھی اور ایک ظام خدمت گار جس کا نام "نخریر" کو حکم تھا کہ آپ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی جائے جس کی وجہ سے تشدّد شروع کردیا گیا اور امام کو دن کی روشنی اور پانی کی فراوانی تک سے محروم کردیا تھا اور ایک دن آپ کو بھی درندوں سے پھڑوانے کے لیے ڈالا گیا مگر شیر اور دیگر درندوں نے پھاڑ کھانے کے بجائے

ترجمہ، تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے وہ ان کو ان کا پورا بدلا دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی عنایت کرے گا۔ اور جنھوں نے (بندوں ہونے سے) عار و انکار اور تکبر کیا ان کو تکلیف دینے والا عذاب دے گا۔ اور یہ لوگ خدا کے سوا اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے ﴿١٧٣﴾ لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس دلیل (روشن) آچکی ہے اور ہم نے (کفر اور ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو) تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے ﴿١٧٤﴾ پس جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل (کے بہشتوں) میں داخل کرے گا۔ اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا رستہ دکھائے گا ﴿١٧٥﴾ سورۃ النساء

امام کے قدموں پر سر رکھ دیا۔امام نے جانور کے درمیان مصلّیٰ بچھا کر نماز پڑھی۔اس واقعہ سے آپ کی فضیلت اور اُبھری اور لوگوں میں اس کرامت کا چرچا ہو گیا۔اب معتمد عباسی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ انھیں جلد سے جلد اس دارِفانی سے رخصت کر دے۔امام حسن عسکریؑ قید و بند کی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن اپنے خادم ابوالادیان سے ارشاد فرمایا کہ تم جب اپنے سفر مدائن سے ۱۵ یوم کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے شوروں وبکا کی آواز آتی ہو گی اور سنہ ۲۶۰ ہجری میں میرے ماننے والوں کے درمیان انقلابِ عظیم آئے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب ابوالادیان واپس آئے تو آپ کو شہید کر دیا گیا تھا۔الغرض خلیفہ معتمد عباسی نے بتاریخ یکم ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری میں زہر دلوا دیا اور آپ ۸ ربیع الاوّل کو جمعہ کے دن بوقت نمازِ صبح رحلت فرما گئے۔آپ کی رحلت کی خبر کا شہرت پانا تھا کہ ہر گھر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں، ہر دل میں اضطراب کی لہریں دوڑنے لگیں اور شور وبکا سے سامرہ کی گلیاں قیامت کا منظر پیش کرنے لگیں۔ غرضکہ نہایت تزک واحتشام اور ظاہری شان وشوکت کے ساتھ آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا اور معتمد کا حکم تھا کہ عیسٰی بن متوکل آپ کی نماز میّت پڑھائے تو جب وہ آگے بڑھا اور جنازے کے چہرے سے کفن سرکا کر لوگوں کو دیکھایا اور کہا کہ دیکھو یہ اپنی موت سے مرے ہیں یعنی انھیں کسی نے کچھ کھلایا نہیں ہے تو اس کے بعد جعفر تواب نے کوشش کی کہ وہ نماز پڑھائیں اور ابھی وہ تکبیرۃ الاحرام نہ کہنے پائے تھے کہ محمد بن حسن القائم المہدیؑ برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے چچا کو ہٹا کر نمازِ جنازہ پڑھائی۔اس کے بعد آپ کو امام علی نقیؑ ہی کے روضۂ مبارک مین دفن کر دیا گیا۔آپ کی خاندانی کرامت ہے کہ آپ کے روضہ پر طائر بیٹ نہیں کرتے۔آپ کی تدفین کے بعد امام مہدیؑ کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کے گھر کی تلاشی لی گئی اور عورتوں کو

ترجمہ، پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) خدا کو یاد کرو پھر جب خوف جاتا رہے تو (اس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے ﴿۱۰۳﴾ سورۃ النساء

گرفتار کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ امام مہدیؑ کو قتل کر دیا جائے تاکہ خاندانِ رسالتؐ کا خاتمہ ہو جائے اور ظالموں کے ظلم کا بدلا نہ لیا جا سکے، لیکن خداوندِ عالم نے اپنے وعدہ "واللہ متمہ نورہ" کے مطابق انھیں اس ظالم معتمد کے دسترس سے محفوظ کر دیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال کی تھی اور آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور وہ انشاءاللہ اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک ان کے ظہور فرمانے کا حکمِ خدا نہ آ جائے۔

(سامرا کی آبادی بہت ہی قدیمی ہے اور دُنیا کے قدیم ترین شہروں سے ایک شہر ہے، اسے سام بن نوح نے آباد کیا تھا (معجم البلدان)، اس کی اصل سام راہ تھی بعد میں سامرا ہو گیا۔ حضرت حجتہ علیہ السّلام کے غائب ہونے کا سرواب وہیں ایک مسجد کے کنارے واقع ہے جو کہ حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے مزار اقدس کے قریب ہے۔ سامرا کی آب و ہوا کی عمدگی کی وجہ سے خلیفہ معتصم نے فوجی کیمپ بنا کر آباد کیا تھا اور اسی کو دارالسلطنت بھی بنایا تھا۔ اس کی آبادی ۸ فرسخ لمبی تھی، اس نے اسے نہایت خوبصورت شہر بنا دیا تھا، اسی لیے ان کا نام سر من راہ رکھ دیا تھا یعنی وہ شہر جسے جو بھی دیکھے خوش ہو جائے۔ عسکر اسی کا ایک محلّہ ہے جس میں امام علی نقیؑ نظر بند تھے۔ بعد میں اُنھوں نے دلیل بن یعقوب نصرانی سے ایک مکان خرید لیا تھا جس میں اب بھی آپ کا مزار مقدّس واقع ہے۔ سامرا میں ہمیشہ غیر شیعہ آبادی رہی ہے اس لیے اب تک وہاں شیعہ آباد نہیں ہیں وہاں کے جملہ خدام بھی غیر شیعہ ہیں۔)

ترجمہ، اور آسمانوں اور زمین کے لشکر خدا ہی کے ہیں۔ اور خدا غالب (اور) حکمت والا ہے ﴿۷﴾ اور ہم نے (اے محمد ﷺ) تم کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے ﴿۸﴾ تاکہ (مسلمانو) تم لوگ خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو ﴿۹﴾ سورۃ الفتح

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/, https://www.minhajbooks.com/, https://www.valiasr-aj.com/

اہل بیت اطہار کی محبت کا مقام اور اس کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ خود خدا نے اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمایا:

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ. (الشوریٰ، 42: 23)

''فرما دیجئے: میں اس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر میری قرابت (اور اللہ کی قربت) سے محبت (چاہتا ہوں)''۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق حضور صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور (بظاہر) مال بھی کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق اور احسانات یاد کر کے حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر حضور سید عالم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ملی ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم خدام آستانہ یہ مال آپ کی خدمت نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ امید ہے آپ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں گے۔

اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی اور حضور صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

صاحب تفسیر کبیر حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الآية قيل يا رسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: علی وفاطمة وابناهما.

(قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ) ''جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ مصطفوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کر دی گئی ہے تو امام الانبیاء صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہم ہیں''۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون. ص: 166)

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں کہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **من مات علی حب آل محمد مات شهيدا.** ''جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی''۔

اور فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له**''. آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے''۔

اور مزید فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا**''. آگاہ ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا''۔

پھر کہا: **الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان**". خبردار ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا"۔

اور فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملك الموت بالجنة ثم منکر و نکیر**". آگاہ ہو جاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیلؑ (موت کے فرشتے) اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے"۔

پھر ارشاد فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجھا**". آگاہ ہو جاؤ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو اس کا شوہر گھر لے جاتا ہے"۔

اور فرمایا: **الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبرہ بابان الی الجنة**". خبردار ہو جاؤ۔ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے"۔

(تفسیر کبیر الجزء السابع والعشرون ص166۔165 تفسیر کشاف، ج3، ص467)

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کی ظاہر و پوشیدہ نادار لوگوں پر خوب خرچ کر کے ان کی قربت حاصل کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک نادار آدمی کو خفیہ طور پر بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اہل بیت کی تعظیم کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت امام محمد مہدی علیہ السّلام

امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السّلام سلسلۂ عصمتِ محمدّیہ کی چودھویں اور سلسلۂ امامت علویہ کی بارھویں کڑی ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام اور والدہ ماجدہ جنابِ نرجس خاتون تھیں (نرجس ایک یمنی بُوٹی کو کہتے ہیں جس کے پھُول کی شعراء آنکھوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہ لفظ فارسی میں نرگس سے تشبیہ دیا جاتاہے)۔ جناب نرجس خاتونؒ کا ایک نام "ملیکہ" بھی تھا، نرجس خاتون یشوعا کی بیٹی تھیں، جو روم کے بادشاہ "قیصر" کے فرزند تھے جن کا سلسلۂ نسب وصی حضرت عیسٰیؑ جناب شمعون تک منتہی ہوتاہے۔ آپ کے بطنِ مبارک سے نورِ خدا کا ظہور امام مہدیؑ کی ولادتِ باسعادت ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری یوم جمعہ بوقت طُلوع فجر سامرہ میں واقع ہوئی ہے۔ جیسا کہ بعض علماء کا کہنا آپ شب برات کے اختتام پر بوقتِ صبح صادق عالمِ ظہور وشہود میں تشریف لائے ہیں۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کی پھُوپھی حکیمہ خاتون کا بیان ہے کہ انہوں نے جناب نرجس خاتونؒ میں کچھ بھی حمل کے آثار نہیں پائے تھے جس پر امام حسن عسکریؑ نے کہا جنابِ نرجس خاتون کی مثال مادرِ موسیٰؑ جیسی ہے جس طرح حضرت موسیٰؑ کا حمل ولادت کے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔ رات کو جب گھر کے تمام لوگ نماز تہجد پڑھتے رہے تھے تو امام حسن عسکریؑ نے اپنے حجرہ سے اپنی پھُوپھی کو آواز دی کہ ظہور کا وقت قریب ہے جس پر جناب حکیمہؒ خاتون جناب نرجسؒ کے پاس گئی اور سورۂ قُل ھُو اللہ، اِنّا اَنزلنا، واٰیتہ الکرُسی پڑھ کر دم کیا تو ان کو محسوس ہوا کہ بطنِ مادر میں وہی کچھ بچہّ بھی پڑھتا تھا، جس کے بعد تمام حجرہ روشن ومنوّر ہو گیا اور ایک مولود پیدا ہوا اور نہلانے دھلانے کے

ترجمہ، جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے رستے دکھاتاہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا اور ان کو سیدھے رستہ پر چلاتاہے ﴿۱٦﴾

سورۃ المائدۃ

کاموں سے وہ بالکل مستغنی تھا اور اُس نے پہلے زمین پر سجدہ کیا۔ امام حسن عسکریؑ نے پھُوپھی سے کہا کہ بچّہ کو میرے پاس لائیں پھر آپ نے اپنی زبان بچّے کے مُنہ میں دے دی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور کہا کہ اے فرزند! خدا کے حکم سے کچھ بات کرو، بچّے نے اس آیت کی تلاوت کی "ترجمہ، ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو زمین پر کمزور کردیئے گئے ہیں اور ان کو امام بنائیں اور انھیں کو روئے زمین کا وارث قرار دیں"۔ اس کے بعد کچھ طائروں نے آکر گھیر لیا، تو امام حسن عسکریؑ نے ان میں سے ایک سے کہا کہ اس کو لے جا کر اس کی حفاظت کرو، یہاں تک کہ خدا اس کے بارے میں کوئی حکم دے، کیونکہ خدا اپنے حکم کو پورا کرکے رہے گا۔ آپ کی پھُوپھی نے دریافت کیا کہ یہ طائر کون تھے؟ جس پر آپ نے فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ تھے، اور دوسرے فرشتگان رحمت تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد مہدیؑ کی پرورش کا کام جنابِ جبرئیلؑ کے سُپرد تھا اور ظاہر اً جو بچّہ ولادت کے وقت کلام کرچکا ہو اور جس کی پرورش جبرئیل جیسے مقرب فرشتہ کے سپُرد ہو وہ یقیناً دُنیا میں چند دن گزارنے کے بعد بہر صورت اس صلاحیّت کا مالک ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے حجت اللہ ہونے کا دعویٰ کرسکے۔ روایت کے مطابق احمد ابنِ اسحاق اور سعد الاشقری نے امام حسن عسکری سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد حجت اللہ فی الارض کون ہوگا؟ جس پر امام حسن عسکریؑ اندر گئے اور ایک نہایت ہی خوب صورت تین سال کے بچّے کو ساتھ لائے اور فرمایا کہ اے احمد! میرے بعد حجت خدا یہ ہوگا، اس کا نام محمد اور اس کی کنیت ابوالقاسم ہے، یہ (نبی) خضر کی طرح زندہ رہے گا اور ذوالقرنین کی طرح ساری دُنیا پر حکومت کرے گا۔

ترجمہ، لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس دلیل (روشن) آچکی ہے اور ہم نے (کفر اور ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو) تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے ﴿١٧٤﴾ پس جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل (کے بہشتوں) میں داخل کرے گا۔ اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا رستہ دکھائے گا ﴿١٧٥﴾

سورۃ النساء

احمد ابنِ اسحاق نے کہا کہ مولا! کوئی ایسی علامت بتادیجئے جس سے دل کو اطمینان کامل ہو جائے۔ آپ نے امام مہدی کی طرف متوّجہ ہو کر فرمایا، بیٹا! اس کو تم جواب دو، امام مہدیؑ نے کمسنی کے باوجود بزبانِ فصیح فرمایا "اناحجۃ اللہ وانا بقیۃ اللہ "یعنی میں ہی خدا کی حجت اور حکمِ خدا سے باقی رہنے والا ہوں، ایک وہ دن آئے گا جس میں دُشمنانِ خدا سے بدلہ لوں گا، یہ سُن کر احمد خوش و مسُرور اور مطمئن ہوگئے۔ روایت کے مطابق امام محمد مہدی پیدائش سے مختوں اور ناف بریدہ تھے اور آپ کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی" جاءالحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوتا "یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے قابل تھا۔ آپ کی ولادت کو چھپایا گیا تاکہ بادشاہِ وقت معتز باللہ کو پتہ نہ لگے جو کہ پوری طاقت سے آپ کی تلاش میں تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ حجت کو قتل کر کے نسلِ رسالت کا خاتمہ کردے اور اِسی کے دور میں امام علی نقیؑ کو زہر دیا گیا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ دور معتمد بن متوکل کا تھا جس نے امام حسن عسکریؑ کو مدّتوں قید رکھنے کے بعد ۲۸ سال کی عمر میں ۸ ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری میں زہر سے شہید کیا تو امام مہدی نے اپنے والد کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی تو بہت سے لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا۔ کیونکہ امام حسن عسکریؑ نے اولاد میں صرف امام مہدیؑ کو چھوڑا تھا اس لیے خلیفہ معتمد بن متوکل امام مہدی کو بھی قتل کرنے کے درپے تھا۔

امام محمد مہدی علیہ السّلام کا پدری نسب نامہ یہ ہے۔ محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی ابن موسیٰ ابنِ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و فاطمہ بنتِ رسُول اللہ ﷺ، یعنی آپ فرزندِ رسُول، دلبند علی اور نورِ نظر بتولؑ ہیں۔ اہلسنت کے امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اس

ترجمہ، اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزماں) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الٰہی) میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے ﴿۱۵﴾ سورۃ المائدۃ

سلسلۂ نسب کے اسماء کو اگر کسی مجنون پر دم کر دیا جائے تو اُسے یقیناً شفاء حاصل ہو گی (مسند امام رضا، صفحہ ۷)۔ امام مہدیؑ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلمِ زمانہ اور افضل کائنات ہیں۔ آپ بچپن ہی میں علم و حکمت سے بھرپُور تھے۔ آپ کو پانچ سال کی عمر میں ویسی ہی حکمت دے دی گئی تھی، جیسی حضرت یحییٰؑ کو ملی تھی اور آپ بطنِ مادر میں اُسی طرح اِمام قرار دیئے گئے تھے، جس طرح حضرت عیسٰیؑ نبی قرار پائے تھے۔ آپ کے متعلق حضرت رسُول کریم ﷺ نے بے شمار پیشین گوئیاں فرمائی ہیں اور اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ حضورؐ کی عترت اور حضرت فاطمہ الزہراؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ امام مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں ہو گا اور حضرت عیسٰیؑ اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے (صحیح بخاری پ ۱۴، صفحہ ۳۹۹، صحیح مسلم جلد ۲، صفحہ ۹۵، صحیح ترمذی، صفحہ ۲۷۰، صحیح ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۱۰، صحیح ابنِ ماجہ صفحہ ۲۰۴، و صفحہ ۳۰۹، و جامع صغیر صفحہ ۱۳۴ و کنوز الحقائق صفحہ ۹۰)۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے امام مہدی میرے خلیفہ کی حیثیّت سے ظہور کریں گے اور "یختم الدین بہ کما فتح بناء"۔ جس طرح میرے ذریعہ ہے دینِ اسلام کا آغاز ہوا۔ اسی طرح اُن کے ذریعہ سے مہرِ اختتام لگادی جائے گی۔ آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ امام مہدی کا اصل نام میرے نام کی طرح "محمد" اور کنیت میری کنیت کی طرح "ابوالقاسم" ہو گی، وہ جب ظہور کریں گے تو ساری دُنیا کو عدل و انصاف سے اُسی طرح پُر کر دیں گے، جس طرح وہ اس وقت ظلم و جور سے بھری ہو گی، (جامع صغیر صفحہ ۱۰۴، و مستدرک امام حاکم صفحہ ۴۲۲، ۴۱۵)۔ اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۸ میں ہے کہ آپ انبیاء سے بہتر ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ قریش سے ہونگے اور شکل و شباہت، خلق و

ترجمہ، جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو بشارت ہو (کہ آج تمہارے لئے) باغ ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۲﴾

سورۃ الحدید

خلق شمائل وخصائل، اقوال وافعال میں میرے مشابہہ ہوں گے۔ جب آخری زمانہ میں جب دُنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی تو میری اولاد میں سے مہدی کا ظہور ہو گا جو ظلم وجور کو دُور کر کے دُنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، شرک وکفر کو دُنیا سے نابود کر دے گا۔ حضرت عیسٰی آسمان سے اُتر کر اُس کی نصرت کریں گے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

حضرت امام مہدی علیہ السّلام میں بہت سے انبیاء کے حالات وکیفیات نظر آتے ہیں اور جن واقعات سے مختلف انبیاء کو دوچار ہونے پڑا، وہ تمام واقعات آپ کی ذات میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے لیے حضرت نوحؑ، حضرت خضرؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ایوّبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے حالات پر غور کیجئیے تو امام مہدی علیہ السّلام کو حضرت نوحؑ کی طویل زندگی نصیب ہوئی، حضرت ابراہیمؑ کی طرح آپ کی ولادت چھپائی گئی اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر روپوش ہونا پڑا۔ حضرت موسیٰؑ کی طرح حجت کے زمین سے اُٹھ جانے کا خوف لاحق ہوا اور اُن کی ولادت کی طرح آپ کی ولادت بھی پوشیدہ رکھی گئی اور ان کے ماننے والوں کی طرح آپ کے ماننے والوں کو بھی غیبت میں ستایا گیا۔ حضرت عیسٰیؑ کی طرح آپ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ حضرت ایوّبؑ کی طرح تمام امتحانات کے بعد آپ کو فرج وکشائش نصیب ہو گی۔ حضرت یوسفؑ کی طرح عوام اور خواص سے آپ کی غیبت ہو گی۔ حضرت یونسؑ کی طرح غیبت کے بعد آپ کا ظہور ہو گا، یعنی جس طرح وہ اپنی قوم میں غائب ہو کر بڑھاپے کے باوجود نوجوان تھے، اُسی طرح آپ کا جب ظہور ہو گا تو آپ چالیس سالہ

ترجمہ، اسی نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے ﴿۱۳﴾ سورۃ الشوریٰ

جوان ہوں گے اور حضرت محمد مصطفیؐ کی طرح آپ صاحب السیف ہوں گے۔امام مہدیؑ کا نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نام پر "محمد" اور کنیت "ابو قاسم" اپنی کنیت پر تجویز کیا تھا۔آپ کی مشہور کنیت "عبداللہ" اور مشہور القاب "مہدی، حجتہ اللہ، خلف الصالح، صاحب و العصر، صاحب والامر، والزمان القائم، الباقی اور المنتظر" بھی ہیں۔ المنتظر یعنی جس کا انتظار کیا جائے اس لیے کہ وہ غیبت میں ہیں اور آپ کے مخلصین اس وجہ سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ علماء کا کہنا ہے کہ آپ کا نام زبان پر جاری کرنے کی ممانعت ہے۔آپ کے حُلیہ کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا رنگ گندم گون، قد میانہ، پیشانی کھلی، ناک باریک اور بلند، آنکھیں بڑی، دانت چمکدار اور کھلے ہوئے، ابرو گھنے اور باہم پیوستہ، زُلفیں کندھوں تک، کندھے کھلے ہوئے، سینہ چوڑا، اور آپ کا چہرہ نہایت نورانی ہے۔آپ کے داہنے رخسار پر ایک تل جو ستارہ کی مانند چمکتا ہے اور پُشت پر اسی طرح مہرِ اِمامت ثبت ہے جس طرح پشتِ رسالت مآبؐ پر مہرِ نبوّت ثبت تھی۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام نے ۸ ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری یعنی اپنی شہادت سے پہلے ہی امام مہدیؑ کو جملہ تبرکات جس میں وہ قرآن جو حضرت امام علیؑ نے ترتیب نزول پر سرور کائنات کی زندگی میں مرتّب کیا تھا جو کہ صرف ترتیب نزول کے لحاظ سے جو اس وقت قرآن رائج تھا اس سے مختلف تھا، امام مہدیؑ کے سُپرد کیا اور اہم اسمِ اعظم وغیرہ تعلیم کر دیا تھا۔ حضرت امام علی علیہ السّلام نے یہ قرآن اپنے عہدِ خلافت میں بھی اس لیے رائج نہ کیا تھا کہ اسلام میں دو قرآن رواج پا جائیں گے اور اسلام میں تفرقہ پڑ جائے گا۔۸ ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری میں امام حسن عسکریؑ کی شہادت ہوئی اور اسی سن میں حضرت نرجس خاتونؒ کا انتقال ہوا ہے اور اسی سن میں حضرت نے غیبت اختیار فرمائی تھی۔۹ ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری سے

ترجمہ، اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے ﴿۷۰﴾ سورۃ الزمر

حضرت حجّت کی ظاہری امامت کا آغاز ہوا اس وجہ سے ہم ۹ ربیع الاوّل کو خوشی مناتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عمر بن سعد جو عبید اللہ ابنِ زیاد کا واقعہ کربلا میں سپہ سالار تھا اور بدست مختار آلِ محمد قتل ہوا جس کے قتل کے بعد آلِ محمدؐ نے پُورے طور پر خوشی منائی۔ الغرض بادشاہِ وقت خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی جو اپنے آباؤ اجدا کی طرح ظلم و ستم کا خوگر اور آلِ محمدؐ کا جانی دُشمن تھا اور وہ حضرت سرورِ کائناتؐ کی پیشین گوئی سے خائف تھا کہ آخری زمانہ میں میرا ایک فرزند جس کا نام مہدی ہوگا (جو) کائنات عالم کے انقلاب کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ فرزند امام حسن عسکریؑ کی اولاد سے ہی ہوگا لہٰذا خلیفہ معتمد نے امام مہدیؑ کی تلاش اور آپ کو قتل کی پوری کوشش کی۔ اُس کے کانوں میں آپ کی ولادت کی بھنک تو پہلے ہی سے تھی جس کہ لیے اس نے امام حسن عسکری کی زندگی ہی میں آپ کے گھر کی تلاشی لی تھی اور آپ کی تمام بیبیوں کو گرفتار بھی کرایا تھا اور فرعون کی طرح حکم دیا کہ اس امر کی تحقیق کی جائے کہ آیا کوئی ان میں حاملہ تو نہیں ہے اور اگر کوئی حاملہ ہے تو اُس کا حمل ضائع کر دیا جائے۔ لیکن چونکہ وہ بحکمِ خدا ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۲۸۹ ہجری کو سرداب میں جاکر غائب ہو چکے تھے اس لیے وہ اُسے دستیاب نہ ہو سکے تھے، مگر امام حسن عسکریؑ کی شہادت اور تکفین و تدفین کے بعد جب پھر معتمد خلیفہ عباسی نے آپ کے قتل کرنے کے لیے آدمی بھیجے تو آپ سرداب "سر من رائے" میں غائب ہو گئے۔ بعض اکابر علماء اہل سنّت بھی اس امر میں شیعوں کے ہم زبان ہیں اور ایسا ہی لکھا ہے کہ جو لوگ ان حضرت کے طول عمر میں تعجّب کر کے انکار کرتے ہیں، اُن کو یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے جس نے حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسٰیؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا، تمام اہلِ اسلام نے حضرت خضرؑ کو اب تک زندہ مانا ہوا ہے، حضرت ادریسؑ بہشت میں اور حضرت عیسٰیؑ آسمان پر اب تک زندہ مانے جاتے ہیں تو اگر خدائے تعالٰی نے

ترجمہ، یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے ﴿۳۲﴾ سورۃ التوبۃ

آلِ محمدؐ میں سے ایک شخص کو طولِ عمر عنایت کیا تو تعجّب کیا ہے؟ حالانکہ اہلِ اسلام کو دجال کے موجود ہونے اور قریب قیامت آنے پر بھی یقین ہے تو اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث کے مطابق امام مہدیؑ پر یقین نہ ہو تو پھر اس کو اپنے مسلمان ہونے پر غور کرنا چاہیے۔ کتاب شواہد النبوت کے صفحہ ۶۸ میں ہے کہ خاندان نبوّت کے گیارھویں امام حسن عسکریؑ سنہ ۲۶۰ میں زہر سے شہید کر دیئے گئے تھے، اُن کے وفات پر ان کے صاحبزادے محمد ملقب بہ مہدی شیعوں کے آخری امام ہوئے، (جس کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی کی ولادت اس وقت ہو چکی تھی اور اب حضورؐ کی پیشین گوئی کے مطابق قیامت سے پہلے آپ کو آنا ہے تو یقیناوہ زندہیں اور قیامت سے پہلے ظہور کریں گے)۔ ایک جگہ مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ خاندانِ رسالت کے اِن اماموں کے حالات نہایت دردناک ہیں، ظالم متوکل نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے والدِ ماجد امام علی نقیؑ کو مدینہ سے پکڑوایا اور سامرہ بلایا تھا، اور وہاں اُن کی وفات تک اُن کو نظر بند رکھا تھا (پھر زہر سے ہلاک کر دیا تھا)۔ اِسی طرح متوکل کے جانشینوں نے بدگمانی اور حسد کے مارے حضرت امام حسن عسکریؑ کو قید رکھا تھا، اُن کے کمسن صاحبزادے محمد المہدی جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی، خوف کے مارے اپنے گھر کے قریب ایک غار میں چھپ گئے اور غائب ہو گئے۔ اسی طرح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ جس غار میں امام مہدیؑ کی غیبت بتائی جاتی ہے، اُسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے (نورالابصار، جلد۱، صفحہ ۱۵۲)۔ علاّمہ ابنِ حجر مکّی بھی فرماتے ہیں کہ امام مہدیؑ سرداب میں غائب ہوئے ہیں، پھر معلوم نہیں

ترجمہ، مومنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تم کو باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہو گا۔ اور وہ خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف کرنا۔ بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۸﴾

سورة التحريم

کہاں تشریف لے گئے (صواعق محرقہ، صفحہ ۱۲۴)۔ (حضرت حجتہ علیہ السّلام کے غائب ہونے کا سرواب وہیں ایک مسجد کے کنارے واقع ہے جو کہ حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے مزار اقدس کے قریب ہے۔ سامرا کی آبادی بہت ہی قدیمی ہے اور دُنیا کے قدیم ترین شہروں سے ایک شہر ہے، اسے سام بن نوح نے آباد کیا تھا (معجم البلدان)، اس کی اصل سام راہ تھی بعد میں سامرا ہو گیا)۔ جمہور علماء اسلام امام مہدی علیہ السّلام کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس میں شیعہ اور سُنی کا سوال نہیں پیدا ہوتا، ہر فرمہ کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں۔ اکثر علماء اہل سنّت کی کتابوں اور اقوال میں ان کے زندہ و باقی رہنا اور طویل عمر اور دوبارہ ظہور ہونا کا واضح بیان موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے موجود ہونے اور آپ کے طول عمر نیز آپ کے ظہور و شہود اور ظہور کے بعد سارے دین کو ایک کر دینے کے متعلق ۹۴ آیتیں قرآن میں موجود ہیں جن میں سے اکثر دونوں فریق نے تسلیم کیا ہے۔ آپ کی غیبت کے متعلق "الم، ذلک الکتب ۔۔۔۔۔" ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان بالغیب سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے۔ نیک بخت ہیں وہ لوگ جو اُن کی محبت پر قائم رہیں گے (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۷۰، طبع بمبیٔ)۔ آپ کے موجود اور باقی ہونے کے متعلق "جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" ہے۔ ابراہیمؑ کی نسل میں کلمہ باقیہ کو قرار دیا ہے جو باقی اور زندہ رہے گا اس کلمہ باقیہ سے امام مہدیؑ کا باقی رہنا مراد ہے اور وہی آلِ محمدؐ میں باقی ہیں (تفسیر حسینی علاّمہ حسین واعظ کاشفی، صفحہ ۲۲۶) آپ کے ظہور اور غلبہ کے متعلق "لیظھرہ علی الدین کلّہ" جب امام مہدیؑ بحکمِ خدا ظہور فرمائیں گے تو تمام دینوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے، یعنی دُنیا میں سوا، ایک دینِ اسلام کے کوئی اور دین نہ ہو گا (نور الابصار، صفحہ ۱۵۳، طبع مصر)۔ حضرت داؤدؑ کی زبُور کی آیت نمبر ۴،

ترجمہ، اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور (اور) گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی ﴿٦٩﴾

سورۃ الزمر

مرموز ۷۹ میں ہے کہ آخری زمانہ میں جو انصاف کا مجسّمہ انسان آئے گا، اُس کے سَر پر ابر سایہ فگن ہوگا۔ کتاب صفیائے پیغمبر کے فصل ۳ آیت ۹ میں ہے کہ آخری زمانے میں تمام دُنیا موّحد ہو جائے گی۔ کتاب زبوُر مرموز ۱۲۰ میں ہے، جو آخرالزمان آئے گا، اُس پر آفتاب اثر انداز نہ ہوگا۔ صحیفہ شعیا پیغمبر کے فصل نمبر ۱۱ میں ہے کہ جب نورُ خدا ظہور کرے گا تو عدل وانصاف کا ڈنکا بجے گا۔ شیر اور بکری ایک جگہ رہیں گے، چیتا اور بزغالہ ایک ساتھ چریں گے، شیر اور گوسالہ ایک ساتھ رہیں گے، گوسالہ اور مرُغ ایک ساتھ ہوں گے، شیر اور گائے میں دوستی ہوگی، طفلِ شیر خوار سانپ کے بِل میں ہاتھ ڈالے گا اور وہ کاٹے گا نہیں۔ پھر اسی صفحہ کے فصل ۲۷ میں ہے کہ یہ نوُرِ خدا جب ظاہر ہوگا تو تلوار کے ذریعہ سے تمام دُشمنوں سے بدلہ لے گا صحیفہ تنجاس حرفِ الف میں ہے کہ ظہور کے بعد ساری دُنیا کے بُت مٹادیئے جائیں گے، ظالم اور منافق ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہ ظہور کرنے والا کنیز خدا (نرجس) کا بیٹا ہوگا۔ توریت کے سفر انبیاء میں ہے کہ مہدی ظہور کریں گے۔ عیسیٰؑ آسمان سے اُتریں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ انجیل میں ہے کہ مہدی اور عیسیٰ، دجال اور شیطان کو قتل کریں گے۔ اسی طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسینؑ اور ظہور مہدی علیہ السّلام کا اشارہ ہے۔ انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے نمبر ۲ میں موجود ہے (کتاب الوسائل صفحہ ۱۲۹، طبع بمبئ سنہ ۱۳۳۹ ہجری)۔ (۱)، علاّمہ محمد بن طلحہ شافعی کتاب امطالب السّول میں فرماتے ہیں کہ امام مہدیؑ سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (۲)، علاّمہ علی بن محمد بن صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ میں ہے کہ امام حسن عسکریؑ گیارھویں امام نے اپنے بیٹے امام مہدیؑ کی ولادت بادشاہِ وقت کے خوف سے پوشیدہ رکھی۔ (۳)، علاّمہ شیخ عبداللہ بن احمد خشاب کی کتاب تاریخ موالید

ترجمہ، تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں (اور نہ مانیں) تو وہ (تمھارے) مخالف ہیں اور ان کے مقابلے میں تمھیں خدا کافی ہے۔ اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿۱۳۷﴾ سورۃ البقرۃ

میں ہے کہ امام مہدیؑ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ آخری زمانہ میں ظہور و خروج کریں گے۔ (۴)، علاّمہ محی الدّین ابنِ عربی حنبلی کی کتاب فتوحات میں سے کہ جب دُنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو امام مہدیؑ ظہور کریں گے۔ (۵)، علاّمہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت و الجواہر میں ہے کہ امام مہدیؑ ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ اب اس وقت یعنی سنہ ۹۵۸ ہجری میں اُن کی عمر ۷۰۶ سال کی ہے، یہی مضمون علاّمہ بدخشانی کی کتاب مفتاح النجاۃ میں بھی ہے۔ (۶)، علاّمہ عبدالرحمٰن جامی حنفی کی کتاب شواہد النبوت میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں اور اُن کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ وہ امام حسن عسکریؑ کی موجودگی میں غائب ہوگئے ہیں۔ اسی کتاب میں ولادت کا پورُا واقعہ حکیمہ خاتون کی زبانی مندرج ہے۔ (۷)، علاّمہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کی کتاب مناقب الائمہ میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ امام حسن عسکری نے اُن کے کان میں اذان و اقامت کہی ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اُس مالک کے سُپرد ہوگئے۔ جن کے پاس حضرت موسیٰؑ بچپن میں تھے۔ (۸)، علاّمہ جمال الدّین محدّث کی کتاب روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام مہدیؑ ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور زمانہ معتمد عباسی میں بمقام "سر من رائے" از نظر برایا غائب شد۔ لوگوں کی نظر سے سرداب میں غائب ہوگئے۔ (۹)، علاّمہ عبدالرحمٰن صوفی کی کتاب مراۃ الاسرار میں ہے کہ آپ بطن نرجس سے ۱۵ شعبان سنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (۱۰)، علاّمہ شہاب الدّین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج کی کتاب ہدایتہ السعدا میں ہے کہ خلافت رسُول حضرت علی کے واسطے امام مہدی تک پہنچی، آپ ہی

ترجمہ، (مسلمانو) کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری، اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں، ان پر، اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں، ان پر (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں ﴿۱۳۶﴾

آخری امام ہیں۔ (۱۱)، علاّمہ نصر بن علی جھمنی کی کتاب موالید ائمہ میں ہے کہ امام مہدیؑ نرجس خاتونؓ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ (۱۲)، علاّمہ ملا علی قاری کی کتاب مرقات شرح مشکوۃ میں ہے کہ امام مہدی بارہویں امام ہیں۔ شیعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہلِ سنّت اہلبیتؑ کے دُشمن ہیں۔ (۱۳)، علاّمہ جواد ساباطی کی کتاب براہین ساباطیہ میں ہے کہ امام مہدی اولاد فاطمہ سے ہیں، وہ بقولے سنہ ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہو کر ایک عرصہ کے بعد غائب ہو گئے ہیں۔ (۱۴)، علاّمہ شیخ حسن عراقی جن کی تعریف کتاب الواقع میں ہے کہ اُنھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے۔ (۱۵)، علاّمہ علی خواص جن کے متعلق شعرانی نے الیواقیت میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے۔ (۱۶)، علاّمہ شیخ سعد الدّین کا کہنا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو کر غائب ہو گئے ہیں اور وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ کتاب مقصدِ اقصیٰ میں ہے۔ (۱۷) علاّمہ علی اکبر ابن سعد اللہ کی کتاب مکاشفات میں ہے کہ آپ پیدا ہو کر قطب ہو گئے ہیں۔ (۱۸)، علاّمہ احمد بلاذری احادیث لکھتے ہیں کہ آپ پیدا ہو کر محجوب ہو گئے ہیں۔ (۱۹)، علاّمہ شاہ ولی اللہ محدّث دھلوی کے رسالہ نوادر میں ہے، محمد بن حسن (المہدی) کے بارے میں شیعوں کا کہنا دُرست ہے۔ (۲۰)، علاّمہ شمس الدّین جزری نے بحوالہ مسلسلات بلاذری اعتراف کیا ہے۔ (۲۱)، علاّمہ علاء الدولہ احمد سمنانی صاحب تاریخ خمین دراحوالی النفس نفیس اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدیؑ غیبت کے بعد ابدال پھر قطب ہو گئے۔ (۲۲)، علاّمہ نورُ اللہ بحوالہ کتاب بیان الاحسان لکھتے ہیں کہ امام مہدیؑ تکمیل صفات کے لیے غائب ہوئے ہیں۔ (۲۳)، علاّمہ ذہبی اپنی تاریخ

ترجمہ، یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہیں ہیں) ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے خدا نے گفتگو فرمائی اور بعض کے (دوسرے امور میں) مرتبے بلند کئے۔ اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں عطا کیں اور روح القدس سے ان کو مدد دی۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان سے پچھلے لوگ اپنے پاس کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے بعض تو ایمان لے آئے اور بعض کافر ہی رہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ وقتال نہ کرتے۔ لیکن خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۲۵۳﴾ سورۃ البقرۃ

اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام مہدیؑ سنہ ۲۵۶ ہجری میں پیدا ہو کر معدوم ہو گئے ہیں۔ (۲۴)، علاّمہ ابن حجر مکّی کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ امام مہدی المنتظر پیدا ہو کر سرداب میں غائب ہو گئے ہیں۔ (۲۵)، علاّمہ عصر کتاب وفیات الاعیان کی جلد ۲، صفحہ ۴۵۱ میں ہے کہ امام مہدیؑ کی عمر امام حسن عسکری کی وفات کے وقت ۵ سال کی تھی وہ سرداب میں غائب ہو کر پھر واپس نہیں ہوئے۔ (۲۶)، علاّمہ سبط ابنِ جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامہ کے صفحہ ۲۰۴ میں ہے کہ آپ کا لقب القائم، المنتظر، الباقی ہے۔ (۲۷)، علاّمہ عبیداللہ امر تسری کی کتاب ارجح المطاب کے صفحہ ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان مرقوم ہے کہ آپ اُسی طرح زندہ و باقی ہیں جس طرح عیسٰیؑ، خضرؑ، الیاسؑ وغیرہ ہم میں زندہ اور باقی ہیں۔ (۲۸)، علاّمہ فاضل روز بہان کی ابطال الباطل میں ہے کہ امام مہدیؑ قائم و منتظر ہیں وہ آفتاب کی مانند ظاہر ہو کر دُنیا کی تاریکی، کفر زائل کر دیں گے۔ (۲۹)، علاّمہ علی متّقی کی کتاب کنزالعمال کی جلد ۷ کے صفحہ ۱۱۴ میں ہے کہ آپ غائب ہیں ظہور کر کے ۹ سال حکومت کریں گے۔ (۳۰)، علاّمہ جلال الدّین سیوطی کی کتاب در منشور جلد ۳، صفحہ ۲۳ میں ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے بعد عیسٰیؑ نازل ہوں گے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح علاّمہ شیخ سلیمان تمندوزی نے کتاب ینابیع المودۃ صفحہ ۳۹۳ میں، علاّمہ ابنِ خشاب نے کتاب موالید اہلِ بیت میں، علاّمہ شبلنجی نے نور الابصار کے صفحہ ۱۵۶ طبع مصر سنہ ۱۳۲۲ ہجری میں بحوالا کتاب البیان میں لکھا ہے کہ امام مہدیؑ غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اور باقی ہیں اور اُن کے وجود کے باقی، اور زندہ ہونے میں کوئی شُبہ نہیں، وہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسٰیؑ، حضرت خضرؑ، اور حضرت الیاسؑ وغیرہ ہم میں زندہ اور باقی ہیں۔ ان اللہ والوں کے علاوہ دجال، ابلیس بھی زندہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید، صحیح

ترجمہ، اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر (خیر باقی) چھوڑ دیا ﴿۱۱۹﴾ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ﴿۱۲۰﴾ بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۲۱﴾ وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ﴿۱۲۲﴾ اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے ﴿۱۲۳﴾ سورۃ الصافات

مسلم، تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہٰذا ان کے باقی اور زندہ ہونے میں کوئی شک وشُبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تحریروں سے علماءِ اسلام کا اعتراف ثابت ہو چکا یعنی واضح ہو گیا کہ امام مہدیؑ کے متعلق جو عقائد اہلِ تشیع کے ہیں وہی منصف مزاج اور غیر متعصّب اہل تسنن کے علماء کے بھی ہیں اور جس کی تائید قرآن کی آیتوں اور دیگر آسمانی کتاب سے بھی ہوتی ہے۔ اب رہی غیبت امام مہدی کی ضرورت اُس کے متعلق چند دلیلیں عرض ہیں کہ (۱)، خلاقِ عالم نے ہدایتِ خلق کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور کثیر التعداد اُن کے اوصیاء بھیجے۔ پیغمبروں میں سے ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء کے بعد چونکہ حضور رسُولِ کریم ﷺ تشریف لائے تھے۔ لہٰذا اُن کے جملہ صفات و کمالات و معجزات حضرت محمدؐ ﷺ میں جمع کر دیئے گئے تھے اور آپ کو خدا نے تمام انبیاء کے صفات کا جلوہ بردار بنایا بلکہ خود اپنی ذات کا مظہر قرار دیا تھا اور چونکہ آپ کو بھی اس دُنیائے فانی سے ظاہری طور پر جانا تھا۔ اس لیے آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کو ہر قسم کے کمالات سے بھرپُور کر دیا تھا۔ یعنی حضرت علیؑ اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہو گئے تھے۔ سرورِ کائنات کے بعد کائناتِ عالم میں صرف ایک علیؑ کی ہستی تھی جو کمالات انبیاء کی حامل تھی آپ کے بعد سے یہ کمالات اوصیاء میں منتقل ہوتے ہوئے امام مہدیؑ تک پہنچے۔ چونکہ بادشاہِ وقت امام مہدیؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ قتل ہو جاتے تو دُنیا سے انبیاء اوصیاء کا نام ونشان مِٹ جاتا اور سب کی یادگار بیک ضرب شمشیر ختم ہو جاتی۔ چونکہ ان ہی انبیاء کے ذریعہ سے خداوندِ عالم متعارف ہوا تھا، لہٰذا اُس کا بھی ذکر ختم ہو جاتا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ایسی ہستی کو محفوظ رکھا جائے جو جملہ انبیاء اور اوصیاء کی یادگار

ترجمہ، (اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دو کہ) تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا۔ اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں ﴿۱۰۴﴾ سورۃ الأنعام

اور تمام کے کمالات کی مظہر ہو۔(۲)، خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "وجعلها کلمة باقیة فی عقبه"۔ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دے دیا ہے۔ نسلِ ابراہیمؑ دو فرزندوں سے چلی ہے ایک اسحاقؑ اور دوسرے اسماعیلؑ۔ اسحاقؑ کی نسل سے خداوندِ عالم جناب عیسٰیؑ کو زندہ و باقی قرار دے کر آسمان پر محفُوظ کر چکا تھا۔ اب بہ مقتضائے انصاف ضرورت تھی کہ نسلِ اِسمٰعیل سے بھی کسی ایک کو باقی رکھے اور وہ بھی زمین پر کیونکر آسمان پر ایک باقی موجود تھا، لٰہذا امام مہدیؑ کو جو نسلِ اسمٰعیل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی رکھا اور اُنھیں بھی اِسی طرح دُشمنوں کے شر سے محفُوظ کر دیا۔ جس طرح حضرت عیسٰیؑ کو محفُوظ کیا تھا۔(۳)، یہ مسّلماتِ اسلامی سے ہے کہ زمین حجتِ خدا اور امامِ زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی (اصول کافی صفحہ ۱۰۳، طبع نولکشور)۔ چونکہ حجّتِ خدا اُس وقت امام مہدی کے سوا کوئی نہ تھا، اور اُنھیں دُشمن قتل کر دینے پر تلے ہوئے تھے اس لیے اُنھیں محفوظ و مستور کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ حجّتِ خدا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور اُنھیں کے ذریعہ سے روزی تقسیم کی جاتی ہے (بحار)۔(۴)، یہ مسّلم ہے کہ حضرت امام مہدیؑ جملہ انبیاء کے مظہر تھے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اُنھیں کی طرح اُن کی غیبت بھی ہوتی۔ یعنی جس طرح بادشاہِ وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرتِ نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسٰیؑ، حضرت عیسٰیؑ اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہدِ حیات میں مناسب مُدّت تک غائب رہ چکے تھے۔ اسی طرح یہ بھی غائب رہتے۔(۵)، قیامت کا آنا مسّلم ہے اور واقعہ قیامت میں امام مہدیؑ کا ذکر بتاتا ہے کہ آپ کی غیبت مصلحتِ خداوندی کی بنا پر ہوئی ہے۔(۶)، سُورۂ انا انزلناہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول ملائکہ شبِ قدر میں ہوتا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ نزُول

ترجمہ، اے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لابسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میوؤں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں ﴿۳۷﴾ اے پروردگار جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔ اور خدا سے کوئی چیز مخفی نہیں (نہ) زمین میں نہ آسمان میں ﴿۳۸﴾ سورۃ ابراھیم

ملائکہ انبیاء واوصیاء ہی پر ہوا کرتا ہے۔ امام مہدیؑ کو اس لیے موجود اور باقی رکھا گیا ہے تاکہ نزولِ ملائکہ کی مرکزی غرض پُوری ہو سکے، اور شب قدر میں اُنھیں پر نزول ملائکہ ہو سکے۔ حدیث میں ہے کہ شبِ قدر میں سال بھر کی روزی وغیرہ امام مہدی تک پہنچادی جاتی ہے اور وہی اُسے تقسیم کرتے رہتے ہیں۔(۷)، حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عام لوگ اُس حکمت و مصلحت سے واقف نہ ہوں۔ غیبت امام مہدیؑ اُسی طرح مصلحت و حکمت خداوندی کی بناپر عمل میں آئی ہے۔ جس طرح طواف کعبہ، رمی جمرہ وغیرہ ہے، جس کی اصل مصلحت خداوندِ عالم ہی کو معلوم ہے۔(۸)، امام جعفر صادقؑ کا فرمانا ہے کہ امام مہدیؑ کو اس لیے غائب کیا جائے گا تاکہ خداوندِ عالم اپنی ساری مخلوقات کا امتحان کر کے یہ جانچے کہ نیک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں (اکمال الدین)۔(۹)، چونکہ آپ کو اپنی جان کا خوف تھا اور یہ طے شدہ ہے کہ "من خاف علی نفسہ احتاج الی الاستتار" کہ جسے اپنے نفس اور اپنی جان کا خوف ہو وہ پوشیدہ ہونے کو لازمی جانتا ہے (المرتضیٰ)۔(۱۰)، آپ کی غیبت اس واقع ہوئی ہے کہ خداوندِ عالم ایک وقت معیّن میں آلِ محمدؐ پر جو مظام کئے گئے ہیں۔ ان کا بدلہ امام مہدیؑ کے ذریعہ سے لے گا، آپ عہدِ اوّل سے لے کر بنی اُمیّہ اور بنی عبّاس کے ظالموں سے مکمل بدلہ لیں گے (اکمال الدّین)۔ علاّمہ شیخ قندوزی ملنجی حنفی رقمطراز کہ سُدید صیرفی کا بیان ہے کہ ہم اور مفضل بن عمر، ابو بصیر، امان بن تغلب ایک دن صادق آلِ محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے محمد! تمھاری غیبت کی خبر نے میرا دل بے چین کر دیا ہے۔ میں نے عرض کی، حضور خدا آپ کی آنکھوں کو کبھی نہ رلوائے،

ترجمہ، خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے۔ بے شک میرا پروردگار سننے والا ہے ﴿۳۹﴾ اے پروردگار مجھ کو (ایسی توفیق عنایت) کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (یہ توفیق بخش) اے پروردگار میری دعا قبول فرما ﴿۴۰﴾ اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو مغفرت کیجیو ﴿۴۱﴾ سورۃ ابراھیم

بات کیا ہے، کس لیے حضور گریہ کناں میں۔ فرمایا۔ اے سُدیر! میں نے آج کتاب "جعفر جامع" میں بوقتِ صبح امام مہدی کی غیبت کا مطالعہ کیا ہے، اے سُدیر! یہ وہ کتاب ہے جس میں "علم ماکان ومایکون" کا اِندراج ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے۔ اے سُدیر! میں نے اس کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدیؑ ہوں گے پھر وہ غائب ہو جائیں گے۔ اور اُن کی غیبت نیز عمر بہت طویل ہو گی۔ ان کی غیبت کے زمانہ میں مومنین مصائب میں مبتلا ہوں گے اور اُن کے امتحانات ہوتے رہیں گے اور غیبت تاخیر کی وجہ سے اُن کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے سُدیر سُنو! ان کی ولادت حضرت موسیٰؑ کی ولادت کی طرح ہو گی اور ان کی غیبت عیسیٰؑ کی مانند ہو گی اور اُن کے ظہور کا حال حضرت نوحؑ کے مانند ہو گا اور ان کی عمر حضرت خضرؑ کی عمر جیسی ہو گی (ینابیع المودۃ)۔ اس حدیث کی مختصر شرح یہ ہے کہ (۱)، تاریخ میں ہے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ میری سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائیل کے ذریعہ ہو گا، تو اُس نے حکم جاری کر دیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہنے پائے، اور کوئی بچہ باقی نہ رکھا جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ۴۰ ہزار بچے ضائع کئے گئے۔ لیکن خدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی تمام ترکیبوں کے باوجود پیدا کیا، باقی رکھا اور اُنھیں کے ہاتھوں سے اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹوا دیا۔ اسی طرح امام مہدیؑ کے لیے ہوا کہ تمام بنی اُمّیہ اور بنی عباسیہ کی سعی بلیغ کے باوجود آپ بطن نرجس خاتونؒ سے پیدا ہوئے اور کوئی آپ کو دیکھ تک نہ سکا۔ (۲)، حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تمام یہودی اور نصرانی متفق ہیں کہ آپ کو سُولی دے دی گئی اور آپ قتل کئے جا چکے، لیکن خداوندِ عالم نے فرمادیا کہ وہ نہ قتل ہوئے

ترجمہ، اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا نے جو تم پر مہربانیاں کی ہیں ان کو یاد کرو جب کہ تم کو فرعون کی قوم (کے ہاتھ) سے مخلصی دی وہ لوگ تمھیں بُرے عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور عورت ذات یعنی تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی ﴿٦﴾ سورۃ ابراھیم

ہیں اور نہ اُن کو سُولی دی گئی ہے۔ یعنی خداوندِ عالم نے اپنے پاس بُلا لیا ہے اور وہ آسمان پر امن وامانِ خدا میں ہیں۔ اُسی طرح حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں بھی لوگوں کا کہنا ہے کہ پیدا ہی نہیں ہوئے، حالانکہ وہ پیدا ہو کر حضرت عیسٰیؑ کی طرح غائب ہو چکے ہیں۔ (۳)، حضرت نوحؑ نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آکر خدا کے عذاب کے نزول کی درخواست کی۔ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ پہلے ایک درخت لگاؤ، وہ پھل لائے گا، تب عذاب کروں گا۔ اِسی طرح نوحؑ نے سات مرتبہ کیا بالآخر اس تاخیر کی وجہ سے آپ کے تمام دوست و موالی اور ایمان دار کافر ہو گئے اور صرف سترّ مومنین رہ گئے۔ اسی طرح غیبت امام مہدیؑ اور تاخیر، ظہور کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ لوگ فرامین پیغمبر اور آئمہ علیہ السّلام کی تکذیب کر رہے ہیں اور عوام مسلم بلاوجہ اعتراضات کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور شاید اسی وجہ سے مشہور ہے کہ جب دُنیا میں چالیس مومنِ کامل رہ جائیں گے، تب آپ کا ظہور ہوگا۔ (۴)، حضرت خضرؑ جو زندہ اور باقی ہیں اور قیامت تک زندہ اور موجود رہیں گے، اُن ہی کی طرح حضرت امام مہدیؑ بھی زندہ اور باقی ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اور جب کہ حضرت خضرؑ کے زندہ اور باقی رہنے میں مسلمانوں کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت امام مہدیؑ کے زندہ اور باقی رہنے میں بھی کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے۔

الغرض اللہ تعالٰی نے اہلبیتؑ پر یہ احسان کیا اور ان کو اس اُمّت کا پیشوا بنایا مگر اُمّتِ محمدی نے اہلبیتؑ کو کمزور کر دیا اور شہید کرتے رہے اور انھیں اپنے پیشوا نہ مانا۔ مگر اللہ تعالٰی کی منشا تو یہ ہی ہے کیونکہ اللہ تعالٰی بے نیاز ہے اور اس کو کسی ظالم کی کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ اس دُنیا

ترجمہ، اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو خدا کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (خدا نے ان کو معلون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروئی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا ﴿۱۵۷﴾ بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے ﴿۱۵۸﴾ سورۃ النساء

میں تو ایسے بھی ظالم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتے تو کیا ان لوگوں کے ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نمائیندوں پر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس اگر کوئی مسلمان ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے پیغمبروں پر اور اماموں پر پورا ایمان رکھے بادیگر صورت انھیں نہ ماننے والا شخص اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی حکمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ روایتوں میں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بارہ خلیفوں اور ان کی امامت کے بارے میں اُمّت کو آگاہ کر دیا تھا اور بتایا تھا کہ یہ امام اس اُمّت کے پیشوا اور میرے جانشین ہیں اور ان اماموں کی پیروی کرنا اُمّت پر واجب ہو گا۔ تاریخ میں موجود ہے کہ وفات سے پہلے آخری وقت میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو تحریری وصیت بھی بنانا چاہتے تھے تاکہ آپؐ کے بعد اُمّت گمراہ نہ ہو سکے مگر افسوس کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ کی نافرمانی کرتے ہوئے انھیں تحریر کرنے سے بھی روک دیا اور ان کو وصیت نہ کرنے دی۔ مگر اُس وقت بھی جو سچے مسلمان موجود تھے اُنھوں نے آپؐ کی وصیت پر عمل کیا اور ان تمام بارہ اماموں پر ایمان لائے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ یہ وہی سچے اصحابِ رسولؐ تھے جن کی تعداد قلیل بتائی جاتی ہے جنھوں نے آخری وقت تک رسول اللہؐ کا ساتھ دیا اور آپؐ کی وفات کے بعد ان ہی لوگوں نے آپؐ کو غسل، کفن اور دفن کیا، ان میں حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ سرفہرست ہیں۔ مدینہ کی کل

ترجمہ، اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں ﴿۲٦﴾ خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۲۷﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا ﴿۲۸﴾ (وہ گھر) دوزخ ہے۔ (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے ﴿۲۹﴾ اور ان لوگوں نے خدا کے شریک مقرر کئے کہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دو کہ (چند روز) فائدے اٹھالو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۳۰﴾
سورۃ ابراھیم

آبادی اس وقت لاکھ سے بھی زیادہ تھی مگر آپؐ کی وفات کے بعد سو یا اس سے کچھ زیادہ لوگوں نے آپؐ کے جنازے میں شرکت کی اور زیادہ تر لوگ آپؐ کے جنازے کو چھوڑ کر حکومت بنانے میں مصروف ہو گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں تمام واقعات درج ہیں۔ حضرت علیؑ جو کہ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں اور ان بارہ اماموں میں آخری امام مہدی علیہ السّلام ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اپنے وقت کے ہادی و رہبر ہیں اور زندہ غیبت میں ہیں۔ شائید کسی کے ذہن میں آئے کہ ان کے زندہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ جب تک یہ کائنات ہے اس وقت تک یہ زمین اللہ تعالیٰ کے ہادی سے خالی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی یہ خوبصورت کائنات کا نظام ابھی چل رہا ہے تو اُس کی طرف سے کسی نمائندہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کتاب میں ہم اسلام کو قرآن اور عقلی دلیلوں سے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے لیے زیادہ طرح عام اور دُنیاوی مثالیں دی گئیں ہیں تو یہاں بھی ایک عام سی مثال بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب اس دُنیا میں کوئی جلسہ منعقد کیا جاتا ہے تو اس کے لیے تمام انتظامات کئے جاتے ہیں قناتیں، کرسیاں، قالین وغیرہ لگائی جاتی ہیں، روشنی کے لیے بلب لگائے جاتے ہیں، کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے الغرض ہر وہ شہ جو کہ جلسہ گاہ اور شوکا کی ضرورت ہوتی ہے تمام چیزوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر جلسہ منعقد کرنے والے کے دیے ہوئے وقت کے مطابق عام شرکاء اور وہ تمام مہمان خصوصی جلسہ گاہ میں شرکت کرتے ہیں اور جلسہ ایک وقت تک جاری رہتا ہے۔ ایک ایک مہمان اپنے وقت کے مطابق جلسے سے خطاب کرتا ہے اور جب تک اس جلسے کا آخری مہمانِ خصوصی اپنا خطاب نہ دیدے اس

ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدانے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں ﴿۲۴﴾ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو۔ اور خدا لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۲۵﴾ سورۃ ابراھیم

وقت تک جلسہ جاری رہتا ہے اور تمام انتظامات جلسہ گاہ میں موجود رکھا جاتا ہے اور کسی بھی شہ کو جلسہ ختم ہونے سے پہلے نہیں اُٹھایا جاتا ہے۔ یہاں درمیان میں سے کچھ شرکاء جلسہ سے آتے جاتے بھی رہتے ہیں مگر جلسہ جاری رہتا ہے کیونکہ ابھی اس جلسے کے آخری مہمانِ خصوصی نے خطاب کرنا ہوتا ہے اور جب اس جلسے کا آخری خطیب خطاب کر لیتا ہے تو پھر تمام شرکاء کی مکمل واپسی ہوتی ہے اور قناعت اور قالین لپیٹی جانے لگتی ہے، بلب گل کر دیے جاتے ہیں۔ الغرض ہر اُس شہ کو اُٹھا لیا جاتا ہے جو کہ جلسہ گاہ کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ جس مقصد کے لیے یہ جلسہ منعقد کیا گیا تھا یعنی خصوصی مہمانوں کے پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانا تھا وہ کام ہو چکا ہوتا ہے۔ بالکل اسیطرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کو خاص بندوں کی صورت میں یعنی انبیاؤں اور اماموں کے ذریعے اس دُنیا میں بھیجنا تھا تو اُس سے پہلے اُس کائنات کو سجایا، آسمان کو قنات کی صورت میں بنایا، قالین کی صورت میں اس زمین کو بچھایا اور جب آخری مہمان خصوصی کا پیغام شرکاء تک پہنچ جائے گا تو پھر یہ جلسہِ کائنات کی نہ تو ضرورت باقی رہے گی اور نہ ہی کوئی انتظام باقی رہ جائے گا۔ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی بندوں لیے اس زمین کو بچھایا، روشنی کے لیے سورج کو روشن کیا، چاند اور ستاروں سے اس کائنات کو سجایا، شرکاء کے لیے زمین سے غذا کا انتظام کیا اور جب یہ ساری کائنات ایک جلسے کی طرح سجادی گئی تو پھر اپنے ایک ایک ایک مہمان کو اپنا پیغام دے کر اس کائنات میں بھیجنا شروع کیا تا کہ اس کائنات کے شرکاء ان کی باتیں سنیں۔ اسی دوران میں درمیان سے لوگ جاتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر اس کے نمائندے بھی آتے رہے اور یہ جلسہِ کائنات اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اُس کا آخری ہادی نہ آجائے۔ بس جب تک یہ کائنات سجائی ہوئی نظر آرہی ہے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نمائندہ بھی باقی ہے اور جب وہ اپنا کام مکمل کر لے گا، تو پھر اُس کے بعد اُس کائنات کو قیامت کی

ترجمہ، اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے ہیں اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث کریں ﴿۵﴾ سورۃ القصص

صورت میں فنا کر دیا جائے گا۔ زمین کی تمام نعمتوں کو ختم کر کے لپیٹ دیا جائے گا، پہاڑوں کو روئی کی طرح ہوا میں اُڑا دیا جائے گا، آسمان کو سمیٹ دیا جائے گا اور سورج، چاند، ستاروں کی روشنی کو گل کر دیا جائے گا، کیونکہ اب اس سلسلۂ جلسہِ کائنات کا مقصد ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی تمام حجت پوری ہو جائے گی۔ حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق قیامت امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور کے بعد آنی ہے اور یہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کائنات کے اماموں میں سے آخری امام اور ہادی ہونگے۔ شائید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی ایسی نیک ہستی ضرور اس زمین پر موجود ہے جس کی وجہ سے یہ کائنات قائم اور اس کا نظام چل رہا ہے ورنہ جس طرح کا ظلم و ستم اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی آج کے زمانے میں ہو رہی ہے شائید پچھلے زمانوں میں ہوتی تو اس زمین پر کب کا عذاب آچکا ہوتا۔ یہاں پر یہ بات واضع کرنا ضروری ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہمارے آخری رسول محمد ﷺ کے بعد یہ کوئی نبوّت جیسا کوئی منصب ہے، نہیں بالکل نہیں، بلکہ یہ امامت کا منصب ہے جس کی بحث ہم اوپر تفصیل سے کر چکے ہیں اور یہ وہی منصب ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیمؑ سے کیا تھا جب انہوں نے اس منصب کو اپنی اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ سے خواہش ظاہر کی تھی۔ کیونکہ پیغمبروں کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا تھا اور اماموں کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغامات جو پیغمبروں کے ذریعے ہم تک آئے ہیں ان پر عمل کروانا ہے تاکہ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات کے مطابق حکومت کو

ترجمہ، اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں خدا کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ﴿۲۶﴾ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کائنات ان میں ہے اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔ یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ سو کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ﴿۲۷﴾ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے۔ کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں۔ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے ﴿۲۸﴾ سورۃ ص

قائم کیا جائے، جیسے کہ روایت میں آتا ہے کہ جب امام مہدیؑ تشریف لائیں گے تو یہ دُنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی اور کوئی دوسرا مذہب اس دُنیا میں نہیں ہوگا سوائے مذہبِ اسلام کے۔ دراصل اُس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی نمائندہ اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرے گا اور ہر طرف اس زمین پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلے گا اور پھر ہر ایک اس وقت اسلام کی وہ خوبصورتی کو دیکھے گا جس کو آج کا مسلمان صرف زبانی طور پر لوگوں کو بتاتا ہے مگر اسلام کی وہ خوبصورتی کسی کو نظر نہیں آتی۔ مسلمان حقیقت میں سچے مسلمان ہونگے اور کوئی دوسرا مذہب نہیں ہوگا۔

آپ کی غیبت کی دو حیثیت تھی، ایک صغریٰ اور دوسری کبریٰ۔ غیبت صغریٰ کی مدّت ۷۳ سے ۷۵ سال تھی، اس کے بعد غیبتِ کبریٰ شروع ہوگئی، غیبت صغریٰ کے زمانہ میں آپ کا ایک نائب خاص ہوتا تھا، جس کے زیرِاہتمام ہر قسم کا نظام چلتا تھا۔ سوال وجواب، خمس و زکوٰۃ اور دیگر مراحل اسی کے واسطے طے ہوتے تھے، خصوصی مقامات محروسہ میں اسی کے ذریعہ اور سفارش سے سفراء مقرّر کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے جنہیں نائب خاص ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، ان کا اسمِ گرامی حضرت عثمان بن سعید عمریؒ تھا۔ عثمان بن سعیدؒ حضرت امام علی نقی علیہ السّلام اور امام حسن عسکری علیہ السّلام کے معتمد خاص اور اصحاب خلّص میں سے تھے۔ آپ قبیلہ بنی اسد سے تھے اور سامرہ کے قریب قریہ عسکر کے رہنے والے تھے اور وفات کے بعد بغداد میں دروازہ جبلہ کے قریب مسجد میں دفن کئے گئے۔ آپ کی وفات کے بعد بحکم امام

ترجمہ، اور وہ جو (خدا سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا ﴿۷٤﴾ ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے۔ اور وہاں فرشتے ان سے دعاوسلام کے ساتھ ملاقات کریں گے ﴿۷۵﴾ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ ٹھیرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے ﴿۷٦﴾ سورۃ الفرقان

مہدیؑ آپ کے فرزند جناب محمد بن عثمان بن سعیدؒ اس منزلت پر فائز ہوئے جن کی کنیت ابو جعفرؒ تھی۔ ابو جعفرؒ نے اپنی وفات سے دو ماہ پہلے ہی اپنی قبر کھدوادی تھی اور کہتے تھے یہ انہوں نے امام کے کہنے پر قبر بنائی ہے اور وہ اپنی تاریخ وفات سے واقف تھے۔ اسیطرح کتابِ کشف الغمہ صفحہ ۱۳۳ میں جعفر بن محمد کے حوالے سے درج ہے کہ ان کی کل عمر کے بارے میں امام نے ابنِ ہشام کو بتایا تھا کہ جعفر بن محمد ابھی تیس سال اور زندہ رہیں گے۔ جمادی الاوّل سنہ ۳۰۵ ہجری میں وفات واقع ہوئی اور آپ ماں کے قریب بمقام دروازہ کوفہ سرراہ دفن ہوئے۔ جناب ابو جعفرؒ کی وفات کے بعد بواسطہ مرحوم حضرت امام مہدیؑ کے حکم سے جناب حسین بن روحؒ جن کی کنیت ابو قاسم تھی اس منصب عظیم پر فائز ہوئے۔ جعفر بن عثمانؒ کا کہنا تھا کہ میرے والد محمد بن عثمانؒ نے میرے سامنے جناب حسین بن روحؒ کو اپنے بعد اس منصب کی ذمہ داری کے متعلّق امام مہدیؑ کا پیغام پہنچایا تھا۔ جناب حسین بن روحؒ جو محلّہ نوبخت کے رہنے والے تھے اور آپ کی وفات شعبان سنہ ۳۲۶ ہجری میں ہوئی اور آپ محلّہ نو بخت کُوفہ میں مدفُون ہوئے ہیں۔ جناب ابو قاسمؒ کے بعد بحکم امام مہدیؑ جناب علی بن محمد السمری جن کی کنیت ابوالحسن تھی اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ اپنے فرائض انجام دے رہے تھے، جب وقت قریب آیا تو آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے بعد کا کیا انتظام کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اب آئندہ یہ سلسلہ قائم نہ رہے گا، (مجالس المومنین، صفحہ ۸۹، و جزیرہ خضرا صفحہ ۶، و انوار الحسینہ صفحہ ۵۵)۔ ۱۵ شعبان سنہ ۳۲۹ ہجری کو ابولحسن علی بن محمد السمری بھی انتقال فرماگئے اور پھر کوئی خصوصی

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں ﴿۷﴾ سورۃ آل عمران

سفیر مقرّر نہیں ہوا اور غیبت کبریٰ شروع ہوگئی۔ مُلا جامی اپنی کتاب شواہد النبوت کے صفحہ ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ محمد السمریؒ کے انتقال سے ۶ یوم قبل امام علیہ السّلام کا ایک فرمان ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوا، جس میں اُن کی وفات کا ذکر اور سلسلۂ سفارت کے ختم ہونے کا تذکرہ تھا۔ امام مہدیؑ کے خط کے عنوان الفاظ یہ ہیں۔ "ترجمہ: اے علی بن محمد! خداوندِ عالم تمھارے بارے میں تمھارے بھائیوں اور دوستوں کو اجرِ جمیل عطا کرے، تمھیں معلوم ہو، کہ تم چھ یوم میں وفات پانے والے ہو، تم اپنے انتظامات کرلو اور آئندہ کے لیے اپنا کوئی قائم مقام تجویز و تلاش نہ کرو۔ اس لیے کہ غیبتِ کبریٰ واقع ہوگئی ہے اور اِذنِ خدا کے بغیر ظہور ناممکن ہوگا۔ یہ ظہور بہت طویل عرصہ کے بعد ہوگا"۔ الغرض ان نائب خاص کے علاوہ چند سفراء بھی بحکم امام علیہ السّلام کام کرتے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے جن کے نام (۱)، بغداد سے حاجز۔ بلالی۔ عطار۔ (۲)، کوفہ سے عاصمی۔ (۳)، اہوانہ سے محمد بن ابراہیم بن مہریار۔ (۴)، ہمدان سے محمد ابن صالح۔ (۵)، رَے سے بسامی واسدی۔ (۶)، آذربائیجان سے قسم بن علاء۔ (۷)، نیشاپور سے محمد بن شاذان۔ (۸)، قسم سے احمد بن اسحاق وغیرہ ہیں۔ (غایۃ المقصود جلد۱ صفحہ ۱۲۰)۔ حضرت امام مہدیؑ کی غیبت چونکہ خداوندِ کریم کی طرف سے بطور لطفِ خاص عمل میں آئی تھی، اِس لیے آپ خدائی خدمت میں ہمہ تن منہمک ہوگئے اور غائب ہونے کے بعد آپ بھی دینِ اسلام کی خدمت کرتے۔ مسلمانوں، مومنوں کے خطوط کے جوابات دیتے اور بوقتِ ضرورت رہبری کرتے اور انھیں راہِ راست دکھانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ ضروری خدمات آپ زمانہ غیبت صغریٰ میں بواسطۂ سفراء یا بِلاواسطہ اور زمانہ غیبت کبریٰ میں بلاواسطہ انجام دیتے رہے اور قیامت تک انجام دیتے رہیں گے۔

ترجمہ، اے اہل ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر خدا کا صریح الزام لو؟ ﴿۱۴۴﴾ سورۃ النساء

چار وکلائے خصوصی اور سات وکلائے عمومی کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت امامِ عصر علیہ السّلام کو دیکھا ہے ان پچاس لوگوں کے نام بھی کتاب غایتہ المقصود جلد۱، صفحہ ۱۲۱ میں موجود ہیں۔اس کے علاوہ کہتے ہیں کہ زمانہ غیبتِ صغریٰ میں ناحیہ مقدّسہ سے ایک ایسی زیارت بر آمد ہوئی ہے جس میں تمام شہداء کربلا کے نام اور ان کے قاتلوں کے اسماء ہیں۔ اسے "زیارت ناحیہ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔اور اسی طرح اُصول کافی جو کہ حضرت ثقتہ الاسلام علاّمہ کلینی المتوفی سنہ۳۲۸ہجری کی ۲۰ سالہ تصنیف ہے وہ جب امامِ عصر کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا"ھذا کاف لشیعتنا" یہ ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔

امام مہدی علیہ السّلام کے کئی واقعات کتاب مذکور میں موجود ہیں جن میں سے ان کا حجرِ اَسود کا نصب کرنا بھی موجود ہے کہ جس طرح ایک دفعہ رسول اللہؐ اور پھر امام زین العابدینؑ نے زمانہِ حجاج میں حجرِ اَسود کو نصب کیا تھا اسیطرح جب حجرِ اَسود کی درستی کے لیے اسے نکالا گیا تو امام مہدیؑ نے آکر اسے نصب کیا کیونکہ حجرِ اَسود کو صرف امامِ زمانہ ہی نصب کر سکتا ہے۔ ایک اور واقعہ کہ اسماعیل بن حسن ہر قلی جو نواحی حِلہ میں مقیم تھے ان کے ران پر ایک لاعلاج زخم ہو گیا تھا جو کہ ہر زمانہ بہار میں اُبل آتا تھا جس کا علاج ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ یہ پھوڑا "رگ اکحل" پر تھا جس کا کاٹنا جان لیوا ہو سکتا تھا۔اِسماعیل کا بیان ہے کہ میں مایوس ہو کر سامرہ کے سرداب میں گیا اور حضرت صاحبِ الامر کو متوجہ کیا، اور جب میں دجلہ سے غسل کرکے واپس آیا تو چار سوار نظر آئے، اُن میں سے ایک نے میرے زخم کے قریب ہاتھ پھیرا اور میں بالکل اچھا ہو گیا۔ میں ابھی صحت مند ہونے پر تعجّب کر رہا تھا کہ اُن میں سے ایک نے کہا کہ تجھے شفاء دینے والے

ترجمہ، مومنو! خدا کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ بھلا کون ہیں جو خدا کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم خدا کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا۔ آخر الامر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے (۱۴) سورۃ الصف

امام مہدیؑ ہیں۔ یہ سُن کر میں نے ان کے قدموں کا بوسہ دیا۔ایک دفعہ اسحٰق بن یعقوب نے بذریعہ محمد بن عثمان عمری حضرت امام مہدیؑ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں کئی سوالات مندرج تھے ۔ حضرت نے بخطِ خود جواب تحریر فرمایااور تمام سوالات کے جوابات تحریراً عنایت فرمادیئے۔(۱)، جو ہمارا منکر ہے، وہ ہم سے نہیں۔(۲)، میرے عزیزوں میں سے جو مخالفت کرتے ہیں، اُن کی مثال ابنِ نوُح اور برادران یوسف کی ہے۔(۳)، فقاع یعنی جو کی شراب کا پینا حرام ہے۔(۴)، ہم تمھارے مال صرف اس لیے (بطورِ خمس) قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہو جاؤ اور عذاب سے نجات حاصل کر سکو۔(۵)، میرے ظہور کرنے اور نہ کرنے کا تعلّق صرف خدا سے ہے جو لوگ وقت ظہور مقرر کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔(۶)، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے وہ کافر جُھوٹے اور گمراہ ہیں۔(۷)، تمام واقع ہونے والے حوادث میں میرے سفراءپر اعتماد کرو، وہ میری طرف سے تمھارے لیے حجّت ہیں اور میں حجّتِ اللہ ہوں۔(۸)، "محمد بن عثمان" امین اور ثقہ ہیں اور ان کی تحریر میری تحریر ہے۔(۹)، محمد بن علی مہریار اہوازی کا دِل اِنشاء اللہ بہت صاف ہو جائے گا اور انھیں کوئی شک نہ رہے گا۔(۱۰)، گانے والی کی اُجرت و قیمت حرام ہے۔(۱۱)، محمد بن شاذان بن نعیم ہمارے شیعوں میں سے ہیں۔(۱۲)، ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اجدع ملعون ہے اور ان کے ماننے والے بھی ملعون ہیں۔ میں اور میرے باپ دادا اِس سے اور اس کے باپ دادا سے ہمیشہ بے زار رہے ہیں۔(۱۳)، جو ہمارا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔(۱۴)، خمس ہمارے سادات شیعہ کے لیے حلال ہے۔(۱۵)، جو لوگ دین خدا میں شک کرتے ہیں وہ اپنے خود ذمہ دار ہیں۔(۱۶)، میری غیبت کیوں واقع ہوئی ہے۔ یہ بات خدا کی مصلحت سے متعلّق ہے اِس کے

ترجمہ، اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا (۱۲۱) اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی۔ اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے (۱۲۲)

متعلّق سوال بیکار ہے۔ میرے آباؤ واجداد دُنیا والوں کے شکنجہ میں ہمیشہ رہے ہیں لیکن خدا نے مجھے اِس شکنجہ سے بچالیا ہے، جب میں ظہور کروں گا بالکل آزاد ہوں گا۔ (۱۷)، زمانۂ غیبت میں مجھ سے فائدہ کیا ہے؟ اس کے تعلق یہ سمجھ لو کہ میری مثال غیبت میں ویسی ہے، جیسے اَبر میں چھُپے ہوئے آفتاب کی۔ میں ستاروں کی مانند اہلِ ارض کے لیے امان ہوں۔ تم لوگ غیبت اور ظہور سے متعلق سوالات کا سلسلہ بند کرو اور خداوندِ عالم کی بارگاہ میں دُعا کرو کہ وہ جلد میرے ظہور کا حکم دے، اے اسحٰق! تم پر اور اُن لوگوں پر میرا اسلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۵۸، مجالس المومنین صفحہ ۱۹۰، کشف الغمہ صفحہ ۱۴۰)۔ علماء کا بیان ہے کہ حضرت امامِ عصرؑ نے جناب شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے جس میں اُنھوں نے شیخ مفید کی مدّح فرمائی ہے اور بہت سے واقعات سے موصُوف کو آگاہ فرمایا ہے۔ شیخ مفیدؒ کی ولادت ۱۱ ذیقعد سنہ ۳۳۶ ہجری میں اور وفات ۳ رمضان سنہ ۴۱۳ ہجری میں ہوئی کیونکہ امام زمانہ کی غیبتِ صغریٰ کا اختتام ۱۵ شعبان سنہ ۳۲۹ ہجری میں ہو چکا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تحریر امام زمانہ کی غیبتِ کبریٰ کے زمانے کا ہے۔ اُن کے مکتوبِ گرامی کا ترجمہ یہ ہے۔

"میرے نیک برادر اور لائق مُحبّ، تم پر میرا اسلام ہو، تمھیں دینی معاملہ میں خُلوص حاصل ہے اور تم ہمارے بارے میں یقین کامل رکھتے ہو۔ ہم اُس خدا کی تعریف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم درُود بھیجتے ہیں حضرت محمد مصطفےٰؐ اور اُن کی پاک آل پر ہماری دُعا ہے کہ خدا تمھاری توفیقاتِ دینی ہمیشہ قائم رکھے اور تمھیں

ترجمہ، (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور) جو دنیا اور آخرت میں باآبرو اور (خدا کے) خاصوں میں سے ہوگا ﴿۴۵﴾ سورۃ آل عمران

نصرتِ حق کی طرف ہمیشہ متوجہ رکھے۔ تم جو ہمارے بارے میں صدق بیانی کرتے رہتے ہو، خدا تم کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ تم نے جو ہم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا اور دوستوں کو فائدہ پہنچایا، وہ قابلِ مدح و ستائش ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ خدا تم کو دُشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب رکھے۔ اَب ذرا ٹھہر جاؤ، اور جیسا ہم کہتے ہیں اُس پر عمل کرو۔ اگرچہ ہم ظالموں کے امکانات سے دور ہیں، لیکن ہمارے لیے خدا کافی ہے جس نے ہم کو ہمارے شیعہ مومنین کی بہتری کے لیے ذرائع دکھا دیئے ہیں ۔ جب تک دولتِ دُنیا فاسقوں کے ہاتھ میں رہے گی، ہم کو تمھاری خبریں پہنچتی رہیں گی اور تمھارے معاملات کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ہم اُن لغزشوں کو جانتے ہیں جو لوگوں سے اپنے نیک اسلاف کے خلاف ظاہر ہو رہی ہیں (شاید اس سے اپنے چچا جعفر کی طرف اشارہ فرمایا ہو)۔ اُنھوں نے اپنے عہدوں کو پس پُشت ڈال دیا ہے، گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں، تاکہ ہم ان کی رعایتوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ اُن کے ذکر بھُولنے والے ہیں اگر ایسا ہوتا تو ان پر مُصیبتیں نازل ہوجاتیں اور دُشمنوں کو غلبہ حاصل ہوجاتا، پس اُن سے کہو کہ خدا سے ڈرو اور ہمارے امر و نہی کی حفاظت کرو اور اللہ اپنے نورُ کو کامل کرنے والا ہے، چاہے مشرک کیسے ہی کراہت کریں۔ تقیہ کو پکڑے رہو، میں اُس کی نجات کا ضامن ہوں جو خدا

ترجمہ، اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان نہیں لاتا ہے اسے تم ڈراتے اور راہ خدا سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو خدا نے تم کو جماعت کثیر کر دیا اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا (۸۶) الأعراف

کی مرضی کا راستہ چلے گا۔ اس سال جمادی الاوّل کا مہینہ آئے گا تو اس کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا۔ تمھارے لیے آسمان و زمین سے روشن آئیتں ظاہر ہوں گی۔ مسلمانوں کے گروہ حزن و قلق میں بمقام عراق پھنس جائیں گے اور ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے رزق میں تنگی ہو جائے گی۔ پھر یہ ذلّت و مصیبت شریروں کی ہلاکت کے بعد دُور ہو جائے گی۔ ان کی ہلاکت سے نیک اور متّقی لوگ خوش ہوں گے۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایسے کام کریں جن سے ان میں ہماری محبت زیادہ ہو۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب موت یکایک آجائے گی تو بابِ توبہ بند ہو جائے گا اور خدائی قہر سے نجات نہ ملے گی۔ خدا تم کو نیکی پر قائم رکھے، اور تم پر رحمت نازل کرے"۔ شیخ مفید کے امام زمانہ نے تین اشعار بھی ارسال فرمائے تھے جو اُن کی قبر پر کندہ ہیں۔

کتاب چودہ ستارے میں امام مہدی علیہ السّلام کے مقام کے بارے میں درج ہے کہ امام مہدی علیہ السّلام چونکہ اُسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسٰیؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ، نیز دجال بطال، یاجوج ماجوج اور ابلیس لعین زندہ اور باقی ہیں اور اُن سب کا مرکزی مقام موجود ہے، جہاں یہ رہتے ہیں مثلاً حضرت عیسٰیؑ چوتھے آسمان پر (قرآن مجید)، حضرت ادریسؑ جنّت میں (قرآن مجید)، حضرت خضرؑ اور الیاسؑ مجمع البحرین یعنی دریائے فارس و رُوم کے درمیان پانی کے قصر میں (عجائب القصص، علاّمہ عبدالواحد صفحہ ۱۷۶) اور دجال

ترجمہ، اور ہم نے تمہارے پاس سلجھی ہوئی آیتیں ارسال فرمائی ہیں، اور ان سے انکار وہی کرتے ہیں جو بدکار ہیں ﴿۹۹﴾ ان لوگوں نے جب (خدا سے) عہد واثق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو (کسی چیز کی طرح) پھینک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر بے ایمان ہیں ﴿۱۰۰﴾

سورۃ البقرۃ

بطال طبرستان کے جزیرہ مغرب میں (کتاب غایتہ المقصود جلد۱، صفحہ ۱۰۲)، یاجوج ماجوج بحیرۂ رُوم کے عقب میں دو پہاڑوں کے درمیان (غایتہ المقصود جلد ۲، صفحہ ۴۷) اور ابلیس لعین استعمار ارضی کے وقت والے پایۂ تخت ملتان میں (کتاب ارشاد الطالنین، علاّمہ اخوند درویزہ صفحہ ۲۴۳)، تو لا محالہ حضرت امام مہدی علیہ السّلام کا بھی کوئی مرکزی مقام ہونا ضروری ہے، جہاں آپ تشریف فرما ہوں اور وہاں سے ساری کائنات میں اپنے فرائض انجام دیتے ہوں۔اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت امام مہدیؑ (جزیرہ خضرا اور بحر ابیض) میں اپنی اولاد اپنے اصحاب سمیت قیام فرما ہیں اور وہیں سے بااعجاز تمام کام کیا کرتے اور ہر جگہ پہنچا کرتے ہیں۔ یہ جزیرہ خضراء سرزمین ولایت بَربر میں درمیانِ دریائے اندس واقع ہے یہ جزیرہ معمور و آباد ہے، اس دریا کے ساحل میں ایک موضع بھی ہے جو تشکل جزیرہ ہے اُسے اُندس والے (جزیرۂ رفضہ) کہتے ہیں، کیونکہ اُس میں ساری آبادی شیعوں کی ہے۔اِس تمام آبادی کی خوراک وغیرہ جزیرہ خضراء سے براہ بحر ابیض سال میں دوبار ارسال کی جاتی ہے (تاریخ جہاں آرا، ریاض العلماء، کفایتہ المہدی، کشفُ القناع، ریاض المومنین، غایتہ المقصود، رسالہ جزیرہ خضراء و بحر ابیض اور مجالس المومنین)۔ غیاث اللغات کے صفحہ ۷۲ میں ہے کہ یہ وہ دریا ہے جس کے جانب مشرق چین، جانبِ غربی یمن، جانبِ شمالی ہند، جانبِ جنوبی دریائے محیط واقع ہے۔اِس بحر ابیض و اخضر کا طول ۲ ہزار فرسخ اور عرض پانچ سو فرسخ ہے۔ اس میں بہت سے جزیرے آباد ہیں جن میں ایک سراندیب بھی ہے۔اس کتاب کے صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ "صاحب الزماں" امام مہدیؑ کا لقب

ترجمہ، اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو۔ وہ بھی نہایت سچے نبی تھے ﴿۵٦﴾ اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اُٹھا لیا تھا ﴿۵۷﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے اپنے پیغمبروں میں سے فضل کیا۔ (یعنی) اولاد آدم میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا۔ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے ﴿۵۸﴾

سورۃ مریم

ہے علاّمہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اُسے "بیت الحمد" کہتے ہیں (الامام الوریٰ صفحہ ۲۶۳)۔ علاّمہ نورُاللہ شوشتری و بحارالانوار، علاّمہ مجلسی کتاب روضتہ اشہیداء، علاّمہ حسین واعظ کاشفی صفحہ ۴۳۹ میں امام مہدیؑ کے اقصائے بلادِ مغرب میں ہونے اور اُن کے شہروں پر تصرّف رکھنے اور صاحبِ اولاد وغیرہ ہونے کا حوالہ ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ امام مہدیؑ جو کہ مظہر العجائب حضرت علی علیہ السّلام کے پوتے ہیں، ہر مقام پر پہنچتے اور ہر جگہ اپنے ماننے والوں کے کام آتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ بوقتِ ضرورت مذہبی لوگوں سے ملتے ہیں، لوگ اُنھیں دیکھتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ انھیں پہچان نہ سکیں (غایتہ المقصود)۔ روایت کے مطابق امام مہدیؑ سے کئی لوگوں کی ملاقات بھی ہوئی ہے جن کے نام اور ملاقات کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اکثر علماء علمی مسائل اور مذہبی و معاشرتی مراحل حضرت امام زمانہ ہی سے طے کرتے آئے ہیں۔ ملّا محمد باقر جو ہمارے عظیم القدر مجتہد تھے انھوں نے ایک شب ضریح امام علی میں ایک مسئلہ لکھ کر ڈالا تو جواب آیا کہ تمھارے امام زمانہ اِس وقت مسجد کوفہ میں نماز گذار ہیں تم وہاں جاؤ، وہ وہاں گئے اور مسئلہ کا جواب حاصل کیا۔ شیخ عبداللطیف حلبی حنفی کا کہنا ہے کہ میرے والد شیخ ابراہیم حسین کا شمار حلب کے مشائخ عظام میں تھا وہ فرماتے ہیں کہ میرے مصری اُستاد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام مہدیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے (ینابیع المودۃ باب ۸۵، صفحہ ۳۹۲)۔ امام مہدی علیہ السّلام ہر سال حج کعبہ کے لیے مکّہ معظمہ تشریف لاتے ہیں جس طرح حضرت خضرؑ و الیاسؑ آتے ہیں۔ کتاب جواہر البیان میں ہے کہ بحرین کا والی نصرانی اور اس کا وزیر خارجی تھا، وزیر نے بادشاہ کے سامنے چند تازہ انار پیش

ترجمہ، کہہ دو کہ جس چیز کے لئے تم جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے ﴿۵۸﴾ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے ﴿۵۹﴾ سورۃ الأنعام

کئے جن پر خلفاء کے نام علی الترتیب کندہ تھے اور بادشاہ کو یقین دلایا کہ ہمارا مذہب حق ہے اور ترتیب خلافت منشاء قدرت کے مطابق دُرست ہے۔ بادشاہ کے دل میں یہ بات کچھ اس طرح بیٹھ گئی کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگیا کہ وزیر کا مذہب حق ہے اور امامیہ راہ باطل پر گامزن ہیں، چنانچہ اُس نے اپنے خیال کی تکمیل کے لیے جملہ علماء امامیہ کو جو اس کے عہد حکومت میں تھے بلا بھیجا اور اُنھیں انار دکھا کر اُن سے کہا کہ اس کی رو میں کوئی معقول دلیل لاؤ، ورنہ ہم تمھیں قتل کر کے تمام مذہب کو تیخ و بُن سے اُکھاڑ دیں گے، اور ایک شب کی مہلت و مدّت دی۔ اس واقعہ نے علماء کرام میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا کر دیا، بالآخر سب علماء نے جنگل میں جا کر امامِ زمانہ سے فریاد کا سلسلہ شروع کیا اور صحرا میں جا کر مصلّا بچھا دیا۔ محمد بن علی نماز کے بعد جب واپس آرہے تھے تو راستے میں اُنھیں ایک شخص ملا، اُس نے پُوچھا کیا بات ہے کیوں پریشان ہو، آپ نے عرض کی امامِ زمانہ کی تلاش ہے اور وہ تشریف لا نہیں رہے۔ اُس شخص نے کہا "اناصاحب العصر فاذکر حاجتک" یعنی میں ہی تمھارا امامِ زمانہ ہوں اور فرمایا کہ سنو! وزیر کے فلاں کمرہ میں ایک لکڑی کا صندوق ہے اس میں مٹی کے چند سانچے رکھے ہوئے ہیں۔ جب انار چھوٹا ہوتا ہے تو وزیر ان پر سانچہ چڑھا دیتا ہے اور جب وہ بڑھتا ہے تو اس پر وہ نام کندہ ہو جاتے ہیں جو سانچہ میں کندہ ہیں۔ محمد بن علی! تم بادشاہ کو اپنے ہمراہ لے جا کر وزیر کے دجل وفریب کو واضح کر دو، وہ اپنے ارادہ سے باز آجائے گا اور وزیر کو سزا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وزیر

ترجمہ، (پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو خدا نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈرسنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کر دے۔ اور اس میں اختلاف بھی انہیں لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی باوجود یہ کہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے (اور یہ اختلاف انہوں نے صرف) آپس کی ضد سے (کیا) تو جس امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے خدا نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے ﴿۲۱۳﴾ سورۃ البقرۃ

برخاست کر دیا گیا۔ایک روایت کے مطابق جب امام مہدیؑ سے پوُچھا گیا کہ "کھیعص" کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ اس میں (ک) سے کربلا، (ہ) سے ہلاکت عترت، (ی) سے یزید ملعون، (ع) سے عطشِ حسینی، (ص) سے صبر آلِ محمد مراد ہے۔آپ نے فرمایا کہ آیت میں جنابِ زکریا کا ذکر کیا گیا ہے، جب زکریا کو واقعۂ کربلا کی اطلاع ہوئی تو وہ تین روز تک مسلسل روتے رہے۔ (تفسیر صافی، صفحہ ۲۷۹)۔

حضرت امام مہدیؑ، حضرت عیسٰیؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ، نیز دجال بطال، یاجوج ماجوج اور ابلیس لعین نے خداوندِ عالم کی طرف سے طویل زندگی پائی اور اب تک زندہ ہیں مگر ان کے علاوہ بھی عام انسانوں کی عمروں کو دیکھیں تو تاریخ میں ایسے لوگوں ملیں گے جن کی عمریں کافی طویل رہی ہیں، مثال کے طور پر (۱)، لقمان کی عمر ۳۵۰۰ سال۔(۲)، عوج بن عنق کی عمر ۳۳۰۰ سال یا ۳۶۰۰ سال۔(۳)، ذوالقرنین کی عمر ۳۰۰۰ سال۔(۴)، حضرت نوحؑ ۹۵۰ سال۔(۵)، ضحاک ۱۰۰۰ سال۔(۶)، طمورث ۱۰۰۰ سال۔(۷)، قینان کی عمر ۹۰۰ سال۔(۸)، مہلائیل کی عمر ۸۰۰ سال۔(۹)، نفیل بن عبداللہ کی عمر ۷۰۰ سال۔(۱۰)، ربیعہ بن عمر عرف سیطح کاہن کی عمر ۶۰۰ سال۔(۱۱)، حاکم عرب عامر بن ضرب کی عمر ۵۰۰ سال۔(۱۲)، سام بن نوح کی عمر ۵۰۰ سال۔ (۱۳)، حرث بن مضاض جرہمی کی عمر ۴۰۰ سال۔ (۱۴)، ارفخشد کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۵)، درید بن زید کی عمر ۴۵۶ سال۔(۱۶)، سلمان فارسی کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۷)، عمر بن دوسی کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۸)، زہیر بن جناب بن عبداللہ کی عمر ۴۳۰ سال۔(۱۹)، حرث بن

ترجمہ، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے۔یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔دیکھو خدا کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے ﴿۲۱۴﴾

ضیاص کی عمر ۴۰۰سال۔(۲۰)، کعب بن جمجہ کی عمر ۳۹۰سال۔(۲۱)، نصر بن دھمان بن سلیمان کی عمر ۳۹۰سال۔(۲۲)، قیس بن ساعدہ کی عمر ۳۸۰سال۔(۲۳)، عمر بن ربیعہ کی عمر ۳۳۳ سال۔ (۲۴)، اکثم بن ضیفی کی عمر ۳۳۶سال۔(۲۵)، عمر بن طفیل عدوانی کی عمر ۲۰۰سال تھی (غائیۃ المقصود صفحہ ۱۰۳، الامام الوریٰ صفحہ ۲۷۰)۔ ان لوگوں کی طویل عمروں کو دیکھنے کے بعد یہ ہر گز نہیں کہا جا سکتا کہ "چونکہ اتنی عمر کا انسان نہیں ہوتا، اس لیے امام مہدیؑ کا وجود ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ امام مہدیؑ کی عمر اس وقت سنہ ۱۳۹۳ ہجری میں صرف گیارہ سو اڑتیس سال کی ہوتی ہے جو مذکورہ عمروں میں سے لقمان حکیم اور ذوالقرنین جیسے مقدّس لوگوں کی عمروں سے بہت کم ہے۔"

نعثل نامی ایک یہودی ایک دن حضور رسُولِ کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرواز ہوا، مجھے اپنے خدا، اپنے دین، اپنے خلفاء کا تعارف کرائیے، اگر میں آپ کے جواب سے مطمئن ہو گیا، تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت نے نہایت بلیغ اور بہترین انداز میں خلاقِ عالم کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد دینِ اسلام کی وضاحت کی۔ نعثل نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا پھر اُس نے عرض کی مجھے اپنے وصی سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ کون ہے یعنی جس طرح ہمارے حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون ہیں اس طرح آپ کے وصی کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند حسن و حسین پھر حسین کے صلب سے نو

ترجمہ، تو ہم نے غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر (نیند کا) پردہ ڈالے (یعنی ان کو سلائے) رکھا ﴿۱۱﴾ پھر ان کو جگا اُٹھایا تاکہ معلوم کریں کہ جتنی مدّت وہ (غار میں) رہے دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے ﴿۱۲﴾ ہم اُن کے حالات تم سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔ وہ کئی جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی ﴿۱۳﴾ اور ان کے دلوں کو مربوط (یعنی مضبوط) کر دیا۔ جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو معبود (سمجھ کر) نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی ﴿۱۴﴾ سورۃ الکھف

بیٹے قیامت تک ہوں گے۔ اُس نے کہا سب کے نام بتائیے، آپ نے بارہ اماموں کے نام بتائے، ناموں کو سُننے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے کتبِ آسمانی میں ان بارہ ناموں کو اسی زبان کے الفاظ میں دیکھا ہے۔ پھر اُس نے ہر وصی کے حالات بیان کئے، کربلا کا ہونے والا واقعہ بتایا، امام مہدیؑ کی غیبت کی خبر دی اور کہا کہ ہمارے بارہ اسباط میں سے لاویٰ بن برخیا غائب ہو گئے تھے، پھر مُدتوں کے بعد ظاہر ہوئے اور از سرِ نو دین کی بُنیادیں استوار کیں۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح ہمارا بارہواں جانشین امام مہدی محمد بن حسن طویل مُدّت تک غائب رہ کر ظہور کرے گا اور دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا (غائۃ المقصود صفحہ ۱۳۴، بحوالہ فرائد السمطین حموینی)۔

امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور سے پہلے بیشمار علامات ظاہر ہوں گی، پھر آخر میں آپ کا ظہور ہو گا۔ مغرب و مشرق پر آپ کی حکومت ہو گی، زمین خود بخود تمام دفائن اُگل دے گی، دُنیا کی کوئی ایسی زمین نہ باقی رہے گی جس کو آپ آباد نہ کر دیں۔ امام کے ظہور سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گی اُن کی تکمیل کے دوران ہی میں نصاریٰ فتح ممالکِ عالم کا اِرادہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بیشمار ممالک پر قابُو حاصل کرنے کے بعد ان پر حکمرانی کریں گے، اِسی زمانہ میں ابوُسفیان کی نسل سے ایک ظالم پیدا ہو گا جو عرب و شام پر حکمرانی کرے گا اور اس کی دلی تمنّا یہ ہو گی کہ سادات کے وجود سے ممالکِ محروسہ خالی کر دیئے جائیں۔ اور نسل محمدؐ کا ایک فرزند بھی باقی نہ رہے، چنانچہ وہ سادات کو نہایت بیدردی سے قتل کرے گا۔ پھر اِسی اثناء میں بادشاہِ روم کو نصاریٰ کے ایک فرقہ سے جنگ کرنا پڑے گی اور شہر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔ پھر وہ

ترجمہ، نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ﴿۳﴾ چند ہی سال میں پہلے بھی اور پیچھے بھی خدا ہی کا حکم ہے اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے ﴿۴﴾ (یعنی) خدا کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے ﴿۵﴾ (یہ) خدا کا وعدہ (ہے) خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۶﴾
سورۃ الروم

نصاریٰ کے دوسرے فرقہ کی معاونت سے فرقہ مخالف کے ساتھ نبرد آزما ہوگا، یہاں تک کہ اسلام کو زبردست فتح نصیب ہوگی۔ فتحِ اسلام بعد نصاریٰ اور مسلمانوں میں جنگ ہو جائے گی اور نصاریٰ غالب آجائیں گے، شام پر بھی نصرانی کا جھنڈا لہرانے لگے گا۔ مسلمانوں کا قتلِ عام ہوگا اور مسلمان اپنی جان بچانے سے عاجز ہوں گے، بادشاہِ اسلام قتل ہو جائے گا اور نصاریٰ اپنی حکومت کو وسعت دیتے ہوئے خیبر تک پہنچیں گے۔ اس کے علاوہ مزید علاماتِ ظہور میں سے یہ ہیں۔ (۱)، عورتیں مردوں کے مشابہہ ہوں گی۔ (۲)، مرد عورتوں جیسے ہوں گے۔ (۳)، عورتیں زین جیسی چیزیں گھوڑے سائیکلوں پر سواری کرنے لگیں گی۔ (۴)، نماز جان بوجھ کر قضا کی جانے لگے گی۔ (۵)، لوگ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنے لگیں گے۔ (۶)، قتل کرنا معمولی چیز سمجھا جائے گا۔ (۷)، سُود کا زور ہوگا۔ (۸)، زنا عام ہوگا۔ (۹)، اچھی اچھی عمارتیں بہت بنیں گی۔ (۱۰)، جُھوٹ بولنا حلال سمجھا جائے گا۔ (۱۱)، رشوت عام ہوگی۔ (۱۲)، شہوتِ نفسانی کی پیروی کی جائے گی۔ (۱۳)، دین کو دُنیا کے بدلے بیچا جائے گا۔ (۱۴)، عزیزداری کی پرواہ نہ ہوگی۔ (۱۵)، احمقوں کو عامل بنایا جائے گا۔ (۱۶)، بردباری کو کمزوری و بُزدلی پر مول کیا جائے گا۔ (۱۷)، ظلم فخر کے طور پر کیا جائے گا۔ (۱۸)، بادشاہ و اُمرا فاسق و فاجر ہوں گے۔ (۱۹)، وزیر جُھوٹے ہوں گے۔ (۲۰)، امانت دار خائن ہوں گے۔ (۲۱)، ہر ایک کے مددگار ظلم پرور ہوں گے۔ (۲۲)، قاریانِ قرآن فاسق ہوں گے۔ (۲۳)، ظلم و جور عام ہوگا۔ (۲۴)، طلاق بہت زیادہ ہوگی۔ (۲۵)، فسق و فجور نمایاں ہوں گے۔ (۲۶)، فریبی کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (۲۷)، شراب نوشی عام ہوگی۔ (۲۸)، اغلام بازی کا زور ہوگا۔ (۲۹)، سحق یعنی عورتیں عورتوں کے ذریعہ

ترجمہ، اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں ﴿۲۶﴾ خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۲۷﴾ سورۃ ابراھیم

شہوت کی آگ بجھائیں گی۔(۳۰)،مالِ خدا اور رسُول ؐ کو مالِ غنیمت سمجھا جائے گا۔(۳۱)، صدقہ و خیرات سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جائے گا۔(۳۲)، شریروں کی زبان کے خوف سے نیک بندے خاموش رہیں گے۔(۳۳)، شام سے سفیانی کا خروج ہوگا۔(۳۴)، یمن سے یمانی برآمد ہوگا۔ (۳۵)،مکّہ اور مدینہ کے درمیان بمقام "لدُ" زمین دھنس جائے گی۔(۳۶)،رُکن اور مقام کے درمیان آلِ محمدؐ کی ایک معزّز فرد قتل ہوگی (نورالابصار صفحہ ۱۵۵، طبع مصر)۔(۳۷)، بنی عبّاس میں شدید اختلاف ہوگا۔(۳۸)، ۱۵ شعبان کو سُورج گرہن اور اسی ماہ کے آخر میں چاند گرہن ہوگا۔(۳۹)، زوال کے وقت آفتاب تاوقت عصر قائم رہے گا۔(۴۰)، مغرب سے آفتاب نکلے گا۔(۴۱)، نفس ذکیہ اور ستّر صالحین کا قتل۔(۴۲)، مسجدِ کوفہ کی دیوار خراب و برباد کردی جائے گی۔(۴۳)، خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے برآمد ہوں گے۔(۴۴)، مصر میں ایک مغربی کا ظہور ہوگا۔(۴۵)، تُرک جزیرہ میں ہوں گے۔(۴۶)، رُوم رملہ میں پہنچ جائیں گے۔(۴۷)، مشرق میں ایک ستارہ نکلے گا جس کی روشنی مغرب تک پھیلے گی۔(۴۸)، ایک سُرخی ظاہر ہوگی جو آسمان اور سُورج پر غالب آجائے گی۔(۴۹)، مشرق سے ایک زبردست آگ بھڑکے گی جو ۳ یا ۷ روز باقی رہے گی اور بروائیت شبلنجی صفحہ ۲۱ وہ آگ مغرب تک پھیل کر عالم کو تہس نہس کردے گی۔(۵۰)، عرب مختلف بلاد پر قابو پالیں گے اور عجم کے بادشاہ کو مغلوُب کردیں گے۔ (۵۱)، مصری اپنے بادشاہ و حاکم کو قتل کردیں گے۔(۵۲)، شام تباہ و برباد ہوجائے گا۔(۵۳)، قیس و عرب کے جھنڈے مصر پر لہرائیں گے۔(۵۴)، خراسان پر بنی کندہ کا پرچم لہرائے گا۔ (۵۵)، فرات کا پانی اس درجہ چڑھ جائے گا کہ کُوفہ کی گلی کُوچوں میں پانی ہوگا۔(۵۶)، ۶۰ عد

ترجمہ، کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے خدا کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا (۲۸) (وہ گھر) دوزخ ہے۔ (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے (۲۹) اور ان لوگوں نے خدا کے شریک مقرر کئے کہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دو کہ (چند روز) فائدے اٹھالو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۳۰)

دمدعیانِ نبوت ظاہر ہوں گے۔ (۵۷)، ۱۳ نفراولاد ابو طالب سے دعویٰ امامت کریں گے۔ (۵۸)، بنی عبّاس کا ایک عظیم شخص بمقام حلولا و خانقیں نذرِ آتش کیا جائے گا۔ (۵۹)، بغداد میں کرخ جیسا پل بنایا جائے گا۔ (۶۰)، سیاہ آندھی کا آنا۔ (۶۱)، زلزلوں کا آنا۔ (۶۲)، اکثر مقام پر زمین کا دھنس جانا۔ (۶۳)، موت فجاۃ یعنی ناگہانی موت کا زیادہ ہونا۔ (۶۴)، جان ومال اور ثمرات کی تباہی۔ (۶۵)، چیونٹیوں اور ٹِڈیوں کی کثرت جو کھیتی کو کھا جائیں۔ (۶۶)، غلّہ کا کم اُگنا۔ (۶۷)، باہمی کشُت و خون کی کثرت۔ (۶۸)، اپنے سیّدوں سے لوگوں کا نافرمان ہونا۔ (۶۹)، اپنے سرداروں کو قتل کرنا۔ (۷۰)، بعض گروہ کا سُور اور بندر کی صورت میں مسخ ہونا۔ (۷۱)، آسمان سے ایک آواز کا آنا جسے تمام اہلِ زمین سُنیں گے۔ (۷۲)، آسمانی آواز کا ہر زبان والے کے کان میں اُسی کی زبان میں پہنچنا۔ (۷۳)، بعض صورتوں کا مقام عین الشمس میں ظاہر ہونا۔ (۷۴)، بارشوں کا پے در پے ہونا۔ (۷۵)، زمین کا زندہ ہو کر اپنے تمام معلومات ظاہر کرنا (کشف الغمہ صفحہ ۱۳۴)۔ (۷۶)، اچھائی اور بُرائی ایک نظر سے دیکھی جائے گی۔ (۷۷)، بُرائی کا حکم اپنی اولاد کو دیا جائے گا اور اچھائی سے روکا جائے گا۔ (۷۸)، لالچ کی وجہ سے باطن خراب ہو جائیں گے۔ (۷۹)، خوفِ خدا دل سے نکل جائے گا۔ (۸۰)، قرآن کا صرف نشان رہ جائے گا۔ (۸۱)، مسجدیں آباد مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ (۸۲)، فقہا فتنہ پرور ہوں گے۔ (۸۳)، عورتوں سے مشورہ لیا جائے گا۔ (۸۴)، گناہ کھُلم کھلا کیا جائے گا۔ (۸۵)، بدعہدی عام ہوگی۔ (۸۶)، عورتوں کو تجارت میں شریک کیا جائے گا۔ (۸۷)، ذلیل ترین شخص قوم کا سردار ہوگا۔ (۸۸)، گانے والیوں کا زور ہوگا۔ (۸۹)، اُس زمانے کے لوگ اگلوں پر بلاوجہ لعنت کریں گے۔ (۹۰)، جھوٹی گواہی دی جائے

ترجمہ، اگر ناشکری کروگے تو خدا تم سے بے پرواہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کروگے تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کرے گا۔ اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔ وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے ﴿۷﴾ سورۃ الزمر

گی۔(۹۱) حق ختم ہو جائے گا اور باطل فروغ پائے گا۔(۹۲)، قرآن ایک کہنہ کتاب سمجھی جائے گی۔(۹۳)، دین اندھا کر دیا جائے گا۔(۹۴)، بدکاری اعلان کے ساتھ کی جائے گی۔(۹۵)، فسق و فجور میں جس کی مدح کی جائے گی خوش ہوگا۔(۹۶)، لڑکے عورتوں کی طرح اُجرت پر استعمال ہوں گے۔(۹۷)، معصیّت پر مال خرچ کرنے والے کو ٹوکا نہ جائے گا۔(۹۸)، ہمسایہ ہمسایہ کو اذیّت دے گا۔(۹۹)، نیکی کا حکم کرنے والا ذلیل رہے گا۔(۱۰۰)، نیکی کے راستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔(۱۰۱)، بیتُ اللہ معطل کر دیا جائے۔(۱۰۲)، عورتیں انجمنیں قائم کریں گی۔(۱۰۳)، لوگ عورتوں کی طرح کنگھی کریں گے، مردوں کو شرمگاہوں کا معاوضہ ملے گا۔(۱۰۴)، مومن سے زیادہ صاحبِ مال کی عزّت ہوگی۔(۱۰۶)، عورتیں اپنے شوہروں کو مردوں کے ساتھ بدفعلی پر مجبُور کریں گی۔(۱۰۷)، عورتوں کی دلالی کرنے والے معزّز سمجھے جائیں گے۔(۱۰۸)، مومن غمگیں اور ذلیل ہوگا۔(۱۰۹)، حرام کو حلال کیا جائے گا۔(۱۱۰)، دین میں خود رائی کی جائے گی۔(۱۱۱) معاصی کے لیے پردۂ شب کی ضرورت نہ ہوگی۔(۱۱۲)، بڑے بڑے مال خدا کی معصیّت میں صرف ہوں گے۔(۱۱۳)، حکام دینداروں سے دُور بھاگیں گے۔(۱۱۴)، جج فیصلہ میں رشوت لیں گے۔(۱۱۵)، حرام عورتوں سے زنا کیا جائے گا جیسے ماں بہنیں۔(۱۱۶)، مرد اپنی زوجہ کی حرام کمائی کھائے گا۔(۱۱۷)، عورتیں اپنے مردوں پر حکومت کریں گی۔(۱۱۸)، مرد اپنی زوجہ اور لونڈی کو کرایہ پر چلائے گا۔(۱۱۹)، شریف کو ذلیل سمجھا جائے گا۔(۱۲۰)، حکام میں اُس کی عزّت ہوگی جو آلِ محمدؐ کو بُرا کہے گا۔(۱۲۱)، قرآن پڑھنا اور سُننا بار ہوگا۔(۱۲۲)، چُغل خوری عام ہوگی۔(۱۲۳)، غیبت کو اچھا سمجھا جائے گا۔(۱۲۴)، حج اور جہاد خدا کے لیے نہیں دیگر مقاصد کے لیے کیا جائے گا۔(۱۲۵)، بادشاہ یعنی برسرِاقتدار طبقہ مومن کو کافر کے لیے ذلیل کرے گا۔(۱۲۶)، ویرانہ آبادی سے بدل جائے گا۔(۱۲۷)، ناپ تول میں کمی لوگوں کا ذریعۂ معاش ہوگا۔(۱۲۸)،

ترجمہ، (آخر) وہ اپنے گناہوں کے سبب پہلے غرقاب کر دیئے گئے پھر آگ میں ڈال دیئے گئے۔ تو انہوں نے خدا کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا (۲۵)

لوگ ریاست طلبی کے لیے اپنے کو بدزبانی میں مشہور کریں گے تاکہ خوف کے مارے حکومت اُن کے سُپرد کردی جائے۔(۱۲۹)، نماز بالکل سُبک کردی جائے گی۔(۱۳۰)، مالِ کثیر کے باوجود زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔(۱۳۱)، میّت قبر سے نکالی جائے گی۔(۱۳۲)، قبر سے کفن چُرا کر بیچا جائے گا۔(۱۳۳)، اِنسان صبح و شام نشہ میں ہوگا۔(۱۳۴)، چوپایوں کے ساتھ بدفعلی کی جائے گی۔(۱۳۵)، چوپائے چوپایوں کو پھاڑ کھائیں گے۔(۱۳۶)، لوگ جانماز پر برہنہ جائیں گے۔(۱۳۷)، لوگوں کے قلوب سخت ہوجائیں گے۔(۱۳۸)، لوگوں کی آنکھیں بیحیائی کریں گی۔(۱۳۹)، ذکرِ خدا لوگوں پر بار ہوگا۔(۱۴۰)، مالِ حرام عام ہوگا۔(۱۴۱)، نماز صرف ریا و سمع یعنی دکھانے کے لیے پڑھی جائے گی۔(۱۴۲)، فقیہِ دین کے ماسوا دوسرے کاموں کے لیے فقہ حاصل کرے گا۔(۱۴۳)، لوگ غاصب کا ساتھ دیں گے۔(۱۴۴)، حلال روزی کمانے والے کی مذمّت کی جائے گی۔(۱۴۵)، طالبِ حرام کی مدّح کی جائے گی۔(۱۴۶)، حرمین شریفین میں ایسے عمل ہوں گے جو منشائے خداوندی کے خلاف ہوں گے۔(۱۴۷)، آلات غنامکّہ و مدینہ میں عام ہوجائیں گے۔(۱۴۸)، حق کی ہدایت کو منع کیا جائے گا۔(۱۴۹)، لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اور اہلِ شہر اُن کی اقتداء کریں گے چاہے وہ کچھ کریں۔(۱۵۰)، نیکی کے راستے خالی ہوجائیں گے۔(۱۵۱)، میّت کا مضحکہ اُڑایا جائے گا۔(۱۵۲)، ہر سال بُرائیوں میں نمایاں اضافہ ہوگا۔(۱۵۳)، مجالس میں صرف مالدار کی عزّت کی جائے گی۔(۱۵۴)، فقیروں کی مضحکہ کے طور پر مال دیا جائے گا۔(۱۵۵)، آسمانی مخاوف سے کوئی خوف نہ کھائے گا۔(۱۵۶)، مرد اور عورتیں سب کے سامنے خواہشات نفسانی کی آگ بجھائیں گے۔(۱۵۷)، اپنی عزّت کے خوف سے کوئی شریف کسی کو روک ٹوک نہ سکے گا۔(۱۵۸)، معصیّت میں مال خوشی سے صرف کیا جائے گا، لیکن خدا کی راہ

ترجمہ، اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی بستیوں میں رہتے تھے سب گناہ کے کام کرتے تھے (۹) انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو خدا نے بھی ان کو بڑا سخت پکڑا (۱۰)

میں بالکل نہ دیا جائے گا۔(۱۵۹)، والدین کی طرف سے اولاد کو عاق کرنا عام ہو جائے گا۔(۱۶۰)، والدین اپنی اولاد کی نگاہ میں سُبک ہوں گے۔(۱۶۱)، اِنسان جس دن کوئی گناہ نہ کرے گا اُس دن غمگین رہے گا۔(۱۶۷)، بادشاہ گرانی کے لیے غلّہ روکے گا۔(۱۶۸)، اعزاء کا مال فریب سے تقسیم کیا جائے گا۔(۱۶۹)، جواء کھیلا جائے گا۔(۱۷۰)، شراب کے ذریعہ سے مریضوں کا علاج کیا جائے گا۔(۱۷۱)، اچھائی اور بُرائی دونوں کی تلقین برابر حیثیّت رکھے گی۔(۱۷۲)، منافق اور دُشمنِ خدا کی ہوا بندھے گی اور اہلِ حق مقہور رہیں گے۔(۱۷۳)، اُجرت لے کر اذان کہی جائے گی اور عوض لے کر نماز پڑھائی جائے گی۔(۱۷۴)، خدا سے نہ ڈرنے والے مسجدوں پر قابض ہوں گے۔(۱۷۵)، مسجدوں میں نااہل جمع ہو کر غیبتیں کریں گے۔(۱۷۶)، بدمست رسمی طور پر جماعت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں گے۔(۱۷۷)، یتیموں کا مال کھانے والے کی مدح کی جائے گی۔(۱۷۸)، قاضی حکمِ خدا کے خلاف فیصلہ کرے گا۔(۱۷۹)، حکام لالچ کی وجہ سے خائنوں پر بھروسہ کریں گے۔(۱۸۰)، میراث بدکاری میں صرف کی جائے گی۔(۱۸۱)، منبروں پر تقویٰ کا ذکر کیا جائے گا، لیکن واعظ خود عمل نہیں کریں گے۔(۱۸۲)، نماز کے اوقات کی پروانہ کی جائے گی۔(۱۸۳)، صدقہ و خیرات خوشنودیِ خدا کے لیے نہیں صرف سفارش پر دیا جائے گا۔(۱۸۴)، انسان کا مقصودِ حیات صرف پیٹ پالنا اور عیش کرنا ہوگا۔(۱۸۵)، حق کی نشانیاں مٹ جائیں گی۔(۱۸۶)، بھائی بھائی سے حسد کرے گا۔(۱۸۷)، اپنے دوستوں کے ساتھ خیانت کی جائے گی۔(۱۸۸)، دلوں میں زہر کی طرح تکبّر دَوڑ جائے گا۔(۱۸۹)، زہد ختم ہو جائے گا۔(۱۹۰)، لوگوں کی شکلیں اِنسانی اور دِل شیطانی ہو جائیں گے۔(۱۹۱)، ان کی عمریں قلیل اور اِن کی تمنّائیں کثیر ہوں گی

ترجمہ، گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟ (۸) وہ کہیں گے کیوں نہیں ضرور ہدایت کرنے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ خدا نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو (۹) اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے (۱۰)

(بحارالانوار جلد ۱۳، صفحہ ۱۷۴ طبع ایران)۔ کنیزوں سے مشورے کئے جائیں گے۔(۱۹۳)، بچّے منبروں پر بیٹھیں گے۔(۱۹۴)، ایسے حاکم ہوں گے کہ جب اُن سے کوئی بات کرے گا تو قتل کردیا جائے گا۔(۱۹۵)، حکام شرفاء کے مال کو اپنا مال سمجھیں گے۔(۱۹۶)، عورتوں کی آبروریزی کریں گے۔(۱۹۷)، کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی جن سے اُمّت کا امتحان کیا جائے گا۔(۱۹۸)، مسجدیں نقش و نگار سے مزیّن کی جائیں گی۔(۱۹۹)، قرآن مجید سجائے جائیں گے۔(۲۰۰)، مسجدوں کی میناریں بلند بنائی جائیں گی۔(۲۰۱)، مرد سونا استعمال کریں گے۔(۲۰۲)، ریشمی کپڑے پہنیں گے۔(۲۰۳)، چیتے کی کھال کا فرش بنائیں گے۔(۲۰۴)، سُود خوری ظاہر بظاہر ہوگی۔(۲۰۵)، حدِ شرعی جاری نہ کی جائے گی۔(۲۰۶)، شریر افراد حاکم ہوں گے۔(۲۰۷)، مالدار تفریح کے لیے، غریب دکھاوے کے لیے متوسط تجارت لیے حج کریں گے۔(۲۰۸)، قرآن مجید سُر سے پڑھا جائے گا۔(۲۰۹)، ولدالزنا کی کثرت ہوگی۔(۲۱۰)، خوشامد بہت زیادہ رائج ہوگی۔(۲۱۱)، لباس پر فخر و مُباہات کیا جائے گا۔(۲۱۲)، اُمراء شطرنج کھیلیں گے۔(۲۱۳)، قاریان قرآن اور عبّاد ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔(۲۱۴)، مالدار فقیروں سے دُور بھاگیں گے۔(۲۱۵)، ملکی نظم و نسق میں وہ لوگ دخیل ہوں گے، جن کو اُس سے حِس و مس نہ ہوگا۔(۲۱۶)، زمین اطراف سے دھنس جائے گی (تفسیر علی بن ابراہیم قمی، صفحہ ۲۲۹)۔(۲۱۷)، درندے اِنسانوں سے باتیں کرنے لگیں گے۔(۲۱۸)، لوگوں سے اُن کے کوڑے اور جوتے کلام کرنے لگیں گے۔(۲۱۹)، اِنسان کی رانیں بولنے لگیں گی اور وہ اس کے گھر کے لوگوں نے جو کچھ کیا ہوگا گھر کے مالک سے بتانے لگیں گی (ینابیع المودۃ، صفحہ ۴۳۱، بحوالہ ترمذی)۔(۲۲۰)، سفیانی،

ترجمہ، مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں ﴿٦﴾ کافرو! آج بہانے مت بناؤ۔ جو عمل تم کیا کرتے ہو ان ہی کا تم کو بدلہ دیا جائے گا ﴿٧﴾

سورۃ التحریم

خراسانی، ایمانی کا خروج ایک ہی دن، ایک ہی مہینہ، ایک ہی سال میں ہوگا۔(۲۲۱)، حکومت شام، حمص فلسطین، اردن قنسرین پر غالب آجائے گی۔(۲۲۲)، طوفان کا زور ہوگا۔(۲۲۳)، وادی یابس سے "ابن اکلۃ الاکباد" خروج کرے گا۔(۲۲۴)، مومنین کا امتحان خوف، جوع انقص اموال، نقص النفس، نقص ثمرات سے ہوگا۔(۲۲۵)، شام کا "قریہ" جابیہ زمین میں دھنس جائے گا۔(۲۲۶)، قتلِ نفسِ ذکیہ کے ۱۵ دن بعد امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا (اعلام الوریٰ طبرسی صفحہ ۲۶۲ طبع بمبئی سنہ ۱۳۱۲ ہجری)۔(۲۲۷)، دنیا میں جھگڑے بکھیڑے بے انتہا ہوں گے۔(۲۲۸)، نئے نئے فتنے پیدا ہوں گے۔(۲۲۹)، آمد و رفت کے راستے بند ہوجائیں گے۔(۲۳۰)، لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے لگیں گے۔(۲۳۱)، مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی ہوگی۔(۲۳۲)، حجاز سے آگ نکلے گی۔(۲۳۳)، مسجدوں سے (لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے ذریعہ سے) آوازیں بلند ہوں گی۔(۲۳۴)، ریشمی لباس مرد پہننے لگیں گے۔(۲۳۵)، مشرق مغرب اور جزیرۂ عرب کی زمینیں دھنس جائیں گی۔(۲۳۶)، یمن اور عدن سے آگ بھڑکے گی (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۱)۔(۲۳۷)، اچھے لوگ ختم ہوجائیں گے اور بُروں کی کثرت ہوگی۔(۲۳۸)، مقدرات الٰہی کی مخالفت عام ہوگی۔(۲۳۹)، مال کے لانے لے جانے والے چوری کریں گے۔(۲۴۰)، حرام خوری عام ہوگی۔(۲۴۱)، گرانی حد سے بڑھ جائے گی۔(۲۴۲)، دریا خشک ہوجائیں گے۔(۲۴۳)، بارش بند ہوجائے گی۔(۲۴۴)، اہلِ بربر زرد جھنڈا لے کر مصر پہنچ جائیں گے۔(۲۴۵)، صخر کی اولاد سے ایک شخص خروج کرے گا۔(۲۴۶)، بر سرِ عام عورتوں کی چھاتیوں سے

ترجمہ، کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول (خدا) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے خدا نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبر ہیں تو) جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا؟ (اے پیغمبر) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اسی میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے ﴿۸﴾

کھیلا جائے گا۔ (۲۴۷)، سفید پنڈلیوں کی عورتوں برہنہ سڑکوں پر ملیں گی۔ (۲۴۸)، ایک یمنی بادشاہ "حسن" نامی یمن سے خروج کرے گا۔ (۲۴۹)، حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں، قرص آفتاب کے قریب آسمان پر ایک ہاتھ ظاہر ہوگا۔ (۲۵۰)، حج کا راستہ بند کردیا جائے گا۔ (۲۵۱)، مردوں سے بدفعلی کے لیے مقوی غذائیں کھائی جائیں گی۔ (۲۵۲)، دولت کے زور سے حکومت حاصل کی جائے گی۔ (۲۵۳)، جھوٹی قسم کھانا فیشن میں داخل ہوگا۔ (۲۵۴)، ذخیرہ اندوزی ہوگی۔ (۲۵۵)، مسجد براثا جو جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؑ نے راہب کے ذریعہ سے بنائی تھی تباہ کردی جائے گی۔ (۲۵۶)، قزوین میں ایک کافر کی عظیم حکومت ہوگی۔ (۲۵۷)، تکریت سے ایک شخص "عوف سلمٰی" نامی خروج کرے گا۔ (۲۵۸)، مقامِ قرقیا میں جنگ عظیم ہوگی۔ (۲۶۱)، اسلامی ممالک میں بے شمار کلیسے بنائے جائیں گے (کتاب الوسائل الحاج محمد علی صفحہ ۲۰۷، طبع بمبئ سنہ ۱۳۲۹ ہجری)۔ (۲۶۲)، عورتیں اُونٹ کے کوہان کی طرح سر کے بال بنائیں گی۔ (۲۶۳)، عورتیں ایسے کپڑے پہنیں گی کہ برہنہ معلوم ہوں گی۔ (۲۶۴)، عورتیں زینت کرکے باہر نِکلا کریں گیں۔ (۲۶۵)، لڑکے لمبے بال رکھیں گے۔ (۲۶۶)، بیوقوف تفریح کے لیس استعمال کئے جائیں گے۔ (۲۶۷)، مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی۔ (۲۶۸)، بڑی بڑی عمارتیں بنائی جائیں گی۔ (۲۶۹)، قہوہ کی مختلف قسمیں استعمال ہوں گی۔ (۲۷۰)، لوگ سواریوں سے ٹکرا کر مریں گے۔ (۲۷۱)، لوگ رات میں سوئیں گے اور صبح کو مُردہ ہوں گے۔ (۲۷۲)، رویت ھلال پر اختلاف ہوں گے۔ (۲۷۳)، لوگ آلات غنا جیب میں رکھ کر گھُوما کریں گے۔ (۲۷۴)، ہند تبت کی وجہ سے تباہ ہوگا اور تبّت کی تباہی چین کی وجہ سے ہوگی (مناقب)۔ (۲۷۴)، مصر میں امیر الامراء کا قیام ہوگا۔ (۲۷۶)، عربوں کی حکومت چھِن جائے

ترجمہ، یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ﴿۳۸﴾ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے ﴿۳۹﴾ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی ﴿۴۰﴾ پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا ﴿۴۱﴾

گی (کشف الغمہ)۔ (۲۷۷)، عدن کی گہرائی سے آگ نکلے گی (رسالہ غیبت طوسی صفحہ ۲۸۱)۔ (۲۷۸)، دُنیا میں حبشیوں کی حکومتیں قائم ہو جائیں گی۔ (۲۷۹)، شام میں چینی گُھس جائیں گے تب ظہور ہو گا (الزام الناصب، صفحہ ۱۸۳)۔ ظہور امام اور خروج دجال سے پہلے تین سال تک سخت قحط پڑے گا۔ پہلے سال ۱/۳ بارش اور ۱/۲ زراعت ختم ہو جائے گی۔ دوسرے سال آسمان و زمین کی برکت ورحمت ختم ہو جائے گی۔ تیسرے سال بالکل بارش نہ ہو گی، اور ساری دُنیا والے موت کی آغوش میں پہنچنے کے قریب ہو جائیں گے۔ دُنیا ظلم وجور، اضطراب وپریشانی سے بالکل پُر ہو گی۔

ان سب علاماتوں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے بعد مسلمانوں کے گروہ در گروہ سارے عالم میں امام مہدی علیہ السّلام کو تلاش کریں گے کہ ناگاہ آپ مکّہ معظمہ میں رکن ومقام کے درمیان سے برآمد ہوں گے (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدّین دہلوی، صفحہ ۳ طبع پشاور سنہ ۱۹۲۶)۔ لغات سروری صفحہ ۵۳۰ میں ہے کہ آپ قصبہ خیروان سے ظہور فرمائیں گے۔ خلاقِ عالم نے پانچ چیزوں کا علم اپنے لیے مخصوص رکھا ہے جن میں ایک قیامت بھی ہے۔ ظہور امام مہدیؑ چونکہ لازمہ قیامت سے ہے، لہٰذا اس کا علم بھی خدا ہی کو ہے کہ آپ کب ظہور فرمائیں گے، کونسی تاریخ ہو گی، کونسا سَن ہو گا۔ معصوم کا فرمانا ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے متعلّق کسی کا کوئی وقت معین کرنا فی الحقیقت اپنے آپ کو علمِ غیب میں خدا کا شریک قرار دینا ہے، تاہم احادیث معصومین جو الہام اور قرآن سے مستنبط ہوتی ہیں ان میں ارشادہ موجود ہیں۔ علاّمہ شیخ مفید، علاّمہ سیّد علی، علاّمہ طبرسی، علاّمہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اس کی

ترجمہ، اور گناہ عظیم پر اڑے ہوئے تھے ﴿۴۶﴾ اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے اور ہڈیاں (ہی ہڈیاں رہ گئے) تو کیا ہمیں پھر اُٹھنا ہو گا؟ ﴿۴۷﴾ اور کیا ہمارے باپ دادا کو بھی؟ ﴿۴۸﴾ کہہ دو کہ بے شک پہلے اور پچھلے ﴿۴۹﴾ (سب) ایک روز مقرر کے وقت پر جمع کئے جائیں گے ﴿۵۰﴾ پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! ﴿۵۱﴾ سورۃ الواقعۃ

وضاحت فرمائی ہے کہ آپ طاق سَن میں ظہور فرمائیں گے جو ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ سے مل کر بنے گا، مثلاً ۱۳سو، ۱۵ سو، ۱۷سو، ۱۹سو، یا ۱ہزار، ۵ہزار، ۷ہزار، ۹ہزار۔ اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اسمِ گرامی کا اعلان بذریعہ جناب جبرئیلؑ ۲۳تاریخ کو کردیا جائے گا اور ظہور یومِ عاشورہ ہوگا، جس دن امام حسینؑ بمقام کربلا شہید ہوئے ہیں (شرحِ ارشاد مفید صفحہ ۵۳۲، غایتہ المقصود جلد۱، صفحہ ۱۶۱، اعلان الوریٰ صفحہ ۲۶۲، نورالابصار صفحہ ۱۵۵)، میرے نزدیک ذی الحجہ کی ۲۳تاریخ ہوگی کیونکہ نفس زکیہ کے قتل اور ظہور میں ۱۵ راتوں کا فاصلہ ہونا مسلم ہے۔ امکان ہے کہ قتل نفس زکیہ کے بعد ہی نام کا اعلان کردیا جائے، پھر اس کے بعد ظہور ہو۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ امام مہدیؑ کا ظہور بوقتِ عصر ہوگا اور وہی عصر آیۂ "وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ" سے مراد ہے۔ ملا جواد ساباطی کا کہنا ہے کہ امام مہدیؑ کا ظہور یومِ جمعہ بوقتِ صبح بتاریخ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں ہوگا (غایتہ المقصود صفحہ ۱۶۱، بحوالہ براہین ساباطیّہ)۔ روایت کے مطابق یومِ ولادت سے تابظہور آپ کی کیا عمر ہوگی اسے تو خدا ہی جانے لیکن یہ مسلمات سے ہے کہ جس وقت آپ ظہور فرمائیں گے مثل حضرت عیسٰیؑ آپ چالیس سالہ جوان کی حیثیت میں ہوں گے (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۵، وغایتہ المقصود صفحہ ۷۶، صفحہ ۱۱۹)۔ الغرض امام کے ظہور کی کافی پیشنگوئیاں اور روایتیں موجود ہیں کہ وہ مکّہ میں بے خبر ظہور کریں گے، اُن کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ ہوگا۔ بدن پر رسالت مآب صلعم کی چادر اور پاؤں میں اُنھیں کی نعلین مُبارک ہوگی۔ وہ اپنے سامنے چند بھیڑیں رکھیں گے، کوئی انھیں پہچان نہ سکے گا اور اسی حالت میں یکہ و تنہا بغیر کسی رفیق کے کعبہ اللہ میں آجائیں گے جس وقت عالم سیاہی شب کی چادر اوڑھ لے گا اور لوگ سو جائیں گے اُس وقت ملائکہ صف بہ صف اُن پر اُتریں گے اور

ترجمہ، کھڑ کھڑانے والی ﴿۱﴾ کھڑ کھڑانے والی کیا ہے؟ ﴿۲﴾ اور تم کیا جانوں کھڑ کھڑانے والی کیا ہے؟ ﴿۳﴾ (وہ قیامت ہے) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے ﴿۴﴾ اور پہاڑ ایسے ہوجائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون ﴿۵﴾ سورۃ القارعۃ

حضرت جبرائیلؑ ومیکائیلؑ اُنھیں نویدِالٰہی سنائیں گے کہ اُن کا حکم تمام دُنیاپر جاری وساری ہے۔ یہ بشارت پاتے ہی امام علیہ السّلام شکرِ خدا بجالائیں گے اور رکن حجرِاسوداور مقام ابراہیمؑ کے درمیان کھڑے ہوکر باآواز بلند ندادیں گے کہ اے وہ گروہ جو میرے مخصوصوں اور بزرگوں سے ہواور وہ لوگو! جن کو حقِ تعالیٰ نے روئے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے میری مدد کے لیے جمع کیا ہے۔ "آجاؤ"۔ یہ ندا حضرت کے اُن لوگوں تک خواہ وہ مشرق میں ہیں یا مغرب میں پہنچ جائے گی اور وہ لوگ یہ آواز سُن کر چشمِ زدن میں حضرت کے پاس جمع ہوجائیں گے یہ لوگ ۳۱۳ ہوں گے ، اور نقیب امام کہلائیں گے۔ اُسی وقت ایک نورُ زمین سے آسمان تک بلند ہوگا جو صفحہ دُنیا میں ہر مومن کے گھر میں داخل ہوگا جس سے اُن کی طبیعتیں مسُرور ہوجائیں گی، مگر مومنین کو معلوم نہ ہوگا کہ امام علیہ السّلام کا ظہور ہوا ہے۔ صبح امام علیہ السّلام مع اُن ۳۱۳ اشخاص کے جورات کو ان کے پاس جمع ہوگئے تھے کعبہ میں کھڑے ہوں گے اور دیوار سے تکیہ لگاکر اپنا ہاتھ کھولیں گے جو موسٰیؑ کے یدِبیضا کی مانند ہوگا اور کہیں گے کہ جو کوئی اس ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ ایسا ہے گویا اُس نے "یداللہ" پر بیعت کی۔ سب سے پہلے جبرئیلؑ شرف بیعت سے مشُرف ہوں گے۔ اِن کے بعد ملائکہ بیعت کریں گے پھر مقدم الذکر نقباء (۳۱۳) بیعت سے مشُرف ہوں گے۔ اِس ہلچل اور اژدحام میں مکّہ میں تہلکہ مچ جائے گا اور لوگ حیرت زدہ ہوکر ہر سمت سے استفسار کریں گے کہ یہ کون شخص ہے، یہ تمام واقعات طلوُع آفتاب سے پہلے سرانجام ہوجائیں گے، پھر جب سُورج چڑھے گا، تو قرص آفتاب کے سامنے ایک مُنادی کرنے والا ظاہر ہوگا اور باآواز بلند کہے گا جس کو تمام ساکنانِ زمین وآسمان سُنیں گے اور دُنیا کے ہر گوشہ سے جوق درجوق آپ کی زیارت کے لیے لوگ روانہ ہوجائیں گے، اور عالم پر حجت قائم ہوجائے گی، اِس کے بعد دس ہزار افراد بیعت کریں گے اور کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ چھوڑا جائے گا صرف اللہ

ترجمہ، (یعنی جبرائیل) طاقتور نے پھر وہ پورے نظر آئے ﴿۶﴾ اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے میں تھے ﴿۷﴾ پھر قریب ہوئے اور آور آگے بڑھے ﴿۸﴾ سُوْرَۃُ النَّجْمِ

کا نام ہو گا اور امام مہدیؑ کا کام ہو گا۔ جو مخالفت کرے گا اُس پر آسمان سے آگ برسے گی اور اُسے جلا کر خاکستر کر دے گی۔ (نور الابصار، امام شبلنجی شافعی صفحہ ۱۵۵، اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۴)۔ علماء نے لکھا ہے کہ ۲۷ مخلصین آپ کی خدمت میں کُوفہ سے اس قسم کے پہنچ جائیں گے جو حاکم بنائے جائیں گے۔ جن کے اسماء (کتاب منتخب بصائر) میں یہ ہیں، یوشع بن نون، سلمان فارسی، ابودجانہ انصاری، مقداد بن اسود، مالک اشتر، اور قوم موسیٰ کے ۱۵ افراد اور سات اصحاب کہف (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۴، ارشاد و مفید صفحہ ۵۳۶) علاّمہ عبدالرحمٰن جامی کا کہنا ہے کہ قطب، ابدال، عرفاء سب آپ کی بیعت کریں گے، آپ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہوں گے اور آپ انسانوں اور جنوں میں عدل وانصاف کریں گے (شواہد النبوت صفحہ ۲۱۶)۔ علاّمہ طبرسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت داؤدؑ کے اصول پر احکام جاری کریں گے، آپ کو گواہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ آپ ہر ایک کے عمل سے بالہام خداوندی واقف ہوں گے۔ روایت کے مطابق جب امام مہدیؑ کا ظہور ہو گا تو تمام مسلمان خواص اور عوام خوش و مسُرور ہو جائیں گے۔ ان کے کچھ وزراء ہوں گے جو آپکے احکام پر لوگوں سے عمل کرائیں گے۔ اصحابِ کہف آپ کے وزراء ہوں گے (سیرت حلبیّہ)۔ آپ کا جسم کا سایہ نہ ہو گا۔ آپ کے جھنڈے پر "البیعۃ للہ" لکھا ہو گا اور آپ اپنے ہاتھوں پر خدا کے لیے بیعت لیں گے اور کائنات میں صرف دینِ اسلام کا پرچم لہرائے گا (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۳۴)۔ (غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۵۰) حضرت علی کا فرمانا ہے کہ انصار و اصحاب امام مہدیؑ، خالص اللہ والے ہوں گے اور آپ کے گرد اس طرح لوگ جمع ہو جائیں گے جس طرح شہد کی مکھّی اپنے "یعسوب" بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔

ظہور کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السّلام کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے

ترجمہ، وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے (۹)

سورۃ الصف

ہوں گے، آپ کے سر مبُارک پر ابر کا سایہ ہو گا، آسمان سے آواز آتی ہو گی کہ "یہی امام مہدی ہیں"۔اُس کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیں گے اور دینِ حق کی طرف آنے کی سب کو ہدایت فرمائیں گے۔آپ کی تمام سیرت پیغمبرِ اسلام کی سیرت ہو گی اور اُنھیں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ابھی آپ کا خطبہ جاری ہو گا کہ آسمان سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ آکر بیعت کریں گے، پھر ملائکہِ آسمانی کی عام بیعت ہو گی۔ہزاروں ملائکہ کی بیعت کے بعد وہ ۳۱۳ مومنین بیعت کریں گے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہوں گے، پھر عام بیعت کا سلسلہ شروع ہو گا، دس ہزار افراد کی بیعت کے بعد آپ سب سے پہلے کوُفہ تشریف لے جائیں گے اور دُشمنانِ آلِ محمدؐ کا قلع قمع کریں گے۔آپ کے ہاتھ میں عصائے موُسیٰؑ ہو گا جو اژدھے کا کام کرے گا اور تلوار حمائل ہو گی۔عین الحیات مجلسی صفحہ ۹۲ تواریخ میں ہے کہ جب آپ کوُفہ پہنچیں گے تو کوئی ہزار کا ایک گروہ آپ کی مخالفت کے لیے نکل پڑے گا،اور کہے گا کہ ہمیں بنی فاطمہ کی ضرورت نہیں، آپ واپس جائیے۔یہ سُن کر آپ تلوار سے اُن سب کا قصّہ پاک کر دیں گے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔جب کوئی بھی دُشمن آلِ محمدؐ اور منافق وہاں باقی نہ رہے گا تو آپ ایک منبر پر تشریف لے جائیں گے اور واقعہِ کربلا کا ذکر کریں گے یعنی مجلسِ حسینؑ پڑھیں گے۔اُس وقت لوگ محوِ گریہ ہو جائیں گے اور کئی گھنٹے تک رونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔پھر آپ حکم دیں گے کہ مشہدِ حسینؑ تک نہر فرات کاٹ کر لائی جائے اور ایک مسجد تعمیر کی جائے، جس کے ایک ہزار دَر ہوں، چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا۔اس کے بعد آپ زیارت سرورِ کائنات کے لیے مدینہ منوّرہ تشریف لے جائیں گے (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۳، ارشاد

ترجمہ، اور یہ لوگ جو الگ الگ ہوئے ہیں تو علم (حق) آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے (ہوئے ہیں)۔اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لئے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔اور جو لوگ ان کے بعد (خدا کی) کتاب کے وارث ہوئے وہ اس (کی طرف) سے شبہے کی الجھن میں (پھنسے ہوئے) ہیں ﴿۱٤﴾ سورة الشورى

مفید صفحہ ۵۳۲، نورالابصار صفحہ ۱۵۵)۔ قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدّین رقمطراز ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السّلام جو علمِ لدنی سے بھرپُور ہوں گے جب مکّہ سے آپ کا ظہور ہوگا اور اس ظہور کی شہرت اطراف واکناف عالم میں پھیلے گی تو افواج مدینہ ومکّہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شام و عراق ویمن کے ابدال اور اولیاء وغیرہ خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرب کی فوجیں جمع ہو جائیں گی، آپ اُن تمام لوگوں کو اُس خزانہ سے مال دیں گے جو کعبہ سے برآمد ہوگا اور مقام خزانہ کو "تاج الکعبہ" کہتے ہوں گے، اسی اثنا میں ایک شخص خراسانی عظیم فوج لے کر حضرت کی مدد کے لیے مکّہ معظمہ کو روانہ ہوگا، راستے میں نصرانی فوج کی ٹکر ہوگی اور خراسانی لشکر نصرانی کو پسپا کرکے حضرت کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ اِس کے بعد ایک شخص سفیانی جو بنی کلب سے ہوگا، حضرت کے مقابلہ کے لیے لشکرِ عظیم ارسال کرے گا، لیکن بحکمِ خدا جب وہ لشکر مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان پہنچے گا اور پہاڑ میں قیام کرے گا تو زمین میں وہیں دھنس جائے گا۔ پھر سفیانی جو دُشمنِ آل محمدؐ ہوگا نصاریٰ سے ساز باز کرکے امام مہدیؑ سے مقابلہ کے لیے زبردست فوج فراہم کرے گا۔ نصرانی اور سفیانی فوج کے اسی (۸۰) نشان ہونگے اور ہر نشان کے نیچے ۱۲ ہزار کی فوج ہوگی۔ ان کا دارالخلافہ شام ہوگا۔ حضرت امام مہدیؑ بھی مدینہ منوّرہ ہوتے ہوئے جلد سے جلد شام پہنچیں گے۔ جب آپ کا وُرودِ مسعود دمشق میں ہوگا، تو دُشمنِ آلِ محمدؐ سفیانی اور دُشمنِ اسلام نصرانی آپ سے مقابلہ کے لیے صف آرا ہوں گے، اس جنگ میں فریقین کے بے شمار افراد قتل ہوں گے۔ بالآخر امام علیہ السّلام کو فتح کامل ہوگی اور ایک نصرانی بھی زمینِ شام پر باقی نہ رہے گا۔ اُس کے بعد امام علیہ السّلام اپنے لشکر میں انعام تقسیم کریں گے اور اُن

ترجمہ، مجھ پر واجب ہے کہ خدا کی طرف سے جو کچھ کہوں سچ ہی کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی رخصت دے دیجیے ﴿۱۰۵﴾ فرعون نے کہا اگر تم نشانی لے کر آئے ہو تو اگر سچے ہو تو لاؤ (دکھاؤ) ﴿۱۰۶﴾ موسیٰ نے اپنی لاٹھی (زمین پر) ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا (ہوگیا) ﴿۱۰۷﴾

مسلمانوں کو مدینہ منوّرہ سے واپس بُلالیں گے جو نصرانی بادشاہ کے ظلم و جور سے عاجز آکر شام سے ہجرت کر گئے تھے (قیامت نامہ صفحہ ۴)۔ اس کے بعد آپ مکّہ معظمہ واپس تشریف لے جائیں گے اور مسجد سہلہ میں قیام فرمائیں گے (ارشاد صفحہ ۵۳۳)۔ اس کے بعد مسجدِ الحرام کو از سرِ نو بنائیں گے اور دُنیا کی تمام مساجد کو شرعی اصُول پر کر دیں گے۔ ہر بدعت کو ختم کریں گے اور ہر سنّت کو قائم کریں گے۔ نظامِ عالم دُرست کریں گے اور شہروں میں فوجیں ارسال کریں گے، اِنصرام و انتظام کے لیے وزراء روانہ ہوں گے (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۲، صفحہ ۲۶۴)۔ اس کے بعد آپ مومنین، کاملین اور کافرین کو زندہ کریں گے، اور اس زندگی کا مقصد یہ ہوگا کہ مومنین اسلامی عروج سے خوش ہوں اور کافرین سے بدلہ لیا جائے۔ ان زندہ کئے جانے والوں میں قابیل سے لے کر اُمّتِ محمّدیہ کے فراعنہ تک زندہ کئے جائیں گے، اور ان کے کئے کا پُورا پُورا بدلہ انھیں دیا جائے گا۔ جو جو ظلم اُنھوں نے کئے اُن کا مزہ چکھیں گے، غریبوں، مظلوموں اور بیکسوں پر جو ظلم ہوا ہے، اُس کی (ظالم کو) سزا دی جائے گی، سب سے پہلے جو واپس لایا جائے گا وہ یزید بن معاویہ ملعون ہوگا اور امام حسینؑ تشریف لائیں گے (غایۃ المقصود)۔

دجال، دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب کے ہیں، اس کا اصل نام صائف، باپ کا نام صائد، ماں کا نام کاہنہ عرف قطامہ ہے، یہ عہد رسالت مآبؐ میں بمقام تیہ جو مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چہار شنبہ کے دن بوقتِ غروب آفتاب پیدا ہوا ہے، پیدائش کے بعد آناً فاناً بڑھ رہا تھا، اُس کی داہنی آنکھ پھُوٹی تھی اور بائیں آنکھ پیشانی پر چمک رہی تھی، وہ چند دنوں میں کافی بڑھ کر دعویٰ خدائی کرنے لگا، سرورِ کائنات جو حالات سے برابر مطلع ہو رہے تھے، اُنھوں نے سلمان فارسی اور چند اصحاب کو لیا اور بمقام تیہ جا کر اُس کو تبلیغ کرنا چاہی،

ترجمہ، تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم خدا کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں اور مومنوں کو بھی ترغیب دو قریب ہے کہ خدا کافروں کی لڑائی کو بند کردے اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے ﴿۸۴﴾

اُس نے بہت بُرا بھلا کہا اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کردے، لیکن آپ کے اصحاب نے مدافعت کی، آپ نے اُس سے یہ فرمایا تھا کہ خدائی کا دعویٰ چھوڑ دے اور میری نبوّت کو مان لے۔ علماء نے لکھا ہے کہ دجال کی پیشانی پر بخطِ یزدانی "الکافر باللہ" لکھا ہوا تھا اور آنکھ کے ڈھیلے پر بھی (ک، ف، ر) مرقوم تھا۔ غرضکہ آپ نے وہاں سے مدینہ منوّرہ واپس تشریف لانے کا اِرادہ کیا۔ دجال نے ایک سنگ گراں جو پہاڑ کی مانند تھا حضرت کی راہ میں رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل آسمان سے آئے اور اُسے ہٹا دیا۔ ابھی آپ مدینہ پہنچے ہی تھے کہ دجال لشکرِ عظیم لے کر مدینہ کے قریب جا پہنچا۔ حضرت نے بارگاہ احدیت میں عرض کی، خدایا! اِسے اُس وقت تک کے لیے محبوس کردے، جب تک اِسے زندہ رکھنا مقصُود ہے، اِسی دوران میں جنابِ جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے دجال کی گردن کو پُشت کی طرف سے پکڑ کر اُٹھالیا اور اُسے لے جاکر جزیرۂ طبرستان میں محبوس کردیا ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ جبرئیلؑ اُسے لے کر جانے لگے تو اُس نے زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تحت الثریٰ تک کی دو مٹھی خاک لے لی، اور اُسے طبرستان میں ڈال دیا۔ جبرئیلؑ نے سرورِ کائنات کے سوال کے جواب میں کہا کہ آپ کی وفات سے ۹۷۰ سال بعد یہ خاک عالم میں پھیلے گی اور اُسی وقت سے آثارِ قیامت شروع ہو جائیں گے (غایتہ المقصُود صفحہ ۶۴، ارشاد الطالبین صفحہ ۳۹۴) پیغمبرِ اسلام کا ارشاد ہے کہ دجال کو محبوس ہونے کے بعد تیم دارمی نے جو پہلے نصرانی تھا، جزیرہ طبرستان میں بچشم خود دیکھا ہے۔ اِس کی مُلاقات کی تفصیل کتاب صحاح المصابیح، زہرۃ الریاض، صحیح بُخاری، صحیح مسلم میں موجود ہے۔ غرضکہ اکثر روایات کے مطابق دجال حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے ظہور فرمانے کے ۱۸ یوم بعد خروج کرے گا (مجمع البحرین صفحہ ۵۴۰،

ترجمہ، اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کے لئے (خدا کی دوستی کا) برا بدل ہے ﴿۵۰﴾ سورۃ الکھف

وغایتہ المقصود جلد ۲، صفحہ ٦٩)۔امام مہدیؑ کے ظہور کے بعد ۱۸ہی دن میں کائنات نہایت اچھی سطح پر پہنچی ہوگی کہ ناگاہ دجال ملعون کے خروج کا غلغلہ اُٹھے گا،وہ بروایت اخوند درویزہ ہندوستان کے ایک پہاڑ پر نمودار ہوگا اور وہاں سے باآواز بلند کہے گا، "میں خدائے بزرگ ہوں، میری اطاعت کرو"۔یہ آواز مشرق و مغرب میں پہنچے گی۔اس کے بعد ۳یوم یا بروایت ۴۰ یوم اسی پر مقیم رہ کر لشکر تیار کرے گا، پھر شام و عراق ہوتا ہوا اصفہان کے ایک قریہ "یہودیہ" سے خروج کرے گا۔اُس کے ہمراہ بہت بڑا لشکر ہوگا، جس کی تعداد ستّر لاکھ مرقوم ہے۔ جِنّ، دیو، پری، شیطان ان کے علاوہ ہوں گے۔اُس کے جسم کا بالائی حصّہ سُرخ، ہاتھ پاؤں سے لے کر زانو تک سیاہ،اس کے بعد سے سم تک سفید ہوگا۔اُس کے دونوں کانوں کے درمیان کافی فاصلہ ہوگا۔اُس کا قد اُونچا اور وہ کافی لمبا ہوگا۔اُس کے دونوں کانوں میں خلق کثیر بیٹھی ہوگی۔چلنے میں اُس کے بالوں سے ہر قسم کے باجوں کی آواز آئے گی،وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا، جو ابلق رنگ کا ہوگا۔ سواری کے بعد جب وہ روانہ ہوگا تو اُس کے داہنے طرف ایک پہاڑ ہوگا جو ہمراہ چلتا رہے گا۔اُس میں نہریں میوہ جات اور ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی،اور بائیں جانب ایک پہاڑ ہوگا جس میں ہر قسم کے سانپ بچھّو ہوں گے، وہ لوگوں کو انھیں چیزوں کے ذریعہ سے بہکائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں، جو میرا حکم مانے گا جنّت میں رکھوں گا جو نہ مانے گا اُسے جہنّم میں ڈال دُوں گا۔اِسی طرح چالیس یوم میں ساری دُنیا کا چکر لگائے گا اور سب کو بہکا کر امام مہدیؑ کی کوششوں کو ناکامیاب بنانے کی سعی میں وہ خانہ کعبہ کو گرانا چاہے گا اور ایک عظیم لشکر بھیج کر کعبہ اور مدینہ کو تباہ کرنے پر مامور کریگا،اور خود دوبارہ کُوفہ روانہ ہوگا۔اس کا مقصد یہ ہوگا کہ کُوفہ جو امام مہدیؑ

ترجمہ، بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت کا) حال معلوم ہوا ہے ﴿۱﴾ اس روز بہت سے منہ (والے) ذلیل ہوں گے ﴿۲﴾ سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ﴿۳﴾ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے ﴿۴﴾ ایک کھولتے ہوئے چشمے کا ان کو پانی پلایا جائے گا ﴿۵﴾ اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں (ہوگا) ﴿۶﴾ جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے ﴿۷﴾
سورۃ الغاشیۃ

کی آماجگاہ ہے اُسے تباہ کردے۔ لیکن خدا کا کرنا دیکھئے کہ جب وہ کوفہ کے قریب پہنچے گا، تو حضرت امام مہدیؑ خود وہاں پہنچ جائیں گے اور اُسے بحکمِ خدا تیغ و بُن سے اُکھاڑ دیں گے۔ غرضکہ گھمسان کی جنگ ہوگی اور شام تک پھیلے ہوئے لشکر پر امام مہدیؑ زبردست حملے کریں گے، بالآخر وہ ملعون آپ کی ضربوں کی تاب نہ لاکر شام کے مقام عقبۂ رفیق یا بمقام لدّجمعہ کے دن تین گھڑی دن چڑھے مارا جائے گا۔ اُس کے مرنے کے بعد دس میل تک دجال اور اُس کے گدھے اور لشکر کا خون زمین پر جاری رہے گا۔ علماء کا کہنا ہے کہ قتلِ دجال کے بعد امام علیہ السّلام اُس کے لشکریوں پر ایک زبردست حملہ کریں گے اور سب کو قتل کرڈالیں گے۔ اُس وقت جو کافر زمین کے کسی گوشہ میں چھُپے گا، وہ آواز دے گا کہ فلاں کافر یہاں روپوش ہے۔ امام علیہ السّلام اُسے قتل کردیں گے۔ آخر کار زمین پر کوئی دجال کا ماننے والا نہ رہے گا۔ (ارشاد الطالبین صفحہ ۳۹۴، غائۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۷، عین الحیات صفحہ ۱۲۶، کتاب الوسائل صفحہ ۱۸۱، قیامت نامہ صفحہ ۷، معارف الملتہ صفحہ ۳۵۸، صحیح مسلم، لمعات شرح مشکوٰۃ عبدالحق، مرقات شرح مشکوٰہ، مجمع البحار) بعض روایات میں ہے کہ دجال کو حضرت عیسٰیؑ بحکم حضرت مہدیؑ قتل کریں گے۔

حضرت امام مہدیؑ علیہ السّلام سُنت کے قائم کرنے اور بدعت کے مٹانے نیز انصرام وانتظامِ عالم میں مشغول و مصروف ہوں گے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت بروایتے نمازِ عصر کے وقت حضرت عیسٰیؑ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے مینارۂ شرقی پر نزول فرمائیں گے۔ حضرت امام مہدیؑ ان کا استقبال کریں گے اور فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھایئے، حضرت عیسٰیؑ کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے، نماز آپ کو پڑھانی ہوگی۔ چنانچہ حضرت امام مہدیؑ امامت کریں گے اور حضرت عیسٰیؑ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اُن کی تصدیق

ترجمہ، جو خوف رکھتا ہے وہ تو نصیحت پکڑے گا ﴿۱۰﴾ اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا ﴿۱۱﴾ جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا ﴿۱۲﴾ پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جئے گا ﴿۱۳﴾

سورۃ الاعلیٰ

کریں گے (نورالابصار صفحہ ۱۵۴، غایۃ المقصود صفحہ ۱۰۴-۱۵۴بحوالہ مسلم و ابنِ ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۸)۔اُس وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر چالیس سالہ جوان جیسی ہوگی، وہ اس دُنیا میں شادی کریں گے اور ان کے دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام موسیٰ ہوگا (اسعاف الراغبین بر حاشیہ نورالابصار صفحہ ۱۳۵، قیامت نامہ صفحہ ۹، بحوالہ کتاب الوفا ابنِ جوزی و مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵ و سراج القلوب صفحہ ۷۷)۔اِس کے بعد حضرت امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ بلاد، ممالک کا دَورہ کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لیے برآمد ہوں گے اور دجال ملعوُن کے پہنچائے ہوئے نقصانات اور اُس کے پیدا کئے ہوئے بدترین حالات کو بہترین سطح پر لائیں گے، حضرت عیسیٰؑ خنزیر کو قتل کرنے، صلیبوں کو توڑنے اور لوگوں کے اِسلام قبول کرنے کا انصرام و بندوبست فرمائیں گے۔عدلِ مہدوی سے بلاد عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا اور ظلم و ستم کا تختہ تباہ ہو جائے گا (قیامت نامہ قدوۃ المحدثین صفحہ ۸، بحوالہ صحیح مسلم)۔روایت میں ہے کہ امام مہدیؑ قسطنطنیہ، چین، اور جبل دیلم کو فتح کریں گے، یہ وہی قسطنطنیہ ہے جسے استنبول کہتے ہیں اور جس پر اُس زمانہ میں نصاریٰ کا قبضہ ہوگا اور اُن کا قبضہ بھی مسلمان بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد ہوا ہوگا۔ چین اور جبل ویلم پر بھی نصاریٰ کا قبضہ ہوگا اور وہ حضرت امام مہدیؑ سے مقابلہ کا پُورا انتظام کریں گے، چین جس کو عربی میں "صین" کہتے ہیں اس کے بارے میں روایت کے حوالے سے علاّمہ طریحی نے مجمع البحرین کے صفحہ ۶۱۵ میں لکھا ہے کہ (۱) صین ایک پہاڑی ہے۔(۲)، مشرق میں ایک مملکت ہے۔(۳)، کوُفہ میں ایک موضع ہے۔پتہ یہ چلتا ہے کہ ساری چیزیں فتح کی جائیں گی، اِن کے علاوہ سندھ اور ہند کے مکانات کی طرف بھی اشارہ ہے، بہر حال امام مہدیؑ شہر قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوں گے اور ان کے ہمراہ جو ستّر ہزار بنو اسحاق کے نوجوان

ترجمہ، توجب (قیامت کا) غل مچے گا ﴿۳۳﴾ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا ﴿۳۴﴾ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ﴿۳۵﴾ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے ﴿۳۶﴾ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا ﴿۳۷﴾ سورۃ عبس

ہوں گے اُنھیں دریائے رُوم کے کنارے مہر میں جاکر اُسے فتح کرنے کا حکم ہوگا، جب وہ وہاں پہنچ کر فصیل کے کنارے نعرۂ تکبیر لگائیں گے تو خود بخود راستہ پیدا ہو جائے گا اور یہ داخل ہو کر اُسے فتح کرلیں گے، کفار قتل ہوں گے اور اُس پر پورا پورا قبضہ ہو جائے گا (نورالابصار صفحہ ۱۵۵ بحوالہ طبرانی، غایۃ المقصود جلد۱ صفحہ ۱۵۲ بحوالہ ابو نعیم، اعلام الوریٰ بحوالہ امام جعفر صادق صفحہ ۲۶۴، قیامت نامہ بحوالہ صحیح مسلم)۔

قیامتِ صغریٰ یعنی ظہور آلِ محمدؐ اور قیامت کبریٰ کے درمیان دجال کے بعد یاجوج اور ماجوج کا خروج ہوگا۔ یہ سدِّ سکندری سے نکل کر سارے عالم میں پھیل جائیں گے اور دُنیا کے امن و امان کو تباہ و برباد کر دینے میں پوری سعی کریں گے۔ یہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں دُنیا کے اخیر میں اُس جگہ پیدا ہوئے ہیں، جہاں سے پہلے پہل سُورج نے طلوع کیا تھا۔ یاجوج ماجوج حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں، یہ دونوں چار سو قبیلوں اور اُمتوں کے سردار اور سربرآوردہ ہیں، ان کی کثرت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ مخلوقات میں ملائکہ کے بعد اُنھیں کثرت دی گئی ہے، اِن میں کوئی ایسا نہیں جس کے ایک ایک ہزار اولاد نہ ہو۔ یعنی یہ اُس وقت تک مرتے ہی نہیں جب تک ایک ایک ہزار بہادر پیدا نہ کرلیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں، ایک

ترجمہ، ہم کو روز قیامت کی قسم ﴿۱﴾ اور نفس لوامہ کی (کہ سب لوگ اٹھا کر) کھڑے کئے جائیں گے ﴿۲﴾ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ ﴿۳﴾ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں ﴿۴﴾ مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خودسری کرتا جائے ﴿۵﴾ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ ﴿۶﴾ جب آنکھیں چندھیا جائیں ﴿۷﴾ اور چاند گہنا جائے ﴿۸﴾ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں ﴿۹﴾ اس دن انسان کہے گا کہ (اب) کہاں بھاگ جاؤں؟ ﴿۱۰﴾ بے شک کہیں پناہ نہیں ﴿۱۱﴾ اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے ﴿۱۲﴾ اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے ﴿۱۳﴾ بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے ﴿۱۴﴾ اگرچہ عذر و معذرت کرتا رہے ﴿۱۵﴾ سورة القيامة

وہ جو تاڑ سے زیادہ لمبے ہیں، دوسرے وہ جو لمبے اور چوڑے برابر ہیں جن کی مثال بہت بڑے ہاتھی سے دی جاسکتی ہے۔ تیسرے وہ جو اپنا ایک کان بچھاتے اور دوسرا اوڑھتے ہیں۔ اِن کے سامنے لوہا، پتھّر، پہاڑ تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ زمانہ فترت سے پہلے یہ لوگ اپنی جگہ سے نِکل پڑتے تھے اور اپنے قریب کی ساری دُنیا کو کھاپی جاتے تھے۔ یعنی ہاتھی، گھوڑا، اُونٹ، اِنسان، جانور، کھیتی باڑی غرضکہ جو کچھ سامنے آتا تھا سب کو ہضم کر جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ اِن سے سخت تنگ اور عاجز تھے، یہاں تک کہ زمانۂ فترت میں حضرت عیسٰیؑ کے بعد بروایتے جب ذُوالقرنین اُس منزل تک پہنچے تو انھیں وہاں کا سارا واقعہ معلوم ہوا اور وہاں کی مخلوق نے اُن سے درخواست کی کہ ہمیں اِس بلائے بے درمان یاجوُج ماجوُج سے بچائیے۔ چنانچہ اُنھوں نے دو پہاڑوں کے اُس درمیانی راستہ کو جس سے وہ آیا کرتے تھے، بحکمِ خدا لوہے کی دیوار سے جو دو سو گز اُونچی اور پچاس یا ساٹھ گز چوڑی تھی بند کر دیا۔ اسی دیوار کو "سدِّ سکندری" کہتے ہیں۔ کیونکہ ذوالقرنین کا اصل نام سکندرِ اعظم تھا، سدِّ سکندری کے لگ جانے کے بعد ان کی خوراک سانپ قرار دی گئی، جو آسمان سے برستے ہیں۔ یہ تا بظہورِ امام مہدی علیہ السّلام اسی میں محصُور رہیں گے۔ ان کا اُصول اور طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی زبان سے سدِّ سکندری کو ساری رات چاٹ کر کاٹتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے اور دُھوپ لگتی ہے تو ہٹ جاتے ہیں، پھر دُوسری رات کٹی ہوئی دیوار بھی پُر ہو جاتی ہے اور وہ پھر اُسے کاٹنے میں لگ جاتے ہیں۔ بحکمِ خدا سے یہ لوگ امام مہدیؑ کے زمانہ میں خروج کریں گے دیوار کٹ جائے گی اور یہ نِکل پڑیں گے۔ اُس وقت کا عالم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ساری

ترجمہ، یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں ﴿۹۶﴾ اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگاہ کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں (اور کہنے لگیں کہ) ہائے شامت ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے بلکہ (اپنے حق میں) ظالم تھے ﴿۹۷﴾ (کافرو اس روز) تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے ﴿۹۸﴾

تعداد سمیت ساری دُنیا میں پھیل کر نظامِ عالم کو درہم برہم کرنا شروع کردیں گے، لاکھوں جانیں ضائع ہوں گی اور دُنیا کی کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے گی جو کھائی اور پی جاسکے، اور یہ اس پر تصرف نہ کریں۔ یہ بلا کے جنگجو لوگ ہوں گے، دُنیا کو مار کر کھاجائیں گے اور اپنے تیر آسمان کی طرف پھینک کر آسمانی مخلوق کو مارنے کا حوصلہ کریں گے اور جب اُدھر سے بحکمِ خدا تیر خوُن آلوُد آئے گا تو یہ بہت خوش ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اب ہمارا اِقتدار زمین سے بلند ہو کر آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ اِسی دوران میں حضرت امام مہدیؑ کی برکت اور حضرت عیسٰیؑ کی دُعا کی وجہ سے خداوندِ عالم ایک بیماری بھیج دے گا، جس کو عربی میں "نغف" کہتے ہیں، یہ بیماری ناک سے شروع ہو کر طاعون کی طرح ایک ہی شب میں اُن سب کا کام تمام کردے گی۔ پھر اُن کے مردار کو کھانے کے لیے "عنقا" نامی طائر پیدا ہوگا، جو زمین کو اُن کی گندگی سے صاف کرے گا اور اِنسان اُن کے تیر و کمان اور قابل سوختنی آلاتِ حرب کو سات سال تک جلائیں گے (تفسیر صافی صفحہ ۲۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۶، صحیح مسلم ترمذی، ارشاد الطالبین صفحہ ۳۹۸، غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۷۶، مجمع البحرین صفحہ ۴۶۶، قیامت نامہ صفحہ ۸)۔

حضرت امام مہدی علیہ السّلام کا پایۂ تخت شہر کوُفہ ہوگا۔ مکّہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا۔ آپ کا دیوان خانہ اور آپ کے اجراء حکم کی جگہ مسجدِ کوُفہ ہوگی۔ بیت المال، مسجدِ سہلہ قرار دی جائے گی اور خلوت کدہ نجف اشرف ہوگا (حق الیقین صفحہ ۱۴۵)۔ آپ کے عہدِ حکومت میں مکمل امن و سکون ہوگا۔ بکری اور بھیڑ، گائے اور شیر، اِنسان اور سانپ، زنبیل اور چوُہے سب ایک دوسرے سے بے خوف ہوں گے (در منشور سیوطی جلد ۳ صفحہ ۲۳)۔ معاصی کا ارتکاب بالکل بند ہوگا اور تمام لوگ پاکباز ہو جائیں گے۔ جہل، جبن، بخل کافور ہو جائیں گے۔

ترجمہ، ان لوگوں نے کہا ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں بھلا ہم آپ کے لئے خرچ (کا انتظام) کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں ﴿۹۴﴾

سورۃ الکھف

عاجزوں، ضعیفوں کی دادرسی ہوگی۔ ظلم دُنیا سے مِٹ جائے گا۔اِسلام کے قالب بے جان میں رُوح تازہ پیدا ہو جائے گی۔دُنیا کے تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔نہ عیسائی ہوں گے نہ یہودی، نہ کوئی اور مسلک ہوگا، صرف اِسلام ہوگا اور اُسی کا ڈنکا بجتا ہوگا۔آپ دعوت بالسیف دیں گے جو آپ کے درپے نزاع ہوگا قتل کر دیا جائے گا۔ جزیہ موقوف ہوگا۔خدُا کی جانب سے شہر عکا کے ہرے بھرے میدان میں مہمانی ہوگی، ساری کائنات مسّرتوں سے مملو ہوگی، غرضکہ عدل و انصاف سے دُنیا بھر جائے گی (الیواقت الجواہر جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)۔دُنیا کے تمام مظلوم بُلائے جائیں گے اور اُن پر ظلم کرنے والے حاضر کئے جائیں گے، حتّٰی کہ آلِ محمدؐ تشریف لائیں گے اور اُن پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے بُلائے جائیں گے۔حضرت امام مہدی علیہ السّلام مظلومُ کی داد رسی فرمائیں گے اور ظالم کو کیفر و کردار تک پہنچائیں گے۔حضرت محمد مصطفٰیؐ اِن تمام امور میں نگرانی کا فریضہ اَدا فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوں گے۔اِسی دوران میں حضرت عیسٰیؑ اپنی سابقہ ارضی ۳۳ سالہ زندگی میں ۷ سالہ موجودہ ارضی زندگی کا اضافہ کرکے چالیس سال کی عمر میں اِنتقال کر جائیں گے اور آپ کو روضۂ حضرت محمدّ مصطفٰیؐ میں دفن کر دیا جائے گا (حاشیۂ مشکوۃ صفحہ ۴۶۳، سراج القلُوب صفحہ ۷۷، عجائب القصص صفحہ ۲۳)۔اس کے بعد حضرت امام مہدیؑ کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور حضرت امیر المومنین نظامِ کائنات پر حکمرانی کریں گے جس کی طرف قرآنِ مجید میں "دابتہ الارض" سے اشارہ کیا گیا ہے۔اب رہ گیا یہ کہ حضرت امام مہدیؑ کی مُدّت حکومت کیا ہوگی؟اس کے متعلق سخت اختلاف ہے۔مختلف کتابوں میں ۷ سال سے لے کر ۲۰ سال تک کا ذکر ملتا ہے۔غرضکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؑ آپ کو غسل و

ترجمہ، اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت کے مینھ کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے۔اور ہم آسمان سے پاک (اور نتھرا ہوا) پانی برساتے ہیں ﴿۴۸﴾ تاکہ اس سے شہر مردہ (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں اور پھر اسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں ﴿۴۹﴾

سورۃ الفرقان

کفن دیں گے اور نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے، جیسا کہ علاّمہ سیّد علی بن عبدالحمید نے کتاب انوار لمضیۂ میں تحریر فرمایاہے کہ حضرت امام مہدیؑ کے عہدِ ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں۔ یہ رجعت ضروریاتِ مذہب امامیہ سے ہے(مجمع البحرین صفحہ ۴۲۲)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہور کے بعد بحکمِ خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مومنین حضرت رسول کریم آئمہ طاہرین، بعض انبیاء سلف برائے اظہار دولت حقِ محمّدی دُنیا میں پلٹ کر آئیں گے (تکلیف المکلفین فی اصول الدّین صفحہ ۲۵)۔اس میں ظالموں کا ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ "لیظھرہ علی الدین کلہ"۔دُنیا میں صرف ایک اِسلام رہ جائے گا(معاوف الملتہ الناجیہ والناریہ صفحہ ۳۸۰)امام حسینؑ کا مکمل بدلہ لیا جائے گا(غایتہ المقصود جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ بحوالہ تفسیر عیاشی)اور دُشمنانِ آلِ محمدؐ کو قیامت میں عذاب اکبر سے پہلے رجعت میں عذابِ ادنٰی کا مزہ چکھایا جائے گا(حق الیقین صفحہ ۱۴۷ بحوالہ قرآن مجید)۔ شیطان سرورِ کائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا، آئمہ طاہرین کے ہر عہدِ حکومت میں اچھے بُرے زندہ کئے جائیں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے عہد میں جو لوگ زندہ ہوں گے اُن کی تعداد چار ہزار ہوگی (غایتہ المقصود جلد ۱ صفحہ ۱۷۸، شہداء کو بھی رجعت میں ظاہری زندگی دی جائے گی تاکہ اس کے بعد جو موت آئے اُس سے آیت کے حکم "کل نفس ذائقتہ الموت" کی تکمیل ہوسکے اور اُنھیں موت کا مزہ نصیب ہوجائے(غایت المقصود جلد ۱، صفحہ ۱۷۳)۔ اسی رجعت میں بوعدۂ قرآنی آلِ محمدؐ کی حکومت نہ ہو،اس کے متعلّق قرآن مجید میں "ان الارض یر ثھا عبادی الصالحون" اور "نرید ان

ترجمہ،خداتواس بات کی گواہی دیتاہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جوانصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ)اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ﴿۱۸﴾ دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو(اس دین سے)اختلاف کیا تو علم ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا اور جو شخص خدا کی آیتوں کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا(اور سزادینے والا)ہے ﴿۱۹﴾ سورۃ آلعمران

نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم الوارثین"۔اب رہ گیا یہ کہ کائنات کی ظاہری حکومت و وراثت آلِ محمدؐ کے پاس کب تک رہے گی،اِس کے متعلّق ایک روایت آٹھ ہزار سال کا حوالہ دے رہی ہے اور پتہ یہ چلتا ہے کہ امیر المومنینؑ، حضرت محمد مصطفےٰؐ کی زیر نگرانی حکومت کریں گے اور دیگر آئمہ طاہرین اُن کے وزراء اور سفراء کی حیثیت سے ممالک عالم میں اِنتظام و انصرام فرمائیں گے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر امام علیؑ الترتیب حکومت کریں گے (حق الیقین و غایتہ المقصود)۔ حضرت علیؑ کے ظہور اور نظامِ عالم پر حکمرانی کے متعلّق قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "اخرجنا لھم دابتہ من الارض (پارہ ۲۰، رکوع)" علائے فریقین یعنی شیعہ و سُنی کا اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت علی علیہ السّلام ہیں ملاحظہ ہو، میزان الاعتدال علاّمہ ذہبی و معالم التزیل علاّمہ بغوی و حق الیقین علاّمہ مجلسی و تفسیر صافی علاّمہ محسن فیض اُس کی طرف توریت میں بھی ارشاد موجود ہے (تذکرۃ المعصومین صفحہ ۲۴۶)۔ آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ ایسے لوگوں کی تصدیق نہ کریں گے جو خدا کے مخالف اور اس کی آیتوں پر یقین نہ رکھنے والے ہوں گے۔۔۔۔ وہ صفا اور مروہ کے درمیان سے برآمد ہوں گے، اُن کے ہاتھ میں حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور حضرت موسٰیؑ کا عصا ہوگا۔ جب قیامت قریب ہوگی تو آپ عصاء اور انگشتری سے ہر مومن و کافر کی پیشانی پر نشان لگائیں گے۔ مومن کی پیشانی پر "ھذا مومن حقا" اور کافر کی پیشانی پر "ھذا کافر حقا" تحریر ہو جائے گا۔ ملاحظ ہو (کتاب ارشاد الطالبین اخوند درویزہ صفحہ ۴۰۰ و قیامت نامہ قدوۃ المحدثین علاّمہ رفیع الدّین صفحہ ۱۰)۔ علاّمہ بغوی، کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے صفحہ ۴۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دابتہ الارض دوپہر کے وقت نکلے گا، اور

ترجمہ، اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کریں۔ اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (خدا کے روبرو) لا حاضر کرنی ہوگی۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی ﴿۱۶۱﴾ بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی طرح (مرتکب خیانت) ہو سکتا ہے جو خدا کی ناخوشی میں گرفتار ہو اور جس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے ﴿۱۶۲﴾ سورۃ آلعمران

جب اِس دابتہ الارض کا عمل درآمد شروع ہو جائے گا تو بابِ توبہ بند ہو جائے گا اور اُس وقت کسی کا ایمان لانا کارگر نہ ہو گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مسجد میں سو رہے تھے، اتنے میں حضرت رسُول کریمؐ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا" قم یا دابتہ اللہ "۔اس کے بعد ایک دن فرمایا اے علی! جب دُنیا کا آخری زمانہ آئے گا، تو خداوندِ عالم تمھیں برآمد کرے گا، اس وقت تم اپنے دُشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگاؤ گے (مجمع البحرین صفحہ ۱۲۷)۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ علی "دابتہ الجنتہ "ہیں لغت میں ہے کہ دابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں (مجمع البحرین صفحہ ۱۲۷)۔ کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آلِ محمدؐ کی حکمرانی جس سے صاحب ارجح المطالب کی بادشاہی لکھا ہے اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک دُنیا کے ختم ہونے میں چالیس (۴۰) یوم باقی رہیں گے (ارشاد مفید صفحہ ۱۳۷، اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۵)۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیس (۴۰) دن کی مُدّت قبروں سے مرُدوں کے نکلنے اور قیامت کبریٰ کے لیے ہو گی، حشر و نشر، حساب و کتاب، صور پھُونکنا اور دیگر لوازم قیامت کبریٰ اسی میں ادا ہوں گے (اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۵)۔اس کے بعد حضرت علی علیہ السّلام لوگوں کو جنّت کا پروانہ دیں گے۔ لوگ اُسے لے کر پُل صراط پر سے گزریں گے (صواعق محرقہ علاّمہ ابنِ حجر مکّی صفحہ ۷۵، اِسعاف الراغبین صفحہ ۷۵ بر حاشیہ نورالابصار)۔ پھر آپ حوضِ کوثر کی نِگرانی کریں گے۔ جو دُشمن آلِ محمدؐ حوضِ کوثر پر ہو گا، اُسے آپ اُٹھا دیں گے۔ ارجح المطالب صفحہ ۷۶۷)۔ پھر آپ لواء الحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کر جنّت کی طرف چلیں گے، پیغمبرِ اسلامؐ آگے آگے ہوں

ترجمہ، (بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں ﴿۹﴾ کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین کشادہ ہے۔ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا ﴿۱۰﴾ سورۃ الزمر

گے۔انبیاء اور شہداء و صالحین اور دیگر آلِ محمدؐ کے ماننے والے پیچھے ہوں گے (مناقب اخطب خوارزمی قلمی وارجح المطالب صفحہ ۷۷۴)۔ پھر آپ جنّت کے دروازے پر جائیں گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخلِ جنّت کریں گے اور دُشمنوں کو جہنّم میں جھونک دیں گے (کتاب شفا قاضی عیاض و صواعق محرقہ)۔اِسی لیے حضرت محمد مصطفےٰؐ نے حضرت ابوُبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرمادیا تھا کہ علی زمین اور آسمان دونوں میں میرے وزیر ہیں، اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علی کو راضی کرو، اس لیے کہ علی کی رضا، خدا کی رضا اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے (مودۃ القربیٰ صفحہ (۶۲-۵۵)۔ علی کی محبّت کے بارے میں تم سب کو خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا اور تم علی کی مرضی کے بغیر جنّت میں نہ جاسکو گے اور علی سے کہہ دیا کہ تم اور تمھارے شیعہ "خیر البریہ" یعنی خدا کی نظر میں اچھے لوگ ہیں۔ یہ قیامت میں خوش ہوں گے اور تمھارے دُشمن ناشاد و نامراد رہیں گے، مُلاحظہ ہو (کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۲۱۸ و تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۶۰۴ تفسیر فتح البیان جلد۱ صفحہ ۳۲۳)۔

ترجمہ، (اس روز) ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ (روئے زمین پر پھیل کر) ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو جمع کر لیں گے ﴿۹۹﴾ اور اُس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے ﴿۱۰۰﴾ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ﴿۱۰۱﴾ کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے) ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی (مہمانی) تیار کر رکھی ہے ﴿۱۰۲﴾

سورۃ الکھف

ترجمہ، جس روز صور پھونکا جائے گا اور ہم گنہگاروں کو اکھٹا کریں گے اور ان کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی ﴿۱۰۲﴾ (تو) وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم (دنیا میں) صرف دس ہی دن رہے ہو ﴿۱۰۳﴾

سورۃ طٰہٰ

اہلسنّت کی کتابوں سے حوالے:

https://www.minhaj.org/, https://www.minhajbooks.com/, https://www.valiasr-aj.com/

''حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یوں) کہو: اے اللہ تو درود بھیج محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت طاہرہ پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور برکت عطا فرما محمد ﷺ کو اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اور آپ ﷺ کی ذریت طاہرہ کو جیسا کہ تو نے برکت عطا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بے شک تو حمید مجید ہے۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(الحدیث رقم 23: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الأنبياء، باب: يزفان النسلان في المشي، 3 / 1232، الرقم: 3189، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، 1 / 306، الرقم: 407، ومالك في الموطأ، 1 / 165، الرقم: 395، والنسائي في السنن الكبرى، 1 / 384، الرقم: 1217، وأبو عوانة في المسند، 1 / 546، الرقم: 4039، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 150، الرقم: 2685)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ خوشی حاصل کرنا ہو کہ اس کے نامہ اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو اسے چاہئے کہ یوں کہے: اے اللہ! تو درود بھیج حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپ ﷺ کی ذریت اور اہل بیت پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا رب ہے۔'' اس حدیث کو امام ابو داود نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 24: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: الصلاة على النبي بعد التشهد، 1 / 258، الرقم: 982، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 151، الرقم: 2686، وفي شعب الإيمان، 2 / 189، الرقم: 1504، والمزي في تهذيب الكمال، 5 / 348)

”حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہو گی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہو گی۔“ اسے امام دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(الحدیث رقم 25: أخرجه الدارقطنی فی السنن، 1 / 355۔ الرقم: 6.7، والبیهقی فی السنن الکبری، 2 / 530، الرقم: 3969، وابن الجوزی فی التحقیق فی أحادیث الخلاف، 1 / 402، الرقم: 544، والشوکانی فی نیل الأوطار، 2 / 322)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ (ان میں سے ایک) اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری چیز) میرے گھر والے ہیں۔“ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔

(الحدیث رقم 31: أخرجه الترمذی فی السنن۔ کتاب: المناقب عن رسول الله ﷺ۔ باب: فی مناقب أهل بیت النبی ﷺ۔ 5 / 662۔ الرقم: 3786۔ والطبرانی فی المعجم الأوسط۔ 5 / 89۔ الرقم: 4757۔ وفی المعجم الکبیر۔ 3 / 66۔ الرقم: 2680۔ وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم۔ 4 / 114)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے والے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اختلاف سے بچانے والے ہیں اور جب کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔“ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(الحدیث رقم 33: أخرجه الحاکم فی المستدرک۔ 3 / 162۔ الرقم: 4715)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس جب ستارے چلے گئے تو اہل آسمان بھی چلے گئے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے امان ہیں پس جب میرے اہل بیت چلے گئے تو اہل زمین بھی چلے گئے۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 38: أخرجه الديلمي في مسند الفردوس، 4 / 311، الرقم: 6913)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے کوئی آدمی نفرت نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال کر دیتا ہے۔'' اس حدیث کو امام ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(الحديث رقم 40: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 15 / 435، الرقم: 6978، والحاكم في المستدرك، 3 / 162، الرقم: 4717، والذهبي في سير أعلام النبلاء، 2 / 123، والهيثمي في موارد الظمآن، 1 / 555، الرقم: 2246)

''حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم (روزِ قیامت) اس وقت تک استقامت نہیں پاتے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کر لیا جائے اس کے جسم کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو امتحان میں ڈالا اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں اس نے اس کو فنا کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس نے اسے کمایا؟ اور کس چیز میں اس نے اس کو خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے۔ پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر مارا۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے پر، جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا، نہ کہ ان کے جن پر غصّے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے رستے - سورۃ الفاتحۃ
شجرِ طیبہ شجرِ خبیثہ
THE TREE OF GOOD & THE TREE OF EVIL
Guide us on the straight path, on the path of those on whom You bestow Your grace, not on those on whom You are angry, and not on the path of those who go astray - Surah Al-Fatiha

end